

فتاوی محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیر سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیر نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

باب القرآءة

الفصل الأول فی وجوب القرآءة فی الصلوة

(قراءت کے واجب ہونے کا بیان)

الفصل الثانی فی کیفیة الجهر والسرّ بالقرآءة

(جہری اور سری قراءت کے احکام کا بیان)

الفصل الثالث فی القرآءة خلف الإمام

(امام کے پیچھے قراءت کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی القراءة المسنونة فی الصلوة

(قراءت کی مقدارِ سنت کا بیان)

الفصل الخامس فی تکرار السورة والآیة وتعددها وترتیبها

(رکعت میں ایک سورت وآیت کا تکرار وتعدد اور ترتیب)

بابٌ فی مسائل زَلّة القاری

(قراءت میں غلطی کرنے کا بیان)

فصل فی الفتح علی الإمام

(امام کو لقمہ دینے کا بیان)

باب الوتر والقنوت

الفصل الأول فی الوتر

(وتر کی نماز کا بیان)

الفصل الثانی فی قنوت النازلة

(قنوتِ نازلہ کا بیان)

باب السنن والنوافل

الفصل الأول فی السنن المؤکدة

(سننِ موکدہ کا بیان)

الفصل الثانی فی سننِ غیر مؤکدة

(سنن غیر موکدہ کا بیان)

الفصل الثالث فی النوافل

(نوافل کا بیان)

الفصل الرابع فی التهجد

(تہجد کی نماز کا بیان)

7

الفصل الخامس فی صلوة النفل بالجماعة

(نفل نماز کی جماعت کا بیان)

الفصل السادس فی صلوة التسبیح

(صلوٰۃِ تسبیح کا بیان)

باب التراویح

الفصل الأول فی صلوة التراویح

(تراویح کی نماز کا بیان)

الفصل الثانی فی القرآءۃ فی التراویح

(تراویح میں قراءت کی کیفیت کا بیان)

الفصل الثالث فی ختم القرآن فی التراویح

(تراویح میں قرآن ختم کرنے کا بیان)

الفصل الرابع فی الترویحة وتسبیحها

(ترویحہ اور اس کی تسبیح کا بیان)

باب قضاء الفوائت

(قضا نمازوں کا بیان)

فصل فی فدیة الفوائت

(قضا نمازوں کے فدیہ کا بیان)

باب سجود السهو

(سجدۂ سہو کا بیان)

باب سجود التلاوۃ

(سجدۂ تلاوت کے احکام کا بیان)

باب صلوۃ المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

باب صلوۃ المریض

(مریض کی نماز کا بیان)

باب المتفرقات



7

باب القرآءة

الفصل الأول في وجوب القرآءة في الصلوة

(قراءت کے واجب ہونے کا بیان)

قراءت کی فرضیت

سوال[۲۱۲۷]: چار رکعت فرض کی پہلی دو رکعت میں قراءت کرنا واجب ہے، مالا بدمنہ میں اس کو واجباتِ نماز میں شمار کیا ہے(۱)، تو کیا یہ واجباتِ نماز میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت فرض کی پہلی دو رکعت میں سورت ملانا واجب ہے:

فی مراقی الفلاح: "والثانی ضمّ سورة قصیرة أوثلاث آیات قصار .... فی رکعتین غیر متعینتین من الفرض غیر الثنائی، وفی جمیع الثنائی"(۲)۔ وفی الهدایة: "والقراءة فی الفرض واجبة فی الرکعتین"(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۱۲ھ۔

---

(۱) ونزدِ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ قرآت در دو رکعت از رکعاتِ فرائضِ خمسہ فرض است"۔ (مالا بدمنہ، کتاب الصلوة، فصل در ارکان نماز ....، ص: ۲۹، مکتبہ شرکة علمیہ، ملتان)

(۲) (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، فصل فی واجبات الصلاة، ص: ۲۴۸، قدیمی)

(۳) (الهدایة، باب صفة الصلاة: ۱/۱۱۱، مکتبہ شرکة علمیة، ملتان)

"قال رحمه الله: (وتعیین القراءة فی الأولیین) لقول علی بن أبی طالب رضی الله عنه: "القراءة فی الأولیین قراءة فی الأخریین"۔ وعن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه، وعائشة رضی الله تعالیٰ عنها التخییر فی الأخریین: "إن شاء قرأ، وإن شاء سبّح"۔ (تبیین الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۷۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی ردالمحتار، مطلب: کل شفع من النفل صلاة: ۱/۴۵۹، سعید)

نماز میں کتنی قرأت واجب ہے؟

سوال[۳۱۳۸]: نماز میں سورت کا ملانا واجب ہے، سوال یہ ہے کہ کتنا ملانا واجب ہے؟ آیا تین چھوٹی آیت ملانا واجب ہے یا ایک بڑی آیت بھی کافی ہے؟ اور ایک بڑی آیت کس کو کہتے ہیں ایک بڑی آیت میں کتنے لفظ ہونا چاہیے جس سے اس کو بڑی آیت کہہ سکیں؟

محمد احمد صدیقی، ضلع پرتاب گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک سورت ملائے یا تین چھوٹی آیت ملائے کہ مجموعہ تین آیات میں کم از کم تیس حروف ہوں جیسے ﴿ثم نظر، ثم عبس وبسر، ثم أدبرواستکبر﴾ یا ایک بڑی آیت ملائے، جیسے آیۃ الکرسی یا آیۃ المداینہ۔ اگر اتنی مقدار پڑھے کہ تیس حروف ہوجائیں تب بھی کفایت ہوجائے گی، ھکذا فی ردالمحتار: ۳۶۱/۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲/محرم/۷۰ھ۔

---

(۱) "(قوله: تعدل ثلاثاً قصاراً) أی مثل "ثم نظر" الخ، وهی ثلاثون حرفاً. فلوقرأ آيةً طويلةً قدر ثلاثين حرفاً، يكون قدأتی بقدر ثلاث آيات...... (قوله: ذكره الحلبی) ...... وإن قرأ ثلاث آيات قصار أو كانت الآية أوالآيتان تعدل ثلاث آيات قصار، خرج عن حدّ الكراهة المذكورة يعنی كراهة التحريم.......... اهـ.

وفی التاتار خانية: لوقرأ آيةً طويلةً كآية الكرسی أوالمداينة البعض فی ركعة والبعض فی ركعة اختلفوا فيه علی قول أبی حنيفة، قيل: لايجوز؛ لأنه ماقرأ آيةً تامةً فی كل ركعة. وعامتهم علی أنه يجوز؛ لأن بعض هذه الآيات يزيد علی ثلاث قصار أويعدلها، فلاتكون قراء ته أقلَّ من ثلاث آيات. وهذا يفيد أن بعض الآية كالآية فی أنه إذا بلغ قدر ثلاث آيات قصار يكفی". (رد المحتار، باب صفة الصلاة، ولهاواجبات: ۴۵۸/۱، ۴۵۹، سعيد)

"(قوله: وضم سورة)، وعند الأئمة الثلاثة سنةٌ. ولنا رواية الترمذی مرفوعاً: "لاصلوة لمن لم يقرأ بالحمد وسورة فی فريضة أوغيرها". أطلق السورة وأرادبها ثلاث آيات؛ لأن أقل سورة فی كتاب الله تعالیٰ ثلاث آيات قصار كسورة ﴿إنا أعطينک الكوثر﴾ .... : (وقراء ة الفاتحة وسورة وثلاث آيات) .... والثلاث آيات قصار تقوم مقام السورة فی الإعجاز، فكذا هنا، وكذا الآيةالطويلة تقوم =

نماز میں مقدارِ قراءت

سوال[۳۱۳۹]: نماز میں کتنی مقدارِ قرأت فرض، کتنی واجب اور کتنی سنت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک آیت کی مقدار فرض ہے، الحمد اور کوئی سورت یا تین آیات یا ایک آیتِ طویلہ واجب ہے۔ حضر میں مفصلات کا پڑھنا سنت ہے یعنی فجر وظہر میں سورۂ حجرات سے آخرِ بروج تک کوئی سورت اور عصر وعشاء میں اس کے بعد سے "لم یکن" تک اور مغرب میں اس کے بعد سے ختم تک، اس کے علاوہ بھی کبھی کبھی مخصوص سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے، لیکن مقتدیوں کے حال اور وقت کی رعایت لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تین آیت کی مقدار

سوال[۳۱۴۰]: امام صاحب نے تراویح کی اول رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿خلق الإنسان من صلصال كالفخار، وخلق الجان من مارج من نار. فبأيّ آلاء ربكما تكذبان﴾ اور دوم رکعت میں فاتحہ کے بعد ﴿رب المشرقين و رب المغربين. فبأيّ آلاء ربكما تكذبان﴾ پڑھ کر نماز پوری کی۔ اس کی نماز کا کیا حکم ہے؟

= مقامها". (البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۶، ۵۳۷، رشيديه)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/۷۱، رشيديه)

(۱) "(وفرض القراءة آيةٌ على المذهب) ......أقلها ستة أحرف ولو تقديراً "كلَمْ يَلِد". .... وقرأ آية طويلة في الركعتين فالأصح الصحة اتفاقاً؛ لأنه يزيد على ثلاث آيات قصار قاله الحلبي .... (ويسن في السفر مطلق الفاتحة) وجوباً (وأيّ سورة شاء) وفي الضرورة بقدر الحال. (و) يسن (في الحضر طوال المفصل) من الحجرات إلى آخر البروج (في الفجر والظهر، و) منها إلى آخر "لم يكن". (أوساطه في العصر والعشاء، و) باقيه (قصاره في المغرب): أي في كل ركعة سورةً مما ذُكر، ذكره الحلبي. واختار في البدائع عدم التقدير، وأنه يختلف بالوقت والقوم والإمام". (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۷، ۵۴۰، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۱، ۵۹۳، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

اس کی نماز فاسد نہیں ہوئی بلکہ درست ہوگئی:

"وضمّ أقصر سورة "کالکوثر"، أو ماقام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار نحو: ﴿ثم نظر، ثـم عبس وبسر، ثـم أدبر واستكبر﴾، وكـذالـو كانت الآية أو آيتان تعدل ثلاثاً قصاراً، اھ".
درمختار۔ "(قوله: تعدل ثلاثاً قصاراً): أى مثل ﴿ثم نظر﴾ الخ، وهى ثلاثون حرفاً، فلوقرأ آيةً طويلةً قدر ثلاثين حرفاً، يكون قد أتى بقدر ثلاث ايات، لكن سيأتى فى فصل يجهر الإمام أن فرض القرأة اية وأن الآية عرفا طائفة من القران مترجمة أقلها ستة أحرف ولو تقديراً "كلَمْ يَلِد" إلا إذا كانت كلمةً، فالأصح عدم الصحة اھ، و مقتضاه أنه قرأ آيةً طويلةً قدر ثمانية عشر حرفاً، يكون قد أتى بقدر ثلاث ايات، اھ". شامی: ١/٤٢٧(١) ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٦/محرم سنہ/ ٦٧ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٦/١/ ٦٧ھ۔

محض بسم اللہ کی قرأت سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

سوال[۳۱۴۱]: کسی شخص نے محض تسمیہ سے نماز پڑھی، تمام اصولیین اس بات پر متفق ہیں کہ نماز جائز نہیں ہوگی، باوجودیکہ ہمارے امام صاحب سے ایک روایت جوازِ صلوۃ کے بارے میں موجود ہے، كما فى شرح الجامع الصغير: "أمَّا قولُهُم: بشبهةٍ فى كونها ايةً تامةً". اس عبارت سے عدمِ جوازِ صلوۃ مفید نہیں:

"لأنهم مع أنه لوقرأ ايةً طويلةً فى كل ركعة بعضها عامة علىٰ أنه يجوز الصلوة، و فى الكافى: وهو الأصح. ماقيل من أن الأولىٰ أن يعلل عدم الجواز بالشبهة فى القرانية، فليس بشيءٍ؛ لأنها عند المتأخرين قران قطعاً، فكيف يعلل عدمه بالشبهة فيها عندهم؟ وأما قولهم: إنما هو لقوة شبهة فى ذلك".

(١) (الدرالمختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة : ١/ ۴۵۸، سعيد)

(وأيضاً راجع، ص: ۳۰، رقم الحاشية: ١)

علامہ تفتازانی اپنے کلام سے اس کا مفہوم شرح الشرح میں تحریر فرماتے ہیں:"إن المراد من قوة الشبهة قوتهما عند هم من يتمسك بها، وهو غير شديد؛ لأنه يلزم أن لا يكفر أحد حتى الكفار الغير المعاندين أيضاً، وقد كفر الإمام الحكماء أن لهم فيه شبهات في غاية القوة عندهم"۔

منکرِ تسمیہ کو کافر کیوں نہیں قرار دیتے؟ بدلائلِ عقلی ونقلی واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

"وهي اية من القران، أنزلت للفصل بين السور، فما في "النمل" بعض اياته إجماعاً، وليست من الفاتحة، ولا من كل سورة في الأصح، فتحرم على الجنب، ولم تجز الصلوة بها احتياطاً، ولم يكفر جاحدها بشبه اختلاف مالك فيها، اه". درمختار"۔ "(قوله: وهي اية): أى خلافاً لقول مالك وبعض أصحابنا: إنها ليست من القران أصلاً. قال القهستاني: ولم يوجد مافي حواشي الكشاف والتلويح أنها ليست من القران في المشهور من مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى، اه: أى بل هو قولٌ ضعيفٌ عندنا"۔

(قوله: وليست من الفاتحة)، قال في النهر: فيه ردٌّ لقول الحلواني: أكثر المشايخ علىٰ أنها من الفاتحة، ومن ثَمّ قيل بوجوبها، و جعله في الذخيرة رواية الثاني عن الإمام، وبه أخذ، وهو أحوط، اه. وما نقله عن الحلواني ذكره القهستاني عن المحيط والذخيرة والخلاصة.

(قوله: ولا من كل سورة): أى خلافاً لقول الشافعي: إنها ايةٌ من كل سورة ما عدا براءة۔

(قوله: احتياطاً) علةٌ للمسئلتين، وذلك أن مذهب الجمهور أنها من القران لتواترها في محلها، وخالف في ذلك مالك، فكان الاحتياط حرمتها على الجنب نظراً إلىٰ مذهب الجمهور، وعدم جوازِ الاقتصار عليهما في الصلوة نظراً إلى شبهة الخلاف؛ لأن فرض القراءة ثابت بيقين، فلا يسقط بما فيه شبهة۔

(قوله: ولم يكفر جاحدها) جواب عمّا قيل من الإشكال في التسمية: إنها إن كانت متواترةً، لزم تكفير منكرها، وإلا فليست قراناً؟ والجواب كما في التحرير أن القطعي إنما يكفر منكره إذا لم تثبت فيه شبهة قوية كإنكار ركن، وههنا قد، وُجدت إلى اخرها". بسطه العلامة

ابن عابدین فی ردالمحتار: ۱/ ۳۳۰(۱) ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۵/۶/۲۹ھ۔

قرأت میں غلطی کی وجہ سے تین تسبیح کے برابر سکتہ

سوال[۳۱۴۲]: زید امام ہے اور اکثر اس سے قراءت میں متشابہ یا بھول ہوتی ہے اور یہ متشابہ یا بھول کبھی مایجوز بہ الصلوۃ کے بعد اور کبھی اس سے پہلے ہوتی ہے......... زید متشابہ لگنے پر پیچھے سے پڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کوشش میں سکتہ واقع ہوجایا کرتا ہے، اس کی مقدار کبھی تین تسبیح اور کبھی اس سے کم ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

۱......اس صورت میں سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہیں؟

۲......امام کی قراءت اور اس کی تسبیح کا اعتبار کیا جائے گا یا مقتدی کی تسبیح کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر یاد نہیں آیا کہ کیا پڑھے اور تین تسبیح کی مقدار خاموش سوچتا رہا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا (۲)۔

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الصلوة، فصل فی بیان تألیف الصلاة إلی انتهائها: ۱/ ۴۹۱، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۴۵، ۵۴۶، رشیدیه)

(وكذا فی مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلوة، باب صفة الصلاة: ۱/ ۹۵، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

لہٰذا شبۂ اختلاف کی وجہ سے صرف تسمیہ سے نماز جائز نہیں اور اس کے منکر کو کافر بھی اسی شبہ کی بناء پر نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) "(قوله: وجب عليه سجود السهو) إذا شغله التفكر عن أداء واجب بقدر ركن، أو شغله عن الوضوء بعد ماسبق الحدث لشكه أن صلى ثلاثاً أو أربعاً، يجب السهو، وإلافلا، كذا فى الشرح. ولم يبيّنوا قدر الركن. وعلى قياس ماتقدم أن يعتبر الركن مع سنته، وهو مقدر بثلاث تسبيحات". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۷۴، قديمى)

"(قوله: واعلم الخ) .... ثم الأصل فى التفكر أنه إن منعه عن أداء ركن كقراء ة آية أو ثلاث أو ركوع أو سجود أو عن أداء واجب كالقعود، يلزمه السهو .... وقال بعض المشايخ: إن =

۲......امام کی قرأت اور تسبیح کا اعتبار ہوگا(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

وتر کی تیسری رکعت میں قراءت کا حکم

سوال[۳۱۴۳]: ایک امام نے تراویح کے بعد لوگوں کو وتر پڑھائے، سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورۂ فلق پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ ناس میں سے: ﴿شرّ الوسواس الخناس﴾ پڑھی اور تیسری رکعت میں ﴿یوسوس فی صدور الناس﴾ الخ پڑھی۔ آیا یہ وتر صحیح ہو گئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وتر کی تیسری رکعت میں بھی قراءت یعنی "الحمد" کے بعد سورت یا تین آیات کا ملانا واجب ہے(۲)۔صورتِ مسئولہ میں تین آیات نہیں پڑھی گئی، اس لئے یہ نماز قابلِ اعادہ ہے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۵/۲۸ھ۔

= منعه التفكر عن القراءة أو عن التسبيح، يجب عليه سجود السهو، وإلا فلا". (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۳، سعيد)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم: "الإمام ضامن، والمؤذن مؤتمن، أللهم أرشد الأئمة، واغفر للمؤذنين". (مسند أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة: ۳/۸۳، رقم الحديث: ۸۷۴۷، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "عن أبيّ بن كعب رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوتر ﴿بسبّح اسم ربّك الأعلى﴾ و﴿قل يا أيها الكفرون﴾ و﴿قل هو الله أحد﴾". (سنن ابن ماجة، باب ماجاء فيما يقرأ في الوتر، ص: ۸۳، مير محمد كتب خانه)

"(وضم) أقصر (سورة) كالكوثر أو ما قام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار .... (في الأوليين من الفرض وجميع) ركعات (النفل و) كل (الوتر) احتياطاً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۸، ۴۵۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر و النوافل: ۱/۴۲۴، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳) "قوله: (وقرأ الفاتحة وسورة أو ثلاث آيات) ...... فتعين القول بوجوب الإعادة عند ترك السورة، وما يقوم مقامها كترك الفاتحة .... فإذا نقص عن ثلاث قصار أو آية طويلة، فقد ارتكب كراهة التحريم لتركه الواجب". (البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۴۶، ۵۴۷، رشيديه)

واجب الاعادہ نماز کے بعد والی دورکعتوں میں ختم سورت کا حکم

سوال[۳۱۴۴]: نماز ظہر یا عصر یا مغرب یا عشاء باجماعت ادا کی گئی، امام نے قعدۂ اولیٰ سہواً نہیں کیا اور کسی شخص نے لقمہ بھی نہیں دیا، تیسری یا چوتھی رکعت کے بعد قعدۂ اخیرہ کر کے نماز ختم کردی گئی اور آخر میں ترکِ قعدۂ اولیٰ کا انجبار سجدۂ سہو سے بھی نہیں ہوا، بعد اختتامِ نماز بالاتفاق محقق ہوا کہ قعدۂ اولیٰ واقعی نہیں ہوا تھا، اس لئے طے ہوا کہ نماز کا اعادہ کیا جائے۔

مگر امام صاحب نے فرمایا کہ جماعتِ ثانیہ میں بہت سے نئے آدمی شریک ہوجائیں گے، اس لئے ان کی نماز نہ ہوگی کیونکہ ان کے ذمہ فرض ہے، اس واسطے فرداً فرداً ہر شخص اپنی نماز دوبارہ پڑھ لے، مگر اس میں یہ اشکال ہوا کہ اب یہ نماز پہلی والی جماعت کی کمی کی اصلاح کے لئے ادا کی جارہی ہے، اس لئے فرض تو ہے نہیں واجب ہوگی، اور واجب یا نفل کی تیسری و چوتھی رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ ضمِ سورت ضروری ہے۔ اس لئے اس صورت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملائی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس اعادہ والی نماز میں دورکعت کے بعد والی رکعات میں "الحمد" کے بعد ضمِ سورت واجب نہیں، نہ جماعۃً نہ انفراداً (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

لاحق کی قراءت کا حکم

سوال[۳۱۴۵]: امام مسافر نے ظہر کی دورکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا، اگر کسی نے قراءت کی تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کیسی؟

---

(۱) "(ولها واجبات) لا تفسد بتركها، وتُعاد وجوباً في العمد والسهو إن لم يسجد له، وإن لم يعدها، يكون فاسقاً آثماً، وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم، تجب إعادتها، والمختار أنه جابرٌ للأول".

(الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/ ۵۱۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۴۶۲، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام مسافر جب دورکعت پر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی اپنی دورکعت بغیر قراءت کے پوری کرے، اگر قراءت کی تو کراہت کا ارتکاب کیا کیونکہ وہ بحکمِ مقتدی ہے اور مقتدی کا قرأت کرنا مکروہ ہے:

"إذا صلى المسافر بالمقيم ركعتين سلّم، وأتم المقيمون صلوتهم؛ لأن المقتدى ألزم الموافقة في الركعتين، فينفرد في الباقي كالمسبوق، إلا أنه لا يقرأ في الأصح؛ لأنه مقتدٍ تحريمةً لا فعلاً، والفرض صار مؤدى". بحر: ۱۳۵/۲(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۲ھ۔

جماعت میں نفل کی نیت سے شریک ہونے والے پر بعد والی دورکعتوں میں قرأت لازم نہیں

سوال[۳۱۴۶]: ایک شخص فرض نماز ادا کر چکا تھا، مثلاً ظہر عشاء کی، بعد میں یہ شخص کسی دوسری مسجد میں پہونچا اور وہاں نماز نہ ہوئی تھی، اس کے پہونچنے پر نماز شروع ہوئی، یہ بھی اس نماز میں نفل کی نیت سے شریک ہوگیا اور امام فرض پڑھا رہا ہے۔ ادا فرض کی اخیر کی دورکعتوں میں قراءت ضروری نہیں اور نفل میں چاروں رکعتوں میں "الحمد" اور ضمِ سورہ ضروری ہے، تو کیا یہ شخص جو نفل کی نیت سے شریک ہے اخیر کی دو رکعتوں میں امام کے پیچھے بھی سورۂ فاتحہ اور ضمِ سورت کرے گا یا نہیں؟

اسی طرح ایک شخص جو کہ مفترض ہے اور امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے اور سری نماز ہے، ظہر کی یا عصر کی یا مغرب وعشاء کی اخیر دورکعتوں میں قصداً یا نسیاناً قراءت کرے امام کے پیچھے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی فرض پڑھے یا نفل، سری نماز ہو یا جہری، اس کو قراءت کی اجازت نہیں، خواہ امام کی نماز فرض ہو

(۱) (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب المسافر: ۲۳۸/۲، رشیدیه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر: ۵۱۶/۱، دار الكتب العلميه، بيروت)

یا نفل: "إذا قرأ فأنصتوا". الحدیث. مسلم شریف (۱)۔

اگر مقتدی نے قصداً قراءت کی تو مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا، نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)، سہواً قراءت سے اس کے ذمہ سجدۂ سہو واجب نہیں، کذا فی ردالمحتار (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۳/۸/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۸/۹۲ھ۔



(۱) "عن قتادة من الزيادة: "وإذا قرأ فأنصتوا" .... فحديث أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه؟ فقال: هو صحيح، يعني: "وإذا قرأ فأنصتوا". فقال: هو عندي صحيح، فقال: لِمَ لَمْ تضعه هاهنا؟ قال: ليس كل شئ عندي صحيح وضعته هاهنا، إنما وضعت هاهنا ما أجمعوا عليه". (الصحيح لمسلم، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

(۲) "(والمؤتم لا يقرأ مطلقاً) ولا الفاتحة في السرية اتفاقاً .... (فإن قرأ كره تحريماً) وتصح في الأصح". (الدرالمختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، سعيد)

(۳) "(قوله: لا بسهوه أصلاً) .... بل الأولى التمسك بما روى ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما عنه -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم-: "ليس على من خلف الإمام سهوٌ". (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۶۰۰، وباب سجود السهو: ۲/۱۷۷، رشيديه)

الفصل الثانی فی کیفیة الجهر والسرّ بالقرآءة

(جہری اور سرّی قرأت کے احکام کا بیان)

تشریحِ جہر وسرّ

سوال[۳۱۴۷]: اگر قرأت اتنی آواز سے ہو کہ قریبی شخص کو آواز بھن بھن کی سنائی دے تو اس نماز میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور کس قدر آواز سے قرأت جہری قرار پائے گی؟ تشریح کے ساتھ تحریر فرمادیں اس لیے کہ بعض اوقات جہر اور سر میں اختلاف مشکل ہو جاتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر ایک دو آدمی کو اس طرح سنائی دے تو نماز میں کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ سر ہی ہے، امام کی آواز کو پہلی صف عموماً سن لے تو یہ جہر ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قرأتِ جہری وسرّی کی حکمت

سوال[۳۱۴۸]: پانچ وقت کی نمازوں میں تین نمازوں میں قرأتِ جہری اور دو میں سری میں کیا حکمت ہے؟

---

(۱) "ولذاقال فی الخلاصة والخانية عن الجامع الصغير: إن الإمام إذا قرأفی صلاة المخافتة، سمع رجل أورجلان، لايكون جهراً، والجهر أن يسمع الكل: أی كل الصف الأول، لاكلّ المصلين بدليل مافی القهستانی عن المسعودية: أن جهر الإمام إسماع الصف الأول". (رد المحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۳۴، سعيد)

"الإمام إذا قرأ فی صلوة المخافتة بحيث سمع رجل أو رجلان، لايكون جهراً، والجهرأن يسمع الكل". (خلاصة الفتاوی، الفصل الحادی عشر فی القراءة: ۱/۹۵، امجد اکیڈمی لاهور)

(وكذا فی البحرالرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۸، رشيديه)

الجواب حامداًومصلیاً:

اللّٰہ ورسولہ أعلم(۱) ۔فقط۔

جہری وسرّی نماز میں جہروسرّ کی وجہ

سوال[۳۱۴۹]: ایک آدمی یہ بات دریافت کرتا ہے کہ بوقتِ ظہر وعصر قراءت آہستہ کیوں پڑھی جاتی ہے،اس کا کیا سبب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے اور اللہ پاک کی مرضی اسی طرح ہے اس کے

(۱) "والأصل في الجهر والإسرار أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يجهر بالقرآءة في الصلوات كلها في الابتداء، وكان المشركون يؤذونه، يقولون لأتباعهم: إذا سمعتموه يقرأ، فارفعوا أصواتكم بالأشعار والأراجيز، وقابلوه بكلام اللغو، حتى تغلبوه، فيكست ويسبّون مَن أنزل القرآن ومَن أنزِل عليه، فأنزل الله تعالىٰ: ﴿ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها﴾: أي لاتجهر بصلاتك كلها ولاتخافت بها كلها: ﴿وابتغ بين ذلك سبيلاً﴾، بأن تجهر بصلاة الليل و تخافت بصلاة النهار، فكان بعد ذلك يخافت في صلاة الظهر والعصر لاستعداد هم بالإيذاء فيهما، ويجهر في المغرب لاشتغالهم بالأ كل، وفي العشاء والفجر لرقادهم، وفي الجمعة والعيدين؛ لأنها أقامهما بالمدينة، وماكان للكفار قوة. و(قوله: وفي العشاء والفجر لرقادهم) وجهه في الفجر وفي العشاء أن السنة تأخيرها إلى ثلث الليل، وهٰذا إنما يظهر في زمن الشتاء، أمافي غيره فالعذر فيها كالمغرب فيما يظهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۳، ۲۵۴، قديمي)

(وكذا في إعلاء السنن، باب وجوب الجهر في الجهرية والسر في السرية: ۴/۱۰۳، ادارة القران)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في بيان الواجبات الأ صلية في الصلاة: ۱/۸۳، دارالكتب العلمية بيروت)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: "دوسرا قصہ یہ ہے کہ جب مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں بلند آواز سے تلاوت قرآن فرماتے تو مشرکین تمسخرواستہزاء کرتے اور قرآن اور جبرئیل امین اور خودخدا تعالیٰ کی شان میں گستاخانہ باتیں کہتے تھےتو اس کے جواب میں اسی آیت کا آخری حصہ نازل ہوا"۔ (معارف القرآن: ۵/۵۴۲، مکتبة دارالعلوم)

خلاف کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہوگی:

"ویجهر الإمام بالقرأة فی الفجر وأُولَیی المغرب والعشاء والجمعة والعیدین للتوارث من زمن رسول الله صلی الله علیه وسلم إلیٰ هذا الآن، والجهر واجب، ویخفی الإمام فی الظهر والعصر، للتوارث المذکور، اهـ". رسائل الأرکان بحذف(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ ہذا۔

نماز کے سرّی وجہری ہونے کا سبب

سوال[۳۱۵۰]: نمازِ مغرب، عشا اور فجر جہری کیوں ہے اور ظہر، عصر سری کیوں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حدیث وفقہ سے اسی طرح ثابت ہے، اس کی علت میں بحث کی ضرورت نہیں(۲) ورنہ یہ باب اگر مفتوح ہوا تو یہ سوال بھی پیدا ہوگا کہ فجر کی دو رکعت، ظہر کی چار رکعت، مغرب کی تین رکعت کیوں ہیں؟ اسی طرح بے شمار امور ہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ، العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) لم أظفر علی هذا الکتاب، لکن راجع للتخریج، ص: ۴۰، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "مجموعة الشعائر التعبدیة الخاصة التی حدّدها الله سبحانهٗ وتعالیٰ کمّاً وکیفاً، وهی تکون خالصةً لله، فلا تجوز فیها الزیادة ولا النقصان، ولها حِکَم وأسرار شُرعت لتحقیقها،.......... ولا ینبغی الاجتهاد بالرأی والاستنباط بالهوی فیها؛ لأن أمر تشریع أحکامها توقیفیٌّ من قِبَل الله وحده لاشریک له، ....وقد أوضح لنا الاستقراء المتأنی للنصوص الشرعیة أنها مبنیة علی الأمر فالطهارة مثلاً .... والصلاة مخصوص بأقوال وأفعال وهیئات معینة لاتجوز بغیرها، والعقل معزول عن فهم کل أسرار هذه الأحکام، والتعبد بها هو الانقیاد لله وحده والخضوع لأمره کماحدّده سبحانه و تعالیٰ". (بدائع الصنائع، مقدمه، الفرق بین العبادات والمعاملات: ۱/۳۶، دارالکتب العلمیة بیروت)

"(ومنها السجود): أی تکرار السجود أمرٌ تعبدی: أی لم یُعقل معناه علی قول أکثر المشایخ =

بغیرضرورت کے زیادہ بلند آواز سے نماز پڑھنا

سوال[۳۱۵۱]: ایک فارغ التحصیل قاسمی ہیں، جہری نمازوں میں قرأت پر اتنا جہر کرتے ہیں کہ آواز مسجد کے باہر تک پہونچ جاتی ہے، بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو انہوں نے معذرت کی کہ آہستہ پڑھنے سے دل متأثر نہیں ہوتا اور بھول جانے کا بھی اندیشہ رہتا ہے تو کیا اس سے نماز میں کراہت تنزیہی یا تحریمی ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز مکروہ نہیں ہوگی مگر اس کی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ رہ گزر ہر قسم کے ہوتے ہیں کوئی احترام کرتا ہے کوئی نہیں کرتا ہے، ہاں! اگر مسجد کہیں سڑک کے قریب ہو تو لا محالہ آواز جائے گی اگرچہ معمولی جہر ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۵/۸۹ھ۔

جہر وسرّ کی ادنیٰ مقدار

سوال[۳۱۵۲]: نماز میں قراءت بالسر کی حد یہ ہے کہ کم از کم خود سنے صرف زبان سے ادا کرنا کافی نہیں، کذا فی حاشیة شرح الوقایة(۲)۔ تو اس پر عرض یہ ہے کہ خود سننے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ پاس

= تحقيقات للابتلاء". (الدر المختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۱، رشيديه)

(۱) "(ويجهر الإمام) وجوباً بحسب الجماعة، فإن زاد عليه أساء". (الدر المختار). "(قوله: فإن زاد عليه أساء) وفي الزاهدي عن أبي جعفر: لو زاد على الحاجة فهو أفضل، إلا إذا أجهد نفسه أو آذى غيره، قهستاني". (الدر المختار مع ردالمحتار، فصل في القرأة: ۱/۵۳۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/۷۲، رشيديه)

(۲) "وأدنى الجهر إسماع غيره وأدنى المخافتة إسماع نفسه، هو الصحيح". (شرح الوقاية).

وفي الحاشية: "(قوله: هو الصحيح): أي تفسير الجهر والسر بما ذُكر هو الصحيح؛ لأن القراءة وإن كانت فعل اللسان، لكن فعله الذي هو كلام، والكلام بالحروف، والحروف كيفية تعرض للصوت لمجرد تصحيح الحروف بلا صوت إيماء إلى الحروف بالمخارج لاحروف، فلا كلام، كذا في فتح القدير". =

کھڑا ہونے والا بھی سنے، کیوں کہ جو آواز اپنے کان میں آئے گی وہ پاس والے کو بھی پہنچے گی اور یہ جہر کا ادنیٰ درجہ ہے۔ پس بندہ کو اشکال یہ ہے کہ سر جہر ہوگیا، ورنہ پھر اپنے آپ کو سنانے کا اگر یہ مطلب ہے کہ دل میں محسوس ہو کہ میں پڑھ رہا ہوں تو حاشیۂ شرح وقایہ کی یہ بات کیسے درست ہوگی کہ قراءت ادائے حروف کا نام نہیں بلکہ اس میں صوت بھی ہونی ضروری ہے؟ بہر حال اس سلسلے میں بندہ کو الجھن ہے کہ جو آواز قراءت اپنے کان میں سنائی نہ دے اس سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ ضروری نہیں کہ اپنی جو آواز بھی خود سنتا ہو وہ دوسرا بھی سن لیا کرے، ہاں! کوئی لفظ اگر پاس والا بھی سن لے تو یہ منافی سر نہیں:

"قالوا: لایضر إسماع بعض الکلمات أحیاناً لحدیث قتادة –رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ–، وھو فی الصحیحین: "عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرکعتین الأخریین بفاتحة الکتاب، ویسمعنا الآیة أحیاناً". ولأن الیسیر من الجھر والإخفاء لایمکن الاحتراز عنہ، لاسیماً عند مَبادی النَّفَسات، أفادہ فی الفتح. وفی أواخر الحلبی عن کفایة الشعبی: یخافت إلا من عذر، وھو أن یکون ھناك من یتحدث أویغلبہ النوم فیجھر لدفع النوم ورفع الکلام، اھ. وفی القھستانی: إذا جھر لتبیین الکلمة لیس علیہ شیئ، اھ". طحاوی، ص:۱۵۰، تحت قول المراقی: (ویجب الإسرار ھوإسماع النفس فی الصحیح) فصل فی بیان واجب الصلوٰة(۱)۔ **فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۳ھ۔

= (شرح الوقایة مع عمدة الرعایة، فصل فی القراءة ۱/۱۳۹، سعید)

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بیان واجب الصلاة، ص:۲۵۳، قدیمی)

"عن عبداللہ بن أبی قتادة عن أبیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظھر فی الأُولَیین بأم الکتاب وسورتین، وفی الرکعتین الأخریین بأم الکتاب، ویسمعنا الآیة، ویطول فی الرکعة الأولی مالا یطیل فی الرکعة الثانیة، وھکذا فی العصر، وھکذا فی الصبح". =

سرّی قرأت میں تیز اور جہری میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا

سوال[۳۱۵۳]: جو امام جماعت کی نماز سکون کے ساتھ پڑھتا ہو اور تنہا بہت جلد جلد پڑھتا ہو، اس کی امامت پر کیا حکم ہے، کیوں کہ بظاہر اس کا ظاہر و باطن ایک نہیں، ایسے ہی اکثر امام قراءت والی دو رکعتوں میں تو قرآن شریف ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی وجہ سے دیر تک پڑھتے ہیں اور باقی ایک یا دو رکعت بہت جلد پڑھتے ہیں، بعض بعض تو اتنی جلدی پڑھتے ہیں کہ آدھی الحمد بھی کوئی مشکل سے پڑھ سکے۔ کیا ایسے کی امامت بلا کراہت جائز ہے، کیوں کہ وہ عوام کی نماز خدا کی ہاں پیش کرنے کا وکیل ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

آہستہ پڑھتے وقت جلد پڑھنا اور زور سے پڑھتے وقت ٹھہر کر پڑھنا ایسا فعل نہیں جس کی وجہ سے امامت ناجائز ہو اگرچہ امام کو چاہیے دونوں طرح پڑھتے وقت قواعد و آداب قرآن شریف کی رعایت رکھے(۱)۔ بحالتِ امامت سکون کے ساتھ پڑھنے اور بحالتِ انفراد جلد پڑھنے سے بھی امامت میں خرابی نہیں آتی اور اس وجہ سے اس کی نیت پر حملہ کرنا کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں نہیں، یہ بھی ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۱۴/ ۵/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۳/۱/ ۵۸ھ۔

= (صحیح البخاری، باب یقرأ فی الأخرَیَین بفاتحة الکتاب: ۱/۱۰۷، قدیمی)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، مسائل شتی، ص: ۶۱۸، سهیل اکیڈمی لاهور)

"أن أدنی المخافتة، إسماع نفسه أومَن بقربه من رجل أورجلین مثلاً، وأعلاها تصحیح الحروف کماهو مذهب الکرخی، ولا تعتبرهنا فی الأصح". (رد المحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۳۵، سعید)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یا أیها المزمل قم اللیل إلا قلیلاً نصفه، أو انقص منه قلیلاً، أوزدعلیه، ورتل القرآن ترتیلا﴾ (سورة المزمل: ۴)

"الأخذ بالتجوید حتمٌ لازم، من لم یجوّد القرآن آثم". (متن الجزریة فی فن التجوید، باب التجوید، ص: ۹، میر محمد کتب خانه کراچی)

"وفی الحجة: یقرأ فی الفرض بالترسل حرفاً حرفاً وفی التراویح بین بین، وفی النفل لیلاً له أن یسرع بعد أن یقرأ کما یفهم". (الدرالمختار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۱، سعید)

(وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفرائض: ۱/۴۵۲، إدارة القرآن کراچی)

7

ترتیل کے ساتھ قرأت

سوال[۳۱۵۴]: ایک قاری صاحب امامِ مسجد ہیں، جس طرح وہ مجلس وغیرہ میں قرآن پڑھتے ہیں اسی طرح نماز کے اندر بھی پڑھتے ہیں۔ آیا نماز کے اندر قرآن حدر کے ساتھ پڑھنا چاہیے یا جس طرح وہ مجلس وغیرہ میں پڑھتے ہیں اس طرح سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا امر قرآن کریم میں وارد ہے اور یہ نماز پڑھنے کے لیے ہے:

﴿یآأیها المزمل قُمِ اللیل إلا قلیلاً نصفه، أوانقص منه قلیلاً، أوزد علیه، ورتّل القرآن ترتیلاً﴾(الآیة)(۱)۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا، حدراً پڑھنے کی بھی اجازت ہے، ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی فقہ میں تاکید ہے(۲) مگر قواعد تجوید کی رعایت لازم ہے:

"والأخذ بالتجوید حتمٌ لازم من لم یجوّد القران آثم"

جزری(۳)

نیت یہ رکھے کہ اللہ پاک کو سنا رہا ہے مقتدیوں کے حال کی رعایت چاہیے(۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۹۰/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۹۰/۲ھ۔

---

(۱) (سورہ المزمل، آیت: ۱-۳، پارہ: ۲۹)

(۲) "وفي الحجة: یقرأ في الفرض بالترسل حرفاً حرفاً، وفي التراویح بین بین، وفي النفل لیلاً له أن یسرع بعد أن یقرأ کمایفهم". (الدرالمختار، فصل في القراءۃ: ۵۴۱/۱، سعید)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاۃ، الفرائض: ۴۵۲/۱، إدارۃ القرآن کراچی)

(۳) (متن الجزریة في فن التجوید، باب التجوید، ص: ۹، میرمحمد کتب خانہ کراچی)

(۴) "والجملة فیه أنه ینبغي للإمام أن یقرأ مقدارما یخفف علی القوم، ولایثقل علیهم بعد أن یکون علی التمام، هکذا في الخلاصة". (ردالمحتار، فصل في القراءۃ: ۵۴۱/۱، سعید)

(وکذا في البحرالرائق، باب صفة الصلاۃ: ۵۹۶/۱، رشیدیه)

اپنے جی میں قراءت کرنا

سوال[۳۱۵۵]: مصلی بلاحرکتِ شفتین وبلاتحریکِ لسان اپنے جی میں قراءت کرتا ہے تو اس کی نماز میں کوئی کراہت آئے گی یا سرے سے جائز ہی نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح فریضہ ادا نہیں ہوگا اور نماز درست نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بغیر آواز قراءت کا حکم

سوال[۳۱۵۶]: اگر کوئی نماز میں اتنا آہستہ پڑھے کہ خود بھی نہ سن سکے تو کیا اس کی نماز بلاکراہت درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اتنا آہستہ پڑھا کہ حروف تو صحیح ادا ہو گئے لیکن آواز بالکل نہیں سنائی دی تو کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابوبکر بلخی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز صحیح ادا ہوگئی اور ہندوانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور فضلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی، کیونکہ ان کے نزدیک صرف تصحیحِ حروف کافی نہیں بلکہ آواز کا کان تک پہنچنا بھی ضروری ہے اور شیخ الاسلام وقاضی خان وصاحبِ محیط وحلوانی نے ہندوانی کے قول کو اختیار کیا ہے، کذا فی ردالمحتار،

---

(۱) "وأما حد القراءة، فنقول: تصحيح الحروف أمرٌ لابدمنه، فإن صحح الحروف بلسانه ولم يسمع نفسه، لايجوز، وبه أخذ عامة المشايخ، هكذا في المحيط .... وهو الصحيح، هكذا في النقاية".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع، الفصل الأول في الفرائض: ۱/۶۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۷، رشيديه)

"ولو قرأ بقلبه ولم يحرك لسانه، فإنه لايجوز". (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۸، رشيديه)

ص: ۵۵۷ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، جامع العلوم کانپور۔

ہونٹ اور زبان کی حرکت کے بغیر نماز

سوال [۳۱۵۷]: اگر ہونٹ اور زبان نہ ہلے اسی طرح "اللّٰہ اللّٰہ" یا درود شریف یا اور کوئی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ورد کرے یا "استغفر اللّٰہ" وغیرہ پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح بھی پڑھ سکتا ہے مگر نماز اس طرح پڑھنے سے ادا نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال [۳۱۵۸]: أن في عصرنا هذا يكون في أكثر المساجد في ديارنا مكبر الصوت يستعمل للأذان والخطبة وللصلوٰة أيضاً، و في مذهب الشافعيؒ إسماع الخطبة الأربعين شرط،

(۱) "فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يَصِل إلى أذنه، وبه قال الشافعي، ولم يشترط الكرخي وأبو بكر البلخي السماع، واكتفيا بتصحيح الحروف. واختار شيخ الإسلام وقاضي خان وصاحب المحيط و الحلواني قول الهندواني ، وكذا في معراج الدراية. ونقل في المجتبى عند الهندواني أنه لا يجزيه مالم تسمع أذناه ومن بقربه". (ردالمحتار، فصل في القراءة : ۱/۵۳۴، سعید)

(وكذافي البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۸، بيروت)

(۲) "وأما حدّ القراءة، فنقول: تصحيح الحروف أمرٌ لابد منه، فإن صحح الحروف بلسانه ولم يُسمع نفسه، لايجوز، وبه أخذ عامة المشايخ، هكذا في المحيط .... وهو الصحيح، هكذا في النقاية".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة: ۱/۶۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۶۹، رشيديه)

"ولو قرأ بقلبه ولم يحرك لسانه، فإنه لايجوز ". (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۸، رشيديه)

فهل يجوز السماع بواسطة مكبر الصوت أم لا؟ و يدعى من ينكر ذلك فى ديارنا أنه صُدى ليس هو صوت للخطيب۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اختلف فى الصوت الذى يخرج من مكبر الصوت هل هو صوت المتكلم و تلك الآلة ترفعه و تجهره أم هو صدى، وأصل صوت المتكلم يختتم و ينعدم فى الآلة؟ وأكثر مشتهرة هذا الفن على الأول، فتجوز الصلوة بتلك الآلة على قولهم، و هو الراجح عند أكثر أهل العلم، فصوت الخطيب بتلك الآلة يصل إلى السامعين و يتأدى الفرض، و أما الأذان بتلك الآلة فلا إشكال فيه(۱)، و مع هذا لا ينبغى استعمال هذه الآلة فى الصلوة من غير حاجة بأن يصل صوت الإمام إلى الحاضرين بلا تكلف، فإن الصلوة على هيئة القديمة أحسن وأقرب(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۵ھ۔

---

(۱) حضرت مولانا مفتی شفیع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''جدید تحقیقات کے نتیجے میں یہ ظاہر ہوا ہے کہ ''آلۂ مکبر الصوت'' سے سنی ہوئی آواز متکلم کی اصلی آواز ہوتی ہے، جس کی وجہ سے فساد نماز کی اصل بنیاد ہی منہدم ہوگئی''۔ (آلات جدیدہ، مقدمہ طبع ثالثہ، ص: ۳۲، ادارۃ المعارف کراچی)

(و كذا فى ضميمة امداد الفتاوى، بابت مسئله مكبر الصوت: ۱/۶۰۷، دار العلوم كراچى)

(و كذا فى كفايت المفتى: ''نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال'': ۹/۲۱۶، دار الإشاعت كراچى)

(۲) ''نماز میں آلہ مکبر الصوت کے استعمال میں بہت سے مفاسد ہیں، اس لئے اس سے اجتناب کیا جائے اور سنت کے سیدھے سادے طریقے پر آواز کو دور تک پہنچانے کے لئے مکبرین کا انتظام کیا جائے، لیکن اگر کسی جگہ آلہ مکبر الصوت پر نماز ادا کر لی گئی تو نماز فاسد و واجب الاعادہ نہیں ہے، اور استعمال کرنے والوں کو کم از کم یہ لازم ہے کہ مکبرین کا پورا انتظام رکھیں، کیونکہ علماء کی ایک جماعت اس کو مفسد قرار دیتی ہے، ان کے خلاف سے خروج کرنا چاہئے''۔ (آلات جدیدہ، مقدمہ طبع ثالث، تالیف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ص: ۳۳، إدارة المعارف كراچى)

(و كذا فى أحسن الفتاوى، امام الكلام فى تبليغ صوت الإمام: ۳/۳۳۹، سعيد)

ایضاً

سوال[۳۱۵۹]: لاؤڈاسپیکر سے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لاؤڈ اسپیکر کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے، امام صاحب کو چاہئے کہ اس کو روک دیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نماز کے سرّی ہونے کا معیار

سوال[۳۱۶۰]: نماز اگراتنی زور سے نہیں پڑھتا کہ خود سن سکے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ مفتی بہ قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

احوط تو یہی ہے کہ اتنی زور سے پڑھے کہ خود سن سکے، البتہ گزشتہ نمازوں کا اعادہ نہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۸۷ھ۔

"ولا الضالین" میں "لین" کی آواز پست ہونے کا حکم

سوال[۳۱۶۱]: جہری نماز میں جب زید "ولاالضالین" پڑھتا ہے تو "لین" کی آواز اس قدر

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: ''آلہ مکبر الصوت کا استعمال نماز میں''۔)

(۲) "وأدنى (المخافتة إسماع نفسه) ومَن بقربه" (الدرالمختار). "فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يَصِل إلى أذنه، وبه قال الشافعي .... وأن ما قاله الهندواني أصح وأرجح لاعتماد أكثر علمائنا عليه .... وهذا معنى قوله: أدنى المخافتة إسماع نفسه". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۸، بيروت)

پست ہو جاتی ہے کہ پہلی صف کے لوگ بھی نہیں سن پاتے تو اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولا الضالین" میں اگر "لین" کی آواز پست ہو جاتی ہے حتی کہ صفِ اول کے بھی پورے آدمی نہیں سنتے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔

فجر کی سنتوں میں قراءت بالجہر

سوال[۳۱۶۲]: فجر کی سنت میں قراءت جہری جائز ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت میں قراءت جہراً ثابت نہیں، سراً ثابت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قراءت کے اخیر لفظ کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملانا

سوال[۳۱۶۳]: امام کا سورۂ فاتحہ کے بعد سورت یا آیت کے آخری لفظ پر وقف نہ کرنا بلکہ "اللہ اکبر" کے

---

(۱) "والجهر أن يسمع الكل: أي كل الصف الأول لا كل المصلين .... وأدنى الجهر إسماع غيره ممن ليس بقربه كأهل الأول (أي الصف الأول)، وأعلاه لا حدّ له، فافهم". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثاني في واجبات الصلاة: ۱/۷۳، رشيديه)

(۲) "(وجهر بقراءة الفجر): أي الإمام (وأُولَي العشاء ين ولو قضاء، والجمعة والعيدين. ويُسرّ في غيرها كمتنفل بالنهار)؛ لأنه المأثور المتوارث من لدن النبي صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا. ولا يجتهد نفسه في الجهر، وكذا يجهر في التراويح والوتر إذا كان إماماً للتوارث". (تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۷، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۵، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۳۳، سعيد)

ساتھ وصل کر کے رکوع میں جانا مثلاً:"(واللّٰه المستعان علی ماتصفونَ اللّٰهُ أکبر)"سنت کے موافق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آخری لفظ ثناء پر ختم ہو تو اس کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ وصل کرنا اَولیٰ ہے، اگر ایسا نہ ہو تو وقف کر کے تکبیر کہنا اَولیٰ ہے: "ذکر فی التاترخانیة تفصیلاً حسناً، وهو أنه إذا کان آخر السورة ثناءً مثل: ﴿وکبّره تکبیراً﴾ فالوصل أولیٰ، وإلا فالفصل أولیٰ، مثل: ﴿إن شانئك هو الأبتر﴾ فیقف ویفصل، ثم یکبر للرکوع، اه". شامی: ۱/۳۳۱(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مقتدی کا سہواً قراءت کرنا

سوال[۳۱۶۴]: اگر مقتدی بھول کر امام کے پیچھے قرآن یا دعاء پڑھ دے تو کیا نماز مکروہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں، مگر بھول کی وجہ سے تخفیف ہوگی (۲)۔ فقط۔

---

(۱) (ردالمحتار، فصل فی تألیف الصلاة إلی انتهائها: ۱/۴۹۳، سعید)

"(قوله: ولا یکره وصل القراءة بتکبیره) مثاله: أن یقول: "وأما بنعمة ربک فحدثِ اللّٰه أکبر" بکسر الثاء المثلثة لالتقاء الساکنین، حلبی: أی مع إیقاع کل من التکبیر والقراءة فی محله". (حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، فصل: الشروع فی الصلاة: ۱/۲۲۰، دارالمعرفة، بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتار خانیه، کتاب الصلوة، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الثامن فی الوقف والوصل والابتداء: ۱/۴۹۲، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) "عن أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم: "إنما جُعل الإمام لیؤتم به، فإذا اکبر فکبروا، وإذا قرأ فأنصتوا". رواه أبوداؤد، والنسائی وابن ماجة". (مشکوة المصابیح، باب القراءة فی الصلاة، ص: ۸۱، قدیمی)

"(والمؤتم لایقرأ مطلقاً) ولا الفاتحة فی السرّیّة اتفاقاً .... وهو مروی عن عدة من الصحابة، فالمنع أحوط، (بل یستمع) إذا جهر (وینصت) إذا أسرّ، لقول أبی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه: "کنا نقرأ خلف الإمام فنزل: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾. (الدرالمختار مع ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۸، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۹، ۶۰۰، رشیدیه)

الفصل الثالث فی القرآءة خلف الإمام

(امام کے پیچھے قرأت کرنے کا بیان)

قرأت خلف الامام

سوال[۳۱۶۵]: اگر مقتدی قصداً امام کے پیچھے کوئی سورت یا کوئی دعا پڑھے تو نماز میں خرابی آئے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالتِ قیام میں ثناء کے علاوہ کچھ اور پڑھنا مقتدی کو مکروہ ہے(۱)۔

---

(۱) "المؤتمّ لا یقرأ مطلقاً، ولا الفاتحة سراً، فإن قرأ کره تحریماً". (الدرالمختار، فصل فی القراءة: ۵۴۴/۱، سعید)

و"عن أبی موسی رضی الله تعالیٰ عنه قال: علّمنا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: "إذا قمتم إلی الصلاة، فلیؤمکم أحدکم، وإذا قرأ الإمام، فانصتوا". رواه أحمد و مسلم، وهوحدیث صحیح". (آثارالسنن، باب فی ترک القراءة خلف الإمام فی الجهریة الخ، ص: ۱۰۹، إمدادیه ملتان)

"(قوله: کما بسطه الکمال) حاصله أن محمداً قال فی کتابه الآثار: لانری القرأة خلف الإمام فی شیئ من الصلوات یجهرفیه أویسر، ودعوی الاحتیاط ممنوعة، بل الاحتیاط ترک القراءة؛ لأنه العمل بأقوی الدلیلین. وقدروی الفساد بالقراءة عن عدة من الصحابة، فأقواهما المنع...... اهـ". (الدرالمختار). "(قوله: مرویّ عن عدة من الصحابة) قال فی الخزائن .... وفی الکافی: ومنع المؤتم من القراءة مأثور عن ثمانین نفراً من کبار الصحابة: منهم المرتضی والعبادلة، وقددوّن أهل الحدیث أسامیهم". (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۵۴۵،۵۴۴/۱، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، باب صفة الصلاة: ۵۹۹/۱، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صفة الصلاة: ۳۳۸،۳۳۷/۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی بدائع الصنائع، فصل فی بیان أرکان الصلاة: ۵۱۹،۵۱۸/۱، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا

سوال[۳۱۶۶]: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے یانہیں اورنماز ہوجائے گی یانہیں؟اور اس کا ثبوت؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام کے پیچھے قرأت کرنے سے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے:

"عن أبي موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: علّمنارسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: "إذا قمتم إلی الصلوٰة، فلیؤمّکم أحدکم، وإذا قرأ الإمام، فأنصتوا". رواہ أحمد(۱) و مسلم(۲) وهوحدیث صحیح". اٰثارالسنن: ۸۵/۱(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

ایضاً

سوال[۳۱۶۷]: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی جائے یانہیں؟اس کا جواب قرآن وحدیث سے مفصل ومدلل مرحمت فرمایا جائے، کیوں کہ استفتاءہٰذا سے قبل دوفتاوی حاصل کیے گئے جس میں سے ایک میں ممانعت اوردوسرے میں سورۂ فاتحہ کاپڑھنا ضروری قراردیا گیاہے، کیوں کہ یہاں پردونوں قسم کے خیالات کے ہی اشخاص موجود ہیں اور ہردوفتاویٰ سے ہردوفریق کے خیالات کی تقویت ہوگئی، لیکن خدا کے فضل سے رنجش ودرشتی کی نوبت نہیں، بلکہ ہردوخیالات کے اشخاص صحیح راستہ حاصل کرنے کے آرزومند ہیں۔

اس کے علاوہ ہردوفتاویٰ میں عربی عبارت ہے جس کوارددواں نہیں سمجھ سکے، اس لیے عرض ہے کہ جو عبارت عربی کی درج فرمائی جائے اس کا ترجمہ مفصل تحریرفرمادیا جائے۔ نیز دیوبند کے فتویٰ میں جواب قرأت قرآن کریم کی آیت نقل کی گئی ہے اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس میں یہ حکم نہیں ہے کہ نماز میں جب قرآن

---

(۱) (مسند أحمد بن حنبل، حدیث أبي موسی الأشعري رضی اللہ تعالیٰ عنه: ۴۱۵/۴، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۴، المکتب الإسلامي للطباعة والنشر بیروت)

(۲) (صحیح الإمام مسلم، باب التشهد في الصلاة: ۱۷۴/۱، قدیمی)

(۳) (آثارالسنن، باب في ترک القراءة خلف الإمام في الجهریة، ص: ۱۰۹، مکتبه إمدادیه ملتان)

پڑھا جائے اس وقت خاموش رہو یا نہ رہو بلکہ علاوہ نماز کے یہ حکم ہے۔ فقط۔ ہر دو فتاویٰ ہم رشتہ ہیں۔

احقر العباد مہتاب عالم کان اللہ لہ۔

الجواب حامداً و مصلياً

مقلد کا منصب یہ ہے کہ اس کے امام نے قرآن وحدیث کو سمجھ کر جو مسائل استنباط کیے ہیں ان پر عمل کرے، ماخذ پر عمل کو موقوف رکھے گا تو سخت دشواری کا سامنا ہوگا کیوں کہ ہر مقلد کا علم اور فہم اس قدر وسیع نہیں کہ ہر ہر مسئلے کی دلیل کو معلوم کر سکے اور سمجھ سکے اس لیے اسلم طریقہ یہ ہے کہ جو مسائل امام سے منقول ہیں ان پر عمل کرے اور دلیل اور ماخذ کا طالب نہ ہو، خصوصاً جب کسی مقلد کے علم کی یہ حالت ہو کہ معمولی عربی عبارت بھی سمجھنے سے قاصر ہو اور ترجمہ اردو کا محتاج ہو۔

"والمؤتم لايقرأ مطلقاً، فإن قرأ يكره تحريماً، بل يستمع إذاجهر، وينصت إذا سرّ،لقول أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه : كنا نقرأ خلف الإمام، فنزل: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له وأنصتوا﴾ درمختار على الشامي: ۱/۵۶۸(۱)۔

ترجمہ: "اور مقتدی کچھ قراءت نہ کرے (نہ فاتحہ نہ سورت) اگر مقتدی قرأت کرے گا تو یہ مکروہ تحریمی ہے، بلکہ متوجہ ہو کر سنے جب امام زور سے پڑھے اور چپ رہے جب امام آہستہ سے پڑھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: "ہم امام کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ "جب قرآن پڑھا جائے تو چپ رہو اور سنو"۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ کا پڑھنا ناجائز ہے دلیل اوپر مذکور ہے۔

یہ صحیح ہے کہ قرآن شریف میں اس کا ذکر نہیں کہ نماز میں جب قرآن شریف پڑھا جائے خاموش رہو اور سنو، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی قرآن شریف میں نہیں کہ یہ حکم علاوہ نماز کے ہے، بلکہ مطلق ہے خواہ نماز کی حالت ہو خواہ علاوہ نماز کے ہر حال میں خاموش رہنا اور سننا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

" عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إنما

(۱) (الدرالمختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعيد)

جُعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبّر فكبروا، وإذاقرأ فأنصتوا". رواه ابوداؤد(۱) والنسائی(۲) وابن ماجه"(۳) مشکوۃ شریف: ۸۱/۱(٤)۔

ترجمہ: ''امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو، جب وہ کچھ پڑھے تم خاموش رہو'' روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور نسائی وابن ماجہ نے''۔

حنفی مقلد کے لیے اتنا ہی جواب کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی بررسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ شعبان/ ۵۴ھ۔

ایضاً

سوال[۳۱۶۸]: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ بعض حنفی المذہب سرّی نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں اور جہری میں نہیں، یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے جیسا کہ کوئی اَور سورت پڑھنا ناجائز ہے اور بعض حنفی المذہب کا جو طریقہ سوال میں نقل کیا ہے، وہ بھی درست نہیں اس کی بھی صراحۃً ممانعت ہے:

"والمؤتم لايقرأ مطلقاً، ولا الفاتحة فی سرية اتفاقاً، وما نُسب لمحمدٍ ضعيفٌ، كما بسط الكمال، فإن قرأ، كره تحريماً". درمختار، ص:۵٦۸(۵)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۱۲/۵۴ھ۔

صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۱۵/ ذی الحجہ/ ۵۴ھ۔ سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) (سنن أبي داؤد، باب الإمام يصلي من قعود: ۸۹/۱، مكتبه دار الحديث، ملتان)

(۲) (سنن النسائي، بابٌ وإذا قرأ القران فأنصتوا: ۱۴۶/۱ قديمي)

(۳) (سنن ابن ماجة، باب إذا قرأ الإمام فأنصتوا، ص: ۶۱، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۴) (مشكوة المصابيح، باب القراءة في الصلاة، ص: ۸۱ قديمي)

(۵) (الدر المختار، فصل في القراءة: ۵۴۴/۱، سعيد)

قراءتِ فاتحہ خلف الإمام

مکرمی عالی جناب قبلہ مولانا حافظ ومفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سوال[۳۱۶۹]: عرض یہ ہے کہ فرض نماز میں جب امام کے پیچھے نماز کے لیے مقتدی کھڑا ہو تو صحیح بخاری شریف کی یہ حدیثیں پیش کی جاتی ہے جس سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کھڑا ہو تو الحمد شریف کا پڑھنا واجب ہے اور قرأت والی نماز میں مقتدی امام کے پیچھے الحمد شریف نہیں پڑھے تو نماز نہیں ہوتی ہے۔ حدیث یہ ہے:

''حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب قرآن شریف پڑھا تو آپ پر پڑھنا مشکل ہوگیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ: ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پاک سے کچھ پڑھتے رہتے ہو''۔ ہم نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''یاد رکھو سورہ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو، کیونکہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی ہے''۔ اور حضرت امام ترمذیؒ نے اس کو حسن کہا ہے(۱)۔

---

(۱) "وعن عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه قال: كنا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلاة الفجر، فقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم، فثقلت عليه القراءة، فلما فرغ قال: "لعلكم تقرؤون خلف إمامكم؟ قلنا: نعم! هذا يارسول الله!— صلى الله عليه وسلم— قال: "لاتفعلوا إلابفاتحة الكتاب، فإنه لاصلاة لمن لم يقرأ بها". (سنن أبي داؤد، باب من ترك القرآءة في صلاته: ۱/۱۱۹، دار الحديث، ملتان)

"عن عبادة بن الصامت رضی الله تعالیٰ عنه قال: صلّى رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح، فثقلت عليه القراءة، فلما انصرف قال: "إني أراكم تقرؤن وراء إمامكم"؟ قال: قلنا: يا رسول الله! إى والله، قال: "لا تفعلوا إلا بأم القرآن، فإنه لاصلاة لمن لم يقرأ بها".

قال أبو عيسىٰ: حديث عبادة حديث حسنٌ.......... وهذا أصح، والعمل على هذا الحديث في القرأة خلف الإمام عند أكثر أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين، وهو قول =

اس حدیث کے ذیل میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

''یعنی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں اکثر صحابہ کرام اور تابعین کا اس حدیثِ عبادہ پر عمل ہے اور امام مالک، حضرت عبداللہ بن مبارک شاگردِ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ، امام اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ بھی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے''، جامع الترمذی، ص: ١٤ (١)۔

شرح ابوداؤد، ص: ١٢٠۵، میں لکھتے ہیں:

''یعنی یہ حدیث نصِ صریح ہے کہ مقتدی کے لیے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے خواہ امام قرأت بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ سے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص مقتدیوں کو خطاب کر کے سورۂ فاتحہ کا حکم دیا اور اس کی وجہ بیان فرمائی کہ سورہ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی نماز نہیں ہوتی ہے۔ اس حدیث کی سند بہت ہی پختہ ہے جس میں طعن کی کوئی گنجائش نہیں'' (٢)۔

اس کے بارے میں دوسری دلیل یہ حدیث ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے مردہ ناقص ہے، مردہ ناقص ناقص ہے، مردہ ہے پوری نہیں''۔ ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ ہم لوگ امام کے پیچھے ہوتے ہیں تب بھی پڑھ لیں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں! اس کو آہستہ پڑھنا، کیونکہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے نماز کو

= مالک بن أنس و ابن المبارک والشافعي وأحمد وإسحق يَرَوْن القراءة خلف الإمام". (سنن الترمذي، باب ماجاء في القراءة خلف الإمام: ١/٦٩، ٧٠، سعيد)

(١) قال الإمام الترمذي: "حديثٌ حسنٌ". (سنن الترمذي، المصدر السابق)

(٢) "قلت: هذا الحديث نصّ بأن قراءة فاتحة الكتاب واجبة على من صلى خلف الإمام، سواء جهر الإمام بالقراءة أو خافت بها، وإسناده جيدٌ لاطعن فيه". (مختصر سنن أبي داؤد: ١/٣٩٠، مطبع أنصار السنة المحمدية)

اپنے اور بندے کے درمیان دوحصوں میں تقسیم کردیا ہے"۔ الصحیح لمسلم: ۱۶۹/۱(۱)۔

اس کے علاوہ عرض ہے کہ تفسیر جلالین جلد اول، ص: ۱۴۸(۲) اس کے علاوہ عرض ہے کہ ہدایہ جلد اول، ص:۹۸(۳) میں ہے:

مکرمی عالی جناب قبلہ مفتی صاحب ہم معذرت کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ تھوڑی سی زحمت تو ضرور ہوگی لیکن ہمارے لئے باعثِ مسرت ہوگی، تحریر کی ہوئی عبارت پر غور فرما کر شریعتِ محمدی سے خلاصہ فرما کر جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

محترمی زید احترامہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ مسئلہ متنِ حدیث، شرحِ حدیث، تفسیر، فقہ میں تفصیل سے مذکور ہے، اس پر مستقل رسائل عربی فارسی اور اُردو میں لکھے گئے ہیں۔ جب دلائل متعارض ہوں تو ترجیح دے کر راجح کو اختیار کرنا یا تطبیق دینا لازم ہے اور یہ کام اعلیٰ طرز پر مجتہد سے انجام پاتا ہے۔

جو لوگ صرف ایک طرف سے دلائل دیکھتے ہیں وہ اُسی طرف جھک جاتے ہیں، چنانچہ آپ کے سوال

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من صلى صلاةً لم يقرأ فيها بأم القرآن، فهي خداج" -ثلاثاً- "غير تمام". فقيل لأبي هريرة: إنا نكون وراء الإمام؟ فقال: اقرأ بها في نفسك، فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "قال الله تعالىٰ: (قسمتُ الصلاة بيني وبين عبدي نصفين) الخ". (الصحيح لمسلم، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة الخ : ۱۶۹/۱، ۱۷۰، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ عن الكلام ﴿لعلكم ترحمون﴾ نزلت في ترك الكلام في الخطبة. وعبّر عنها بالقرآن لاشتمالها عليه، وقيل: في قراءة القرآن مطلقاً". (تفسير جلالين كلاں (سورة الأعراف: ۱۴۷/۱، قديمي)

(۳) "(والقراءة) لقوله تعالىٰ: ﴿فاقرأوا ماتيسر من القرآن﴾. (الهداية، باب صفة الصلاة : ۹۸/۱، مكتبه شركة علمية ملتان)

میں صرف ایک طرف کے دلائل ہیں، وہ بھی اصل احادیث نہیں بلکہ اردو کا ترجمہ یا حوالہ ہے۔ دوسری طرف کے دلائل اصل احادیث مبارکہ کے الفاظ پیشِ خدمت ہیں، ان میں غور کیجیے، امید ہے کہ آپ احادیث کے سمجھنے سے قاصر نہیں ہوں گے اور علمِ حدیث کو آپ نے اساتذہ سے حاصل کیا ہوگا اور ہر حدیث کی قوت وضعف سے باخبر ہوں گے، ورنہ اس طرز پر سوال نہ کرتے، بلکہ صرف مسئلہ دریافت کرنے پر کفایت کرتے، اس لیے میں نے ان احادیث کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی:

"عن أبی موسیٰ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: علّمنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "إذا قمتم إلی الصلواۃ، فلیؤمکم أحدکم، وإذا قرأ الإمام فأنصتوا". أخرجہ أحمد: ٤/٤١٥(١) إسنادہ إسناد مسلم، ولفظ مسلم فی حدیث أبی موسیٰ مرفوعاً: "إذا قرأ فأنصتوا". ١/١٧٤"(٢)۔

ولأحمد، ص: ٣٧٦(٣) وأبی داؤد، ص: ٣٣٥(٤) وابن ماجۃ، ص: ٦١(٥) والنسائی،

---

(١) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حدیث أبی موسی الأشعری: ۴/۴۱۵، رقم الحدیث: ۱۹۲۲۴، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(۲) "عن قتادۃ من الزیادۃ: "وإذا قرأ فأنصتوا" ...... فحدیث أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ؟ فقال: ہو صحیح عندی یعنی: "وإذا قرأ فأنصتوا". فقال: ہو عندی صحیح. فقال: لِمَ لم تضعہ ہھنا؟ قال لیس کل شیٔ عندی صحیحٌ وضعتُہ ہھنا، إنما وضعتُ ہھنا ما أجمعو علیہ". (الصحیح لمسلم، باب التشہد فی الصلوۃ: ۱/۱۷۴، قدیمی)

(۳) الحدیث بتمامہ: "عن أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ أن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "إنما جُعل الإمام لیؤتم بہ، فإذ اکبّر فکبّروا، وإذا قرأفأنصتوا .... اھـ". (مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۱۴۸، حدیث أبی ہریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ، رقم الحدیث: ۹۱۵۱، دارإحیاء التراث العربی، بیروت)

(۴) (سنن أبی داؤد، باب الإمام یصلی من قعود: ۱/۸۹، مکتبہ دار الحدیث ملتان)

(۵) "عن أبی موسی الأشعری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "إذا قرأ الإمام، فأنصتوا، فإذا کان عند القعدۃ، فلیکن أول ذکر أحدکم التشہد". (سنن ابن ماجۃ، باب: ﴿إذا قرأ القرآن فأنصتوا﴾، ص: ۶۱، قدیمی)

ص: ١٦٦، مثله عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه مرفوعاً(١)، وقد صححه مسلم. وكذا صححه ابن حزم فی المعلّیٰ: ٣/١٣٩(٢)۔

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم أنه قال: "من صلی خلف الإمام، فإن قرآءة الإمام له قراءة". أخرجه محمد: ٣/٧٧(٣)۔

والإمام أحمد، ص:٣٤٩(٤). أو فی شرح المقنع: ٢/١١: "هذا إسناده صحيح متصل، رجاله كلهم ثقاة(٥)۔ والإمام الطحاوی: ١/٢٨(٦)، وأحمد ابن منيع، والحديث

---

(١) "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "إنما الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فأنصتوا". قال أبو عبدالرحمٰن: كان المخرمی يقول: هو ثقة يعنی محمد بن سعد الأنصاری". (سنن النسائی، باب: (وإذا قرئ القران) الخ: ١/١٣٦، قديمی)

(٢) "وذكروا أيضاً حديثاً صحيحاً من طريق ابن عجلان فيه: "إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا ركع فاركعوا، وإذا رفع فارفعوا، وإذا سجدفا سجدوا، وإذا قرأفأنصتوا، وإذا صلی جالساً فصلوا جلوساً أجمعون". (المحلی لابن حزم، الأمر بقراءة ماتيسر من القرآن فی الصلوة: ٣/٢٤٠، المكتب البخاری، بيروت)

(٣) (المؤطا للإمام محمد، باب القراءة فی الصلاة خلف الإمام، ص: ٩٣، مير محمد كتب خانه كراچی)

(٤) "عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: "من كان له إمام فقرآئته له قراءة". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث جابر بن عبدالله، رقم الحديث: ١٤٢٣٣، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

(٥) "قوله: ولاتجب القرآءة علی المأموم: أی قراءة الفاتحة .... لماروی أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: "من كان له إمام فقراءته له قراءة...... اهـ". قلنا: قد رواه الإمام أحمد .... عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم. قال فی الشرح: إسناده متصل صحيح". (المقنع فی فقه السنة للإمام أحمد بن حنبل، باب صلاة الجماعة: ١/١٩٧، مكتبه الرياض الحديثيه)

(٦) "عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: "من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة". (شرح معانی الآثار للطحاوی، ص: ١٤٩، سعيد)

صحیح. ولمالك، ص:۲۹: عنه مرفوعاً بسند صحيح: "من صلى ركعةً، فلم يقرأ فيها بأم القرآن، فلم يصل، إلاوراء الإمام"(۱)۔ وله بسند صحيح عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما قال: إذا صلّى أحدكم خلف الإمام، فحسبه قراءة الإمام، وإذا صلى وحده، فليقرأ". قال: "وكان عبدالله لايقرأخلف الإمام". وفى الباب عن ابن مسعود عند الطحاوى: ۱۲۹/۱، بسند صحيح ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه أبى الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه عنده بسند حسن"(۲). كذا فى فقه السنن والآثار(۳)۔

ان احادیث میں کوئی اشکال اور الجھن ہو تو تحریر کریں اور اس تحریر کو بھی بھیجیں۔ اگر خدانخواستہ عبارتِ عربیہ کو سمجھنے سے آپ قاصر ہوں تب اس تحریر کو یہاں بھیج دیں تاکہ اردو میں مسئلے کو حل کردیا جائے اور آپ کی استعداد کے مطابق جواب لکھ دیا جائے۔

---

(۱) (مؤطا الإمام مالک، باب ماجاء فى أم القرآن، ص: ۲۶، ۲۷، میرمحمد کتب خانه کراچی)

(۲) "عن أبى حمزة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قلت لابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما: أقرأ والإمام بين يدىّ؟ فقال: لا". (شرح معانى الآثار للطحاوى، باب القراءة خلف الإمام، ص: ۱۵۱، سعيد)

(۳) "وعن كثير بن مرة عن أبى الدرداء رضى الله تعالىٰ عنه قال: قام رجل فقال: يا رسول الله! أفى كل صلاة قرآن؟ قال: "نعم". فقال رجل من القوم: وجب هذا، فقال أبوالدرداء: يا كثير! -وأنا إلى جنبه- لأرى الإمام إذا أم القوم إلاقد كفاهم". رواه الدارقطنى والطحاوى وأحمد وإسناده حسن. وفى الباب آثار التابعين رضوان الله عليهم أجمعين". (آثار السنن، باب فى ترک القراءة خلف الإمام فى الصلوات كلها، ص: ۱۱۶، إمداديه)

"محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة قال .... "عن جابر بن عبدالله الأنصارى رضى الله تعالىٰ عنه قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجل خلفه يقرأ، فجعل رجلٌ من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم ينهاه عن القراءة خلف نبى الله صلى الله عليه وسلم، فتنازعا، حتى ذُكر ذلک للنبى صلى الله عليه وسلم. فقال النبى صلى الله عليه وسلم: "من صلى خلف إمام، فإن قراءة الإمام له قراءة". قال محمد: وبه نأخذ، وهو قول أبى حنيفة رحمة الله عليه". (كتاب الآثار، باب القراءة خلف الإمام وتلقينه، ص: ۱۷، إدارة القران، كراچى)

تنبیہ: آپ نے شروع خط میں لکھا ہے: ''فرض نماز میں جب امام کے پیچھے نماز کے لیے مقتدی کھڑا ہوتو صحیح بخاری شریف کی یہ حدیثیں پیش کی جاتی ہیں''۔ مگر سارے خط میں ایک بھی حدیث بخاری شریف کی نہیں ہے، مہربانی فرما کر اپنے خط کو غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ اس میں بخاری شریف کی کون سی حدیث ہے، اگر نہیں ہے تو پھر بخاری شریف کا حوالہ کس لیے دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۳ھ۔

ایضاً

سوال[۳۱۷۰]: زید کا قول کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا جائز نہیں ہے، بکر کہتا ہے کہ بلا فاتحہ کے نماز نہیں ہوگی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس کو کیا ہے، اگر نہ پڑھنا ثابت ہے تو قرآن وحدیث وآثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کیجیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کی دلیل اس مسئلہ میں ﴿إذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ الآیہ(۱) اور مؤطاً کی یہ روایت ہے: ''عن جابر بن عبداللّٰه رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: ''من صلی خلف الإمام، فإن قراءة الإمام له قراءةٌ''(۲)۔

یہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ہر ایک کی پوری تخریج نصب الرایہ میں ہے(۳)۔

---

(۱) (سورة الأعراف: ۲۰۴)

(۲) (المؤطا للإمام محمد رحمه الله تعالیٰ، باب القراءة في الصلاة خلف الإمام، ص: ۹۴، میر محمد کتب خانه کراچی)

(۳) ''قال النبي صلی الله علیه وسلم: ''من کان له إمام، فقراءة الإمام له قراءة''. قلت: روی من حدیث جابر بن عبدالله، ومن حدیث ابن عمر، ومن حدیث الخدري، ومن حدیث أبي هریرة، ومن حدیث ابن عباس – رضي الله تعالیٰ عنهم– .... اهـ.

أما حدیث جابر رضي الله تعالیٰ عنه، طریق آخر رواه الإمام أحمد في ''مسنده'' عن جابر بن=

"وإذا قرأ، فأنصتوا" الحدیث، جس کی تخریج امام مسلمؒ نے کی ہے(۱)۔

= عبدالله -رضی الله تعالیٰ عنه- عن النبی صلی الله علیه وسلم "من کان له إمام فقراء ة الإمام له قراء ة" ولكن في إسناده ضعف".

"في مسنده" کے بارے میں "بغية الألمعي في تخريج الزيلعي" میں لکھا ہے کہ:

"إسناد أحمد: ثنا أسود بن عامر أنا حسن بن صالح.....عن أبي الزبير عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم. قلت: رُواته کلهم ثقات. قال الشارح الكبير "للمقنع": ۱۱/ ۲، بعد أن أورد حديث أحمد بإسناده ومتنه: وهذا إسنادٌ صحيحٌ متصلٌ، رجاله كلهم ثقات.....وأما حديث ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما فأخرجه الدارقطني في "سننه" عن محمد بن الفضل بن عطية عن أبيه عن سالم بن عبدالله عن أبيه عبدالله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم: "من كان له إمام، فقراء ته له قراء ة" انتهى. ثم قال الدار قطني: محمد بن الفضل متروكٌ .... ثم أخرجه عن أحمد بن حنبل: ثنا إسماعيل بن علية عن أيوب عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما أنه قال في القراء ة خلف الإمام: يكفيك قراء ة الإمام". انتهى. قال: هوالصواب.

وأماحديث خدري، فرواه الطبراني في "معجم الوسيط": حدثنا محمد بن إبراهيم بن عامر بن إبراهيم الأصبهاني، حدثني أبي عن جدي عن النضر بن عبدالله، ثنا الحسن بن صالح عن أبي هارون العبدي عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من كان له إمام فقراء ة الإمام له قراء ة". انتهى.

وأماحديث أبي هريرة -رضی الله تعالیٰ عنه- في "سننه" عن محمد بن عبادالرازي ثنا إسماعيل بن إبراهيم التيمي عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة -رضی الله تعالیٰ عنه- مرفوعاً نحوه "سواء". قال الدار قطني: لايصح هذا عن سهيل، تفرد به محمد بن عبادالرازي، وهوضعيف انتهى.

وأماحديث ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "يكفيك قراء ة الإمام، خافت أوجهر". انتهى". (نصب الراية لأحاديث الهداية، فصل في القراء ة: ۲/ ۶، ۱۵، مكتبه حقانيه، پشاور)

(۱) "عن قتادة من الزيادة: "وإذا قرأ فأنصتوا"..... فحديث أبي هريرة -رضی الله تعالیٰ عنه-؟ فقال: هو صحيح، يعني: "وإذا قرأ فأنصتوا" فقال: هو عندي صحيحٌ، فقال: لِمَ لم تضعه هاهنا؟ قال: ليس كل شيء =

بکر کسی ایک روایت کو پیش کرے جس میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا حکم ہو، یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خود پڑھنا ثابت ہو۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۲/۳/۶۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲/ ربیع الاول/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۲۸/ ربیع الاول/۶۴ھ۔

"إذا قرئ القرآن فاستمعواله" کا شانِ نزول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمتِ جناب فخر المحدثین مولانا المولوی محمد زکریا صاحب!

سوال [۳۱۷۱]: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مندرجہ ذیل آیت کے متعلق لکھیں کہ شانِ نزول اس کا کیا ہے اور اس کی تفسیر لکھیں مع سن کے۔ بعض علمائے اہل حدیث فرماتے ہیں کہ یہ آیت سورۂ فاتحہ کے بارے میں نہیں اتری اور بعض علمائے حنفی یہ کہتے ہیں کہ یہ سورۂ فاتحہ کے منع میں اتری ہے اور ان دونوں جماعتوں کے علماء نے ہم تمام اہلِ محلہ کو چکر میں ڈال رکھا ہے، اس لئے یہ پرچہ سوال کا پیشِ خدمت ہے، آپ صریح اور واضح طور سے اس آیتِ کریمہ کا شانِ نزول لکھیں۔

= عندي صحيح وضعته ههنا، إنما وضعت ههنا ما أجمعوا عليه". (الصحيح لمسلم، باب التشهد في الصلاة: ۱/۱۷۴، قديمي)

"حاصله أن محمداً قال في كتابه الآثار: لانرى القراءة خلف الإمام في شئ من الصلوات يجهر فيه أو يسر، ودعوى الاحتياط ممنوعة، بل الاحتياط ترك القراءة؛ لأنه العمل بأقوى الدليلين، وقد رُوي الفساد بالقراءة عن عدة من الصحابة، فأقواهما المنع..... اهـ".

قال في الخزائن: وفي الكافي: ومنع المؤتم من القراءة مأثورٌ عن ثمانين نفراً من كبار الصحابة، منهم: المرتضى والعبادلة، وقددَوَّن أهل الحديث أساميهم". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۴، ۵۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاه: ۱/۵۹۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۷، ۳۳۸، دارالكتب العلمية بيروت)

آیت یہ ہے: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له، وانصتوا، لعلكم ترحمون﴾ بینوا توجروا۔

ایم عبدالحکیم قمر سنی حنفی کھیڑوی، ریاست جے پور (راجپوتانہ)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اولاً بعض حضراتِ صحابہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہم- امام کے پیچھے قراءت کیا کرتے تھے، ان کو منع کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، حافظ ابوبکر جصاص رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر احکام القرآن میں ایسا ہی نقل کیا ہے (۱)۔ تفسیر ابن کثیر میں بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت موجود ہے (۲)۔

"التعليق الحسن" میں اس پر اجماع نقل کیا ہے: "وأخرج البيهقي عن الإمام أحمد قال: أجمع الناس على أن هذه الآية في الصلوة" (۳)۔ اور یہ اپنے عموم کے اعتبار سے فاتحہ اور غیر فاتحہ

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما، أنه قال: إن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قرأ في الصلاة وقرأ معه أصحابه، فخلطوا عليه، فنزل القرآن: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له وأنصتوا﴾ .... عن أبي العالية رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان نبي الله صلى الله عليه وسلم إذا صلى، قرأ أصحابه أجمعون خلفه، حتى نزلت: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ فسكت القوم وقرأ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... فقد حصل من اتفاق الجمع أنه قد أريد ترك القراءة خلف الإمام، والاستماع والإنصات لقراءته .... عن ابن بحينة رضي الله تعالىٰ عنه -وكان من أصحاب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "هل قرأ معي أحدٌ آنفاً في الصلاة"؟ قالوا: نعم يارسول الله! قال: "فإني أقول: مالي أنازع القرآن". قال: فانتهى الناس عن القراءة معه منذ .... عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "كل صلاة لايقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج، إلا وراء الإمام". فنص على تركها وراء الإمام". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/۳۹-۴۳، باب القراءة خلف الإمام، قبيل سورة الأنفال، دارالكتاب العربي، بيروت)

(۲) "وقال علي ابن أبي طلحة عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما في الآية قوله: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له وأنصتوا﴾ يعني في الصلاة المفروضة، وكذا روى عن عبدالله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه. الخ". (تفسير ابن كثير: ۲/۳۷۳، (سورة الأعراف: ۲۰۴)، دارالفيحاء دمشق)

(۳) (التعليق الحسن على حاشية آثار السنن، ص: ۱۰۹، باب في ترك القراءة خلف الإمام في الجهرية، قال الله تعالىٰ: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له﴾ الآية، رقم الحاشية: ۱۳۷، إمداديه ملتان)

سب کوشامل ہے(١)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٣/ رمضان/ ٦٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ٣/ رمضان/ ٦٦ھ۔

قرأت فاتحہ خلف الامام

سوال[٣١٧٢]: خلف الامام سورۂ فاتحہ کا پڑھنا کیسا ہے؟ بعض علمائے حدیث کہتے ہیں کہ سرّی اور جہری ہر ایک نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیے اور بعض علمائے حنفی کہتے ہیں کہ سرّی میں پڑھنا چاہیے جہری میں نہیں۔ مع دلائل جواب دیں۔ بینوا توجروا

ایم عبدالحکیم قمر سنی حنفی کھیڑوی، ریاست جے پور (راجپوتانہ)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت امام ابوحنیفہ -رحمہ اللہ تعالیٰ- کا مذہب متونِ فقہ میں منقول ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنا چاہیے، جہری نماز ہو یا سری، نہ سورۂ فاتحہ پڑھے نہ کچھ اور:

"قال محمد: لاقراءة خلف الإمام فيما جهرفيه ولافيمالم يجهر، بذلك جاء ت عامة الآثار، وهو قول أبي حنيفة -رحمه الله تعالىٰ- قال محمد: أخبرنا عبيدالله بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنه قال: من صلى خلف الإمام، كفته قرأته"۔

قال محمد: أخبرنا عبدالرحمن بن عبدالله المسعودي، أخبرني أنس بن سيرين عن ابن عمر -رضي الله تعالىٰ عنهما- أنه سئل عن القراءة خلف الإمام، قال: تكفيك قرائة الإمام. قال محمد: أخبرنا أبو حنيفة قال: حدثنا أبوالحسن موسىٰ بن أبي عائشة عن عبدالله بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبدالله -رضي الله تعالىٰ عنه- عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه

(١) "لكانت الآية كافية في ظهور معناها وعموم لفظها ووضوح دلالتها على وجوب الاستماع والإنصات لقراءة الإمام". (أحكام القرآن للجصاص: ٣/٣٩، باب القراءة خلف الإمام، قبيل سورة الأنفال، دارالكتب العربي، بيروت)

وسلم أنه قال: "من صلی خلف الإمام، فإن قراءة الإمام له قرائة، اھ". مؤطا الإمام محمد(۱)۔

زیادہ تفصیل مطلوب ہوتو أوجز المسالك(۲)، بذل المجهود(۳)، إعلاء السنن(۴) وغیرہ دیکھیے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ رمضان/ ۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/ رمضان/ ۶۶ھ۔

---

(۱) (المؤطا للإمام محمد رحمه الله تعالیٰ، باب القراءة في الصلاة خلف الإمام، ص: ۹۴، میر محمد کتب خانه کراچی)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "إنما جُعل الإمام ليؤتم به، فإذا قرأ فانصتوا". وفي "التسريح": هذه حجة صريحة في أن المقتدي لايجب عليه أن يقرأ خلف الإمام أصلاً...... وتعقبه المنذري في مختصره...... فإن أبا خالد الأحمر. هذا هو سليمان بن حبان، وهو من الثقات الذين احتج بهم البخاري ومسلم، وقد سمع من ابن عجلان، وهو ثقةٌ وثّقه النسائي وابن معين وغيرهما.

وقد أخرج مسلم هذه الزيادة في صحيحه في حديث أبي موسى الأشعري من حديث سليمان عن قتادة، وضعّفها (أي الزيادة المروية) أبوداؤد والدار قطني والبيهقي وغيرهما لتفرد سليمان التيمي بها، ولم يؤثر عند مسلم تفرده بها لثقته وحفظه، وصححها من حديث أبي موسى وأبي هريرة انتهى".

"وعن جابر عن عبدالله رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلی الله عليه قال: "من كان له إمام، فقراءة الإمام له قراءة". (أماني الأحبار في شرح معاني الآثار، باب القراءة خلف الإمام: ۳/۱۳۵، ۱۳۹، إداره تاليفات أشرفيه ملتان)

(۲) "أما الكتاب، فثبت بالروايات الكثيرة نزول قوله عزوجل: ﴿وإذا قرئ القرآن، فاستمعوا له، وأنصتوا﴾ في القراءة خلف الإمام. قال في التنسيق: إنهم أجمعوا واتفقوا على أنها نزلت في القراءة خلف الإمام. وأخرج البيهقي عن الإمام أحمد قال: أجمع الناس على أن هذه الآية في الصلاة. وقال ابن عبدالبر في الاستذكار: هذا عند أهل العلم عند سماع القرآن في الصلاة، لايختلفون أن هذا الخطاب نزل في هذا المعنى دون غيره، كذا في الفرقان".

وأما السنة...... وأما من الأحاديث المرفوعة نصاً فحديث أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه: "إذا=

....

= قرأ فأنصتوا". أخرجه مالک وأبوداؤد وابن ماجة وغيرهم. وروی من حديث أبی موسی الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه عند مسلم وغيره.

ومنها حديث جابر رضی الله تعالیٰ عنه أخرجه محمد فی المؤطا.....عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم:"من صلی خلف الإمام، فإن قراءة الإمام له قراءة". وهذا الحديث مشهورٌ رُوی عن جماعة من الصحابة غير جابرٍ، منهم: ابن عمر، وأبوسعيد الخدری، وأبوهريرة، وابن عباس، وأنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنهم". (أوجز المسالک فی شرح مؤطا الإمام مالک، القراءة خلف الإمام فيما لايجهر فيه بالقراءة : ۱۰۳/۲، إدارہ تاليفات أشرفيه ملتان)

تنبیہ: فقہی عبارات عنوان:"قراءت خلف الإمام" کے تحت ص:۵۲، حاشیہ:۱، ملاحظہ فرمائیں۔

(۳)"من صلی خلف الإمام، فقراءة الإمام قراءة له"..... قلت: هذا الحديث رواه جماعة من الصحابة، وهم: جابر بن عبدالله وابن عمرو أبوسعيد الخدری وأبوهريرة وابن عباس وأنس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنهم. فحديث:جابر أخرجه ابن ماجة عنه، قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "من كان له إمام، فإن قراءة الإمام قراءة له". أما حديث جابر، فله طرق أخری يشدّبعضها بعضاً، منها طريقٌ صحيحٌ وهوماوراه محمد بن الحسن فی المؤطا عن أبی حنيفة قال: أخبرنا الإمام أبو حنيفة......... مع هذا رُوی منع القراءة خلف الإمام عن ثمانين من الصحابة الكبار، منهم: المرتضی، والعبادلة الثلاثة، وأساميهم عند أهل الحديث، فكان اتفاقهم بمنزلة الإجماع، فمن هذا قال صاحب الهداية من أصحابنا: وعلی ترک القراءة خلف الإمام إجماع الصحابة، فسماه إجماعاً باعتبار اتفاق الأكثر، ومثل هذا يسمیٰ إجماعاً عندنا". (بذل المجهود، باب من ترک القراءة فی صلاته وبحث القراءة خلف الإمام : ۵۳/۲، ۵۵، مکتبه إمداديه ملتان)

(۴) قال العلامة ظفر أحمد العثمانی: "عن أبی هريرة –رضی الله تعالیٰ عنه– قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم "إنما الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فانصتوا". قال أبوعبدالرحمن: كان المخرمی يقول: هوثقةٌ، يعنی محمد بن سعيد الأنصاری، وصححه مسلم فی صحيحه، وقال: هوعندی صحيح، وصححه ابن حزم والإمام أحمد".

"عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: "كل من كان له إمام فقراءته له قراءة". رواه ابن أبی شيبة. وهذا سند صحيح. .... =

قرأتِ فاتحہ خلف الامام

سوال[۳۱۷۳]: زید امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے اور عمر نہیں پڑھتا اور دونوں اپنے کو محمدی کہتے ہیں۔اب دریافت طلب یہ ہے کہ شریعتِ محمدیہ کے مطابق کس کی نماز صحیح ہوگی اور کس کی نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سوال واضح نہیں، زید اور عمر میں جو اختلاف ہے وہ سری نماز میں ہے یا جہری نماز میں؟ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ محمدی کا کیا مصداق ہے، آیا یہ نسبت حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے یا کسی اَور امام کی طرف، جیسے امام محمد ابن حسن یا امام محمد ابن ادریس وغیرہما، یہ لفظ کتبِ حدیث میں تو کہیں نہیں ملتا۔آپ کے سوال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ محاکمہ چاہتے ہیں تو وہ موقوف ہے ہر دو کے دلائل معلوم ہونے پر، آپ نے کسی کی دلیل بھی نہیں لکھی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۴/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۴/۱۳ھ۔

آیت:"وإذا قرئ القرآن" خاص ہے یا عام؟

سوال[۳۱۷۴]: ۱......﴿إذا قرئ القران﴾ عام ہے یا خاص، اگر خاص ہے تو وقت بتلایئے، اگر عام ہے تو:

(الف) ایک شخص صبح کی نماز کے لیے مسجد میں گیا وہاں جماعت ہو رہی تھی یہ سنت میں مشغول ہوگیا۔

(ب) یا کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت گیا کہ تراویح شروع ہوگئی اور یہ جا کر فرض علیحدہ پڑھتا ہے۔

(ج) یا صبح جمعہ کی نماز عذر سے یا سہواً قضا ہوگئی، خطبۂ جمعہ کے وقت عذر رفع ہوا۔

(د) ایسی صورت میں اگر یہ نماز میں قرأت کرتا ہے تو آیتِ مذکورہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟

= أخبرنا:أبو حنيفة قال:......عن جابر بن عبدالله رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال: "من صلى خلف الإمام، فإن قراء ة الإمام له قراء ة". رواه الإمام محمد في المؤطا. قال العيني: طريق صحيح". (إعلاء السنن، النهي عن القراء ة خلف الإمام في الجهرية والسرية، واكتفاء المأموم بقراء ة الإمام، : ۵۵/۴، ۶۱، إدارة القران والعلوم الإسلامية كراتشي)

۲......مقتدی سکتۂ امام کے وقت سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اگر امام سکتہ نہ کرے تو بار کس کے ذمے ہوگا، مقتدی کے یا امام کے؟

۳......اگر سنت سمجھ کر رفع یدین کرے تو ثواب بڑھے گا یا گھٹے گا؟

۴......عشاء کے بعد وتر سے پہلے بعض علماء وعظ شروع کر دیتے ہیں اور بعض مصلّی نماز پڑھتے رہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

۵......﴿إذا قرئ القرآن﴾ جہاں تک آواز جائے وہاں تک اپنا حکم رکھتی ہے یا کیا؟

۶......لوگوں کے نماز پڑھنے کی حالت میں لڑکے مدرسے میں کلام اللہ پڑھتے ہیں۔

۷......یا چند حافظ جدا جدا تلاوت کرتے ہیں، یہ آیت مذکورہ کے خلاف تو نہیں ہے؟

۸......ایک شخص کہتا ہے یہ آیت تلاوتِ قرآن کے وقت واہی تباہی باتوں کی ممانعت کے لیے آئی ہے، آپس میں کلام اللہ پڑھنے یا قرأتِ فاتحہ خلف الامام کی ممانعت میں نہیں، بلکہ یہ پڑھنا ضرور واجب اور فرض ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ یہ آیت نماز میں فاتحہ خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی، پہلا شخص کہتا ہے کہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے، تب بھی واہیات باتوں کی ممانعت کے لیے نازل ہوئی ہے، نہ فاتحہ کی ممانعت کے لیے۔ اور خطبہ سے لوگوں کا خریداری غلہ کے لیے چلے جانے اور بعض ناواقفوں کا نماز میں باتیں کرنا وغیرہ کو اس کا شانِ نزول قرار دیتا ہے۔ پس ان تمام باتوں کا فیصلہ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ سے فرمائیے۔

والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......آیت: ﴿وإذا قرئ القران فاستمعوا له وأنصتوا﴾ بظاہر عام ہے، مگر علماء کے اس میں چند اقوال ہیں:

اول یہ کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کریم کی تلاوت فرمائیں، نزول قرآن کے وقت تو اس کو خاموشی سے سنو۔

دوم یہ کہ یہ مقتدی کے حق میں ہے اور یہ جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔

سوم یہ کہ یہ خطبہ کے لیے ہے۔

چہارم یہ کہ یہ خطبہ اور مقتدی دونوں کے لیے ہے اور یہ اصح ہے۔

تفسیر مدارک التنزیل ص:۲۳۱، میں ہے: "ظاهره وجوب الاستماع والإنصات وقت قرأة القرآن في الصلوٰة وغيرها. وقيل: معناه: "إذا تلي عليكم القرآن الرسولُ عند نزوله فاستمعواله". وجمهور الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم علىٰ أنه في استماع المؤتم. وقيل: في استماع الخطبة. وقيل: فيها، وهو الأصح"(١). والبسط في التفسيرات الأحمديه، ص: ٤٢٦(٢)۔

(الف) اگر ایک رکعت امام کے ساتھ ملنے کی امید ہوتو خارجِ مسجد یا جس حصۂ مسجد میں جماعت ہورہی ہو اس سے دوسرے حصے میں سنتیں پڑھے، اگر دو حصے نہ ہوں اور آس پاس کوئی جگہ خارجِ مسجد اَور بھی نہ ہوتو سنتیں نہ پڑھے، فرضوں میں شریک ہوجائے اورقرآن سننا فرضِ کفایہ ہے جومقتدیوں سے ادا ہورہا ہے، کذافی رد المحتار: ١/٧٤٩(٣) وكبيرى(٤).

(١) (تفسیرمدارک التنزیل وحقائق التأویل، (سورة الأعراف، پاره: ۹): ١/٣٥٨، قدیمی)

(٢) "في مسئلة أن المؤتم لايقرأ لقوله تعالىٰ ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا، لعلكم ترحمون﴾ ﴿واذكرربك﴾ الآية. هاتان آيتان، فالآية الأولى استدل بها بعض علماء الحنفية في أن ترك القراءة للمؤتم فرض، وذلك؛ لأن الله تعالىٰ أمر باستماع القرآن والإنصات عند قراءة القران مطلقاً، سواءٌ كان في الصلاة أوفي غيرها، ولكن لما كان عامة العلماء غيرقائلين بوجوب استماع خارج الصلاة بل باستحبابه، وكان الآية رداً على رجل من الأنصار يقرأ خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلاة –على مافي الحسيني–، وكان جمهور الصحابة على أن الآية في استماع المؤتم خاصةً، وقيل: في الخطبة، والأصح أنه فيهما جميعاً –على مافي المدارك– ثبت أن القرآن وجب الاستماع في الصلاة، وكمال ذلك لايكون إلابالسكوت لا بالقراءة خفيةً؛ لأنه لما أوجب الإنصات للاستماع في الصلاة، أوجبه بكماله، وذلك فيما قلنا". (التفسيرات الأحمديه، (سورة الأعراف، پاره: ۹)، ص: ٤٢٦، مکتبه حقانیه پشاور)

(٣) "(قوله: بأن رجا إدراك ركعة) تحويلٌ لعبارة المتن، وإلافالمتبادر منها القول الثاني. (قوله: وقيل: التشهد): أي إذا رجا إدراك الإمام في التشهد لايتركها بل يصليها، وإن علم أن تفوته الركعتان معه.....وقد اتفقوا على إدراكه بإدراك التشهد، فيأتي بالسنة اتفاقاً كما أوضحه في الشرنبلالية أيضاً.........(قوله: عند باب المسجد): أي خارج المسجد.....لأنه لوصلاها في المسجد كان متنفلاً فيه عند اشتغال الإمام بالفريضة، وهو مكروه. فإن لم يكن على باب المسجدموضع للصلاة، يصليها في المسجد خلف سارية من سوارى المسجد. وأشدُّها كراهةً أن يصليها مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة، والذي يلي ذلك خلف الصف من غير حائل. (قوله: وإلا تركها) قال في الفتح: وعلى هذا: أي على كراهة صلاتها في المسجد ينبغي أن لايصلي فيه إذا لم يكن عند بابه مكان؛ لأن ترك المكروه مقدم على فعل السنة". (رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ٢/٥٦،٥٧، سعيد)

(٤) (وكذا في الحلبي الكبير، فروع: لوترك سنة الفجر، ص: ٣٩٦، ٣٩٧، سهيل اكيڈمى لاهور)

(ب) پہلے تنہا عشاء پڑھے، پھر امام کے ساتھ شریک ہو، کبیری، ص:۳۵۴(۱)، استماع وانصات اس وقت اس کے ذمے واجب نہیں۔

(ج) اگر صاحبِ ترتیب ہے تو صبح کی نماز پہلے پڑھے ورنہ خطبہ سنے، درمختار(۲)۔

(د) یہ جزئیہ مستثنیٰ ہے کیوں کہ صاحبِ ترتیب پر ترتیب فرض ہے، اگر صبح کی قضا نماز پہلے نہ پڑھے گا تو جمعہ درست نہ ہوگا۔

۲......مقتدی کو امام کے پیچھے فاتحہ یا سورت پڑھنا جائز نہیں، لقوله صلى الله عليه وسلم: "وإذا قرأ (الإمام) فأنصتوا". رواه مسلم". فتح القدير : ١/ص ٢٤ (٣)۔

۳......تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین اب مسنون نہیں، غیر مسنون کو مسنون سمجھنے سے ثواب بڑھتا نہیں بلکہ کم ہوتا ہے، البتہ محض جائز سمجھ کر اگر مواضعِ مخصوصہ میں رفع یدین کرے تو ثواب میں کمی نہیں آئے گی(۴)۔

۴......وتر اور سنتوں سے فراغت کے بعد اگر ضرورت ہو، وعظ کہنا چاہیے(۵)۔

---

(۱) "لو دخل بعد ماصلى الإمام الفرض وشرع في التراويح، فإنه يصلي الفرض أوّلاً وحده، ثم يتابعه في التراويح". (الحلبي الكبير، فروع: فاتته ترويحة أو ترويحتان، ص: ۴۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (إذا خرج الإمام) من الحجرة (فلا صلاة ولا كلام إلى تمامها) وإن كان فيها ذكر الظلمة في الأصح (خلا قضاء فائتة لم يسقط الترتيب بينها وبين الوقتية) فإنها لاتكره -سراج وغيره- لضرورة صحة الجمعة، وإلا لا". (الدر المختار، باب الجمعة: ۲/۱۵۸، سعيد)

(۳) (فتح القدير، فصل في القراءة: ۱/۳۴۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) "عن علقمة قال: قال عبدالله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه : "ألا أصلي بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فصلى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة". (سنن الترمذي، باب رفع اليدين عند الركوع : ۱/۵۹، سعيد)

"(ولا يسن) مؤكداً (رفع يديه إلا في) سبع مواطن كما ورد .... ثلاثة في الصلاة: (تكبيرة افتتاحٍ وقنوتٍ وعيدٍ، و) خمسة في الحج (استلام) الحجر (والصفا، والمروة وعرفات والجمرات)".

(الدر المختار، باب صفة الصلاة : ۱/۵۰۶،۵۰۷، سعيد)

(۵) "أما للتدريس أو للتذكير، فلا؛ لأنه مابنى له وإن جاز فيه. ولا يجوز التعليم في دكان في فناء المسجد عند أبي حنيفة، وعندهما يجوز إذا لم يضر بالعامة". (البحر الرائق، فصل: كره استقبال القبلة : ۲/۶۲، رشيديه)

(وكذا في كفايت المفتي: نمازِ عشاء کے بعد ترجمہ یا دینی کتاب کا درس: ۳/۱۹۰، دارالاشاعت)

۵......اس کا جواب گزر چکا(۱)۔

۶......ایسی حالت میں قرآن شریف سننا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، لہٰذا اگر نماز کا وقت ہوتو بہتر یہ ہے کہ نماز پڑھیں ورنہ قرآن شریف سننے کا ثواب بھی نوافل سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہے(۲)۔

۷......اگر اس میں حرج ہوتا ہو کہ ایک پڑھے اور سب سنیں تو تمام کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں(۳)۔

۸......امام کے پیچھے فاتحہ یا سورت پڑھنا جائز نہیں، کمامر (۴)۔

اس آیتِ مذکورہ کے بارے میں اقوالِ مذکورہ کے علاوہ اَور بھی قول ہیں،" وهي هذه:

"وللعلماء في ذٰلك أقوال: الأول: وهوقول الحسن وأهل الظاهر أن تجرى هذ الآية علىٰ العموم، ففى أىّ وقتٍ وأىّ موضعٍ قرئ القران يجب علىٰ كل حال الا ستماع والسكوت.

والقول الثاني: إنها نزلت في تحريم الكلام في الصلوٰة، رُوى عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أنهم كانوا يتكلمون في الصلوٰة لحوائجهم، فأمِروا بالسكوت والا ستماع للقرآن. وقال عبدالله: كنايسلم بعضنا علىٰ بعض في الصلوٰة: سلامٌ علىٰ فلان وسلامٌ علىٰ فلان، قال: فجآء القرآن: ﴿وإذا قرئ القران فاستمعوا له وأنصتوا﴾۔

والقول الثالث: إنما نزلت هذا الآية في رفع الأصوات وهم خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم. وعن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه أنه سمع ناساً يقرأون مع الإمام، فلما

---

(۱) (راجع ،ص: ۷۱، رقم الحاشية: ۱، ۲)

(۲) "(قوله: يجب الاستماع للقراءة مطلقاً) .... وفي شرح المنية. والأصل أن الاستماع للقرآن فرض كفاية؛ لأنه لإقامة حقه بأن يكون ملتفتاً إليه غير مضيع، وذلک يحصل بإنصات البعض، كما في ردالسلام حين كان لرعاية حق المسلم، كفىٰ فيه البعض عن الكل". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۵۴۶/۱، سعيد)

(۳) "ولو كان القاري في المكتب واحداً يجب على المارّين الاستماع، وإن أكثر ويقع الخلل في الاستماع، لايجب عليهم". (الحلبي الكبير، القراءة خارج الصلاة، ص:۴۹۷، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) (فتح القدير، فصل في القراءة: ۳۴۱/۱، مصطفى الحلبي البابي، مصر)

انصرف، قال: أما ان لكم أن تفقهوا: ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا﴾ كما أمركم الله تعالیٰ. وقال الكلبي: كانوا يرفعون أصواتهم في الصلوٰة حين يسمعون ذكر الجنة والنار، انتهیٰ ملخصاً". تفسیرات أحمديه، ص: ٤٦(١)۔

یہ سورت مکی ہے۔ نجارہ کا واقعہ کس حدیث سے بیان کیا ہے، حوالہ دیا جائے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے متعلق ایسا ناواقفیت کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، ۳۰/محرم/۵۵۳ھ۔

آیت ﴿إذا قرئ القرآن﴾ الخ سے خارجِ صلوۃ وجوب استماع

سوال [۳۱۷۵]: قوله تعالیٰ: ﴿إذا قرئ القران فاستمعوا له وأنصتوا﴾ (الآية) سے خارجِ صلوۃ میں وجوبِ استماع ثابت ہوتا ہے یا ندب؟ اس زمانہ میں کس پر عمل کیا جائے گا؟ جمہور احناف کا قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

وجوب ثابت ہے: "يجب الاستماع للقراءة مطلقاً، اهـ". درمختار۔ "أي في الصلوة وخارجها؛ لأن الآية وإن كانت واردةً في الصلوة على مامر، فالعبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب، ثم حيث لا عذر. ولذا قال في القنية: صبيٌّ يقرأ في البيت وأهله مشغولون بالعمل يُعذرون في ترك الاستماع إن افتتحوا العمل قبل القراءة، وإلا فلا، وكذا قراءة الفقه عند قراءة القرآن. وفي الفتح عن الخلاصة: رجلٌ يكتب الفقه وبجنبه رجلٌ يقرأ القرآن، فلا يمكنه استماع القران، فالإثم على القاري. وعلى هذا لو قرأ على السطح والناس نيام يأثم: أي لأنه يكون سبباً لإعراضهم عن استماعه، أو لأنه يؤذيهم بإيقاظهم تأمل"۔

"وفي شرح المنية: والأصل أن الاستماع للقران فرض كفاية؛ لأنه لإقامة حقه بأن يكون ملتفتاً اليه غير مضيع، وذلك يحصل بإنصات البعض، كما في رد السلام حين كان برعاية حق المسلم كفى فيه البعض عن الكل، إلا أنه يجب على القاري احترامه بأن لايقرأ في

(١) (حاشية التفسيرات الأحمدية، ص: ٤٢٦، سورة الأعراف، الجزء: ٩، مكتبه حقانية، پشاور)

الأسـواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأ فيها، كان هو المضيع بحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعاً للحرج، وتمامه في :ط،ا،ح". ردالمحتار، ص: ٣٦٦(١) ـ

قال الطحطاوی: "يكره للقوم أن يقرأوا القرآن جملة لتضمنها ترك الاستماع والإنصات، وقيل: لابأس به ". طحطاوی ،ص: ١٧٤(٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۵/ ۱۳۹۵ھ۔



(١) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب صفة الصلوة، فروع في القراءة خارج الصلاة ومطلب: الاستماع للقرآن فرض كفاية، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ٣١٦/٥، الباب الرابع من آداب المسجد والتسبيح والقراءة، رشيديه)

(٢) (حاشية الطحطاوی على مراقي الفلاح، فصل في صفة الأذكار، ص: ٣١٨، قديمی)

"وفي المحيط، يكره رفع الصوت لقراءة القرآن عند المشتغلين بالأعمال". (مجموعة الفتاویٰ على هامش خلاصة الفتاوی: ٣٣٠/٤، امجد اكيڈمی، لاهور)

الفصل الرابع فی القرآءة المسنونة فی الصلوة

(قرآءت کی مقدارِ سنت کا بیان)

قرأتِ مسنونہ

سوال[۳۱۷۶]: قرأت مسنونہ درمیانِ نماز جو کتب میں لکھی ہے، مثلاً مغرب میں "لم یکن الذین" سے سورۂ ناس تک، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم سے اس وقت کی نماز میں اتنی ہی لمبی قرأت کی جائے جیسی ان سورتوں میں کی جاتی ہے یا ان ہی درمیانی سورتوں کا پڑھنا زیادہ ثواب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مسنون یہی ہے کہ ان سورتوں کو پڑھا جائے، کبھی کبھی ان سورتوں کے علاوہ دوسری سورتوں کا پڑھنا بھی ثابت ہے مگر عامۃً ان ہی سورتوں کو پڑھنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نماز میں مفصلات پڑھنے کا حکم

سوال[۳۱۷۷]: فقہ کی تمام کتب میں نماز میں مفصلات پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی سنتوں

---

(۱) "ويسن (في الحضر) لإمام ومنفرد، ذكره الحلبي –والناس عنه غافلون– (طوال المفصل) من الحجرات إلى آخر البروج (في الفجر والظهر، و) منها إلى آخر لم يكن". (أوساطه في العصر والعشاء، و) باقيه (قصاره في المغرب): أي في كل ركعة سورة مما ذُكر، ذكره الحلبي". (الدر المختار).

وقال ابن عابدين: "(قوله: واختار في البدائع عدم التقدير الخ)".................والظاهر أن المراد عدم التقدير بمقدار، بل تارةً يقتصر على أدنى ماورد كأقصر سورة من طوال المفصل في الفجر بالمعوذتين أوأقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت أونحوه من الأعذار؛ لأنه عليه الصلاة والسلام قرأفي الفجر بالمعوذتين لمّاسمع بكاء صبي خشية أن يشق على أمه. وتارةً يقرأ أكثر ماورد إذا لم يملّ القوم". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۰، ۵۴۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

7

میں ایک سنت قراءت مسنونہ بیان کی گئی ہے، لیکن عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے کہ امام اس کی مطلق پابندی نہیں کرتے، بلکہ مغرب میں طوالِ مفصل یا عشاء میں سورۂ بقرہ وغیرہ پڑھا کرتے ہیں۔ تو کیا اماموں کا یہ عمل ترکِ سنت کی تعریف میں آتا ہے یا نہیں؟ اور ایسا پڑھنا شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسنون طریقہ تو یہی ہے کہ اکثر وبیشتر مفصلات کی قراءت کی جائے (۱) لیکن کبھی اس کے خلاف کر دیا جائے تو اس پر بھی کراہت کا حکم نہیں ہوگا، البتہ مقتدیوں کی رعایت بھی اہم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

مفصلات کو اہتمام سے پڑھنا

سوال [۳۱۷۸]: ۱...... دریافت طلب امر یہ ہے کہ فقہاء کے ذکر کردہ تفصیل طوالِ مفصل، اوساطِ مفصل، قصارِ مفصل کے ساتھ قرأت کرنا کیسا ہے؟ اور یہ حکم صرف ائمہ کے لیے ہے یا منفرد کو بھی ہے؟

۲...... اسی ترتیب کو بلا کسی عذر کے عادۃً ترک کرنا یا مکمل سورت کے بجائے درمیانِ سورت سے چند آیات یا ایک آدھ رکوع پڑھنا اور عادۃً اکثر وبیشتر یا ہمیشہ اس طرح پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور کوئی عادۃً ایسا کرتا ہو تو اس کو ٹوکنا اور مکمل سورت کے لیے متوجہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اس سنت کے مؤکدہ اور غیر مؤکدہ ہونے کی تصریح نہیں دیکھی، البتہ امام اور منفرد کا حکم مقدارِ قراءت

---

(۱) (راجع، ص: ۷۶، رقم الحاشية : ۱)

(۲) "(قوله: أي في كل ركعة سورةً مماذكرُ): أي من الطوال والأوساط والقصار، ومقتضاه أنه لانظر إلى مقدار معين من حيث عدد الآيات مع أنه ذكر في النهرأن القراءة من المفصل سنة، والمقدار المعين سنة أخرى. ثم قال: وفي الجامع الصغير: يقرأ في الفجر في الركعتين سورة الفاتحة وقدرأربعين أوخمسين، واقتصر في الأصل على الأربعين. وفي المجرد: مابين الستين إلى المائة، والكل ثابت من فعله عليه الصلاة والسلام......... والجملة فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار مايخفف على القوم ولا يثقل عليهم بعدأن يكون على التمام، وهكذا في الخلاصة". (رد المحتار، باب صفة الصلاة : ۱/۵۴۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة : ۱/۳۳۴ دار الكتب العلمية بيروت)

میں یکساں ہے، کما فی شرح المنیة، ص:۲۰۳ (۱) والدرالمختار علی الشامی: ۱/۵۰۴(۲) والبحر الرائق: ۱/۳٤۰(۳) ومراقی الفلاح، ص:۱٤۳ (٤)۔

اس تفصیل کو فقہاء اہتمام سے ذکر کرتے ہیں اور اس کے دلائل بھی لکھتے ہیں، بعض کتب میں سنن کو جداگانہ بیان کیا ہے اور مستحبات کو جداگانہ اور اس تفصیل کو سنن میں شمار کیا ہے۔

۲......عادۃً ایسا کرنا خلافِ افضل کو اختیار کرنا ہے، توجہ دلانا چاہیے: "بأن الأفضل فی کل رکعة الفاتحة وسورةً تامةً، اھ". شامی، ص: ۵۰۵ (۵) ۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۷۸ھ۔

کیا مسنون مقدار سے زیادہ مقتدی کی رضامندی کے باوجود مکروہ ہے؟

سوال[۳۱۷۹]: درمختار میں تطویلِ قراءت علی قدر السنۃ کو مکروہ تحریمی کہا ہے اور اس میں مقتدی

---

(۱) قال إبراهيم الحلبي: "(أما الطوال فمن سورة الحجرات إلى سورة البروج، وأما الأوساط فمن سورة البروج إلى سورة لم يكن، وأما القصار فمن سورة لم يكن إلى آخر القرآن) .والمنفرد كالإمام في جميع ذلك". (الحلبي الكبير، باب صفة الصلاة، ص: ۳۱۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "ويسن (في الحضر) لإمام ومنفرد،ذكره الحلبي، -والناس عنه غافلون- (طوال المفصل) من الحجرات إلى آخرالبروج". (الدرالمختار، فصل في القراءة: ۱/۵٤۰، سعيد)

(۳) "قوله: (وفي الحضر طوال المفصل الخ) .....وأطلق فشمل الإمام والمنفرد كماصرح به في المجتبى من أنه يسن في حق المنفرد مايسن في حق الإمام من القراءة". (البحرالرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹٤، رشيديه)

(٤) "وهذا التقسيم(لوكان) المصلي هذا(مقيماً)، والمنفرد والإمام سواء إن لم يثقل على المقتدين بقراءته كذلك". (مراقي الفلاح شرح نورالإيضاح، فصل في بيان سننها، ص: ۲٦۳، قديمي)

(۵) (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵٤۱، سعيد)

"الأفضل أن يقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورةً تامةً". (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفرائض: ۱/٤۵۱، إدارة القران والعلوم الإسلاميه كراتشي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشيديه)

راضی ہو یا ناراض، اس کی بھی قید مذکور ہے۔ اگر مقتدی راضی نہ ہوں تب تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن اگر راضی ہوں تو پھر کیا وجہ ہے، پھر مکروہ تحریمی کیوں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درمختار کی وہ عبارت معہ حوالۂ باب نقل کیجئے، تب اس کا جواب ہو سکے گا (۱)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۱/ ۸۷ھ۔

مغرب کی نماز طویل اور فجر وعشاء مختصراً پڑھانا

سوال [۳۱۸۰]: مغرب کی نماز میں رکوع پڑھنا اور عشاء وفجر میں سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟ کیا اس طرح نماز ہو جاتی ہے، امام صاحب قصداً سورہ والشمس عشاء کی پہلی رکعت میں ایک ہفتہ تک برابر روزانہ پڑھتے ہیں جب کہ دونوں رکعتوں میں رکوع پورا نہیں ہوتا تھا اور کبھی کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ پہلی رکعت میں رکوع شروع کیا اور تھوڑا سا پڑھا، رکعت پوری کی، دوسری رکعت میں دوسرا رکوع شروع کر دیا اور وہ بھی پورا نہیں کیا۔ کیا آج کل کے اماموں کو بھی اجازت ہے کہ مغرب کی عشاء اور فجر وعشاء کی مغرب، مجھے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے

---

(۱) تنبیہ: سائل کا درمختار کے حوالہ سے یہ کہنا کہ ''اگر مقتدی راضی ہوں تو تطويل قراءة على قدر السنة مکروہ تحریمی ہے'' صحیح نہیں، کیونکہ درمختار میں ''زائداً'' کی قید موجود ہے، تطويل قراءة على قدر السنة سے زائد ہو تو مقتدی اگر راضی ہوں تب بھی مکروہ تحریمی ہے لإطلاق الأمر بالتخفيف چنانچہ درمختار میں ہے:

''(و) يكره تحريماً (تطويل الصلاة) على القوم زائداً على قدر السنة في قراءة أو أذكار لإطلاق الأمر بالتخفيف، نهر''. (الدر المختار). ''(قوله: لإطلاق الأمر بالتخفيف) وهو ما في الصحيحين ''إذا صلى أحدكم للناس فليخفف، فإن فيهم الضعيف والسقيم والكبير، وإذا صلى لنفسه فليطول ماشاء''. (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵۶۴، سعيد)

مقتدیوں کی رضامندی کے باوجود طويلِ قراءت على قدر السنة کی کراہت کی علت درمختار کی عبارتِ مذکورہ میں ہے، يعني: ''لإطلاق الأمر بالتخفيف''.

جیسا کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے۔

آج کل کے نوجوانوں کا یہ حلیہ کچھ نہ پوچھ
مونچھ کی داڑھی بنی اور بن گئی داڑھی کی مونچھ

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح سب کی نماز ادا ہو جائے گی، امام صاحب پر اعتراض غلط ہے، اعلیٰ بات یہ ہے کہ ہر رکعت میں مستقل سورت پڑھی جائے، فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل، عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل (سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک) مغرب میں قصارِ مفصل (پارۂ عم کے اخیر کی سورتیں)(۱)، عشاء میں سورۂ والشمس پڑھنے کی ترغیب خود حدیثِ پاک میں ہے(۲)، لہٰذا اس پر اعتراض کرنا غلط اور ناواقفیت ہے۔ مغرب کی نماز

(۱) "(و) یسنّ (فی الحضر طوال المفصل) من الحجرات إلی آخر البروج (فی الفجر، والظهر، و) منها إلی آخر لم یکن. (اوساطه فی العصر والعشاء، و) باقیه (قصاره فی المغرب): أی فی کل رکعة سورةً مما ذُکر.......... أی من الطوال، والأوساط، والقصار، ومقتضاه أنه لانظر إلی مقدار معین من حیث عدد الآیات". (الدرالمختار: ۱/۵۳۹، ۵۴۰، کتاب الصلوة، فصل فی القراء ۃ، مطلب: السنة تکون سنة عین وسنة کفایة، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الرابع فی القراء ۃ، الباب الرابع: ۱/۷۷، رشیدیه)

(۲) "عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه، قال: کان معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنه یصلی مع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.......... فصلیٰ لیلةً مع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم العشاء، ثم أتی قومه فأمّهم، .... فأقبل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی معاذ، فقال: "یامعاذ! أفتّانٌ أنت؟ اقرأ: ﴿والشمس وضحاها﴾ الحدیث". أی فی الرکعة الأولیٰ". (مرقاة المفاتیح: ۲/۵۶۰-۵۶۲، کتاب الصلوة، باب القراء ۃ فی الصلوة، الفصل الأول، رقم الحدیث: ۸۳۳، رشیدیه)

(وکذا فی الصحیح لمسلم: ۱/۱۸۷، کتاب الصلوة، باب القراء ۃ فی العشاء، قدیمی)

"عن عبدالله بن بریدة رضی الله تعالیٰ عنه عن أبیه رضی الله تعالیٰ عنه، قال: کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، یقرأ فی العشاء الآخرة بالشمس وضحاها". الحدیث. (جامع الترمذی: ۱/۶۸، أبواب الصلوة، باب ماجاء فی القراء ۃ فی صلاة العشاء، سعید)

(وسنن النسائی: ۱/۱۵۵، کتاب الصلوة، باب القراء ۃ فی العشاء الآخرة بالشمس وضحاها، قدیمی)

میں اگر کوئی رکوع یا چند آیت پڑھ لے تب بھی نماز نہ فاسد ہوتی ہے نہ مکروہ۔

امام صاحب بھی اپنی اصلاح کرتے رہیں اور مقتدی بھی اپنی اصلاح کرتے رہیں، بے فکر نہ ہوں اور اپنی کوتاہیوں سے غافل ہوکر دوسروں ہی کی عیب جوئی میں لگ جائیں گے تو تباہ ہوجائیں گے اور کبھی اپنی اصلاح کی توفیق نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۲۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۲۱ھ۔

عشاء میں قراءت طویل کرنا

سوال[۳۱۸۱]: عشاء کی نماز میں تین چار رکوع کی مقدار قراءت طویل کرنا کیسا ہے، خصوصاً ایسی صورت میں کہ عموماً مصلیوں کو اس قسم کے طولِ قراءت کی شکایت ہو؟ بینوا توجروا۔

السائل: حافظ عبدالکریم رسولپوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء کی نماز میں اوساطِ مفصل یعنی "سورۂ بروج" سے "لم یکن" تک بیچ کی سورتیں پڑھنا مسنون و مستحب ہے، اگر مقتدی راغب ہوں تو اس سے طویل قراءت بھی جائز ہے، اگر مقتدی راغب نہ ہوں بلکہ چھوٹی سورتوں کو پڑھنے سے خوش ہوں تو قراءت مختصر کرنی چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام کو طویل قراءت کرنے سے منع فرمایا ہے جب کہ مقتدی راغب نہ ہوں:

"ويسن طوال المفصل من الحجرات إلى اخر البروج في الفجر والظهر، ومنها إلى اخر لم يكن أوساطه في العصر والعشاء". درمختار: ۱/۸۰(۱)۔

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا أمّ أحدكم الناس، فليخفف، فإن فيهم الصغير والكبير والضعيف والمريض، فإذا صلى وحده،

(۱) (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۰، سعيد)

فلیصل کیف شاء". رواہ الترمذی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۳/۵/۵۲ھ۔

صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ جمادی الاولیٰ/۱۳۵۲ھ۔

امام کا فرض نماز میں ختمِ قرآن

سوال [۳۱۸۲]: ایک امام صاحب فجر کی نماز میں قرآن مجید کو "الٓمّ" سے پڑھتے ہیں جس طرح تراویح میں قرآن پڑھا جاتا ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے، اور ختم ہوجاتا ہے تو پھر شروع سے پڑھنا شروع کردیتے ہیں، ان کا کئی سال سے یہی دستور ہے۔ علاوہ ازیں بہت بہت جلدی جلدی آہستہ آواز سے، بسا اوقات مقتدی سننے سے محروم رہتے ہیں اور مقتدی ان کے اس پڑھنے سے راضی بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع امام کے اس فعل میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور اگر ہے تو کیا؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کا اس طرح پڑھنا خلافِ سنت ہے ان کو اس سے احتراز کرنا چاہیے، خصوصاً جب کہ مقتدی اس سے راضی نہیں ہیں، گو نماز اس سے صحیح ہوجاتی ہے، فاسد نہیں ہوتی۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ فجر میں

---

(۱) (سنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ماجاء إذا أم أحدكم الناس فليخفف: ۱/۵۵، سعيد)

(وبمعناه فی صحيح البخاری، كتاب الأذان، باب إذا صلی لنفسه فليطول ماشاء: ۱/۹۷، قديمی)

"(قوله: أی فی كل ركعة سورة مما ذُكر) .... أو قرأ فی العصر أو العشاء سورتين من أوساط المفصل تَزِيدانِ علی عشرين أو ثلاثين آيةً كالغاشية والفجر، يكون ذلک موافقاً للسنة علی مافی المتون لا علی الرواية .... عن عمر رضی الله تعالیٰ عنه أنه كتب إلی أبی موسی الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه: أن اقرأ فی الفجر والظهر بطوال المفصل، وفی العصر والعشاء بأوساط المفصل، وفی المغرب بقصار المفصل......... والجملة فيه أنه ينبغی للإمام أن يقرأ مقدار مايخف علی القوم، ولا يثقل عليهم بعد أن يكون علی التمام، هكذا فی الخلاصة". (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۱، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۵، ۵۹۶، رشيديه)

طوالِ مفصل یعنی سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں وقت کی گنجائش اور مقتدیوں کے تحمل کی رعایت سے پڑھا کریں (۱)۔ اگر وقت میں کمی ہو یا مقتدیوں میں تحمل نہ ہو تو اس سے چھوٹی سورتیں پڑھیں۔ اگر وقت زیادہ ہو اور مقتدی راغب ہوں تو اس سے بڑی سورت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں (۲)۔ ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا افضل ہے (۳)۔ اگر تمام قرآن کریم نماز میں پڑھنا ہو تو اپنی تنہا نماز میں پڑھیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ گنگوہی۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ جمادی الاولیٰ/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف۔

سورتوں میں بڑے اور چھوٹے ہونے کا معیار

سوال [۳۱۸۳]: سورتوں کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا معیار کیا ہے؟ "مزمل" اور "نبا" میں

---

(۱) قال ابن عابدینؒ: "(قوله: إلا بالمسنون) وهو القراءة من طوال المفصل في الفجر والظهر و أوساطه في العصر والعشاء وقصاره في المغرب". (ردالمحتار، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۱/ ۴۹۲، سعيد)

(۲) "وفي الضرورة بقدر الحال، وأنه يختلف بالوقت والقوم والإمام". (الدرالمختار، فصل في القراءة: ۱/ ۵۳۹، ۵۴۱، سعيد)

"الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورةٌ تامةٌ......... والظاهر أن المراد عدم التقدير بمقدارٍ معينٍ لكل أحد وفي كل وقت .... بل تارةً يقتصر على أدنى ماورد كأقصر سورة من طوال المفصل في الفجر، أو أقصر سورة من قصاره عند ضيق وقت، أو نحوه من الأعذار؛ لأنه عليه الصلاة والسلام قرأ في الفجر بالمعوذتين لمّا سمع بكاء صبي خشية أن يشق على أمه. وتارةً يقرأ أكثر ماورد إذا لم يملّ القوم .... والجملة فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار مايخف على القوم ولا يثقل عليهم بعد أن يكون على التمام، وهكذا في الخلاصة". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلوة: ۱/ ۵۹۵، ۵۹۶، رشيديه)

(۳) "ان الأفضل قراءة سورة واحدة، ففي جامع الفتاویٰ روى الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ أنه قال: لاأحب أن يقرأ سورتين بعد الفاتحة في المكتوبات، ولو فعل لايكره، وفي النوافل لا بأس به". (ردالمحتار، فصل في بيان تاليف انتهائها: ۱/ ۴۹۲، سعيد)

دوگنا فرق ہے مگر برابر ہیں تقریباً۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آیات گنتی میں برابر ہوں مگر وہ زیادہ چھوٹی بڑی ہوں تو حروف کو شمار کرلیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

پہلی رکعت کو زیادہ طویل کرنا

سوال [۳۱۸۴]: ایک رکعت میں زیادہ پڑھنا اور ایک میں کم کیسا ہے، مثلاً کوئی شخص تراویح کی ایک رکعت میں "عم" کا تمام پارہ پڑھے اور دوسری رکعت میں "الٓم" کا نصف رکوع نماز میں کچھ فساد تو نہ ہوگا؟

المستفتی: عبدالمجید، ہیڈ ماسٹر ساڑھوردی از کرنال۔

---

(۱) "لو قرأ في الأولى "والعصر" وفي الثانية "الهُمَزة" فرمز في القنية أولاً أنه لا يكره، ثم رمز ثانياً أنه يكره، وقال: لأن الأولى ثلاث آيات والثانية تسع، وتكره الزيادة الكثيرة. وأما ما روى أنه عليه الصلاة والسلام "قرأ في الأولى من الجمعة بسبح اسم ربك الأعلى، وفي الثانية هل أتاك حديث الغاشية" فزاد على الأولى بسبع، لكن السبع في السور الطوال يسيرٌ دون القصار؛ لأن الستّ هنا ضعف الأصل والسبع ثمه أقل من نصفه: أي أن الست الزائد في الهُمزة ضعف سورة العصر، بخلاف السبع الزائد في الغاشية فإنها أقل من نصف سورة الأعلى فكانت يسيرةً .... والذي تحصل من مجموع كلامه وكلام القنية: أن إطلاق كراهة إطالة الثانية بثلاث آيات مقيدٌ بالسور القصيرة المتقاربة الآيات لظهور الإطالة حينئذٍ فيها، أما السور الطويلة أو القصيرة المتفاوتة فلا يعتبر العدد فيهما، بل يعتبر ظهور الإطالة من حيث الكلمات وإن اتحدت آيات السورتين عدداً. هذا ما فهمته، والله تعالىٰ أعلم". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

"عن عبدالله بن أبي قتادة عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يطول في الركعة الأولى من صلوة الظهر، ويقصر في الثانية، ويفعل ذلك في صلوة الصبح". (صحيح البخاري، باب يطول في الركعة الأولىٰ: ۱/۱۰۷، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۵، دارالكتب العلميه، بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن اس قدر پہلی رکعت کو لمبا کرنا خلافِ افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۱۰/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۲/شوال/۵۵ھ۔

دوسری رکعت کو پہلی سے طویل کرنا

سوال[۳۱۸۵]: زید نے نماز فجر کی اول رکعت میں سورۂ قلم کا اخیر رکوع تلاوت کیا اور دوسری رکعت میں پوری سورۂ قیامہ تلاوت کی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ درصورتِ ہذا نماز میں کیا زیادتی ہوئی اور کیا کمی ہوئی؟ برائے مہربانی مع حوالۂ کتاب اللہ وکتبِ احادیث معتبرہ وکتبِ فقہ سے مفصل مدلل تحریر فرمائے گا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

افضل اور مستحب یہ ہے کہ ہر رکعت میں مستقل سورت پڑھی جائے اور فجر کی پہلی رکعت کا طویل کرنا دوسری سے بہتر ہے اور اس کا عکس مکروہ ہے، یعنی دوسری طویل کی جائے اور پہلی قصیر، لیکن معمولی طور پر فجر کی کبھی دوسری رکعت طویل ہو جائے تو مکروہ نہیں، چنانچہ کلمات اور حروف کی شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ صورتِ مسئولہ میں اتنا طول نہیں ہوا جس سے نماز مکروہ ہوتی:

"وتطال أولىٰ الفجر فقط، وقيد بالأولىٰ؛ لأن إطالة الثانية على الأولى تكره إجماعاً، اهـ". بحر........ "أقول: وفي شرح منية المصلي للحلبي: وفي القنية: إن قرأ في الأولىٰ "والعصر" وفي الثانية "الهُمزة" يكره؛ لأن الأولى ثلٰث ايات، والثانية تسع ايات، وتكره الزيادة الكثيرة. وأما ماروى أنه صلى الله عليه وسلم "قرأ في الأولىٰ من الجمعة: ﴿سبح اسم ربك

---

(۱) "(قوله: مطلقاً) .... وقيد بالفرض؛ لأنه يسوى في السنن والنوافل بين ركعاتها في القراءة إلا فيما وردت به السنة أو الأثر". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۸، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، في صفة الصلاة، ص: ۳۱۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

الأعلیٰ﴾ وفی الثانیة: ﴿هل أتاك حدیث الغاشیة﴾ فزاد الثانیة علی الأولیٰ بسبع، لکن السبع فی السور الطوال یسیرٌ دون القصار؛ لأن الست هنا ضعف الأصل والسبع ثمة أقل من نصفه، فعلم منه أن الإطالة المذکورة إنما تکره إذا کانت فاحشةَ الطول من غیر نظر إلیٰ عدد الآیات".

بحر: ۱/۳٤۲(۱)۔ وکذا فی الشامی: ۱/۳٦۲، مطبوعہ نعمانیہ دیوبند(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ جمادی الاولیٰ/ ٦٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، ٦/ جمادی الاولیٰ/ ٦٦ھ، صحیح: عبد اللطیف۔

دوسری رکعت میں کتنی آیتوں کی زیادتی سے کراہت آئے گی؟

سوال[۳۱۸٦]: پہلی رکعت سے دوسری رکعت میں کس قدر آیتیں زیادہ ہوجائیں جو نماز کے مکروہ ہونے کا سبب ہوگا؟

محمد صلاح الدین، شملہ بل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین آیات کی مقدار زیادتی سے کراہت تنزیہی ہوگی، طحطاوی، ص: ۱۹۳(۳)، مگر یہ ان چھوٹی سورتوں

---

(۱) (البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۷، رشیدیه)

(۲) (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵٤۳، سعید)

"عن نعمان بن بشیر رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یقرأ فی العیدین ویوم الجمعة بسبح اسم ربک الأعلی وهل أتاک حدیث الغاشیة. قال: وربما اجتمعا فی یوم واحد فقرأ بهما". (سنن أبی داؤد، باب مایقرأ فی الجمعة: ۱/۱۵۹، مکتبه دارالحدیث، ملتان)

"عن عبدالله بن أبی قتادة عن أبیه رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یطول فی الرکعة الأولی من صلوة الظهر، ویقصر فی الثانیة، ویفعل ذلک فی الصبح". (صحیح البخاری، باب یطول فی الرکعة الأولی: ۱/۱۰۷، قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق مع منحة الخالق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۷، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۵، دارالکتب العلمیه، بیروت)

(۳) "(و) یکره (تطویل) الرکعة (الثانیة علی) الرکعة (الأولی) بثلاث آیات فأکثر، لا تطویل الثالثة؛ لأنه =

میں ہے جن کی آیات چھوٹی بڑی ہونے میں قریب قریب ہیں ورنہ بڑی سورتوں میں جن کی آیات میں بڑے چھوٹے ہونے کا نمایاں فرق ہو حروف کی گنتی کا اعتبار ہوگا، جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت میں جو سورت پڑھی گئی اس کے زیادتی والے حروف پہلی رکعت کے سورت کے نصف کے برابر یا زائد ہیں تو کراہت ہوگی ورنہ نہیں۔ جو سورتیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہ کراہت میں داخل نہیں، شامی: ۱/۳۶۴(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دوسری رکعت پہلی رکعت سے کس قدر طویل ہوسکتی ہے؟

سوال[۳۱۸۷]: بعض مساجد کے امام پہلی رکعت میں صرف ایک دو بڑی آیتیں پڑھتے ہیں اور دوسری رکعت میں دس پندرہ آیتوں والی سورت مثلاً "والضحیٰ، والطارق" وغیرہ پڑھتے ہیں تو اس طرح پڑھنا کیسا ہے؟ آیتوں کے حروف کی تعداد پہلی رکعت سے حروف کی تعداد میں کتنا ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں حروف گن کر دیکھ لیں، دوسری رکعت میں جس قدر حروف زائد ہوں، وہ اگر پہلی

= ابتداء صلاة نفل". (مراقی الفلاح). "(قوله: بثلاث آيات) إنما قيد بها؛ لأنه لا كراهة فيما دونها لما ورد أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صلى الفجر بالمعوذتين والثانية أطول من الأولى بآية، وكراهة الإطالة بالثلاث فأكثر في غير ماوردت به السنة تنزيهية، كذا في السيد". (حاشية الطحطاوي، فصل في بيان مكروهات الصلاة، ص: ۳۵۱، قديمي)

(۱) "الحاصل أن سنية إطالة الأولى على الثانية وكراهية العكس إنما تعتبر من حيث عدد الآيات إن تقاربت الآيات طولاً وقصراً، فإن تفاوتت تعتبر من حيث الكلمات، فإذا قرأ في الأولى من الفجر عشرين آيةً طويلةً وفي الثانية منها عشرين آيةً قصيرةً تبلغ كلماتها قدر نصف كلمات الأولى، فقد حصل السنة، ولو عكس كره. .... (قوله: واستثنى في البحر ماوردت به السنة): أي كقراءته -عليه الصلاة والسلام- في الجمعة والعيدين في الأولى بالأعلى وفي الثانية بالغاشية، فإنه ثبت في الصحيحين مع أن الأُولى تسع عشرة آيةً والثانية ستة وعشرون آيةً". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۵، دارالكتب العلميه، بيروت)

رکعت والی سورۃ کے نصف سے زائد ہیں تو مکروہ ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

سنت میں دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے طویل ہونا

سوال[۳۱۸۸]: چار رکعت سنت نماز میں پہلے چھوٹی سورت بعد میں بڑی سورت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کرنا مناسب نہیں ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۸۹ھ۔

مقتدیوں کے کہنے کے موافق نماز میں سورتیں پڑھنا

سوال[۳۱۸۹]: ہماری مسجد میں امام ہیں لوگ کہتے ہیں کہ آج یہ سورت پڑھئے اور آج یہ سورت پڑھئے اور وہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔یہ کیسا ہے اور مصلیان کا کہنا جائز ہے یا نہیں، نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہو جائے گی مگر مقتدیوں کو نہیں چاہیے کہ امام کو اپنے پابند کریں اور امام کے لئے بھی یہ پابندی لازم نہیں۔فقط واللہ اعلم۔

غصہ اور جھنجلاہٹ کی وجہ سے قرأت طویل کرنا

سوال[۳۱۹۰]: امام کی طبیعت میں تکدر ہے، بعض دفعہ حالاتِ خفگی میں قرأت اس قدر طویل

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان المسئلة: ''دوسری رکعت میں کتنی آیتوں کی زیادتی سے کراہت آئے گی''؟)

(۲) "(قوله: مطلقاً) .... وقيد بالفرض؛ لأنه يسوى في السنن والنوافل بين ركعاتها في القراءة إلا فيما وردت به السنة أو الأثر، .... قال في شرح المنية: والأصح كراهة إطالة الثانية على الأولى في النفل أيضاً إلحاقاً له بالفرض فيما لم يَرِد به تخصيص من التوسعة كجوازه قاعدًا بلا عذر ونحوه، وأما إطالة الثالثة على الثانية والأولى، فلا تكره، لما أنه شفع آخر". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۸، رشيديه)

کرتے ہیں کہ جس سے مقتدی تکلیف محسوس کر کے یہ ارادہ کرنے لگتے ہیں کہ نیت توڑ کر بھاگ جائیں، امام کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

کسی جھنجلاہٹ یا خفگی کی وجہ سے قراءت طویل کرنا غلط ہے ایسا نہیں چاہیئے، مقتدیوں کے حال کی رعایت رہنی چاہئے کہ ان میں بوڑھے، ضعیف، بیمار سب قسم کے لوگ ہوتے ہیں (۱)، شریعت نے اس کی رعایت رکھتے ہوئے طوال، اوساط، قصار کی قرأت تجویز کی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "وکره تطويل الصلوٰة، كذا فى التبيين، وينبغى للإمام أن لايطول بهم الصلوٰة بعد القدر المسنون، وينبغى له أن يراعى حال الجماعة، هكذا فى الجوهرة النيرة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس فى الإمامة، والفصل الثالث فى بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۷، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الصلوٰة، باب الإمامة: ۱/۳۴۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "واستحسنوا فى الحضر طوال المفصل فى الفجر والظهر وأوساطه فى العصر والعشاء، وقصاره فى المغرب، كذا فى الوقاية". (الفتاوى العالمكيريه، كتاب الصلوٰة، الباب الربع فى صفة الصلوٰة: الفصل الرابع فى القرأة: ۱/۷۷، رشيديه)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الصلوٰة، فصل فى القرأة: ۱/۵۳۹، ۵۴۰، سعيد)

الفصل الخامس في تكرار السورة والآية وتعددها وترتيبها

(ایک رکعت میں ایک سورت وآیت کا تکرار وتعدد اور ترتیب)

ایک رکعت میں کئی سورتیں پڑھنا

سوال[۳۱۹۱]: اول: اگر کوئی شخص کسی ایک رکعت میں کئی کئی سورتیں پڑھے، مثلاً "سورۂ نبأ" کے بعد "قل هو الله" پھر "ناس" کیا یہ جائز ہے؟

دوم: کیا ہر سورت کے شروع کرتے وقت "بسم اللہ" پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

فرائض میں نامناسب، نوافل میں مضائقہ نہیں، طحطاوی، ص:۱۹۴(۱)۔ جہری نماز میں سورت کے شروع میں بسم اللہ نہ پڑھے، سری میں پڑھے، یہی طریقہ بہتر ہے، طحطاوی، ص:۱۴۲(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "ويكره الانتقال لآية من سورتها ولو فصل بآية، والجمع بين سورتين بينهما سور أو سورة، في الخلاصة: لا يكره هذا في النفل". (مراقي الفلاح). "(قوله: لا يكره هذا في النفل) يعني القراءة منكوساً، والفصل والجمع كما هو مفاد عبارة الخلاصة .... وهذا كله في الفرائض، أما في النوافل لا يكره". (حاشية الطحطاوي، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، باب صفة الصلوة: ۱/۲۳۷، إمداديه)

(۲) "وعن محمد أنها تسن في السرية دون الجهرية لئلا يلزم الإخفاء بين جهرين، وهو شنيع، واختاره في العناية والمحيط". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان سننها، ص: ۲۶۰، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في سنن الصلاة: ۲/۳۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

"بسم اللہ" فاتحہ اور سورۃ کے درمیان پڑھ لینا بہتر اور اولیٰ ہے، نماز سری ہو یا جہری: ....=

ایک رکعت میں متعدد سورتیں پڑھنا

سوال[۳۱۹۲]: ایک امام نے صبح کی نماز میں فاتحہ کے بعد "سورۂ جمعہ" پڑھا پھر "إنا أنزلنا" پڑھا اور دوسری رکعت میں "سورۂ ألم تر کیف" سے لے کر "سورۂ ناس" تک پڑھا۔ کیا اس طرح فرض نمازوں میں سورتوں کا ملانا درست ہے یا نہیں؟ جواب دلیل کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح ایک رکعت میں متعدد سورتوں کو فرض نماز میں جمع کرنا ثابت نہیں، اس لئے خلافِ سنت ہے، لیکن نماز پھر بھی ادا ہوگئی (۱)، سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوا، کیونکہ کوئی واجب ترک نہیں ہوا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۱۸ھ۔

= "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه: أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یسّر ببسم الله الرحمٰن الرحیم وأبو بکر وعمر رضي الله تعالیٰ عنهما". رواه الطبراني في الکبیر والأوسط ورجاله موثقون، مجمع الزوائد".

"وعن أنس بن مالک قال: صلیت خلف النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وأبي بکر وعمر وعثمان رضي الله تعالیٰ عنهم، فکانوا یستفتحون بالحمد لله رب العلمین لایذکرون بسم الله الرحمن الرحیم في أول قراءة ولا في آخرها". رواه مسلم". (إعلاء السنن، باب سنیة التعوذ والتسمیة وترک الجهر بهما: ۱۸۵/۲، إدارة القرآن، کراچی)

"(قوله: لاتسن) وقال محمد: تسن إن خافت، لا إن جهر .... وذکر في المصفی أن الفتویٰ علی قول أبي یوسف أنه یسمي في أول کل رکعة ویخفیها .... وإنما اختیر قول أبي یوسف؛ لأن لفظة الفتویٰ آکد وأبلغ من لفظة المختار، ولأن قول أبي یوسف وسطٌ، وخیر الأمور أوسطها، کذا في شرح عمدة المصلي.

(قوله: ولا تکره اتفاقاً) وبهذا صرح في الذخیرة والمجتبی بأنه سمي بین الفاتحة والسورة المقروءة سراً أو جهراً، کان حسناً عند أبي حنیفة، ورجحه المحقق ابن الهمام". (ردالمحتار، فصل في بیان تالیف الصلاة إلی إنتهائها: ۴۹۰/۱، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۵۴۵/۱، رشیدیه)

(۱) "وإذا جمع بین سورتین سور أو سورة واحدة في رکعة واحدة، یکره، أما في رکعتین إن کان بینهما =

ایک رکعت میں متعدد سورتیں درمیان میں چھوڑ کر پڑھنا

سوال[۳۱۹۳]: ایک شخص ایک ہی رکعت میں "والضحیٰ، ألم نشرح، والتین" پڑھ کر درمیان کی سورتیں چھوڑ کر "الم ترکیف" سے شروع کر دیتا ہے اور "والناس" پر ختم کر دیتا ہے، سب کچھ ایک ہی رکعت میں کرتا ہے۔ اس میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا مکروہ ہے: "لو انتقل فی الرکعة الواحدة من اٰیة إلی اٰیة یکره وإن کان بینهما اٰیات بلاضرورة، فإن سها ثم تذکر یعود مراعات ترتیب الأیات، شرح المنیة. أما فی رکعة .... فیکره الجمع بین سورتین بینهما سور أو سورة، فتح، اه". ردالمحتار: ۱/۵۷، قبیل باب الإمامة(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۹/ ربیع الاول/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ربیع الأول/ ۵۹ھ۔

ہر رکعت میں ایک ہی سورت کو پڑھنا

سوال[۳۱۹۴]: ہر رکعت میں اگر ایک ہی سورت پڑھی جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ اگر مجبوری کے سبب ایسا کرے تو کیا حکم ہے؟

= سور، لایکره". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، مکتبه إمدادیه ملتان)

(۱) (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

"وإذا جمع بین سورتین بینهما سور أو سورة واحدة فی رکعة واحدة، یکره، أما فی رکعتین إن کان بینهما سور، لایکره". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، مکتبه إمدادیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی کو ایک ہی سورت یاد ہو تو وہ اسی سورت کو پڑھے گا اور اس میں کوئی کراہت نہیں، اگر اَور سورت بھی یاد ہو تو فرض نماز میں قصداً ہر رکعت میں ایک ہی سورت کو پڑھنا مکروہ ہے، بھولے سے ایسا کرنا مکروہ نہیں، نوافل میں مطلقاً مکروہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ایک سورت کو دو رکعتوں میں پڑھنا

سوال [۳۱۹۵]: ایک امام نے صبح کی نماز میں "سورۂ دھر" کا پہلا رکوع پہلی رکعت میں پڑھا اور دوسرا رکوع دوسری رکعت میں پڑھا، یعنی ایک ہی سورت کے دونوں رکوع سے دونوں رکعت پڑھادی اور یہ نہیں کہ ہر رکعت میں مستقل پوری سورت پڑھے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بڑی ایک سورت میں دو رکعت پوری کردے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس طرح نماز نہیں ہوئی اور وہ ایک سورت کو ایک ہی رکعت میں تمام کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ خیال صحیح ہے یا غلط؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھے مگر صورتِ مسئولہ میں نماز فاسد نہیں ہوئی، جو شخص فاسد کہتا ہے اس کا یہ خیال خود فاسد ہے، اس طرح تو خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورۂ ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ سے دو رکعت پڑھائی، کچھ حصہ پہلی رکعت

---

(۱) "ولا بأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية". (الدر المختار). "أفاد أنه يكره تنزيهاً .... هذا إذا لم يضطر، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم، نهر؛ لأن التكرار أهون من القراءة منكوساً، بزازية". (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، إمداديه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۳۶، دار الكتب العلميه، بيروت)

میں کچھ حصہ دوسری رکعت میں پڑھا(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۹/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

پہلی رکعت میں سورۃ الناس پڑھنے والا دوسری رکعت میں کیا پڑھے؟

سوال[۳۱۹۶]: کسی نماز کی پہلی ہی رکعت میں بھول کر ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ پڑھ دی تو اب دوسری، تیسری اور چوتھی میں کون سی سورت پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسی سورت کو ہر رکعت میں پڑھ کر نماز پوری کرے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن معاذ ابن عبدالله الجهني أن رجلاً من جهينة –رضي الله تعالىٰ عنه –أخبره أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرأ في الصبح: (إذا زلزلت الأرض) في الركعتين كلتيهما، فلا أدري أنسي رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أم قرأ ذلك عمداً". (سنن أبي داؤد، باب القراءة في العشاء: ۱۱۸/۱، دارالحديث، ملتان)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قرأ في صلوة المغرب بسورة الأعراف، فرقها في ركعتين". (سنن النسائي، القراءة في المغرب بآلمّص: ۱۵۴/۱، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۷۸/۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن، ص: ۴۹۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "فإن اضطرّ بأن قرأ في الأولىٰ ﴿قل أعوذ برب الناس﴾. أعادها في الثانية إن لم يختم، نهر؛ لأن التكرار أهون من القرآءة منكوساً". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۵۴۶/۱، سعيد)

"ولا بأس بأن يقرأ سورةً ويعيدها في الثانية، كما روى من فعله عليه الصلاة والسلام، كذا في الشرح. وجزم في القنية بالكراهة، والظاهر أنها تنزيهية .... هذا إذا لم يضطرّ، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم القرآن في ركعة، فإن فصل، قرأ في الثانية من البقرة، كذا في المجتبى". (النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۲۳۷/۱، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتار خانية، كتاب الصلوة، نوع آخر في كل ركعة بفاتحة الكتاب: ۴۵۳/۱، إدارة القرآن كراچي)

ایک رکعت میں ایک آیت یا سورت کو مکرر پڑھنا

سوال[۳۱۹۷]: کیا نماز میں ایک رکعت میں ایک سورت یا ایک آیت مکرر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی اگر کوئی سورت یا آیت ایک ہی رکعت میں مکرر سہ کرر پڑھی جاوے تو کیا نماز میں حرج واقع ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوجاتی ہے، لیکن فرض نماز میں قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے، نفل میں مکروہ نہیں:

"ویکره تکرار السورة في ركعة واحدة من الفرض، وقيد بالفرض؛ لأنه لايكره في النفل؛ لأن شانه أوسع؛ لأنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قام إلى الصباح بآية واحدة يكررها في تهجد، اه". مراقي الفلاح، ص: ۲۰۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

جس کو صرف دو سورتیں یاد ہوں اس کی نماز کا حکم

سوال[۳۱۹۸]: ایک بوڑھی عورت ہے، اس کو صرف دو سورتیں یاد ہیں: ﴿إنا أعطينا﴾ اور ﴿قل هو الله﴾ کوئی اَور سورت یاد نہیں۔ کیا اس سے اس کی نماز ہوجائے گی؟ دعائے قنوت بھی یاد نہیں، اس کی

---

(۱) (مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

"عن عبدالله بن شقيق قال: سألت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أكان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يجمع بين السور؟ قالت: نعم من المفصل". رواه أبو داؤد وصححه ابن حزيمة".

"(قوله: عن عبدالله بن شقيق) قلت: حديث عائشة هذا، وكذا ابن مسعود الآتي: لقد عرفت النظائر التي كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرن بينهن الخ، كلاهما وَارِدَان في صلاة التهجد، كما يشعر به سياقهما، فلا دلالة فيهما على جواز ذلك في الفرض بلا كراهة تنزيهية، نعم! يؤخذ منهما أن الجمع بين السور في ركعة من النوافل لايكره أصلاً، وهو قولنا معشر الحنفية". (إعلاء السنن، باب استحباب سورة في ركعة، وجواز سورتين فصاعداً فيها الخ: ۱۱۸/۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في ردالمحتار، فصل في القراءة: ۵۴۶/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره الصلاة ومالا يكره: ۱۰۷/۱، رشيديه)

جگہ ﴿قل هو الله﴾ پڑھتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر نہیں تو کوئی چھوٹی دعا تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ہر نماز میں ﴿إنا أعطينا﴾ اور ﴿قل هو الله﴾ پڑھنے سے بھی آپ کی نماز ہوجاتی ہے(۱)۔ قنوت کی جگہ وتر میں ﴿إهدنا الصراط المستقيم﴾ آخر تک پڑھ لیا کرے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۵/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تکرارِ آیت

سوال[۳۱۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ ذیل میں:

جو امام فرض نمازوں میں آیتوں کا تکرار کرے سہواً یا شبہتاً یا عادۃً لوٹا لوٹا کر پڑھے تو یہ کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أخبرني أخي قتادة بن نعمان أن رجلاً قام في زمن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرأ من السحر ﴿قل هو الله أحد﴾ لايزيد عليها، فلما أصبحنا أتى الرجل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نحوه. أخرجه البخاري".

"(قوله: عن أبي سعيد) .... قال في مراقي الفلاح: ويكره تكرار السورة في ركعة واحدة من الفرض، وكذا تكرارها في الركعتين إن حفظ غيرها وتعمده لعدم وُروده، وإن لم يحفظه وجب قراء تها لوجوب ضم السورة للفاتحة، وإن نسي لايترك". (إعلاء السنن، باب قراءة القرآن منكوساً في الصلاة وغيرها الخ: ۱۲۹/۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(۲) "(قوله: وهو مطلق الدعاء): أي قنوت الواجب يحصل بأيّ دعاء كان. في النهر: وأما خصوص "اللهم إنا نستعينك" فسنةٌ فقط، حتى لو أتى بغيره، جاز إجماعاً". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب: واجبات الصلاة: ۴۶۸/۱، سعيد)

"ومن لايحسن القنوت يقول: "ربنا آتنا في الدنيا حسنة" الآية. وقال أبو الليث: يقول: "اللهم اغفرلي" يكررها ثلاثاً، وقيل: يقول: "يارب"، ثلاثاً، ذكره في الذخيرة". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۷/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلوة: ۵۲۶/۱، رشيديه)

مکروہ ہے یا مفسد؟ اور مفسد اور مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرض نماز میں قصداً بلا عذر آیت کا تکرار کرنا مکروہ تنزیہی ہے، سہواً یا شبہتاً مکروہ نہیں ہے:

”وإذا كرّر آية واحدة مراراً، فإن كان في التطوع الذي يصلي واحدة، فذلك غير مكروه، وإن كان في الصلوة المفروضة، فهو مكروه في حالة الاختيار، وأما في حالة العذر والنسيان، فلا بأس، هكذا في المحيط". عالمگیری: ۱/۱۰۶(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۴/۱۰/۲۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔

”اهدنا الصراط المستقيم“ کو دوبارہ پڑھنا

سوال[۳۲۰۰]: ۱...... زید نے سورۂ فاتحہ ”مستقیم“ تک پڑھا اور پھر زید نے صرف ﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾ دوبارہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ کو مکمل کیا تو ایسی صورت میں جب کہ ﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾ کو مکرر پڑھ لیا گیا تو نماز میں کوئی خرابی پیدا ہوئی یا نہیں؟ جب کہ سجدۂ سہو وغیرہ نہیں کیا گیا، آپ دونوں طرح کا جواب لکھئے، یا عمداً کیا ہوا ہو یا شک کی وجہ سے؟

۲...... بعض آدمی نماز میں رکوع سے کھڑے ہو کر سجدہ میں جاتے وقت دونوں زانوں سے کپڑا اٹھاتے ہوئے یا سمیٹتے ہوئے سجدہ میں جاتے ہیں، دونوں ہاتھوں سے کیا۔ اس سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... عمداً ﴿اهدنا الصراط المستقيم﴾ کو دوبارہ پڑھا ہو یا شک کی وجہ سے، بہر صورت سجدۂ سہو

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره الصلاة وما لا يكره: ۱/۱۰۷، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة وما لا يكره الخ، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

واجب نہیں نماز ہوگئی (۱)۔

۲......اگر معمولی حرکت سے کپڑے کو درست کرتے ہیں تا کہ سجدہ آسانی سے ہوجائے کوئی تنگی نہ ہو تو بھی نماز ہوجائے گی، ناجائز نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نماز میں پوری سورت سے کچھ کم پڑھنا

سوال[۳۲۰۱]: نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سورتیں ہی پڑھنا ثابت ہے یا کہیں مختلف بھی پڑھنا ثابت ہے، یعنی کوئی رکوع کسی سورت کا اور کوئی رکوع کسی سورت کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک رکعت میں پوری سورت پڑھنا بھی ثابت ہے (۳) اور ایک سورت سے کم پڑھنا بھی ثابت ہے (۴)۔ بخاری شریف: ۱/۱۰۶ میں ہے:

---

(۱) "وإذا كرر آيةً واحدةً مراراً، فإن كان في التطوع الذي يصلي واحدة، فذلك غير مكروه، وإن كان في الصلاة المفروضة، فهو مكروه في حالة الاختيار، وأما في حالة العذر والنسيان، فلا بأس، هكذا في المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الثاني فيما يكره في الصلاة ومالا يكره: ۱/۱۰۷، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة ومالا يكره الخ، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "(و) كره (كفه): أي رفعه (وعبثه به): أي بثوبه (و بجسده) للنهي إلا لحاجة". (الدرالمختار).

"(قوله: إلا لحاجة) كحك بدنه لشئي أكله وأضره وسلت عرق يؤلمه ويشغل قلبه، وهذا لوبدون عمل كثير". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۴۰، سعيد)

(۳) "عن زياد بن علاقة عن عمه قطبة بن مالك قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرأ في الفجر "والنخل باسقات" في الركعة الأولى". (سنن الترمذي، باب ماجاء في القراءة في الصبح: ۱/۶۷، سعيد)

(۴) "عن معاذ ابن عبدالله الجهني أن رجلاً من جهينة –رضي الله تعالىٰ عنه –أخبره أنه سمع النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقرأ في الصبح: ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ في الركعتين كلتيهما، فلا أدري أنسي رسول=

"عن عبداللّٰہ بن السائب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قرأ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم "المؤمنون" فی الصبح، حتی إذا جاء ذکر موسیٰ وھارون أو ذکر عیسیٰ، أخذتہ سعلۃ، الخ"(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ محمود عفی عنہ۔

عبداللطیف عفا اللہ عنہ، بندہ عبدالرحمٰن عفی عنہ۔

پہلی رکعت میں سورت کا آخر اور دوسری میں سورت کا اول حصہ پڑھنا

سوال[۳۲۰۲]: ایک امام صاحب نے صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں "سورۂ یٰسین" کا آخری رکوع پڑھ کر اس کے متصل دوسری سورت "والصافات" کا پہلا رکوع پورا پڑھا۔ ایسے کرنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ درست ہوتی ہے، لیکن ایک رکعت میں پوری سورت

= اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم أم قرأ ذلک عمداً". (سنن أبی داؤد، باب القراءۃ فی العشاء: ۱/۱۱۸، دارالحدیث، ملتان)

"عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی صلوۃ المغرب بسورۃ الأعراف، فرقھا فی رکعتین". (سنن النسائی، القراءۃ فی المغرب بآلمّص: ۱/۱۵۴، قدیمی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ، الفصل الرابع فی القراءۃ: ۱/۷۸، رشیدیہ)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، تتمات فیما یکرہ من القرآن، ص: ۴۹۳، سھیل اکیڈمی لاھور)

"الأفضل أن یقرأ فی کل رکعۃ الفاتحۃ وسورۃً کاملۃً فی المکتوبۃ، ولو قرأ بعض السورۃ فی الرکعۃ والبعض فی رکعۃ، قیل: یکرہ، وقیل: لا، وھو الصحیح". (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الفصل الرابع فی القراءۃ: ۱/۷۸، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیہ، کتاب الصلاۃ، الفرائض، نوع آخر: ۱/۴۵۱، إدارۃ القرآن)

(۱) (صحیح البخاری، باب الجمع بین السورتین فی رکعۃ والقراءۃ بالخواتیم وبسورۃ قبل سورۃ وبأوّل سورۃ: ۱/۱۰۶، قدیمی)

(وسنن ابن ماجہ، باب فی صلوۃ الفجر، ص: ۵۹، میر محمد کتب خانہ، کراچی)

پڑھنا افضل ہے:

"الأفضل أن يقرأ في كل ركعة الفاتحة وسورةً كاملةً في المكتوبة، وقيل: لايكره، وهو الصحيح.......... ولو قرأ في ركعة من وسط سورة أو من اخر سورة، وقرأ في الركعة الأخرىٰ من وسط سورة أخرىٰ أو من اخر سورة أخرى، لاينبغي له أن يعمل ذلك على ماهو ظاهر الرواية، ولكن لو فعل ذلك لا بأس به .... لو قرأ في الركعة الأولى آخر سورة وفي الركعة الثانية ركعةً قصيرةً كمالوقرأ: ﴿امن الرسول﴾ في ركعة و﴿وقل هو الله أحد﴾ في ركعة، لا يكره، كذا في التاتار خانية، اھ". فتاویٰ عالمگیری: ۱/۷۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ہر رکعت میں پوری سورت پڑھنا بہتر ہے

سوال [۳۲۰۳]: فرض نماز میں اگر امام ایک سورت کا ٹکڑا جس کی مقدار تین آیت سے زائد ہو ایک رکعت میں اور دوسری سورت کا ٹکڑا دوسری میں پڑھے، یا ایک سورت کے دو ٹکڑے کرے نصف ایک رکعت میں نصف دوسری میں، یا ایک پوری سورت ایک رکعت میں اور دوسری رکعت میں دوسری سورت پڑھے۔ ان تینوں طریقوں میں بہتر کونسا طریقہ ہے؟ نوافل بھی انہیں سورتوں سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت جداگانہ پڑھی جائے، نماز تینوں طرح ہو جائے گی، نوافل کا بھی یہی حکم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۸، رشيديه)

"الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورة تامة .... والجملة فيه أنه ينبغي للإمام أن يقرأ مقدار ما يخف على القوم ولا يثقل عليهم بعد أن يكون على التمام، هكذا في الخلاصة". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفرائض، نوع آخر: ۱/۴۵۱، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "أي في كل ركعة سورةً مما ذُكر، ذكره الحلبي، واختار في البدائع عدم التقدير، وأنه يختلف =

نماز میں مختلف مقامات سے قراءت کرنا

سوال[۳۲۰۴]: مختلف پاروں سے نماز میں ایک ایک آیت پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز میں اس طرح پڑھنا کہ ایک آیت ایک پارہ کی، پھر دوسری آیت کسی اَور پارہ کی، تیسری آیت کسی اَور پارہ کی پڑھی جائے تو یہ مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۶/ ۸۷ھ۔

= بالوقت والقوم والإمام، مع أنهم صرحوا بأن الأفضل في كل ركعةٍ الفاتحة وسورة تامة الخ ".

(ردالمحتار، فصل في القراءة : ۱/ ۵۴۱، سعيد)

(وأيضاً تقدم تخريجه تحت عنوان: "پہلی رکعت میں سورت کا آخر اور دوسری میں سورت کا اول حصہ پڑھنا")

(۱) "عن سعيد بن المسيب رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم مرّ ببلال رضي الله تعالىٰ عنه وهو يقرأ من هذه السورة ومن هذه السورة، فقال: "يا بلال! مررت بك وأنت تقرأ من هذه السورة ومن هذه السورة"؟ فقال: أخلطت الطيّب بالطيّب ، فقال: "اقرأ السورة على وجهها" أو قال: "على نحوها". أخرجه أبو داؤد (وهو) مرسل صحيح، كذا في الإتقان".

"(قوله : عن سعيد بن المسيب) قلت: الظاهر من قول بلال رضي الله تعالىٰ عنه : "أخلطت الطيب بالطيب" أنه كان يجمع الآيات من سورٍ مختلفة، فأنكر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على ذلك، وقال: "اقرأ السورة على وجهها": أي لا تخلط السورة بغيرها في ركعة واحدة . وهذا هو قولنا معشر الحنفية. .... والحاصل أن الانتقال من آية من سورة إلى آية من سورة أخرى، أو من هذه السورة في ركعة واحدة مكروه مطلقاً، فرضاً كان أو نفلاً .... اهـ". (إعلاء السنن ، باب استحباب سورة في ركعة، وجواز سورتين فصاعداً فيها الخ : ۴/ ۱۲۲، ۱۲۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(وكذا في ردالمحتار، فصل في القراءة : ۱/ ۵۴۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة : ۱/ ۷۸، رشيديه)

ایک سورت شروع کی پھر دوسری سورت کی طرف منتقل ہوگیا

سوال[۳۲۰۵]: اگر کوئی نماز میں ایک سورت یا ایک رکوع شروع کرے اور پھر فوراً ہی دوسری سورت یا رکوع شروع کردے ترتیب وغیرہ کا خیال کرکے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ترتیب کا خیال تو رکھنا چاہیے لیکن اگر بھول اور غلطی سے کوئی سورت یا رکوع خلاف ترتیب شروع کردے تو اس کو چھوڑ کر ترتیب وار سورت اور رکوع پڑھنے کی ضرورت نہیں، یہ مکروہ ہے:

"وفي القنية: قرأ في الأولى: ﴿قل يا أيها الكافرون﴾ وفي الثانية: "ألم تركيف": أي نكس وفصل بسورة قصيرة. (قوله: ثم ذكريتم) أفاد أن التنكيس أو الفصل بالقصيرة إنما يكره إذا كان عن قصدٍ، فلو سهواً فلا، كما في شرح المنية. وإذا انتفت الكراهة، فإعراضه عن التي شرع فيها لاينبغي. وفي الخلاصة: افتتح سورةً وقصدُه سورةٌ أخرى، فلما قرأ اٰيةً أو اٰيتين أراد أن يترك تلك السورة، ويفتتح التي أرادها، يكره، اهـ. وفي الفتح: ولوكان : أي المقروّ حرفاً واحداً". شامی : ۱/۵۷۱(۱) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ۔

دوسورتوں میں فصل

سوال[۳۲۰۶]: امام نے مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں "إذاجآء" پڑھی اور دوسری میں "قل هو الله"۔ ایسا کرنا منع تو نہیں؟

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)

"افتتح سورةً، وقصد سورةً أخرى، فلما قرأ آيةً أو آيتين، أراد أن يترك السورة ويفتتح التي أرادها، يكره، وكذا لوقرأ أقل من آية وإن كان حرفاً". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۹، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، باب صفة الصلاة : ۱/۲۳۷، إمداديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قصداً ایسا کیا ہے تو مکروہ تنزیہی ہے، اگر بھول کر ایسا ہوگیا تو مکروہ بھی نہیں (۱)۔فقط۔

دوسورتوں کے درمیان فصل

سوال[۳۲۰۷]: پہلی رکعت میں "قل یا أیها الکافرون" دوسری میں "قل هو الله" تیسری میں "فلق" چوتھی میں "ناس" جائز ہے یا نہیں، مکروہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلاکراہت جائز ہے، شامی: ۱/۳۶۵ (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

چھوٹی سورت کو درمیان میں چھوڑنا

سوال[۳۲۰۸]: امام صاحب نے مغرب کی پہلی رکعت میں "ألم تر" پڑھا اور دوسری میں "لإیلف" چھوڑ کر "ارأیت الذی" پڑھا تو اس طرح نماز ہوگئی یا نہیں؟ کوئی کہتا ہے ہوگئی، کوئی کہتا ہے نہیں ہوئی۔

---

(۱) "(و) یکره (فصله بسورة بین السورتین قرأ هما فی رکعتین) لما فیه من شبهة التفضیل والهجر، وقال بعضهم: لایکره إذا کانت السورة طویلةً الخ". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی مکروهات الصلاة، ص: ۳۵۲، قدیمی)

(وکذا فی ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(۲) "(قوله: ویکره بسورة قصیرة) أما بسورة طویله بحیث یلزم منه إطالة الرکعة الثانیة إطالةً کثیرةً، فلا یکره، شرح المنیة، کما إذا کانت سورتان قصیر تان، وهذا لو فی رکعتین". (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الرابع فی القراءة: ۱/۷۸، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیه، کتاب الصلاة، الفرائض فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة تامة: ۱/۳۵۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مغرب کی پہلی رکعت میں "الم ترکیف" پڑھ کر دوسری رکعت میں "لإیلف" چھوڑ کر "أرأیت الذی" پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

پہلی رکعت میں "قل أعوذ برب الناس" پڑھ دی تو پھر کیا کرے؟

سوال[۳۲۰۹]: کوئی شخص چار رکعت والی نماز میں پہلی رکعت میں "قل أعوذ برب الناس" پڑھ دے تو اس کے لئے بقیہ تینوں رکعتوں میں کون سی سورت پڑھنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بقیہ میں بھی "قل أعوذ برب الناس" ہی پڑھے (۲) اگر یہ فرض نماز ہے تو صرف دوسری میں پڑھے

---

(۱) "ویکره الفصل بسورة قصیرة". (الدرالمختار، کتاب الصلوة، قبیل باب الإمامة: ۱/۵۴۶، سعید)

"وهذا إذا كان بين السورتين سورتان أو أكثر، فإن كان بينهما سورة واحدة، يكره، إلا من ضرورة". (الحلبي الكبير، ص: ۲۹۳، تتمات فيما يكره من القرآن وما لايكره اهـ، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۷۸، رشيديه)

(۲) "فإن اضطرّ بأن قرأ في الأولىٰ: ﴿قل أعوذ برب الناس﴾، أعادها في الثانية إن لم يختم............ ؛لأن التكرار أهون من القرآءة منكوساً". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعيد)

"ولابأس بأن يقرأ سورةً ويعيدها في الثانية كما روى من فعله عليه الصلاة والسلام، كذا في الشرح. وجزم في القنية بالكراهة، والظاهر أنها تنزيهية، .... هذا إذا لم يضطرّ، فإن اضطر بأن قرأ في الأولى ﴿قل أعوذ برب الناس﴾ أعادها في الثانية إن لم يختم القرآن في ركعة، فإن فصل قرأ في الثانية من البقرة، كذا في المجتبى". (النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۳۷، إمداديه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، نوع آخر في كل ركعة بفاتحة الكتاب: ۱/۴۵۳، إدارة القرآن، كراچي)

گا، اگر نفل یا سنت یا واجب ہے تو بقیہ سب رکعت میں پڑھے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ۷/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/ رجب/ ۵۶ھ۔

خلافِ ترتیب قرأت اور فتاویٰ دار العلوم کا ایک فتویٰ

سوال [۳۲۱۰]: نماز فرض وواجب میں خلافِ ترتیب قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ کتبِ معتبرہ میں سے کس میں اس کی تصریح ہے؟ شامی (۱)، شرح منیہ (۲) میں تو مطلقاً مکروہ لکھا ہے، لیکن بعض اردو فتاویٰ کی عبارت سے مکروہ تنزیہی معلوم ہوتا ہے (۳)۔

اور فتاویٰ دار العلوم دیوبند جدید: ۲/ ۲۲۴، ''سوال: امام یا منفرد نماز فرض، سنت ونفل میں پہلی رکعت میں ''لإیلاف'' الخ دوسری رکعت میں سورۂ فیل'' کے جواب میں لکھا ہے کہ ''نماز فرض وواجب میں اس طرح برعکس ترتیب یعنی منکوس پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اس کا اعادہ واجب ہے'' (یعنی نماز) (۴)۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر درست

---

(۱) ''ویکره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً، إلا إذا ختم فيقرأ من البقرة .... ولا يكره في النفل شئي من ذلك''. (الدر المختار ، فصل في القراءة: ۱/ ۵۴۶، سعيد)

(۲) ''وفي فتاوى النسفي: سئل أبو الفضل عمن قرأ في النفل في الأولى ﴿تبت يدا أبي لهب﴾ وفي الثانية: ﴿إذا جاء نصر الله﴾ قال: ان يعتمد ذلك، يكره. وذكر القاضي الإمام أبوبكر أنه يكره في الفريضة ولا يكره في النفل، انتهى''. (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۳) سوال میں ذکر کردہ عبارت ''بعض اردو فتاویٰ کی عبارت سے مکروہ تنزیہی معلوم ہوتا ہے'' تلاش بسیار کے بعد اردو فتاویٰ میں نہیں ملی، البتہ اردو فتاویٰ میں مطلق مکروہ لکھا ہے۔ دیکھئے: فتاویٰ رحیمیہ: ۱/ ۲۴۶، کفایت المفتی: ۳/ ۴۵۲، عزیز الفتاویٰ: ۱/ ۱۷۱، امداد الفتاویٰ: ۱/ ۱۷۰، احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۴۴، اور زبدۃ الفقہ، کتاب الصلاۃ، ص: ۹۲۔ البتہ علم الفقہ، حصہ دوم، ص: ۲۷۰، میں مکروہ تحریمی لکھا ہے۔

(۴) ''سوال: امام یا منفرد نماز فرض یا سنت ونفل پہلی رکعت میں ''لإیلاف'' اور دوسری رکعت میں سورۃ فیل یا پہلی میں سورۃ فیل اور دوسری میں ''ألم نشرح'' پڑھیں تو نماز مکروہ تحریمی ہوئی یا مکروہ تنزیہی اور نماز قابلِ اعادہ ہے یا نہیں''؟

''جواب: نماز فرض وواجب میں اس طرح برعکس ترتیب یعنی معکوس پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور حسبِ قاعدہ: ''كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها'' اعادہ اس کا واجب ہے اور نوافل میں مکروہ نہیں ''وأن يقرأ منكوساً =

ہے تو اس کا ماخذ کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"یکره قراءة سورة منکوساً، قال ابن مسعود رضی اللّٰه عنه : "من قرأ القران منکوساً فهو منکوس" وما شرع لتعلیم الأطفال لیتیسّر الحفظ بقصر السور، اه". مراقی الفلاح۔

"واستثنیٰ فی الأشباه النافلة، فلا یکره فیها ذلك، وأقرّ علیه الغزوی والحموی، ونقله عن أبی الیسر، وجزم به فی البحر والدر وغیرهما. قال بعض الفضلاء : فیه تأمل؛ لأن النکس إذاً کره خارج الصلوة، کما مرّ قولُه: وما شرع لتعلیم الأطفال الخ، لکون الترتیب من واجبات التلاوة، ففی النافلة أولی، وکون باب النفل واسعاً لایستلزم العموم، بل فی بعض الأحکام، اه". طحطاوی ،ص: ۲۱۲(۱)۔

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ خلافِ ترتیب نفل میں پڑھنے کو الأشباہ میں کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے اور غزوی وحموی نے اس کو برقرار رکھا ہے رد نہیں کیا، اور ابوالیسر سے اسے نقل کیا ہے، بحر، ورد وغیرہ نے اس پر جزم کیا ہے۔ الحاصل: یہ صاحب الاشباہ کا قول شاذ نہیں اور وہ اس میں منفرد نہیں، ہاں! بعض فضلاء نے اس پر تأمل کیا ہے جن کا نام ونشان کچھ مذکور نہیں۔

طحطاوی، ص: ۲۰۶، ۲۰۷، میں مکروہ تحریمی وتنزیہی کے درمیان فرق متعدد طُرق سے لکھا ہے:

"وقال ابن أمیر حاج: وکثیراً ما تطلق الکراهة علی کراهة التنزیه: أی والأصل فی إطلاقها التحریم، وحینئذٍ فلا بدّمن النظر فی الدلیل الفارق بینهما، کما فی البحر والنهر، وحاصله أن الفعل إن تضمن ترك واجبٍ فمکروه تحریماً، وإن تضمن ترك سنة فمکروه تنزیهاً

= الخ، ولا یکره فی النفل شیٔ من ذلک الخ" درمختار، اورامام اور منفرد کا حکم اس بارے میں برابر ہے"۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/ ۲۲۴، مکتبه إمدادیه، ملتان)

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی المکروهات ،ص: ۳۵۲، قدیمی)

اھ، وتعاد الصلوة مع كونها صحيحةً لترك واجب وجوباً، اھ". (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ترکِ واجب سے جو کراہت ہوتی ہے وہ تحریمی ہے، اور کراہتِ تحریمی کی صورت میں اعادۂ نماز واجب ہوتا ہے، لیکن جس واجب کا تعلق صُلبِ صلوۃ سے ہے وہ اَقویٰ ہے اور جس کا تعلق صلبِ صلوۃ سے نہ ہو، اس کے حکم میں فرق ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

دوسورتوں کے درمیان ترتیب میں غلطی

سوال[۳۲۱۱]: امام صاحب نے ﴿والضحى والليل إذا سجى﴾ پڑھا اور پھر اس سے جو پہلی سورت ہے اس کی ایک آیت چھوڑی اور قرأت یہاں سے شروع کی: ﴿والنهار إذا تجلى وما خلق﴾ الخ یعنی یہی سورت آخر تک پڑھی۔ اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں اور سجدۂ سہو ہوگا یا نماز لوٹانی پڑے گی یا پھر کچھ کئے بغیر ہی نماز ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہوئی، سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہوا، اعادہ بھی لازم نہیں، اس غلطی کی وجہ

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۴۴، قديمي)

"(قوله: ولايكره في النفل شيئ من ذلك) عزاه في الفتح إلى الخلاصة .... واعترض بأنهم نصوا بأن القراءة على الترتيب من واجبات القراءة، فلو عكسه خارج الصلاة، يكره، فكيف لايكره في النفل؟ تأمل وأجاب ط: بأن النفل لاتّساع بابه نزلت كل ركعة منه فعلاً مستقلاً، فيكون كما لو قرأ إنسان سورةً، ثم سكت، ثم قرأما فوقها، فلا كراهة فيه". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)

"قال في فتح القدير: والحق التفصيل بين كون تلك الكراهة كراهةَ تحريمٍ، فتجب الإعادة، أو تنزيهٍ فتستحب". (ردالمحتار، مطلب: كل صلوة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/۴۵۷، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في مايكره فعله في الصلاة ومالايكره، ص: ۳۴۵، سهيل اكيڈمی، لاهور)

سے معنیٰ نہیں بگڑے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۹۰ھ۔



(۱) "لو ذكر آيةً مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية، لاتفسد، كما لو قرأ ﴿والعصر إن الإنسان﴾ ثم قال: ﴿إن الأبرار لفي نعيم﴾، أو قرأ: ﴿والتين .... وهذا البلد الأمين﴾ ووقف، ثم قرأ: "لقد خلقنا الإنسان في كبد" .... لا تفسد". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاری: ۱/ ۸۰، رشیدیہ)

(وكذا في خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثاني في زلة القاري، جنس آخر: لو ذكر آيةً مكان آية: ۱/ ۱۱۷، امجد اکیڈمی، لاہور)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية، الفصل الرابع في ذكر آية مكان آية: ۱/ ۴۳۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراتشي)

7

باب فی مسائل زلة القاری

(قراءت میں غلطی کرنے کا بیان)

"أولئك هم خير البرية" کے بجائے "لهم جنّٰت تجری الخ" پڑھنا

سوال[۳۲۱۲]: امر ذیل دریافت طلب ہے کہ ایک شخص نماز پڑھا رہا ہے اور اول رکعت میں سورۃ البینہ کے پہلے حصہ کو ﴿أولئك هم شر البرية﴾ تک صحیح پڑھتا ہے اور دوسری رکعت میں باقی حصہ سورۂ مذکورہ کا سمجھ کر پڑھ جاتا ہے: ﴿إن الذين امنوا وعملوا الصلحت، لهم جنت تجری من تحتها الأنهار، خلدين فيها أبداً، رضی الله عنهم ورضواعنه، ذلك لمن خشی ربه﴾(۱) اور باقی نماز حسب ضرورت پوری کر کے سلام پھیر لیتا ہے اور کسی نمازی نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا اور خود پڑھانے والا بھی شک ہی میں ہے کہ اگر یہ غلطی اس طرح ہوتی تو اعتراض ضرور ہوتا۔ ایسی حالت میں نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں، اگر نہیں تو کیا چارۂ کار ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس طرح پڑھنے سے معنی نہیں بگڑے، لہٰذا نماز خراب نہیں ہوئی بلکہ صحیح ہوگئی (۲)۔ ہر رکعت میں

---

(۱) (البينة : ۸)

(۲) "لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدرالمختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۶۳۳/۱، سعيد)

"أما إذا لم يقف ووصل، إن لم يغيّر المعنى نحو أن يقرأ: "إن الذين آمنوا وعملو الصالحات، فلهم جزاء الحسنى" مكان قوله: ﴿كانت جنات الفردوس نزلاً﴾ لاتفسد". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الخامس فی زلة القاری: ۸۰/۱، رشيديه)

(وكذا فی خلاصة الفتاوىٰ، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری، جنس آخر: لو ذكر آيةً مكان اية: ۱۱۷/۱، امجد اكيڈمی، لاهور)

مستقل سورت پڑھنا افضل ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/محرم/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/محرم/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/محرم/۵۹ھ۔

نماز میں معروف کو مجہول پڑھنا

سوال[۳۲۱۳]: اگر کسی نے نماز کے اندر بجائے معروف کے مجہول پڑھا دیا یعنی سورۂ والعادیات کے اندر ﴿أفلا يَعلم إذا بعثر ما في القبور وحصل مافي الصدور، إن ربهم بهم يومئذ لخبير﴾ آیت مذکورہ کے اندر جو لفظ "يَعْلَمُ" معروف کے ساتھ ہے اس کو "يُعلَم" مجہول کے ساتھ پڑھا دیا۔ آیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت مذکورہ میں نماز درست ہوگئی لیکن ہر معروف کو مجہول پڑھنے کا یہ حکم نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "(قوله: سورة) أشار إلى أن الأفضل قراءة سورة واحدة". (ردالمحتار، فصل في بيان تاليف الصلوة إلى انتهائها: ۱/۴۹۲، سعيد)

"(قوله: أي في كل ركعة سورة مما ذُكر) .... انهم صرحوا بأن الأفضل في كل ركعة الفاتحة وسورةٌ تامةٌ". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلوة، نوع آخر، الأفضل أن يقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورةً تامةً: ۱/۴۵۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

(۲) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ ﴿لا ترفعوا أصواتكم﴾ برفع التاء، لا تفسد صلاته بالإجماع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)........................ =

قرأت میں صیغۂ واحد مؤنث کی جگہ صیغۂ واحد متکلم کا پڑھنا

سوال[۳۲۱۴]: امام نے فجر میں ﴿یوم نقول لجهنم هل امتلأت﴾ کی جگہ ہل "امتلأتُ" پڑھ دیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرأتِ نماز میں اگر کوئی لفظ غلط زبان سے نکل گیا تو نماز کو فساد سے بچانے کے لئے فقہاء دور دراز کی تاویل سے بھی کام لے کر جواز نماز کا حکم فرمادیتے ہیں، جیسا کہ زلۃ القاری کے مسائل عالمگیری(۱)، بزازیہ(۲)، خانیہ(۳)، کبیری(۴)، وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ صورتِ مسئولہ میں خطاب جہنم کو ہے اور صیغہ واحد مؤنث کا ہے، پڑھنے میں غلطی یہ ہوئی کہ یہ واحد متکلم کا صیغہ ہوگیا۔ اگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصول کہ "خطائے اعراب مفسدِ صلوۃ نہیں" سے صَرفِ نظر بھی کرلیا جائے تب بھی ایک تاویل یہ ہوسکتی ہے کہ جہنم مظہرِ غضب ہے، جتنا غضب الٰہی شدید ہوتا ہے اسی قدر جہنم پر اثر ہوتا ہے، "هل امتلأتُ" کا مطلب یہ ہوگا کہ "هل امتلأتُ غضباً" یعنی کیا میرا غضب شدید ہوگیا ہے جس کے نتیجہ میں تجھ کو بھر جانا چاہئے تو کیا تو بھر گئی ہے۔ یہ مطلب مقصد قرآن کے خلاف نہیں، اس لئے فساد نماز کا حکم نہیں دیا جائے گا، مگر قصداً اس طرح

=(و كذا في فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصلاة، فصل في قرأة القرآن خطأ، و في الأحكام المتعلقة بالقرأة : ١/١٣٩، رشيديه)

(١) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى .... لا تفسد صلاته بالإجماع وإن غير المعنى تغيراً فاحشاً إذا قد أخطأ، فسدت صلاته في قول المتقدمين، واختلف المتأخرون: قال محمد بن مقاتل و أبو نصر محمد بن سلام .... لا تفسد صلاته، و ما قاله المتقدمون أحوط .... و ما قاله المتأخرون أوسع؛ لأن الناس لا يميزون بين إعراب وإعراب، كذا في فتاوى قاضي خان. و هو الأشبه، كذا في المحيط. و به يفتى، كذا في العتابية .وهكذا في الظهيرية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، و منها اللحن في الإعراب : ١/٨١، رشيديه)

(٢)(الفتاوى البزازية، كتاب الصلاة، الثاني عشر في زلة القاري : ١/ ٤٥، رشيديه)

(٣) (الفتاوى قاضي خان، فصل في قرأة القرآن خطأ وفي الأحكام المتعلقة : ١/١٣٩، رشيديه)

(٤)(الحلبي الكبير، فصل في بيان أحكام زلة القاري، ص: ٤٧٦، سهيل اكيڈمي لاهور)

پڑھنے کی ہرگز اجازت نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۸۸ھ۔

جمع متکلم کے الف کو گرانا

سوال[۳۲۱۵]: اگر قاری نے ﴿لو أنزلنا هذا القرآن﴾ کے بجائے "أنزلن" پڑھا یعنی جمع متکلم کو جمع مؤنث غائب سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جمع متکلم کے اس الف کو اس جگہ گرا دینا درست نہیں، پورا خیال رکھیں، لیکن دیگر مقامات پر اجتماع ساکنین کی صورت میں یہ الف گر جاتا ہے جیسے ﴿و أنزلنا الحديد﴾ ﴿نزلنا الذكر﴾ اس لئے ایسی حالت میں نماز کو فاسد نہیں کہا جائے گا، فساد سے بچانے کے لئے اتنا بھی کافی ہے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۱ھ۔

"قل هو الله أحد، الله الصمد" کو ملا کر نونِ قطنی کے ساتھ پڑھنا

سوال[۳۲۱۶]: امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورۂ اخلاص کی پہلی آیت کو نون قطنی کے

(۱) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ ﴿لاترفعوا أصواتكم﴾ برفع التاء، لاتفسد صلاته بالإجماع". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس، ومنها في اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۱/۳۷۹، غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب الصلوة، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۱/۴۹۳، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) " ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً .... لم تفسد ما لم يتغير المعنى ". (الدر المختار، باب مايفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، نوع آخر في زلة القاری، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة: ۱/۴۸۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراتشي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاری، و منها حذف حرف: ۱/۷۹، رشيديه)

ساتھ دوسری آیت سے ملا کر پڑھا یعنی وصل کیا، نماز کے بعد بعض لوگوں نے آپس میں کہا کہ آج امام صاحب نے ایسا کیوں پڑھا؟ بعض لوگوں نے کہا کہ امام صاحب نے صحیح پڑھا، کیونکہ امام صاحب قاری اور مولوی ہیں۔ غرض نائب متولی کے پاس یہ بات پہونچی، نائب متولی صاحب نے امام صاحب کو اپنے گھر بلا کر کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف کیوں پڑھتے ہیں جو مقتدی کی سمجھ میں نہیں آتا اور گڑبڑ ہوتی ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ سورۂ اخلاص کی پہلی آیت کو دوسری آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، کیوں کہ یہ قاعدہ کے مطابق ہے۔ پھر بعض لوگوں نے متولی صاحب سے کہا کہ آپ اس کا فتویٰ منگائیے، متولی صاحب نے کہا کہ فتویٰ کی کوئی ضرورت نہیں اور امام صاحب سے کہا کہ آپ اس طرح قرآن شریف پڑھیں جس طرح لکھا ہے اور جس طرح لوگ سمجھ سکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب نے یہ قواعدِ تجوید کے موافق پڑھا ہے، کتبِ تجوید میں یہ مسئلہ صراحۃً موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

بے محل وقف اور مد کرنا

سوال[۳۲۱۷]: ہمارے یہاں کے امام صاحب قرأت کے اندر جہاں آیت ہوتی ہے وہاں پر نہیں رکتے، اور جہاں آیت نہیں ہوتی وہاں رک جاتے ہیں۔ جہاں مد یا کھڑا الف ہوتا ہے وہاں پر ٹھہرتے ہیں، جہاں نہ مد ہو نہ الف وہاں ٹھہرتے ہیں، الف کو نہیں کھینچتے اور جہاں الف نہیں ہوتا وہاں کھینچتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں آیت ہو وہاں آیت کرنا اچھا ہے، جہاں آیت نہ ہو وہاں آیت نہ کرنا اچھا ہے، سانس بے جگہ ٹوٹ

---

(۱) "فائدہ: کلمہ منونہ یعنی جس کلمہ کے اخیر حرف پر دو زبر یا دو زیر یا دو پیش ہوں تو وہاں پر ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے اس کو نونِ تنوین کہتے ہیں، یہ تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے مگر دو زبر ہوں تو اس کو الف سے بدلتے ہیں اور وصل میں جب اس کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو ہمزہ وصلی حذف ہو جائے گا اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے مکسور پڑھی جائے گی اور اکثر جگہ خلاف قیاس چھوٹا سا نون لکھ دیتے ہیں مثل: (بزینة ن الکواب، خیرن الویة الخ)" (فوائد مکیہ، تیسرا باب، ص: ۳۱، قدیمی)

جائے تو آیت کر سکتا ہے، بلا وجہ بے موقع آیت نہ کی جائے (۱)۔ مد کی جگہ مد پڑھیں، جہاں مد نہ ہو وہاں مد نہ کیا جائے، معنی بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ ایسے ہی جہاں الف نہ ہو وہاں کھینچ کر الف بنانے اور جہاں الف ہو وہاں الف نہ پڑھنے سے بھی معنی بگڑ جانے کا اندیشہ ہے (۲)، امام صاحب کو بہت احتیاط لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/ ۷/ ۹۴ھ۔

"إنا أعطينا" بغیر مد کے پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے

سوال[۳۲۱۸]: تجوید کے لحاظ سے "إنا أعطينا" کے اندر کھینچنا لازم آتے ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی شخص نماز میں بغیر کھینچے پڑھ دے تو نماز ہوگی کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوگی مگر صحیح پڑھنے کی کوشش لازم ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "إذا وقف في غير موضع وقف أو ابتدأ من غير موضع الابتداء أوانه على وجهين: الأول: أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً، نحو: إن وقف على الشرط قبل ذكر الجزاء، ثم ابتدأ في الجزاء، فقرأ ﴿إن الذين آمنوا و عملوا الصالحات﴾ و وقف ثم ابتدأ بقوله: ﴿أولئک هم خير البرية﴾، لا تفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا . الثاني : أن يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً بأن قرأ: ﴿شهد الله أنه لا إله﴾ و وقف ثم" قرأ: ﴿إلا هو﴾، وفي هذا الوجه لا تفسد صلاته عند علمائنا .... لأن القاري عسى لا يجد بداً عن الوقف في مثل هذا الموضع إما لانقطاع النفس أو غيره". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء : ۱/۳۷۷، مكتبه غفاريه)

(۲) "ترك المدّ والتشديد في موضعها، والإتيان بهما في غير موضعهما إن كان لا يغير المعنى و لا يقبح الكلام، لا يوجب فساد الصلاة ، وإن كان يغير المعنى و يقبح الكلام، اختلف المشايخ: قال بعضهم : لا تفسد صلاته دفعاً للحرج ، و قال عامتهم: تفسد صلاته". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل التاسع في ترك المدّ والتشديد في موضعهما: ۱/۳۸۷، مكتبه غفاريه كوئثه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، و منها ترك التشديد والمد في موضعها : ۱/۸۱، رشيديه)

(۳) "وأما ترك المدّ إن كان لا يغير بأن قرأ: ﴿أولئک﴾ بلا مدّ، و: ﴿إنا أعطيناک﴾ بدون المد، لا تفسد". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۸۱، الفصل الخامس في زلة القاري ، رشيديه) .... =

"فقد ضل" میں "دال" کو "ضاد" میں ادغام کرکے پڑھنا

سوال[۳۲۱۹]: ایک شخص فرض نماز میں: ﴿ومن یتبدل الکفر بالإیمان﴾ پر وقف کرکے ابتداء مابعد کے لفظ "فقد ضل" سے کرتا ہے، "فقد" کی "دال" کو "ضاد" میں ادغام بھی کرتا ہے، ایسا کرنے سے نماز میں نقص آتا ہے یا نہیں؟ اور امام جزریؒ یہ فرماتے ہیں: "وغیر ماتم قبیح وله یوقف "(۱)۔

والسلام:

سائل: احقر شریف احمد، محلہ لکھی دروازہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز میں کوئی فساد نہیں آتا، نہ اس وقف سے نہ اس ادغام سے، البتہ اختیاراً ایسی جگہ وقف نہ کرنا چاہیے، جزری کا مطلب بھی یہی ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۷/رجب/۵۶ھ۔

= (وكذا في التاتارخانية: ۱/۴۹۲، الفصل التاسع في الترك والتشديد، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح القدير: ۱/۲۸۱، فصل في القرأة، رشيديه)

(۱) پورا شعر: "وغير ما تم قبيحٌ وله يوقف مضطراً و يبدأ قبله".

(متن المقدمة الجزرية، باب معرفة الوقف والابتداء، ص: ۳۹، مكتبه القراءة لاهور)

(۲) "إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتدأ في غير موضع الابتداء، إن لم يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً نحو أن يقرأ: ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات﴾ ووقف ثم ابتداء بقوله: ﴿أولئك هم خير البرية﴾ لاتفسد بالإجماع بين علمائنا، هكذا في المحيط. .... وإن أتى بإدغام في موضع لم يدغمه أحدٌ، إلا أن المعنى لا يتغير به، ويفهم ما يفهم مع الإظهار نحو أن يقرأ: ﴿قل سيروا﴾ بإدغام اللام في السين، لا تفسد صلاته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، منها الوقف والوصل، ومنها ترك الإدغام والإتيان به: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب الصلوة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۴۸۹، والفصل الحادي عشر في ترك الإدغام والإتيان به: ۱/۴۹۹، إدارة القرآن، كراچی)

سانس ٹوٹنے کے بعد لوٹ کر نہ پڑھنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

سوال[۳۲۲۰]: اگر کچھ آیت پر سانس ٹوٹ جائے اور اس کی طرف لوٹ کر نہیں پڑھا تو اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

"مذکوراً" اور "کفوراً" کی جگہ "مذکور" اور "کفور" (بغیر الف کے) پڑھنا

سوال[۳۲۲۱]: امام صاحب نے نمازِ جمعہ میں سورۂ دہر پڑھی، اس میں "مذکوراً" کی جگہ "مذکور" اور "کفوراً" کی جگہ "کفور" پڑھا۔ یعنی "راء" کو ساکن کر کے پڑھا، ایک مقتدی نے لقمہ بھی دیا، لیکن امام صاحب نے لقمہ نہیں لیا۔ اب عرض ہے کہ نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس اعرابی غلطی سے معنی نہیں بگڑے اس لئے نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)، لقمہ دینے کی بھی ضرورت نہیں

---

(۱) "إذا وقف في غير موضع الوقف أو ابتدأ من غير موضع الابتداء، وأنه على وجهين: الأول : أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً .... فقرأ: ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات﴾ ووقف ثم ابتدأ بقوله: ﴿أولئک هم خير البريّة﴾ .... لا تفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا رحمهم الله".

(المحيط البرهاني ، كتاب الصلوة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۳۷۷، الغفارية)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب الصلوة، نوع آخر في زلة القارى، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء: ۱/۴۷۹، إدارة القرآن كراتشى)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت عنوان : "ق والقرآن المجيد کا اعراب")

تھی، جس نے لقمہ دیا اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوئی، والبسط فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۱۸۶(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۵ھ۔

''زبر'' کی جگہ ''زیر'' یا برعکس پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال[۳۲۲۲]: زیر کی جگہ زبر یا برعکس پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، بموجب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۸۹(۲)۔ کیا اعادہ کرتے وقت نیا آدمی جماعت میں شریک نہیں ہو سکتا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

معنی بگڑیں گے تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں (۳) اور جب تک معنی بگڑنے کی تحقیق نہ ہو جائے اعادہ واجب نہیں۔ ایسی صورت میں اعادہ والی نماز میں نئے آدمی کو شرکت کرنی درست نہیں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

---

(۱) "ويكره للمقتدى أن يعجّل بالفتح ؛ لأن الإمام ربما يتذكر، فيكون التلقين من غير حاجة، ويكره للإمام أن يلجئهم إليه بأن يقف ساكناً بعد الحصر، أو يكرر الآية، بل ينتقل إلى آية أخرى أو يركع إن قرأ القدر المستحب، وقيل : قدر الفرض، والأول هو الظاهر". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب مايفسد الصلوة، ص: ۳۲۴، قديمى)

(وكذا فى ردالمحتار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها : ۱/۶۲۳، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها : ۲/۱۰، رشيديه)

(۲) "سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر مصلی نماز میں ''زیر'' کی جگہ ''زبر'' یا برعکس پڑھے تو کافر ہو جاتا ہے، یہ صحیح ہے یا کیا؟

جواب: ''کافر نہیں ہوتا، مگر نماز فاسد ہو جاتی ہے''۔ (فتاوىٰ دار العلوم ديوبند: ۴/۸۹، مكتبه إمداديه)

(۳) (سيأتى تخريجه تحت عنوان : "سمع الله لمن حمده" میں "ع" کو زیر کے ساتھ "بمصابیح" کی "ح" کو زیر کے ساتھ پڑھنا'')

(۴) "كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها، والمختار أنه جابرٌ للأول". (الدرالمختار).

"(قوله: والمختار أنه): أى الفعل الثانى جابرٌ للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو، وبالأول يخرج عن =

غلط پڑھ کر دوبارہ صحیح پڑھ دینا

سوال[۳۲۲۳]: امام نے جمعہ کی فرض نماز میں قراءت میں ﴿إن الأبرار لفی نعیم﴾ کی جگہ "إن الأبرار لفي جحیم" پڑھا۔ مگر پھر دوبارہ لوٹا کر صحیح پڑھ لیا تو کیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں اور اعادہ کی ضرورت تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"وإن تغیر المعنیٰ بأن قرأ: "إن الأبرار لفی جحیم، وإن الفجار لفی نعیم" أو قرأ: "إن الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحت، أولٰئك هم شر البریة" أو قرأ: "وجوه یومئذ علیها غبرة، أولٰئك هم المؤمنون حقاً" تفسد صلوته؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر اللّٰه تعالیٰ به. وقال بعضهم: لا تفسد صلوته لعموم البلوی، والأول أصح، اه". فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۵۳(۱)۔

= العهدة وإن كان علی وجه الكراهة علی الأصح". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۷، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۷، رشیدیه)

(۱) (فتاویٰ قاضی خان، فصل فی قراء ة القرآن خطأً، وفی الأحكام المتعلقة بالقراء ة: ۱/۱۵۳، رشیدیه)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری: ۱/۸۰، ۸۱، رشیدیه)

(وكذا فی خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری، جنس آخر: لو ذكر اٰیةً مكان اٰیة: ۱/۱۱۸، امجد اكیڈمی لاهور)

تنبیہ: غلطی فاحش کے بعد فوراً تصحیح کر دی، تو نماز صحیح ہو جائے گی، جیسا کہ فتاویٰ حقانیہ میں ہے کہ: "سوال: کوئی شخص نماز میں قرأت کے دوران الفاظ یا اعراب کی غلطی کر جائے اور بعد میں علم ہونے پر فوراً اس کا ازالہ کر دے اور دوبارہ درست قرأت پڑھے، تو اس سے نماز میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

الجواب: نماز میں قرأت کی غلطی ہو جانے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا نماز درست اور صحیح ہوگی۔

"ذكر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطا فاحش ثم رجع وقرء صحیحا قال عندی صلاته جائزة وكذالك الاعراب". [الفتاویٰ الهندیة: ۱/۸۲، الباب الرابع فی صفة الصلوة، فصل فی زلة القاری]". (فتاویٰ حقانیه، باب القرأة: ۳/۱۷۷، المطبع العربیه، لاهور)

(وكذا فی احسن الفتاویٰ، مسائل زلة القاری: ۳/۴۴۵، سعید)

(وكذا فی امداد الفتاویٰ، باب شروط الصلوة وصفتها: ۱/۱۶۸، مكتبه دارالعلوم كراچی)

(وكذا فی الفتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مسائل زلة القاری: ۴/۸۱، دارالاشاعت)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اصح قول کی بناء پر ایسی غلطی سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اور جب فاسد ہوگئی تو دوبارہ لوٹا کر صحیح پڑھنے سے درست نہ ہوگی، لہٰذا اس کا اعادہ کرنا چاہیے اور چونکہ یہ نماز جمعہ کی ہے اس لئے بجائے جمعہ کے اس روز کی ظہر کی نماز قضاء پڑھی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، یکم/ ربیع الاول/ ۵۹ھ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ ربیع الأول/ ۵۹ھ۔

غلط پڑھنے کے بعد اس کا اعادہ

سوال[۳۲۲۴]: اگر امام پہلی رکعت میں کسی آیت کی تلاوت اس طرح کرے کہ اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے لیکن دوسری رکعت میں اس کی تصحیح کرے تو ایسی صورت میں نماز فاسد رہے گی، یا اس کا فساد جاتا رہے گا اور نماز درست ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فاسد ہی رہے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

"للیسری" کی جگہ "للعسری" پڑھنے کے بعد صحیح پڑھنے کا حکم

سوال[۳۲۲۵]: اگر امام نماز فرض میں غلط آیت پڑھ دے پھر صحیح کرکے لوٹا لے تو کیا نماز درست ہوجائے گی، مثلاً پہلے: "وصدق بالحسنی فسنیسره للعسری" غلطی سے پڑھ دیا، پھر لوٹا کر ﴿فسنیسره للیسری﴾ پڑھ دیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لوٹانے سے نماز درست نہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (راجع، ص: ۱۱۸، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) (راجع، ص: ۱۱۸، رقم الحاشیة: ۱)

قراءت میں غلطی کے بعد اس کو صحیح پڑھنے سے نماز کا حکم

سوال[۳۲۲۶]: نماز میں کس طرح کی غلطی سے نماز فاسد ہوجاتی ہے؟ اگر معنی بدل گئے پھر صحیح کر کے اعادہ کرلیا تو اس طرح سے نماز صحیح ہوگئی؟ کبھی وسطِ جملہ میں سانس ٹوٹ جاتا ہے اس سے کچھ حرج ہے یا نہیں؟ اور تشہد وغیرہ اور قراءت میں کچھ فرق ہے یا ایک حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو غلطی منافی صلوۃ ہے اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، اگر معنی بگڑنے سے نماز فاسد ہوگئی تھی تو اس لفظ کا صحیح طور پر اعادہ کرنے سے نماز صحیح نہیں ہوئی بلکہ نماز کا اعادہ ضروری ہوگا(۱)، البتہ عالمگیری کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز صحیح ہوجائے گی (۲)، ہمارے اکابر اس کو نفل وتراویح وغیرہ پر حمل کرتے ہیں۔ وسطِ کلمہ پر سانس توڑنے سے خواہ تشہد وغیرہ میں معنی صحیح رہیں یا بگڑیں، سب کا ایک حکم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد۔

فرض نماز میں اگر غلطی فاحش کی تو اصلاح سے بھی نماز نہ ہوگی

سوال[۳۲۲۷]: ایک امام صاحب نے فجر کی نماز میں درمیانِ قراءت پارہ نمبر:۲۴ ﴿أو تقول حین تری العذاب لو أن لی کرۃً فأکون من المحسنین﴾ اس آیت میں (فأکون من المحسنین) پڑھا اور پھر خود ہی (فأکون من المحسنین) پڑھ لیا، اسی رکعت میں آگے چل کر ﴿بل اللہ فاعبد وکن من الشاکرین﴾ اس آیت میں "وکن من الخاسرین" پڑھ دیا۔ مقتدی نے لقمہ دیا اور اس کو امام نے ﴿وکن من الشاکرین﴾ پڑھ کر اصلاح کرلی۔ آیا ان اغلاط کی تصحیح کرنے پر نماز ہوگئی یا نہیں؟ نماز کے اندر غلطی فاحش سے مراد کون سی غلطی ہے جس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے؟

---

(۱) (راجع، ص: ۱۱۸، رقم الحاشیۃ: ۱)

(۲) "ذکر فی الفوائد: لو قرأ فی الصلاۃ بخطأ فاحش، ثم رجع وقرأ صحیحاً، قال: عندی صلاتہ جائزۃ، وکذلک الإعراب". (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الفصل الخامس فی زلۃ القاری: ۱/۸۲، رشیدیہ)

ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگر قراءت کے اندر غلطی فاحش ہوگئی خواہ اس کی اصلاح بھی کرلی گئی ہو، ازخود یا بتلانے سے، تو نماز فاسد ہوگئی اور حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حوالہ دیتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تراویح کے اندر اگر قراءت میں غلطی فاحش ہوگئی تو تصحیح ہوجانے پر گنجائش ہے، لیکن فرض نماز میں اگر اصلاح بھی کرلی ہو تو گنجائش نہیں(۱) اور درمختار کی اس عبارت کا حوالہ دیتے ہیں: "كما لو بدّل كلمةً بكلمة وغيّر المعنى، إلى آخره". درمختار: ۱/۶۳۳(۲)۔

براہِ کرم اس عبارت کا مطالعہ فرما کر مدلل بحوالۂ کتاب جواب ارسال فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

غلطی فاحش وہ ہے جس سے معنی بگڑ جائیں، مقصودِ قرآن کے خلاف ہوجائیں جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے، ایسی غلطی سے فرض نماز فاسد ہوجاتی ہے اور اصلاح کرلینے پر بھی درست نہیں ہوگی، كذا في منظومة ابن وهبان: "وإن لحن القاري وأصلح بعده إذا غير المعنى، الفسادُ مقررٌ"(۳)۔ ایسی نماز کو دوبارہ پڑھا جائے۔ تراویح میں ختمِ قرآن کریم مقصود ہوتا ہے، اس میں ایسی غلطی کا ہوجانا نادر نہیں اس لئے وہاں توسّع ہے، یہی محمل ہے فتاویٰ درمختار کی عبارت کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۵/۹۱ھ۔

غلطی فاحش سے مراد

سوال[۳۲۲۸]: امام نے سورۂ انفطار پڑھی ﴿الذي خلقك فسوّاك فعدلك، في أيّ صورةٍ

---

(۱) تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانویؒ کی طرف جو حوالہ منسوب کیا گیا ہے کہ "تراویح کے اندر قراءۃ میں غلطی فاحش ہوگئی تو تصحیح ہوجانے پر گنجائش ہے، لیکن فرض نماز میں اگر اصلاح بھی کرلی تو گنجائش نہیں" نہیں ملا، البتہ امداد الفتاویٰ میں "صحت صلاۃ بعد تدارک زلۃ القاری" کے عنوان کے تحت تصحیح کرنے پر نماز صحیح ہوجائے گی، مذکور ہے دیکھئے: (امداد الفتاویٰ: ۱/۱۶۸، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(۲) (الدر المختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۳۳، سعيد)

(۳) (مقدمة نور الإيضاح رسالة منظومة للشيخ العلامة الهمام ابن وهبان، فصل من كتاب الصلاة، ص:۱۳، سعيد)

(وأيضاً راجع، ص: ۱۱۸، رقم الحاشية: ۱)

ماشاء ركبك﴾ کے بعد "كلا بلا" پھر معاً امام کو احساس ہوا اور بغیر اس لفظ کی تصحیح کے بقدر تین سیکنڈ کے بعد ﴿بل تكذبون بالدين﴾ پڑھ کر رکوع کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ آیت تلاوت میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو نماز ہوئی یا نہیں؟ مع حوالہ جواب سے مستفیض فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"فی أيّ صورة ماشاء ركبك، كلا بل" پڑھ کر یعنی غلطی سے لفظ "بلا" زائد پڑھ کر غلطی کا احساس ہوا اور بغیر اس لفظ کی تصحیح کئے تقریباً تین سیکنڈ کے بعد "بل تكذبون بالدين" پڑھ کر نماز پوری کر دی، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی، فساد کا مدار معنیٰ بگڑنے پر ہے، یہاں یہ بات نہیں ہوئی۔ لفظ "بلا" لفظ "كلا" کی تاکید بن جائے گا اور معنیٰ درست ہو جائیں گے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۴/۱۸ھ۔

خطائے فاحش سے فسادِ نماز کا حکم

سوال[۳۲۲۹]: حافظ اگر غلط پڑھ کر نماز ختم کر دے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ایسی غلطی کی جس سے معنیٰ میں تغیرِ فاحش ہو گیا اور کسی قاعدۂ عربیہ سے معنیٰ کی تصحیح نہیں ہو سکتی تو نماز فاسد ہو گئی، اعادہ لازم ہے:

"وإن غير المعنىٰ تغيراً فاحشاً، فإن قرأ: ﴿وعصى آدم ربه فغوى﴾ بنصب ميم "آدم" ورفع باءَ "ربه" .... وما أشبه ذلك، لو تعمد به يكفر إذا قرأ خطأً، فسدت صلوته، الخ".

---

(۱) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً .... لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدرالمختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها زيادة كلمة لاعلى الوجه البدل: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا فى خلاصة الفتاوىٰ، النوع الثاني عشر في زلة القارى، نوع منه: إن زاد كلمة: ۱/۱۱۷، امجد اكيڈمی، لاهور)

قاضي خان: ۱/۱۶۸(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن، صحیح: عبداللطیف، ۱۷/محرم الحرام/۵۱ھ۔

نماز میں ایک آیت کا چھوٹنا

سوال[۳۲۳۰]: فجر میں امام صاحب نے سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ والفجر شروع کی تو پڑھتے پڑھتے ایک آیت ﴿والليل إذا يسر﴾ چھوڑ دی اور آگے پھر سورہ شریف پڑھ لی، اس طرح اب نماز سے فارغ ہونے کے بعد کچھ آدمیوں نے جو مقتدی شامل تھے، مشکوک حالت میں انفرادی طور پر دوبارہ الگ الگ نماز پڑھی، دوسری دفعہ پھر ایسی ہی غلطی ہوئی، "والشمس" پڑھی لیکن حسبِ سابق پڑھتے پڑھتے ﴿والأرض وماطحها﴾ چھوڑ دی اور باقی سورہ مکمل کر کے نماز پڑھی۔ اس طرح سہواً یا بوجہ یاد نہ ہونے کے قصداً نماز پڑھانے سے ادا ہو جاتی ہے اور اعراب کی غلطیوں تک کی پرواہ نہیں کرتے جب کہ وہ معنی نہیں جانتے۔ یہ دورافتادہ علاقہ ہے، کوئی دینی ادارہ یا مفتی کے نہ ہونے کی وجہ سے آپ سے رجوع کیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ان دونوں جگہوں کو بھول کر امام نے جو آیتیں چھوڑی ہیں اس کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی (۲)۔

---

(۱) (فتاویٰ قاضي خان، فصل في قراء ة القرآن خطأ وفي الأحكام المتعلقة بالقراء ة: ۱/۱۳۹، رشيديه)

"واختلف المتأخرون في ذلك .... لا تفسد صلاته وما قاله المتقدمون أحوط .... وما قاله المتأخرون أوسع؛ لأن الناس لا يميزون بين إعراب وإعراب، فلا تفسد الصلاة". (فتاویٰ قاضي خان، المصدر السابق: ۱/۱۴۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، مطلب: مسائل زلة القاري: ۱/۶۳۱، سعيد)

(۲) "لو ذكر آيةً مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية، لاتفسد .... أما إذا لم يقف ووصل، إن لم يغير المعنى نحو أن يقرأ: "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات، فلهم جزاء الحسنى" مكان قوله: ﴿كانت لهم جنات الفردوس نزلاً﴾، لاتفسد". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ذكر آية مكان آية: ۱/۸۰، رشيديه)

اگرکوئی صحیح العقیدہ مسائل سے واقف امام مل جائے تو وہ بڑی نعمت ہے،لیکن جب سارا علاقہ یہی دورافتادہ ہے اورکوئی بھی معنی معانی کا سمجھنے والا نہ ہوتو ان میں سے جو بہتر حالت میں ہو اسی کوامام بنالیا جائے (۱)،ایسی حالت میں امام کو چاہیے کہ چند سورتیں صحیح اور پختہ یادکرلے (۲) اوران کوہی نماز میں پڑھا کرے تاکہ غلطی نہ ہو۔معنی بگڑنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے اس لئے جب تک غلطی کا علم نہ ہوتو کیا حکم لگایا جائے۔فقط۔واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

آیت کا کچھ حصہ حذف کردینے سے نماز کا حکم

سوال[۳۲۲۱] : امام صاحب نے سورۂ بینہ میں ﴿إن الذين امنوا وعملوا الصالحات﴾ کے بعد ﴿لهم جنت تجری﴾ شروع کردیا اوراسی پرنماز ختم کردی،نماز لوٹائی نہیں گئی کیا نماز ہوگئی؟امام صاحب کا خیال ہے کہ نماز صحیح ہوگئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کا خیال درست ہے،نماز صحیح ہوگئی لوٹانے کی ضرورت نہیں:"وإن لم يكن (الحذف) على وجه الإيجاز والترخيم، فإن كان لا يغير المعنى، لاتفسد صلوته". عالمگیری :۱/۳۱، مطبوعہ کانپور(۳) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۲۴/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۲۵/۵/۸۸ھ۔

= (وكذا في الفتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصلوة، فصل في قراءة القرآن خطأ: ۱/۱۵۳، رشيديه)

(۱) "(والأحق بالإمامة الأعلم بأحكام الصلاة) فقط صحةً وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة، وحفظه قدر فرض، وقيل: واجب، وقيل: سنة". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة : ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، فصل: الجماعة سنة مؤكدة : ۱/۱۰۷، داراحياء التراث العربي)

(۲) "(وحفظ فاتحة الكتاب وسورة واجبٌ على كل مسلم)، ويكره نقص شئي من الواجب".

(الدرالمختار، كتاب الصلوة، فصل في القراءة : ۱/۵۳۸، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۹۲، رشيديه)

(۳) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها حذف حرف : ۱/۷۹، رشيديه)...... =

سورۂ"والطارق" کے کچھ اجزاء چھوٹ جانے سے نماز کا حکم

سوال[۳۲۳۲]: ایک شخص نے جمعہ کی نماز پڑھائی، اس میں انہوں نے سورۂ"والطارق" پڑھی اس کے اندر دوجگہ پر کچھ بھول گیا: پہلی جگہ "مم خلق" میں "عم خلق" پڑھا اور سانس کو برابر جاری رکھا، اور "خلق" کو چھوڑ کر ﴿من ماءٍ دافق -إلی- والسماء ذات الرجع﴾ صحیح پڑھتا چلا گیا، پھر ﴿إنه لقول فصل﴾ پڑھتا چلا گیا اور درمیان میں ﴿وماهو بالهزل﴾ چھوڑ دیا یعنی ﴿إنه لقول فصل﴾ پر بغیر وقف تام کئے ہوئے ﴿إنهم یکیدون﴾ پڑھا۔ تو کیا ایسی صورت میں نماز دوبارہ ادا کرنا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نماز کا دوبارہ پڑھنا ضروری نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱۲/۱۷ھ۔

دوآیتوں کا چھوٹ جانا

سوال[۳۲۳۳]: نماز میں سورۃ "عمّ یتساء لون" میں ﴿إلا حمیماً وغساقاً، جزاءً وفاقاً، إنهم کانوا لایرجون حساباً﴾(۲) کے بعد کی آیتوں کو چھوڑ کر ﴿فذوقوا فلن نزید کم إلاعذاباً﴾(۳) پڑھ دیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

= (وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الصلوة، الفصل الخامس فی حذف حرف عن کلمة: ۱/۴۸۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیه، کراتشی)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری، نوع منه، نقصان حرف: ۱/۱۱۲، امجد اکیڈمی، لاهور)

(۱) "لو ذکر آیة مکان آیة، إن وقف وقفاً تاماً ثم ابتدأ بآیة أخری أو ببعض آیة لاتفسد، کما لوقرأ: ﴿والعصر، إن الإنسان﴾، ثم قال: ﴿إن الأبرار لفی نعیم﴾". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری، ومنها ذکر آیة مکان آیة: ۱/۸۰، رشیدیه)

(۲) (سورة النباء، رقم الآیات: ۲۵، ۲۶، ۲۷)

(۳) (سورة النباء، رقم الآیة: ۳۰)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں غلطیوں سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۸۹ھ۔

"ق، والقرآن المجید" کا اعراب

سوال [۳۲۲۴]: ۱...... ﴿ق، والقرآن المجید﴾ اس آیت کریمہ میں لفظ "مجید" کو "دال" کے کسرہ اور ضمہ اور سکون کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بضم الدال پڑھا گیا تو نماز کیا مکروہ ہوجائے گی؟

دو آیتیں درمیان سے چھوٹ گئیں

۲...... ﴿قال لا تختصموا﴾ کے بجائے ﴿وما أنا بظلام للعبید﴾ پڑھتا ہے، اس کے بارے میں بھی مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... ﴿ق، والقرآن المجید﴾ میں "دال" پر کسرہ ہے، وقف کرنے کی وجہ سے دال پر سکون ہوجائے گا، دال پر قصداً ضمہ پڑھنا درست نہیں، ضمہ پڑھا گیا تب بھی نماز فاسد نہیں ہوگی (۲)۔

۲...... اگر غلطی سے دو آیتیں چھوٹ گئیں تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (مر تخریجه تحت عنوان: "بھول سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم")

(۲) "(قوله: ومنها زلة القاری)........... فاتفقوا علی أن الخطأ فی الإعراب لایفسد مطلقاً ولو اعتقاده کفراً؛ لأن أکثر الناس لا یمیّزون بین وجوه الإعراب". (ردالمحتار، مطلب: مسائل زلة القاری: ۱/۶۳۱، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری، منها اللحن فی الإعراب: ۱/۸۱، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها: ۱/۲۷۴، إمدادیه)

(۳) "لو ذکر آیةً مکان آیة، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآیة أخری أو ببعض آیة، لاتفسد کما لو قرأ: ﴿والعصر إن الإنسان﴾، ثم قال: ﴿إن الأبرار لفی نعیم﴾". (الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری، ومنها ذکر آیة مکان آیة: ۱/۸۰، رشیدیه) .... =

بھول جانے سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم

سوال[۳۲۳۵]: ایک شخص نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملاتا ہے اور ایک آیت پڑھنے کے بعد بھول جاتا ہے، پھر تین چار آیتیں چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے، اس طرح شروع و اخیر میں تین یا تین سے زائد آیتیں پڑھیں، درمیان میں تین آیتیں بھول گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، اگر آیت پر سانس ختم کرکے دوسرے سانس میں تین چار آیت کے بعد پڑھتا ہے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ضاد کا مخرج

سوال[۳۲۳۶]: نماز میں لفظ "ض" کو کس طرح ادا کیا جائے بعض لوگ اس کے اصل مخرج سے واقف نہ ہوتے ہوئے کبھی "ظ" پڑھ دیتے ہیں کبھی "ز" کبھی "ذ" کبھی "د"، اصل مخرج اس لفظ کا کیا ہے؟ نماز اس طرح پڑھنے سے ادا ہو جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ض" مستقلاً حرف ہے، اس کا مخرج حافۂ لسان اور اَضراسِ عُلیا ہے (۲)، اس کی صفات مستقل ہیں

= (وكذا في التاتارخانيه، كتاب الصلوة، الفصل الرابع في ذكر آية مكان آية: ۱/۴۷۴، إدارة القرآن)

(۱) "لو ذكر آيةً مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية، لاتفسد، كما لو قرأ: ﴿والعصر إن الإنسان﴾ ثم قال: ﴿إن الأبرار لفي نعيم﴾". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ذكر آية مكان آية: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، الفصل الثاني عشر في زلة القاري، جنس آخر: لو ذكر آيةً مكان آية: ۱/۱۱۷، امجد اكيڈمي، لاهور)

(۲) "فمن حافة اللسان من أقصاها إلى الأضراس الضاد" (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الرابع في كيفيتها: ۱/۳۶۲، المكتبة الغفاريه كوئٹه)

"والضاد من حافته إذ وليا: الأضراس من أيسر أو يمناها" (متن المقدمة الجزرية، باب مخارج الحروف، ص: ۱۲، مكتبه القرأة لاهور)

مجہورہ (۱) مستطیلہ (۲) رخوہ (۳) اس کو ادا کرنا تمام حروف سے زیادہ مشکل ہے، اس کے لئے بڑی مشق کی ضرورت ہے، کوشش یہ کی جائے کہ اپنے اصل مخرج سے اپنی پوری صفات کے ساتھ ادا ہو اور ممیز ہو جائے، قصداً اس کو ''دال'' یا ''زا'' یا ''ظ'' نہ پڑھے، کوشش کے باوجود جس طرح بھی ادا ہوگا نماز درست ہو جائے گی (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

''ضاد'' کو ''ذال'' وغیرہ پڑھنے کا حکم

سوال [۳۲۳۷] : اگر کوئی امام ضاد کی ادائیگی مخرج سے نہ کر سکے تو وہ کس کے مشابہ اس کو ادا کرے،

---

(۱) "الجهر لغةً : الإعلان ، واصطلاحاً : انحباس جرى النفس عند النطق بالحرف لقوة الاعتماد على المخرج وحروفها تسعة عشر، و هي ما سوى حروف الهمس". (فن الترتيل في أحكام التجويد، الصفات المتضادة، ص: ٧٠، مكتبه إحياء التراث الإسلامي)

(۲) "الاستطالة : و لها حرف واحد، وهو : الضاد ، سميت بذلك لاستطالتها ". (فن الترتيل في أحكام التجويد، الصفات التي لا ضد لها، ص: ٧٣، مكتبة إحياء التراث الإسلامي)

(۳) "الرخاوة لغةً: اللين ، واصطلاحاً : جريان الصوت مع الحروف لضعف الاعتماد على المخرج، و حروفها ستة عشر، و هي ما عدا حروف الشدة والتوسط". (فن الترتيل في أحكام التجويد، الصفات المتضادة، ص: ٧١، مكتبه إحياء التراث الاسلامي، بيروت)

(و كذا في متن المقدمة الجزرية، باب الصفات، ص: ١٣، ١٦، مكتبه القرأة لاهور)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: (جمال القرآن، ص: ٩، ١٣، دارالإشاعت) (وفوائد مكية، ص: ١٣، ١٩، قديمى)

(۴) " وإن ذكر حرفاً مكان حرف و غير المعنى، فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد، تفسد صلاته عند الكل، وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد، والصاد مع السين، والطاء مع التاء، اختلف المشايخ فيه قال: أكثرهم لا تفسد صلاته .... ولو قرأ الظالمين بالظاء أو بالذال، لاتفسد صلاته، ولو قرأ الدالين بالدال تفسد صلاته ". (فتاوى قاضي خان، فصل في القرأة في القرآن خطأ الخ: ١/١٤١، ١٤٣، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في زلةالقارئ، الفصل الأول في ذكر حرف مكان حرف : ١/٤٦٥، إدارة القرآن كراچى) .... =

آیا ذال کے یا دال کے یا ظا کے، ہر ایک کے جواز وعدم جواز کی دلیل کہ اگر ذال کے ساتھ مثلاً ناجائز ہے تو کیوں اور دوسرے کیساتھ کیوں جائز ہے اور نماز کن کن صورتوں میں فاسد ہوگی اور کن کن میں نہیں فاسد ہوگی؟

الجواب حامداًومصلیاً:

''ضاد'' مستقل حرف ہے اس کو کسی دوسرے حرف کے مشابہ قصداً نہیں پڑھنا چاہئے (۱) ''ظ'' کے ساتھ صفات میں زیادہ اشتراک ہے۔ نماز کی صحت وفساد معنی کی صحت وفساد اور قدرت ادا پر موقوف ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

''ضاد'' کو بلفظ ''دال'' پڑھنا

سوال[۳۲۳۸]: نماز میں'' ولا الضالین '' کو بلفظ دال پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو شخص ''ض'' کو صحیح ادا کرنے پر قادر ہو کر اس جگہ ''د'' پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (وكذا في البزازية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القاري : ۱/۴۲، رشيديه)

(۱) (مر تخريجه تحت عنوان المسئلة ''ضاد کا مخرج'')

(۲) قال في الخانية :"وإن ذكر حرفاً مكان حرف و غير المعنى، فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد، فقرأ الطالحات مكان الصالحات، تفسد صلاته عند الكل. وإن كان لا يمكن الفصل بين الحرفين إلا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين والطاء مع التاء، اختلف المشايخ فيه قال:"أكثرهم لا تفسد صلاته .... ولو قرأ الظالمين بالظاء أو بالذال، لاتفسد صلاته. و لو قرأ الدالين بالدال، تفسد صلاته". (فتاویٰ قاضی خان، فصل في القرأة في القرآن خطأ الخ : ۱/۱۴۱، ۱۴۳، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في زلة القارئ، الفصل الأول في ذكر حرف مكان حرف : ۱/۴۶۵، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في البزازية، كتاب الصلاة، الفصل الثاني عشر في زلة القاري : ۱/۴۲، رشيديه)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة)

قواعد تجوید کے مطابق لفظ ''اللہ'' کا تلفظ

سوال[۳۲۳۹]: أيها السادة! ما ذا تقولون في قراءة بعض الإخوان في بلادنا، لفظ الجلالة "الله" بعد دين: "الآم" فيه "ضاداً" و"ظاء" بالتفخيم بلا ترقيق، ويقولون: إن التفخيم سنة عقب الضم والفتح. هل تصح صلوتهم أم لا؟ ولما تبين لهم هذا الخطاء لم يرجعوا عن ذالك، لكن يداومون علىٰ غلطهم عناداً أو سهواً أو جسارةً، فهل يصح الاقتداء بهم في الصلوة أم لا؟ وهل ينبغي إعادة الصلوة إذا لم يصح الاقتداء؟ بينوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

لفظ الجلالة "الله" باللام ليس فيه الرائحة من الضادوا الظاء، فمن يقرأ بالضاد والظاء .... متعمداً لايصح الاقتداء به، بل تجب إعادة الصلوة بهذا التحريف (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

"الحمد" کی جگہ "الهمد" پڑھنا

سوال[۳۲۴۰]: اگر امام "الحمد" کے بجائے "الهمد" پڑھے اسی طرح دوسرے الفاظ میں بھی غلطی کرے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جوشخص "الحمد" پڑھنے پر قادر نہیں بلکہ اس کی جگہ "الهمد" پڑھتا ہے یعنی ''حاء'' کی جگہ ''ہاء'' پڑھتا ہے نماز اس کی بھی صحیح ہوجائے گی، کذا فی الکبیری (۲)، مگر ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے جب کہ صحیح پڑھنے

---

(۱) "وإن غير المعنى، فإن أمكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد، فقرأ "الطالحات" مكان "الصالحات" تفسد صلاته عند الكل". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاری: ۱/۷۹، رشیدیه)

(وكذا في الفتاوىٰ قاضي خان: ۱/۱۴۱، رشیدیه)

(وكذا في التاتارخانيه: ۱/۴۶۷، إدارة القرآن)

(۲) قال العلامة الحلبي: "(وذكر في الملتقط أنه لو قرأ في الصلاة "الحمد لله" بالهاء مكان الحاء أو قرأ =

والا امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"الحمد" کے "دال" کے پیش کو بڑھانے سے نماز کا حکم

سوال[۳۲۴۱]: امام نے سورۂ فاتحہ میں "الحمد" کے بجائے "الحمدو للہ" پڑھا معنی میں کوئی تبدیلی ہوئی یا نہیں؟ نماز میں کوئی فساد لازم آیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"الحمد" کی دال کا پیش کچھ بڑھا دیا، یا دال کے فوراً بعد "للہ" پڑھا تو بھی نماز درست ہوگئی، اس سے بھی سجدۂ سہو لازم نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۹۲ھ۔

نستعین میں "الف" کا اضافہ

سوال[۳۲۴۲]: سورۂ فاتحہ میں "نستعین" کی جگہ "نستاعین" سورۂ "والضحیٰ" کی آخری آیت:

= "کل هو الله أحد" بالكاف مكان القاف (و) الحال أنه (لا يقدر على غيره تجوز صلاته) و لا تفسد". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في بيان أحكام زلة القارى، ص: ۴۸۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

" و إذا قال: "الهمد لله" بالهاء، تفسد إذا كان لا يجتهد لتصحيحه، و ينبغي أن لا تفسد؛ لأن الهاء تبدل من الحاء يقال "مدحته" و "مدهته" ...... و لا يقدر عليه، فصلاته جائزة". (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفرائض، الفصل الأول في ذكر حرف مكان حرف: ۱/۴۲۶، إدارة القرآن كراچی)

(۱) " والذي ينبغي أن يكون الحكم فيه كالحكم في الألثغ أنه يجتهد في إصلاح لفظه و لا تفسد صلاته ما دام على الاجتهاد، و لكن لا يجوز لغيره الاقتداء به" (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة ، فصل في بيان أحكام زلة القارى، ص: ۴۸۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۶، رشيديه)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "ولنبلونكم" کی جگہ "ولا نبلونكم........... اهـ")

﴿وأما بنعمة ربك فحدث﴾ پڑھنے میں "ربك" کے بعد الف کا اضافہ کردیتے ہیں اور سورۂ ماعون میں "طعام" کو "طُعام" پڑھنے میں نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ان غلطیوں سے نماز فاسد نہیں ہوتی تاہم اصلاح ان کی بھی لازم ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

"رب العلمین" اور "یوم الدین" کی جگہ "راب العلمین" اور "یا وم الدین" اور "مستقیم" کی جگہ "مستقَیم" پڑھنا

سوال[۳۲۴۳]: ایک امام "رب العالمین" کی جگہ "راب العالمین"، "یوم الدین" کی جگہ "یاوم الدین"، "مستقیم" کی جگہ "مستقَیم" پڑھے تو اس صورت میں نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ان الفاظ کو اس طرح پڑھا کہ "رب العالمین" کی "راء" کو مفخم پڑھا جس سے سننے والے کو اس کے ساتھ الف کا شبہ ہوگیا اور "یوم الدین" کے "واؤ" کو بطریقِ لین پڑھا اور اس کے ماقبل فتحہ کو انفتاحِ فم اور انفتاحِ صوت کے ساتھ پڑھا جس سے شبہ ہوگیا کہ "یاوم الدین" ہوگیا اور "مستقیم" کے "قاف" کو صفتِ استعلاء کے ساتھ ادا کیا جس سے شبہ ہوا کہ "مستقَیم" پڑھا ہے، تو نماز ادا ہوگئی اور اس کے ساتھ اقتداء بھی درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/صفر/۸۹ھ۔

---

(۱) "و لو زاد کلمةً أو نقص کلمةً أو نقص حرفاً .... لم تفسد ما لم یتغیر المعنی". (الدر المختار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها: ۱/ ۶۳۲، سعید)

"الخطأ إذا دخل في الحرف، لا تفسد؛ لأن في هذا بلوی عامة الناس، لا یقیمون الحرف، و لا یمکنهم إقامتها إلا بمشقة". (التاتارخانیه، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الأول: ۱/ ۴۷۸، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراتشي)

(و کذا في رد المحتار، مطلب في مسائل زلة القاري: ۱/ ۶۳۳، سعید)

(۲) "الخطاء إذا دخل في الحرف، لا تفسد؛ لأن في هذابلوی عامة الناس، لا یقیمون الحرف و لا =

”لا یوقنون“ کی جگہ ”لا یؤمنون“ پڑھ دیا

سوال[۳۲۴۴]: اپنے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے سورہ الطّور شریف میں رکوع نمبر:۲ میں ”بل لایوقنون“ کے بجائے ”بل لا یؤمنون“ پڑھ لے تو نماز ہوجاوے گی یا نہیں؟ فقط۔

محمد امام محلّہ سرائے فیض علی سہارنپور، ۳/محرم/۵۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھول کر اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/محرم/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۳/محرم/۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/محرم/۵۹ھ۔

”کافرون“ کی جگہ ”ظالمون“ پڑھ دیا

سوال[۳۲۴۵]: اگر کوئی شخص نماز میں ”إنہ لایفلح الکافرون“ کے بجائے ”إنہ لایفلح الظالمون“ پڑھ دے تو اس کی نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

= یمکنهم إقامتها إلا بمشقة". (التاتارخانیه، کتاب الصلوة، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الأول فی ذکر حرف مکان حرف: ۱/۴۷۸، إدارة القرآن، کراچی)

(وکذا فی ردالمحتار، مطلب فی مسائل زلة القاری: ۱/۶۳۳، سعید)

(۱) "ولو زاد کلمةً أو نقص کلمةً أو نقص حرفاً، أو قدمه أو بدله بآخر نحو.......... "انفرجت" بدل "انفجرت"، "ایاب" بدل "أواب" لم تفسد مالم یتغیر المعنی". (الدرالمختار، باب مایفسد الصلوة ومایکره فیها: ۱/۶۳۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری، منها ذکر کلمة مکان کلمة: ۱/۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری، جنس آخر فی الکلمة مکان کلمة: ۱/۱۱۵، امجد اکیڈمی لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قصداً ایسا پڑھنا جائز نہیں اور سہواً اس طرح پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

"لِلْیُسْریٰ" کی جگہ "لِلْعُسْریٰ" پڑھ دیا

سوال [۳۲۴۶]: سائل نے بھول کر "واللیل إذا یغشیٰ" میں "فسنیسترہ للعُسری" پڑھا تو کیا حکم ہے؟ پھر یاد آنے کی صورت میں دوسری سورت پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معنی بگڑ گئے، نماز فاسد ہوگئی (۲)، دوسری سورت پڑھنے سے بھی نماز صحیح نہیں ہوگی (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۶/۱۶ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "لایوقنون کی جگہ "یؤمنون پڑھ دیا"۔)

(۲) "وإن غیّر المعنی بأن قرأ: "إن الأبرار لفی جحیم، وإن الفجار لفی نعیم". أو قرأ: "إن الذین آمنوا وعملوا الصالحات، أولٰئک هم شر البریة" .... تفسد صلاته؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالیٰ به. وقال بعضهم: لا تفسد صلاته لعموم البلوی، والأول أصح". (فتاویٰ قاضی خان، فصل فی قراءة القرآن خطأً.......... إن ذکر آیةً مکان آیة: ۱/۱۵۳، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری، ذکر آیة مکان آیة: ۱/۸۱، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاویٰ، الفصل الثانی عشر فی زلة القاری، جنس آخر فی ذکر آیة مکان آیة: ۱/۱۱۸، امجد اکیڈمی، لاهور)

(۳) تنبیہ: البتہ اگر غلطی فاحش کے بعد فوراً تصحیح کردی، تو نماز صحیح ہوجائے گی، جیسا کہ فتاویٰ حقانیہ میں ہے: "سوال: کوئی شخص نماز میں قرأت کے دوران الفاظ یا اعراب کی غلطی کر جائے اور بعد میں علم ہونے پر فوراً اس کا ازالہ کردے اور دوبارہ درست قرأت پڑھے، تو اس سے نماز میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

الجواب: نماز میں قرأت کی غلطی ہوجانے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نماز درست اور صحیح ہوگی:

"ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطأ فاحش، ثم رجع وقرء صحیحاً، قال عندی صلاته جائزة وکذالک الإعراب". [الفتاویٰ الهندیة: ۱/۸۲، الباب الرابع فی صفة الصلوة، فصل فی زلة القاری]". =

"ولم یجدوا" کی جگہ "ولا یجدوا" پڑھنا

سوال[۳۲۴۷]: اگر امام صاحب نے قراءت پڑھی ایک بڑی آیت کی مقدار، یا اس سے زائد یعنی واجب قراءت کی مقدار یا زائد صحیح پڑھ گیا تو نماز درست ہوئی یا نہیں (جب کہ آخر میں جا کر غلطی کرے) جیسے "ولم یجدو" کی بجائے "ولا یجدوا"۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اتنا ہی تغیر ہوا ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"لربہ" کی جگہ "للانسان" پڑھ دیا

سوال[۳۲۴۸]: امام نے "وکان الشیطن لربہ کفوراً" کے بجائے "وکان الشیطن للانسان کفوراً" پڑھا، تو نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فاسد نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (فتاویٰ حقانیہ، باب القرأۃ: ۳/۱۷۷، المطبع العربیہ، لاہور)

(وکذا فی احسن الفتاویٰ، مسائل زلۃ القاری: ۳/۴۴۵، سعید)

(وکذا فی امداد الفتاویٰ، باب شروط الصلوۃ وصفتہا: ۱/۱۶۸، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مسائل زلۃ القاری: ۴/۸۱، دارالاشاعت)

(۱) "(ومنها) ذكر كلمة مكان كلمة على وجه البدل، إن كانت الكلمة التي قرأها مكان كلمة، يقرب معناها وهي في القرآن، لا تفسد صلاته نحو: إن قرأ مكان العليمِ الحكيمَ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، الفصل الثاني عشر، جنس آخر في ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۱۱۵، امجد اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في الدر المختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۳۳، سعيد)

(۲) "وان كان اختلافاً متباعداً نحو أن يختم آية الرحمة بآية العذاب أو آية العذاب بآية الرحمة أو أراد =

"عَمَلَ عَامِلٍ" کی جگہ "عَمَلَ عَمَلٍ" پڑھ دیا

سوال[۳۲۴۹]: اگر امام نے ﴿فاستجاب لهم ربهم إنی لا أضيع عمل عاملٍ منكم﴾ کے بجائے "عَمَلَ عَمَلٍ منكم" پڑھ دیا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(مولانا) مرتضی حسین صاحب کانپوری۔

الجواب حامداً ومصلياً:

فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

"يتلون عليكم آيات ربكم" میں "آیات" کی جگہ "آیاتی" پڑھ دیا

سوال[۳۲۵۰]: پارہ نمبر ۲۴، میں ﴿يتلون عليكم آيات ربكم﴾ میں اگر "آیاتی" پڑھا جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

﴿ایات ربکم﴾ کی جگہ اگر "آیاتی" پڑھا جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، لیکن آیت کو صحیح

= أن يقرأ: "الرحمن علم القرآن" فجرى على لسانه "الشيطان" أو أراد أن يقرأ: "الشيطان يعدكم الفقر" فجرى على لسانه "الرحمن" فعلى قول أبي حنيفة ومحمد تفسد، وأما على قول أبي يوسف لاتفسد صلاته إذا لم يقصد ذلك ومرّ على لسانه غلطاً .... وبه كان يفتي الشيخ الإمام أبو الحسن، وهو اختيار محمد بن مقاتل الرازي". (الفتاوىٰ التاتارخانيه، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الثاني في ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۴۸۰، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الرابع .....فرع في ذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۳۶۸، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(۱) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً أو قدمه أوبدله بآخر .... لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدرالمختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها حذف حرف: ۱/۷۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب الصلوة، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الخامس: ۱/۴۸۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية)

پڑھنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"إذا جآء أجلهم" میں صرف "جاء أجلهم" یا "وكان سعيكم" میں صرف "سعيكم" پڑھنا

سوال[۳۲۵۱]: جو امام نماز میں کوئی حرف بھول کر چھوڑ دے جیسا کہ ﴿إذا جاء أجلهم﴾ میں "جاء أجلهم" یا ﴿وكان سعيكم مشكوراً﴾ میں "وكان" چھوڑ کر صرف "سعيكم" پڑھ جائے تو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد نہیں اور ہر صورت کا حکم یکساں نہیں، جیسی صورت ہوگی ویسا ہی حکم ہوگا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۳/۵/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۴/۶۰ھ۔

---

(۱) "(ومنها) زيادة حرف، إن زاد حرفاً، فإن كان لا يُغيّر المعنى، لاتفسد صلاته عند عامة المشايخ، نحو: أن يقرأ: "وانهى عن المنكر" بزيادة الياء، هكذا في الخلاصة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها زيادة حرف: ۷۹/۱، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، الفصل الثاني عشر في زلة القارى، نوع منه فإن زاد حرفاً: ۱۱۱/۱، امجد اكيڈمى، لاهور)

(۲) "ولو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً .... لم تفسد مالم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۶۳۲/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها حذف حرف: ۷۹/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانيه، كتاب الصلوة، نوع آخر في زلة القارى، الفصل الخامس: ۴۸۶/۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراتشى)

"جزاءً وفاقاً" کی جگہ "جزآءً من ربك" پڑھ دیا

سوال[۳۲۵۲]: فجر کی نماز میں امام نے سورۂ نباء پڑھی ﴿إلا حميماً وغساقاً﴾ کے بعد بجائے ﴿جزاءً وفاقاً﴾ کے ﴿جزاءً من ربك عطاءً حساباً﴾ الخ، پڑھا۔ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ یہاں دونوں قسم کی رائے ہوگئی،بعض نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی اس لئے کہ معنی خراب ہوگئے،بعض نے کہا کہ معنی خراب نہیں ہوئے بلکہ مضمون بدل گیا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورت مذکورہ میں اگر "وغساقاً" پر آیت کردی تھی تو نماز فاسد نہیں ہوئی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۸/ ۷/ ۸۸ھ۔

"وجوهٌ يومئذ خاشعة" کے بجائے "وجوهٌ يومئذ ناعمة" پڑھنا

سوال[۳۲۵۳]: فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں امام نے سورۃ الغاشیہ پڑھی ﴿وجوه يومئذ خاشعة﴾ کے بجائے سہواً "وجوه يومئذ ناعمة" پڑھا اور چھ آیات درمیان سے چھوٹ گئیں اور سورت ختم کی،سجدۂ سہو بھی نہ کیا۔آیا یہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سورۃ الغاشیہ میں ﴿وجوهٌ يومئذ خاشعة﴾ کے بعد چند آیات سہواً چھوٹ گئیں اور "وجوهٌ يومئذ ناعمة" پڑھا گیا تو سجدۂ سہو لازم نہیں،نماز درست ہوگئی (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۹/ ۵/ ۹۲ھ۔

"إنما ينهٰكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين" کی جگہ "لم يقاتلوكم في الدين" پڑھنا

سوال[۳۲۵۴]: سورۂ ممتحنہ پارہ:۲۸،رکوع:۲،آیت:۳،یعنی ﴿إنما ينهاكم الله عن الذين

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "بھول سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم")

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "بھول سے آیات چھوٹ جائیں تو نماز کا حکم")

قاتلوكم في الدين﴾ کی جگہ "لم يقاتلوكم في الدين، ولم يخرجوكم" تا "هم الظالمون" (۱) پڑھا گیا، نماز ہوگئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو اس کی تلاوت کو ایک ماہ گزر گیا ہے، کوئی مقتدی پردیسی ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

معنی بگڑنے سے نماز فاسد ہوگئی (۲)۔ دن تاریخ یاد نہ ہو تو نیت اس طرح کی جائے کہ جس دن سورۂ ممتحنہ کی فلاں آیت غلط پڑھنے سے فلاں نماز خراب ہوئی تھی اس کا اعادہ کرتا ہوں (۳)۔ جہاں تک مقتدیوں کو اطلاع کرنا اپنے قابو میں ہو اطلاع کردی جائے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۵/۱۲ھ۔

"فَادْخِلو ناراً" کی جگہ "فَادَخَلوا"، "الذين ضل سعيهم" میں "اللّظين" پڑھ دیا

سوال[۳۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

---

(۱) (سورة الممتحنة:۷)

(۲) "أما إذا غيّر المعنى بأن قرأ: "إن الذين آمنوا وعملو الصالحات، أولئك هم شرّالبرية، إن الذين كفروا من أهل الكتاب" .... "خالدين فيها، أولئك هم خير البرّية" تفسد عند عامة علمائنا، وهو الصحيح، هكذا في الخلاصة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها ذكر آية مكان آية: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأً .... إن ذكر آيةً مكان آية: ۱/۱۵۳، رشيديه)

(۳) "(قوله: والأصح اشتراط التعين الخ) .... وفي الصلاة أن يعين الصلاة ويومها بأن يعين ظهريوم كذا، ولو نوى أول ظهر عليه أو آخره، جاز، وهذا مخلص من لم يعرف الأوقات التي فاتته أو اشتبهت عليه أو أراد التسهيل على نفسه". (ردالمحتار، مسائل شتى: ۶/۷۳۴، سعيد)

(۴) (وإذا ظهر حدث إمامه) وكذا كل مفسد في رأى مقتد (بطلت فيلزم إعادتها .... كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمّهم وهو محدث أو جنب) أوفا قد شرط او ركن .... (بالقدر الممكن) بلسانه أو (بكتاب أو رسول على الأصح) لو معينين وإلّا لايلزمه، بحر عن المعراج". (الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/۵۹۱، ۵۹۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۳۸، رشيديه)

۱...... نماز میں امام نے سورۂ نوح کی آیت:﴿مما خطيئتهم أغرقوا فأُدخِلوا ناراً﴾ کی جگہ "فأدخَلوا" پڑھا، چونکہ معنی بدل گئے اس لئے عرض ہے کہ نماز ہوگئی یا نہیں؟

۲...... صبح کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ قیامہ (پارہ تبارك الذی) ورکعتِ ثانیہ میں بقرہ (پارہ تلك الرسل) رکوع آکر ﴿لله مافی السمٰوٰت﴾ الخ پڑھا۔ چونکہ ترتیب بدل گئی اس لئے نماز ہوگئی یا نہیں؟

۳...... نماز کی نیت باندھنے سے پہلے "بسم اللّٰه الرحمن الرحيم" پڑھنا بدعت بتلاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، بسم اللہ نہ پڑھنی چاہیے؟

۴...... نماز میں سورۂ کہف پارہ:۱۶، آیت:﴿قل هل أنبئكم بالأخسرين أعمالاً، الذين ضل سعيهم﴾ الخ "اللّظين" یعنی بجائے "ذ" کے "ظ" پڑھی گئی، نماز میں تو کوئی شک نہیں یا لوٹائی جائے؟

محمد ادریس سہارنپوری، از بڑوت ضلع میرٹھ، ۱۰/ شعبان/ ۵۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... نماز ہوگئی، معنی ایسے نہیں بدلے کہ جس سے نماز فاسد ہوجائے (۱)۔

۲...... نماز ہوگئی، لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے: "ويكره الفصل بسورة قصيرة، وأن يقرأ منكوساً". درمختار (۲)۔ "هذا إذا كان قصداً، وأما سهواً، فلا". كبيری، ص: ٤٦٢ (۳).

۳...... نیت باندھنے سے پہلے "بسم اللّٰه" پڑھنا ثابت نہیں (۴)۔

---

(۱) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "سمع الله لمن حمده" میں "ع" کی زیر کے ساتھ "بمصابيح" کی "ح" کو زیر کے ساتھ پڑھنا")

(۲) (الدر المختار، فصل في القراءة: ۱/۵۴۶، سعید)

(۳) العبارة بأسرها: "ويكره أن يقرأ في الثانية سورةً فوق التي قرأها في الأولى؛ لأن فيه ترك الترتيب الذي أجمع عليه الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، هذا إذا كان قصداً، وأما سهواً، فلا". (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة ومالايكره، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۴) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه، فهو رد". (الصحيح للإمام مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد =

۴...... یہ لفظ مہمل ہوگیا، نماز لوٹائی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/ ۸/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ شعبان/ ۵۷ھ۔

"الإنسان" منصوب کی جگہ "الإنسان" مرفوع اور "فی أحسن تقویم" کو "ما أحسن تقویم" پڑھنا

سوال [۳۲۵۶]: اگر نماز میں قرأۃ کرتے ہوئے ﴿لقد خلقنا الإنسان﴾ کے بجائے "لقد خلقنا الإنسانُ" پیش کے ساتھ پڑھ دے اور "فی أحسن تقویم" کے بجائے "ما أحسن تقویم" پڑھ دے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہاں! اس طرح بھی معنیٰ نہیں بگڑیں گے، بلکہ صحیح بن جائیں گے، نماز درست ہوجائے گی مگر قصداً ایسا نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= محدثات الأمور: ۲/۷۷، قدیمی)

(وصحیح البخاری، کتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۱/ ۳۷۱، قدیمی)

(۱) "وإن اختلف المعنی ولم یکن فی القرآن نحو أن یقرأ: .... ﴿ما أنا بظلام للعبید﴾ بالذال، تفسد صلاته". (الفتاویٰ التاتارخانیه، نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الأول فی ذکر حرف مکان حرف: ۱/۴۶۸، ۴۷۱، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، کراچی)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان، فصل فی القراءة خطأً بذکر حرف مکان حرف: ۱/ ۱۴۱، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الفصل الخامس فی زلة القاری .... منها ذکر حرف مکان حرف: ۱/ ۷۹، رشیدیه)

(۲) "قوله: (کما لو بدل) هذا علی أربعة أوجه؛ لأن الکلمة التی أتی بها، إما أن یتغیر المعنی أولا .... و إذا لم تغیر، لا تفسد الخ". (رد المحتار، باب ما یفسد الصلاة و ما یکره فیها، مطلب فی مسائل زلة القاری: ۱/ ۶۳۲، ۶۳۴، سعید) .... =

"مأکول" بغیر "ل" کے پڑھ دیا

سوال[۳۲۵۷]: سورۂ "الم ترکیف" میں "مأکول" کے بجائے "مأکو" بغیر لام کے پڑھ دیا تو نماز ہوگئی یا کہ نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سانس کم ہونے کی وجہ سے اخیر کا حرف بعض دفعہ آہستہ ادا ہوتا ہے، اگر بالکل ادا نہیں ہوا تب بھی نماز کو فاسد نہیں کہا جائے گا(۱)، فساد سے بچانے کے لئے تاویلِ بعید کی بھی کبھی نوبت آجاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

"تحضُون" کے بجائے "تحضَون" پڑھ دیا

سوال[۳۲۵۸]: اگر امام نے قراءت میں "تحضُون" پیش کے بجائے زبر پڑھ دیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۸۰، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، رشيديه)

"وأما الإعراب، فإن لم يغير المعنى لا تفسد .... (وقال أيضاً) و في الحروف إما بوضع حرف مكان آخر أو تقديمه أو تاخيره أو زيادته أو نقصه .... فإذا وضع حرفاً مكان غيره فإما خطأً وإما عجز، فالأول إن لم يغير المعنى .... لا يفسد و إن غير فسدت .... فالعبرة عدم الفساد عدم تغيير المعنى". (فتح القدير: ۱/۲۸۱، ۲۸۲، فصل في القرأة، رشيديه)

(۱) "و لو زاد كلمةً أو نقص كلمةً أو نقص حرفاً .... لم تفسد ما لم يتغير المعنى". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، مطلب في مسائل زلة القاري: ۱/۶۳۲، سعيد)

"(ومنها) حذف الحرف، فإن كان على سبيل الإيجاز و الترخيم .... وإن لم يكن على وجه الإيجاز والترخيم، فإن كان لا يغير المعنى، لا تفسد صلاته الخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۷۹، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في زلة القاري، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۱/۴۸۵، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة، إدارة القرآن كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوگئی، اس سے معنی نہیں بگڑے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

"أنفُسُکم" مرفوع کی بجائے "أنفُسَکم" منصوب پڑھنا

سوال[۳۲۵۹]: اگر "أنفسُکم" کے "س" پر پیش کے بجائے زبر پڑھا جائے تو اس حالت میں نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

"ہ" کی جگہ "ح" یا برعکس پڑھنا

سوال[۳۲۶۰]: اگر نماز میں لفظ صحیح پڑھا مگر ادا زبان سے چھوٹی "ہ" کے بجائے بڑی "ح" کی آواز معلوم ہوئی، یا بڑی "ح" کے بجائے چھوٹی "ہ" کی آواز معلوم ہوئی تو اس حالت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "إذا لحن في الإعراب لحناً لايغير المعنى بأن قرأ: "لا ترفعوا أصواتُكم" برفع التاء، لا تفسد صلاته بالإجماع". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، و منها اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۱/۳۷۹، مكتبه غفاريه، كوئٹه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: " 'تحضُون' کے بجائے 'تحضَون' پڑھ دیا")

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۱۸ھ۔

"ولنبلونکم" کی جگہ "ولا نبلونکم" اور "ماأغنی عنه مالُه" کی جگہ "مالَه" پڑھ دیا

سوال[۳۲۶۱]: زید نے عشاء کی نماز کے اندر تین دن میں تین غلطیاں کیں:

۱...... پارہ، نمبر۲: رکوع، نمبر۳: میں آیت ﴿ولنبلونکم بشئی من الخوف﴾ الخ میں لامِ تاکید کی جگہ لائے نفی پڑھ دیا جس کی وجہ سے معنی بالکل الٹ ہوگئے۔

۲......سورۂ "تبت یدا" میں ﴿ما أغنی عنه مالُه﴾ بضم اللام کے بجائے بفتح اللام پڑھ دیا۔

۳...... پارہ نمبر: ۲۷، سورۂ رحمٰن میں ﴿خلق الإنسان من صلصال﴾ الخ کے بعد آیت ﴿رب المشرقین ورب المغربین﴾ کو پڑھنا چاہیے تھا لیکن ثانی آیت چھوڑ کر آگے والی آیت ﴿یخرج منهما اللؤلؤ﴾ پڑھ دیا، اس کے بعد ﴿رب المشرقین﴾ کو پڑھا ہے۔ ان تینوں صورتوں میں کون سی حالتوں میں نماز ہوئی اور کون سی صورت میں فاسد ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... بعض علاقوں میں لوگ فتحہ کو کچھ کھینچ کر ہی پڑھتے ہیں، یہ غلطی ان سے غیر شعوری طور پر ہو ہی جاتی ہے جس کی وجہ سے سننے والے یہ سمجھتے ہیں کہ لامِ تاکید کی جگہ لائے نفی پڑھا گیا ہے۔ غلبۂ جہل کی وجہ سے متأخرین ایسی صورت میں نماز کے فساد کا حکم نہیں لگاتے (۲)۔

---

(۱) "ولو زاد کلمةً أو نقص کلمةً أو نقص حرفاً، أو قدّمه أو بدّله بآخر .... لم تفسد مالم یتغیر المعنی". (الدرالمختار، باب مایفسد الصلوة ومالایکره فیها: ۱/۶۳۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب الصلوة نوع آخر فی زلة القاری، الفصل الأول فی ذکر حرف مکان حرف: ۱/۴۶۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیه، کراتشی)

(۲) "(قوله: ومنها زلة القاری) .... فاتفقوا علی أن الخطأ فی الإعراب لایفسد مطلقاً ولو اعتقاده =

۲......سورۂ تبت میں جو حرکت لام کی غلطی ہوئی اس سے معنی فاسد نہیں ہوئے (۱)۔

۳......سورۂ رحمٰن میں جو آیت کی تقدیم وتاخیر ہوئی اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔ تاہم امام صاحب کو پوری احتیاط سے نماز پڑھانے کی ضرورت ہے، چند سورتیں خوب صحیح یاد کرلیں، ان کو ہی پڑھا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۱/۹۵ھ۔

"مالُہ" کی جگہ "مالَہ" پڑھ دیا

سوال[۳۲۶۲]: ایک شخص نے مغرب کی نماز میں سورہ لہب پڑھا اور "مـالُـه" کی جگہ سہواً "مـالَـه" پڑھ دیا تو کیا نماز ہوجائے گی یا نماز کا لوٹانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس غلطی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوئی، معنیٰ نہیں بگڑے (۳) صحیح پڑھنے کا خیال رکھا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۹۲ھ۔

= كفراً؛ لأن أكثر الناس لايميّزون بين وجوه الإعراب. قال قاضي خان: ماقاله المتأخرون أوسع، وماقاله المتقدمون أحوط". (ردالمحتار، مطلب: مسائل زلة القاری: ۱/۶۳۱، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاری، ومنها: اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ التاتارخانية، نوع آخر في زلة القاری، الفصل العاشر في اللحن في الإعراب: ۱/۴۹۴، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراچی)

(۱) (راجع، ص: ۱۴۴، الحاشية رقمها: ۲)

(۲) "لو ذكر آيةً مكان آية، إن وقف وقفاً تاماً، ثم ابتدأ بآية أخرى أو ببعض آية، لاتفسد، كمالو قرأ: "والعصر إن الإنسان" ثم قال: "إن الأبرار لفي نعيم" .... أما إذا لم يقف ووصل، إن لم يغيّر المعنى نحو أن يقرأ: "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات، فلهم جزاء الحسنى" مكان قوله: "كانت لهم جنات الفردوس نزلاً" لا تفسد". (الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاری، منها: ذكر آية مكان آية: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانيه، نوع في زلة القاری، الفصل الثاني في ذكر آية مكان آية: ۱/۴۷۹، إدارة القرآن)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: " 'ولنبلونكم" کی جگہ 'ولانبلونكم' اور 'ماأغنى عنه مالُه' کی جگہ 'مالَه' پڑھ دیا")

سورۂ جمعہ میں "انفضّوا" کی جگہ "انفضّ" پڑھنے کا حکم

سوال[۳۲۶۳] : امام صاحب نے درحالتِ صلوۃ سورۂ جمعہ کا آخری رکوع تلاوت فرمایا: ﴿وإذا رأو تجارةً أو لهوا انفضوا﴾ کے بجائے "انفض" کہہ پائے تھے کہ سانس بھرآئی اور "انفضوا" کو پورا نہ کرسکے، پھر جب قراءت شروع کی تو بجائے "انفضوا" کے "فضوا" پڑھا۔ کیا ایسی صورت میں نماز درست ہوگئی؟ اگر نہیں تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ ایسے ہی "التکاثر" پورا نہیں کیا بلکہ "ألهکم التکاثر" کہہ کر سانس توڑی یا نہیں توڑی مگر کچھ اس طرح الگ الگ پڑھا جس سے دھوکہ ہونے لگا، اس کے بعد پڑھنا شروع کیا۔ تو اس طرح نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح نہیں پڑھنا چاہیے، تاہم نماز ہوگئی، اعادہ واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"خیراً یرہ" کی جگہ "شرًّا یرہ" پڑھ دیا

سوال[۳۲۶۴] : سورۃ "إذا زلزلت" میں ﴿فمن یعمل مثقال ذرة خیراً یره﴾ کی جگہ ﴿ومن یعمل ذرة شراً یره﴾ یا اس کے عکس اگر پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "إذا وقف في غير موضع الوقف، أو ابتدأ من غير موضع الابتداء، فإنه على وجهين: الأول: أن لا يتغير به المعنى تغيراً فاحشاً .... لاتفسد صلاته بالإجماع بين علمائنا رحمهم الله .... ولو قرأ: "أأنت قلت للناس" ووقف عليه .... أو "فحشر فنادى فقال" ووقف عليه، إن وقف لانقطاع النفس في هذه الموضع، لاتفسد صلاته". (الفتاویٰ التاتارخانیه ، نوع آخر في زلة القاری، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء : ۱/۴۷۹، إدارة القرآن، کراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثامن في الوقف والوصل والابتداء : ۱/۳۷۷، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاری ، ومنها الوقف والوصل والابتداء في غير موضعها : ۱/۸۱، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

"لایملکون منه خطاباً" میں "إلا خطاباً" پڑھنے کا حکم

سوال[۳۲۶۵]: اگر کوئی شخص نماز میں ﴿لایملکون منه خطاباً﴾ کے بجائے "لایملکون منه إلا خطاباً" پڑھ جائے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں معنی میں تغیر فاحش ہوگیا جو کہ مقصودِ قرآن کریم کے خلاف ہے، لہٰذا نماز فاسد ہوگئی (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

"سمع الله لمن حمده" میں "ع" کو زیر کے ساتھ اور "بمصابیح" کی "ح" کو زیر کے ساتھ پڑھنا

سوال[۳۲۶۶]: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب میں ہے کہ "زیر" کی جگہ "زبر" یا

---

(۱) "أحدها: أن يقدم بجملة على جملة، ويفهم بالتقديم مايفهم بالتأخير، نحو أن يقرأ: "يوم تسودّ وجوه وتبيضّ وجوه" أو يقرأ: "وكتبنا عليهم فيها أن العين بالعين والنفس بالنفس" .... ونحو ذلك، لاتفسد". (المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل السابع في الخطأ في التقديم والتأخير: ۱/۳۷۶، المكتبة الغفارية، كوئٹه)

(وكذا في التاتارخانيه، نوع في زلة القارى، الفصل السابع في الخطأ في التقديم والتأخير: ۱/۴۸۸، إدارة القرآن، كراچى)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها الخطأ في التقديم والتأخير: ۱/۸۰، رشيديه)

(۲) "اعلم أن الكلمة الزائدة إما أن تكون في القرآن أولا، وعلى كلٍّ: إما أن تغير أولا، فإن غيرت، أفسدت مطلقاً". (ردالمحتار، مطلب: مسائل في زلة القارى: ۱/۶۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها زيادة كلمة: ۱/۸۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، فصل في قراءة القرآن: ۱/۱۵۴، رشيديه)

برعکس پڑھنے سے نماز فاسد ہوجائے گی''(۱)۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ایسی غلطی سے صرف قراءت میں نماز فاسد ہوگی؟ ایک امام مقررہ "سمع اللہ لمن حمدہ" میں "ع" کو "زیر" کے ساتھ پڑھنے کے عادی ہیں، اس سے نماز تو فاسد نہ ہوگی؟ اگر ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے بعد ایسی غلطی ہوجائے کہ "زیر" کی جگہ "زبر" پڑھا جائے یا کوئی اور ایسی غلطی ہوجائے جس سے معنی بگڑ جائیں تو کیا نماز فاسد ہوجائے گی؟

الف...... سورۂ ملک میں "بمصابیح" کی "ح" کو زیر کے ساتھ اور سورۂ بروج میں "إن بطش ربك" میں "ربك" کو اگر کوئی "زبر" کے ساتھ پڑھ جائے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

ب...... اگر قراءت میں کوئی سہواً "زبر" کی جگہ "زیر" یا برعکس پڑھا جائے اور فوراً درست کرلے خواہ لقمہ پانے پر، تو کیا تب بھی نماز فاسد ہوگی؟

ج...... وتر پڑھ کر معلوم ہوا کہ عشاء کی فرض نماز فاسد ہوگئی، تو اب صرف عشاء دہرائیں یا وتر وسنن بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدار معنی بگڑنے پر ہے، بعض جگہ "زیر زبر" کی غلطی سے معنی بگڑ جاتے ہیں (۲)، تشہد اور تکبیرِ انتقال میں "زیر زبر" میں غلطی ہوجائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۳)۔ قراءت میں تین آیات سے پہلے غلطی ہو یا بعد میں سب کا حکم ایک ہے۔

---

(۱) **سوال:** ''ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر مصلی نماز میں زیر کی جگہ زبر یا برعکس پڑھے تو کافر ہوجاتا ہے۔ یہ صحیح ہے یا کیا''؟

جواب: ''کافر نہیں ہوتا مگر نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ فقط''۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴/۸۹، مکتبہ إمدادیہ، ملتان)

(۲) "إذا لحن في الإعراب لحناً لا يغير المعنى بأن قرأ: "لا ترفعوا أصواتُكم" برفع التاء، لاتفسد صلاته بالإجماع، وإن غير المعنى تغيراً فاحشاً بأن قرأ: "وعصى آدمَ ربُه" بنصب الميم ورفع الرب، وما أشبه ذلك مما لو تعمّد به يكفر إذا قرأ خطأً، فسدت صلاته في قول المتقدمين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، ومنها اللحن في الإعراب: ۱/۸۱، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأً وفي الأحكام المتعلقة بالقراءة: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

الف......اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی (۱)۔

ب......قراءت کی غلطی سے اگر معنی بگڑ گیا تو نماز فاسد ہوگئی (۲)، تو پھر لقمہ یا بغیر لقمہ کے درست کر لینے سے صحیح نہ ہوگی (۳)۔

ج......فرضِ عشاء اور سنت دہرائے، وتر نہیں (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (راجع، ص: ۱۴۸، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) (راجع، ص: ۱۴۸، رقم الحاشیة: ۱)

(۳) ''[تنبیہ]: غلطی فاحش کے بعد اگر فوراً اس کی تصحیح کر دی جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "فی العالمگیریة: ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوة بخطاء فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی صلوته جائزة وکذالک الاعراب اھ: ۱/۵۱، قلت وکذالک سمعت شیخی مولانا محمد یعقوب رحمه الله تعالیٰ. پس بناءً علیہ نماز این کس صحیح باشد''۔ (امداد الفتاویٰ: ۱/۱۶۸)

(امداد الفتاویٰ، کتاب الصلاة، باب القرأة: ۱/۱۶۸، مکتبه دارالعلوم کراچی)

سوال: اگر کسی نے غلطی سے اما من ثلقت حوازینه فامه هاویة پڑھ لیا، مگر فوراً ہی صحیح کر لیا تو نماز صحیح ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب باسم الملهم الصواب: نماز ہوگئی، وفی الهندیة.......... فقط واللہ اعلم۔ (احسن الفتاویٰ، مسائل زلة القاری: ۳/۴۴۵، سعید)

نماز میں قرأت کی غلطی ہو جانے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نماز درست اور صحیح ہوگی۔

(فتاویٰ حقانیه، کتاب الصلوة، باب القرأت: ۳/۱۷۷، المطبعه العربیه، لاهور)

(وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴/۸۱)

(۴) "لو صلی الوتر ناسیاً أنه لم یصل العشاء ثم صلاها، لایعید الوتر، لقولهم: إنه لو صلی العشاء بلا وضوء والوتر والسنة به، یعید العشاء والسنة لا الوتر؛ لأنه أدّاه ناسیاً أن العشاء فی ذمته فسقط الترتیب، أفاده ح". (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۸، سعید)

(وکذا فی شرح الوقایة، باب قضاء الفوائت: ۱/۱۸۲، سعید)

سورۂ فجر میں "أکرمن" کی بجائے "أھانن" پڑھنا

سوال[۳۲۶۷]: ایک روز نمازِ فجر میں تشابہ لگا، ایک جگہ "أھانن" ہے اور دوسری جگہ "أکرمن" ہے، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ٹھیک پڑھا، مگر ہمارے دو مقتدی رمضانی اور حافظ عبدالحمید صاحب فرماتے ہیں کہ دونوں جگہ "أھانن" پڑھا ہے، تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام کو پختہ یقین نہیں بلکہ شک ہے اور دو معتبر مقتدی کہتے ہیں کہ غلط پڑھا ہے تو ان دونوں کا قول معتبر مانتے ہوئے نماز کو لوٹانا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۹/۸۹ھ۔



(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه، قال: صلی بنا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إحدی صلاتي العشي الظهر أو العصر .... فقام رجل –كان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم يسميه ذواليدين–، فقال: يارسول الله! أنسيت أم قُصرت الصلاة؟ قال: "لم أنس، ولم تقصر الصلاة". بل نسيت يارسول الله! فأقبل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی القوم فقال: "أصدق ذو اليدين"؟ فأوموا أي نعم، فرجع رسول الله إلی مقامه فصلی ركعتين الباقيتين ثم سلم الخ". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في سجدتي السهو: ۱/۱۴۴، دارالحديث، ملتان)

"لو قرأ: "وعداً علينا إنا كنا غافلين" مكان "فاعلين" .... أو ما أشبه ذلك أو ختم آية الرحمة بآية العذاب أو علی العكس، قال عامة المشايخ رحمهم الله تعالیٰ: تفسد صلاته .... ؛ لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالیٰ به". (فتاویٰ قاضي خان، فصل في قراءة القرآن خطأً .... بذكر كلمة مكان كلمة: ۱/۱۵۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر في زلة القاري، الفصل الثاني في ذكر كلمة مكان كلمة علی وجه البدل: ۱/۴۸۰، إدارة القرآن، كراچي)

فصل فی الفتح علیٰ الإمام

(امام کولقمہ دینے کا بیان)

امام کے بھولنے پرلقمہ دینے کی تفصیل

سوال[۳۲۶۸]: امام نماز پڑھاتے ہوئے کسی آیت پر اٹک گیا اب مقتدی اس کولقمہ دے تو نماز صحیح ہوگی یا فاسد ہو جائے گی یا قراءت تین آیات کی مقدار ہو چکنے کے بعد لقمہ نہ دیا جائے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام اگر اتنی مقدار پڑھنے کے بعد اٹکا ہے کہ جس کے بعد رکوع کردینا مناسب تھا تب تو امام کو رکوع کردینا چاہئے اگر اتنی مقدار سے پہلے ہی اٹک گیا تو اس کو چاہئے کہ دوسری سورت جو یاد ہو پڑھ دے وہیں اٹکا نہ رہے، امام کے لئے اسی اٹکی ہوئی جگہ کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے اور مقتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، بلکہ توقف کرے کہ شاید امام رکوع کردے، یا دوسری سورت پڑھ دے، یا خود ہی اٹکی ہوئی جگہ کو نکال کر صحیح پڑھ لے جلدی لقمہ دینا مقتدی کے حق میں مکروہ ہے، جب امام نہ رکوع کرے نہ دوسری سورت پڑھے نہ خود نکال پائے تو لقمہ دیدے۔ خواہ تین آیت پڑھ چکا ہو یا اس سے کم، نماز کسی کی بھی فاسد نہ ہوگی نہ امام کی نہ مقتدی کی۔ طحطاوی، ص:۱۸۳(۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "قوله: (وفتحه على إمامه جائز) بما روى أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قرأ في الصلاة سورة المؤمنين، فترك كلمةً، فلما فرغ قال: "ألم يكن فيكم أبيّ" قال: بلى، قال: "هلا فتحت عليّ"؟ قال: ظننت أنها نسخت، فقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لو نسخت لأعلمتكم" و قال: "إذا استطعمك الإمام فاطعمه": أي إذا استفتحك الإمام فافتح عليه .... ويكره للمقتدى أن يعجّل بالفتح؛ لأن الإمام ربما يتذكر، فيكون التلقين من غير حاجة. و يكره للإمام أن يُلجئهم إليه بأن يقف ساكناً بعد الحصر، أو يكرر الآية، بل ينتقل إلى آية أخرى، أو يركع إن قرأ القدر المستحب، و قيل: قدر الفرض والأول هو الظاهر. .... =

سہو پر امام کو مطلع کرنے کے لئے "سبحان اللّٰہ" کہا جائے یا "اللّٰہ اکبر"؟

سوال[۳۲۶۹]: ہماری مسجد کے امام نے عصر کی نماز پڑھی اور چوتھی رکعت میں بجائے کھڑے ہونے کے سہواً بیٹھ گئے تو کسی مقتدی نے "اللّٰہ أکبر" کہدیا تا کہ وہ اپنے سہو پر مطلع ہو جائیں۔ نماز پوری کر لینے کے بعد امام صاحب نے بتایا کہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام سہو کرے تو اس کو "سبحان اللّٰہ" کے ذریعہ تنبیہ کرنا چاہئے اور "اللّٰہ أکبر" کہنا جائز ہے اور انہوں نے ترمذی شریف میں مذکور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کو دلیل میں پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ جب ان سے سہواً ہو تو "فسبح به من خلفه" روایت میں ہے: "هكذا صنع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم"(۱) اور دوسری دلیل عالمگیری کی ص:۱۰۴ پر: "ولو عرض للإمام شيء، فسبح المأموم، لا بأس به؛ لأن القصد به إصلاح الصلوة "(۲)۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث ابن ابی لیلیٰ سے مروی ہے اور یہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہیں اور ان پر تحویل کیا گیا ہے۔

نیز امام کو اس کی سہو پر "اللّٰہ أکبر" کے ذریعہ تنبیہ کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن هذه الصلوة لا يصلح فيها شيء من كلام الناس، إنما هي التسبيح والتكبير و قرأة القرآن". رواه مسلم (۳) اور عالم گیری، ص:۱۰۴ میں مذکور ہے:" وإذا أخبر بما يعجبه،

= قوله: (لإصلاح صلاتهما)؛ لأنه لو لم يفتح ربما يجرى على لسانه ما يكون مفسداً، فيكون فيه إصلاح صلاة الإمام، و بإصلاحها تصلح صلاة المقتدى". (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، باب ما يفسد الصلاة، ص:۳۳۴، قديمى)

(وكذا في رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۲۲، ۶۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۱۰، رشيديه)

(۱) "عن زياد بن علاقة قال: صلى بنا المغيرة بن شعبة رضى الله تعالىٰ عنه فلما صلى ركعتين قام و لم يجلس، فسبح به من خلفه فأشار إليهم أن قوموا، فلما فرغ من صلاته، سلم فسجد سجدتى السهو وسلم، وقال: هكذا صنع رسو ل الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم". (سنن الترمذى، باب ما جاء في الإمام ينهض في الركعتين ناسياً: ۱/۸۳، سعيد)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيديه)

(۳) (الصحيح لمسلم، باب تحريم الكلام في الصلاة و نسخ ما كان من إباحته: ۱/۲۰۳، قديمى)

فقال: سبحان الله، أو لا إله إلا الله، أو الله أكبر إن لم يرد به الجواب، لا تفسد صلوته عند الكل"(۱) اوراسی کتاب میں مذکور ہے: "لو أخطأ الإمام، ففتح المقتدي على الامام، لا تفسد صلوته"(۲)۔

پھر ایک مقامی عالم نے مجھے بتایا کہ جس رکعت میں امام کو کھڑا ہونا چاہئے تھا اور وہ سہواً بیٹھ گئے تو مقتدی کو چاہئے کہ "الله أكبر" کے ذریعہ امام کو اس کی سہو پر تنبیہ کرے اور جس رکعت میں امام کو بیٹھنا چاہئے اور سہواً کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں "سبحان الله" کے ذریعہ امام کو تنبیہ کرنا چاہئے۔

آپ سے گزارش ہے کہ "الله أكبر" کے جواز و عدم جواز پر اور "سبحان الله، الحمد لله" کی افضلیت، پھر ایک مقامی عالم دین کا فرمان کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کریں تا کہ آئندہ سے ہم لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونے میں سہولت ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کے علاوہ دیگر طُرق سے بھی یہ روایت مروی ہے جن میں وجہِ ضُعف موجود ہے اور خود اس کا ضعف بھی ہو جاتا ہے، ترمذی شریف کے صفحہ محولہ پر ملاحظہ ہو(۳)۔

امام سے اگر سہو ہو جائے تو اس کو یاد دلانا چاہئے اور یاد کے لئے "سبحان الله" کہنا چاہئے خواہ قیام کی جگہ قعود ہو یا برعکس ہو، لیکن اگر امام دو رکعت پر بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو گیا تو اب اس کو یاد نہ دلائے(۴)۔ "لو

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيديه)

(۲) لم أجد العبارة فيها بهذا اللفظ، ولكن ذكرها بلفظ: "لو أخطأ الإمام، فتنحنح المقتدي يهتدي الإمام، لا تفسد صلاته". (الفتاوى العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۱۰۱ رشيديه)

(۳) سوال میں ذکر کردہ حدیث کے بارے میں امام ترمذیؒ نے "حديث حسن صحيح" فرمایا۔ (جامع الترمذي، باب ماجاء في الإمام ينهض في الركعتين ناسياً: ۱/۸۳، سعيد)

(۴) :" لو عرض للإمام شيء فسبح المأموم، لا بأس به؛ لأن المقصود به إصلاح الصلاة .... و لا يسبح للإمام إذا قام إلى الأخريين؛ لأنه لا يجوز له الرجوع إذا كان إلى القيام أقرب، فلم يكن التسبيح مفيداً .... وإنما ترك للحديث الصحيح "من نابه شيء في صلاته فليسبح". فللحاجة لم يعمل بالقياس". (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۱۲، رشيديه)

فتح علی إمامه، فلا فساد؛ لأنه تعلق به إصلاح صلوته". البحر الرائق: ۲/٦ (۱)، اس میں لفظ "شیء" عام ہے یہی لفظ "شیء" حدیث میں بھی ہے: "نابه شيء في صلوة فليسبح". کذا في البحر الرائق (۲)۔

جس کا تقاضا یہ ہے کہ قیام وقعود کے لئے یکساں تنبیہ کی جائے، دونوں کا فرق مجھے کسی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں، تاہم "الله أکبر" کہہ کر تنبیہ کی جائے تب بھی فسادِ نماز کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

لقمہ دینا

سوال[۳۲۷۰]: امام صاحب جمعہ کی نماز پڑھا رہے ہیں، نہ تو وہ عالم ہیں نہ ہی حافظ قرآن، محض چند سورتیں یاد کرلی ہیں۔ امام صاحب نے جمعہ کی نماز میں آخری رکعت میں ایک سورت تیسویں پارہ کی ملائی جو تین آیتوں سے زیادہ آیتوں کی تھی، ان کو تین آیتوں کے بعد متشابہ ہونے لگا، تین بار کے بعد ایک مقتدی جو حافظِ قرآن تھے انہوں نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے آگے پڑھ کر نماز پوری کی۔ دو عالم اس جماعت میں تھے، انہوں نے اپنی دلیلیں پیش کرنا شروع کیں، ایک صاحب نے فرمایا کہ نمازِ جمعہ بالکل ہوئی نہیں، دلیل بھی انہوں نے پیش کی کہ ناحق نمازوں میں لقمہ جائز نہیں۔ دوسرے عالم نے نماز کے غلط ہونے کی دعویٰ میں دلیل پیش کی کہ امام نے چونکہ لقمہ لے لیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا، اس لئے نماز درست نہیں ہوئی۔ امام صاحب نے اپنی نماز کے ہونے کا اعلان کردیا بعدہ سنت بھی ادا کرلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام اگر اٹک جائے یا اس کو متشابہ لگ جائے تو مقتدی کو چاہئے کہ لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے تاکہ امام خود نکال لے یا رکوع کردے، یا دوسری جگہ سے پڑھ دے، جلدی میں لقمہ دینا مکروہ ہے۔ امام کو بھی چاہئے کہ وہیں اٹکا نہ رہے کسی اَور جگہ سے پڑھ دے، وہیں اٹکے رہنا اور بار بار اسی کو پڑھنا امام کے لئے مکروہ ہے، یہ اصل مسئلہ ہے۔ اس کے باوجود جب مقتدی لقمہ دے تو مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی، امام لقمہ لے تو امام کی نماز فاسد نہ ہوگی، خواہ تین آیت کے مقدار پڑھی ہو یا کم زیادہ سب کا یہی حکم ہے اور اس لقمہ دینے اور لینے سے سجدۂ سہو

(۱) (البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱۰/۲، رشيديه)

(۲) (البحر الرائق، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها: ۱۲/۲، رشيديه)

واجب نہ ہوگا فرض نماز ہو یا عید و تراویح سب کا حال اس مسئلہ میں یکساں ہے۔ جمعہ کے بعد سنتیں پڑھ کر لوگوں کو روکنا اور جمعہ وجہ مذکورہ کی بنا پر دوبارہ پڑھنا غلط ہوا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۹۲ھ۔

قعدہ اُولیٰ میں قعدہ اُولیٰ کے طویل ہونے میں لقمہ دینا

سوال[۳۲۷۱]: امام قعدۂ اولی اور تشہد میں جتنا روز بیٹھتا ہے آج اس سے زیادہ بیٹھا تو مقتدی کو شبہ ہوگیا کہ امام کو سہو ہوگیا، اس نے "سبحان اللہ" کہدیا اور امام کھڑا ہوگیا اور اس نے سجدۂ سہو بھی کرلیا۔ نماز کے بعد ایک صاحب نے کہا کہ امام جب تک سلام شروع نہ کرے لقمہ نہ دینا چاہئے۔ تو اس شخص کا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقتدی امام کو لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے اور محض شبہ کی بنیاد پر لقمہ نہ دے، کما فی الطحطاوی(۲)۔ محض معمول سے کسی قدر تشہد کے ختم ہونے میں تاخیر ہو جانے سے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ امام کو سہو ہوگیا اور اس نے تشہد کے بعد درود شریف بھی پڑھ لیا، بلکہ ہوسکتا ہے کہ معنی کی طرف دھیان کرنے سے یا کسی دوسری حضوری کیفیت کی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہو، لیکن جب وہ سلام پھیرنے لگے تو البتہ یقینی بات ہے کہ اس نے اس قعدہ کو قعدۂ اخیرہ تصور کیا تب لقمہ دینا لازم ہے، تاہم اگر کسی نے شبہ کی بنا پر لقمہ دیدیا تو نماز تب بھی فاسد نہیں ہوئی(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۷/ ۸۹ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان المسئلة: "امام کے بھولنے پر لقمہ دینے کی تفصیل")

(۲) "قوله: (وفتحه على إمامه جائز) ويكره للمقتدى أن يعجّل بالفتح؛ لأن الإمام ربما يتذكر، فيكون التلقين من غير حاجة". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب ما يفسد الصلاة، ص: ۳۳۴، قديمي)
(وكذا في رد المحتار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/ ۶۲۲، ۶۲۳، سعيد)

(۳) "لو فتح على إمامه، فلا فساد؛ لأنه تعلق به إصلاح صلاته؛ أما إن كان الإمام لم يقرأ الفرض فظاهر .... والصحيح عدم الفساد؛ لأنه لو لم يفتح ربما يجرى على لسانه مايكون مفسداً، فكان فيه إصلاح صلاته". (البحر الرائق باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۲/ ۱۰، رشيديه)

نابالغ کا امام کولقمہ دینا

سوال[۳۲۷۲] : ہمارے یہاں مدرسہ میں بہت سے طلباء نابالغ درجۂ حفظ میں پڑھتے ہیں، نماز میں یہ لقمہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

نابالغ سمجھدار جوکہ مفسداتِ صلوۃ سے بچتا ہو، امام کولقمہ دے سکتا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/ ۸/ ۸۹ھ۔

غلط لقمہ دینا

سوال[۳۲۷۳] : مقتدی نے امام کوتعدادِرکعات کے اندرغلط لقمہ دیا اور امام نے لقمہ نہیں لیا تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟ یا کسی اَورقسم کا غلط لقمہ دیا اگر ما یجوز به الصلوة کے مطابق قرأت کرچکا ہے، پھر قصداً دوسری جگہ سے قرأت کرنے لگتا ہے یا نسیاناً دوسری جگہ منتقل ہوجاتا ہے تو سجدۂ سہوواجب ہے یا نہیں؟ اگر ما یجوز به الصلوة کے مطابق قرأت نہیں کی ہے اورقصداً یاسہواً منتقل ہوگیا تو سجدۂ سہوواجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر مقتدی نے عمداً غلط لقمہ نہیں دیا تو اس کی بھی نماز فاسد نہیں ہوئی (۲)۔مایجوز به الصلوة قرأت

(۱) " وإن فتح علی إمامه لم تفسد .... وفتح المراهق كالبالغ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع فيمايفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/ ۹۹، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/ ۵۸۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۲/ ۱۱، رشيديه)

(۲) "(بخلاف فتحه علی إمامه)، فإنه لا يفسد (مطلقاً) لفاتح و آخذ بكل حال". (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/ ۶۲۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۲/ ۱۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوی العالمكيرية، الباب السابع فيمايفسد الصلاة و ما يكره فيها : ۱/ ۹۹، رشيديه)

کے مطابق یا اس سے پہلے اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ میں قرأت کی، قصداً یا نسیاناً تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی الّا یہ کہ معنی بگڑ جائیں، مثلاً: "إن الذين امنوا وعملوا الصالحات" کے بعد بغیر وقف کئے دوسری جگہ سے "أولئك أصحاب النار، هم فيها خالدون" پڑھ دیا تو معنی بگڑ گئے اور نماز فاسد ہوگئی (۱)، بلا مجبوری کے قصداً دوسری جگہ منتقل ہونا غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔



(۱) "أما إذا لم يقف و وصل، إن لم يغير المعنى نحو أن يقرأ "إن الذين آمنوا و عملوا الصالحات، فلهم جزاء الحسنى" مكان قوله:" كانت لهم جنات الفردوس نزلاً" لا تفسد، أما إذا غيّر المعنى بأن قرأ "إن الذين آمنوا وعملوا الصالحات اولئک هم شر البرية" .... تفسد عند عامة علمائنا، وهو الصحيح، هكذا في الخلاصة". (الفتاوى العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القارى، و منها ذكر آية مكان آية : ۱/۸۰، ۸۱، رشيديه)

(و كذا في الفتاوى الخانية، فصل في القرأة في القرآن خطأً إن ذكر آية مكان آية : ۱/۱۵۳، رشيديه)

باب الوتر و القنوت

الفصل الأول فی الوتر

(وتر کی نماز کا بیان)

تعدادِ رکعاتِ وتر

سوال[۳۲۷۴]: زید وتر کی تین رکعات کا قائل ہے اور علمائے دیو بند اور امام اعظمؒ کا اس پر عمل تھا اور ہے، بکر یہ کہتا ہے کہ میں کسی کا مقلد نہیں ہوں نہ ائمہ کا اور نہ کسی کا، بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال، افعال سے ثابت کرو۔ اہلِ حدیث یعنی غیر مقلد کوئی مسئلہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو علمائے مقلدین سے معلوم کرتے ہیں۔ اب وہ ان کے مقلد ہوئے یا نہیں، جب کہ اور کسی سے دریافت نہیں کرتے؟ تقلید کی تعریفِ لغوی اور اصطلاحی بھی تحریر فرمادیں۔

المستفتی: عظیم اللہ بنوری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مستدرک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے: "قالت: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یوتر بثلاث، لا یسلّم إلا فی اٰخرهن"(۱)۔

---

(۱) (المستدرک مع التلخیص، کتاب الوتر: ۱/۳۰۴، دار الفکر، بیروت)

"عن مسور بن مخرمة قال: دفنّا أبا بکر رضی الله تعالیٰ عنه لیلاً فقال: عمر رضی الله تعالیٰ عنه إنی لم أوتر، فقام و صففنا وراءه، فصلی بنا ثلث رکعات، لم یسلم إلا فی آخرهن". (شرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب الصلاة، باب الوتر، ص: ۲۰۲، سعید)

"عن أبیّ بن کعب رضی الله تعالیٰ عنه: قال: کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: یقرأ=

دوسری روایت ہے: "أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی الرکعة الأولیٰ والوتر "بفاتحة الکتاب، و سبح اسم ربك الأعلی" و فی الثانیة: "قل یا أیها الکافرون" و فی الثالثة: "قل هو اللہ أحد، والمعوذتین، اهـ" (۱)۔

اس کو اصحابِ سننِ اربعہ (۲)، ابن حبان (۳)، حاکم، طحاوی (۴) نے روایت کیا ہے۔

مسئلۂ تقلید پر بہت سے رسائل شائع ہو چکے ہیں، اس مختصر سے کاغذ میں تفصیل کی گنجائش نہیں، اصل مسئلہ کا جواب ہی بہت اختصار کے ساتھ تحریر کیا جارہا ہے۔ پس اس مسئلہ کے لئے رسالہ "الاقتصاد فی التقلید والاجتهاد" وغیرہ کوئی رسالہ مطالعہ کر لیا جاوے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۳/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۸/۳/۶۴ھ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ربیع الثانی/ ۶۴ھ۔

= فی الوتر "بسبح اسم ربک الاعلی" و فی الرکعة الثانیة "بقل یا أیها الکافرون" و فی الثالثة "بقل هو اللہ أحد" و لا یسلم إلا فی آخرهن، و یقول: -یعنی بعد التسلیم- "سبحان الملک القدوس" ثلثاً".

(سنن النسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار: ۱/۲۴۹، قدیمی)

(۱) (المستدرک مع التلخیص، کتاب الوتر: ۱/۳۰۵، دار الفکر، بیروت)

(۲) "عن عبد العزیز بن جریج قال: سألت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها: بأیّ شیء کان یوتر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قالت: کان یقرأ فی الأولیٰ: "بسبح اسم ربک الأعلی" و فی الثانیة: "بقل یا أیها الکافرون" و فی الثالثة "بقل هو اللہ أحد، والمعوذتین". (سنن الترمذی، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء ما یقرأ فی الوتر: ۱/۱۰۶، سعید)

(وسنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، باب ما جاء فی الوتر، ص: ۸۳، میر محمد کتب خانہ)

"عن ابن عبد الرحمن ابن أبزیٰ عن أبیه رضی اللہ تعالیٰ عنه أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کا ن یوتر "بسبح اسم ربک الأعلی" و "قل یا أیها الکافرون" و "قل هو اللہ أحد الخ". (سنن النسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار: ۱/۲۵۱، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب ما یقرأ فی الوتر: ۱/۲۰۸، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

(۳) (الصحیح لابن حبان، ذکر الإباحة للمرء أن یضم لقراء ة المعوذتین إلی قرائة قل هو اللہ أحد" الخ: ۵/۷۴، المکتبة الأثریة شانگلہ هل)

(۴) (وشرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب الصلاة، باب الوتر، ص: ۲۰۹، سعید)

وتر میں سورتوں کی تعیین

سوال[۳۲۷۵]: بعض حفاظ وتر میں ہمیشہ "إنا أنزلناه" اور "سورۂ کافرون" اورآخر رکعت میں "سورۂ اخلاص" پڑھتے ہیں حالانکہ ہمیشہ ایک سورت پڑھنے کو فقہاء نے منع کیا ہے۔کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

فقہاء نے جو منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کہیں یہ خیال نہ ہوجائے کہ اس مخصوص سورت کے علاوہ دوسری سورت پڑھنے سے نماز درست نہیں ہوتی، یا اس کے عمل سے دوسروں کو اس کا خیال نہ ہوجائے، لیکن جن سورتوں کا کثرت سے پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے ان کو کثرت سے پڑھنا اتباعِ سنت کی نیت سے درست ہے بلکہ ثواب ہے(۱)، البتہ کبھی کبھی مصلحت بالا کی وجہ سے دوسری سورت بھی پڑھ لے۔

وتر میں "سبح اسم ربك الأعلى ، قل يا أيها الكافرون، و قل هو الله" کا پڑھنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتب احادیث میں مذکور ہے مگر اس پر مداومت ثابت نہیں، لہٰذا اکثر ان سورتوں کا پڑھنا بہتر ہے، کذا فی الطحطاوی (۲)۔"إنا أنزلناه" کا پڑھنا میں نے کسی روایت میں نہیں دیکھا (۳)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی قعدہ/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳/ ذی قعدہ/۶۱ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يقرأ في الوتر" بسبح اسم ربک الأعلى" و "قل يا أيها الكافرون" و "قل هو الله أحد" في ركعة ركعة". (سنن الترمذي، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء ما يقرأ في الوتر: ۱/۱۰۶، سعيد)

(۲) و في مراقي الفلاح: " (ويقرأ) وجوباً (في كل ركعة منه الفاتحة و سورة) لما روى أنه عليه الصلاة والسلام قرأ في الأولى منه: أي بعد الفاتحة "بسبح اسم ربک الأعلى" و في الثانية: "بقل يا أيها الكافرون" و في الثالثة: "بقل هو الله أحد" و قنت قبل الركوع". (باب الوتر و أحكامه، ص: ۳۷۵، قديمي)

(۳) قال العلامة الشامي: "والسنة السور الثلاث: أي الأعلى، والكافرون والإخلاص، لكن في النهاية: أن التعيين يفضي إلى اعتقاد بعض الناس أنه واجب، و هو لايجوز، فلو بماورد به الآثار أحياناً بلا مواظبة، يكون حسناً، بحر". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۶۷، رشيديه)

رمضان کی وتر میں سورۂ قدر

سوال[۳۲۷٦]: سورۂ "إنا أنزلناه" رمضان میں وتروں میں پڑھنا سنت ہے یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ سنت ہے، دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ میں سنت اس کو نہیں مانتا۔ کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سورہ "إنا أنزلنا" کا وتر میں پڑھنا متعین طور پر احادیث سے ثابت نہیں، اَور سورتوں کی طرح یہ بھی ایک سورت ہے، وتر میں پڑھنا بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عشاء کی نماز تنہا پڑھ کر وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا

سوال[۳۲۷۷]: رمضان شریف میں زید نے عشاء کی نماز منفرد ہوکر پڑھی اور تراویح میں شریک ہوگیا تو وتر کی نماز زید جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا اس کو درست ہے:

"إن فاتته مع الإمام ترويحة أوتر ويحتان أو أكثر، هل يقضيها قبل الوتر، أو يوتر ثم يقضيها؟ ذكره في الذخيرة فقال: اختلف مشايخ زماننا قال بعضهم: يوتر مع الإمام ثم يقضي ما فاته من التراويح. وقال بعضهم: يصلي التراويح المتروكة ثم يوتر". كبيري، ص:٣٨٦(٢).

---

(١) قال الله تعالىٰ: ﴿فاقرؤ اما تيسر من القرآن﴾ (المزمل : ٢٠)

" (قوله: و يكره التعيين الخ) هذه المسألة مفرّعة على ما قبلها؛ لأن الشارع إذا لم يعيّن عليه شيئاً تيسيراً عليه، كره له أن يعين و علله في الهداية بقوله : لما فيه من هجر الباقي و إيهام التفضيل .... و أيضاً في وتر البحر عن النهاية: أنه لا ينبغي أن يقرأ سورةً متعينةً على الدوام لئلا يظن بعض الناس أنه واجب". (رد المحتار، فصل في القرأة: ١/٥٤٤، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة : ١/٥٩٨، رشيديه)

(٢) (الحلبي الكبير، ومن السنن المؤكدة: التراويح، ص:٤٠٤، سهيل اكيڈمی لاهور)

"صلی العشاء وحده، فله أن يصلی التراويح مع الإمام. ولو تركوا الجماعة في الفرض، ليس لهم أن يصلوا التراويح بجماعة. وإذا صلی معه شيئاً من التراويح أو لم يدرك شيئاً منها أوصلاها مع غيره، له أن يصلی الوتر معه، هو الصحيح". فتاوی عالمگیری مصری: ۱/۱۱۷ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۸۹ھ۔

جس نے فرضِ عشاء جماعت سے نہیں پڑھا کیا وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے؟

سوال[۳۲۷۸]: یہاں ایک مدرسہ والوں نے اپنے اشتہار میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ جس شخص کو عشاء کی جماعت نہیں ملی وہ وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے۔ جب کہ ہمارے تمام اسلاف نے اجازت دی ہے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ نے صاف صاف الفاظ میں اجازت دی ہے اور اشتہار میں حوالہ شامی کا ہے، خصوصیت سے اس مسئلہ کو حوالہ کی بہت ضرورت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد میں عشاء کی نماز جماعت سے ہوگئی اور کوئی شخص دیر میں پہونچا اس کو چاہئے کہ فرض عشاء پڑھ کر تراویح میں شرکت کرے، پھر وتر بھی جماعت سے پڑھے، یہی صحیح ہے، کذا فی شرح المنية كبيری، ص: ۳۹۱ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۳، رشيديه)

(۲) "قال أبو يوسف: الباني إذا صلی مع الإمام شيئًا من التراويح، يصلی معه الوتر، وكذا إذا لم يدرك معه شيئًا منها، وكذا ظهير الدين المرغيناني: لو صلی العشاء وحده، فله أن يصلی التراويح مع الإمام، و هو الصحيح". (غنية المستملي شرح منية المصلي للحلبي الكبير، فروع: فاتته ترويحة أو ترويحتان، ص: ۴۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه) =

قنوت کے لئے کانوں تک رفعِ یدین

سوال[۳۲۷۹]: **الاستفتاء**: وترنماز میں دعائے قنوت سے قبل ہاتھ کاندھوں تک اٹھانے چاہئے یا کانوں تک؟ کونسا طریقہ صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کانوں تک(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

وتر میں قنوت کے لئے رفعِ یدین

سوال[۳۲۸۰]: ایک شخص رمضان المبارک میں وتر کی نماز میں دوسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا تو وہ مسبوق رفع یدین کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

امام وتر میں جب دعائے قنوت پڑھنے کے لئے رفع یدین کرے، تکبیر کہے تو ہر مقتدی مسبوق وغیرہ کو بھی اسی طرح کرنا چاہئے، یہ رفع یدین فرض یا واجب نہیں، سنت ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۳، رشيديه)

(۱) "ويكبر قبل ركوع الثالثة رافعاً يديه إلى حذاء أذنيه كتكبيرة الإحرام". (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعيد)

"إذا فرغ من القرأة في الركعة الثالثة، كبر، ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع في جميع السنة، و مقدار القيام في القنوت قدر ﴿إذا السماء انشقت﴾ هكذا في المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الوتر: ۱/۶۷۲، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "إذا فرغ من القرأة في الركعة الثالثة، كبر، ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع في جميع =

قنوت کے لئے ہاتھ اٹھانا اور وتر کے بعد "سبحان الملك القدوس" کہنا

سوال[۳۲۸۱]: وتر میں ہاتھ اٹھانے کی کیا وجہ ہے؟ اور "سبوح قدوس" بلند آواز سے کیوں کہتے ہیں، یا آہستہ کہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وتر میں ایک واجب سے دوسرے واجب کی طرف انتقال ہے، اس لئے قنوت کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں(۱)۔

وتر کے بعد "سبحان الملك القدوس" کہنا تین دفعہ اور تیسری دفعہ آواز بلند کرنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی قعدہ/۶۱ھ۔

= السنة، ومقدار القيام في القنوت قدر إذا: (السماء انشقت) هكذا في المحيط ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، صلاة الوتر: ۴۲۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱، سعيد)

(۱) "عن الأسود عن عبد الله (ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه) أنه كان يقرأ في آخر ركعة من الوتر "قل هو الله أحد"، ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة". رواه الإمام البخاري في "جزء رفع اليدين" له، و قال: صحيح". (إعلاء السنن، باب وجوب القنوت في جميع السنة كلها و سنية رفع اليدين الخ: ۶/۷۰، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

"إذا فرغ من القراءة في الركعة الثالثة، كبر، ورفع يديه حذاء أذنيه، ويقنت قبل الركوع في جميع السنة ومقدار القيام في القنوت قدر: ﴿إذا السماء انشقت﴾ هكذا في المحيط". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، الوتر: ۱/۶۷۲، ادارة القرآن كراچی)

(۲) "عن سعيد بن عبد الرحمن ابن أبزىٰ عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: =

دعائے قنوت احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

سوال[۳۲۸۲]: دعائے قنوتِ وتر "اللهم إنا نستعينك الخ" بسندِ صحیح کس کتاب میں منقول ہے؟ حصنِ حصین میں: "نؤمن بك و نتوكل عليك و نشكرك" منقول نہیں، یہ الفاظ کس حدیث میں منقول ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعائے قنوت کے یہ الفاظِ مشہورہ ایسے حتمی نہیں کہ ان کے ترک یا تبدل سے نماز فاسد ہوجائے جیسا کہ کتبِ فقہ زیلعی (۱) شامی (۲) طحطاوی (۳) وغیرہ میں صراحۃً مذکور ہے۔ دعاء "اللهم إنا نستعينك الخ" ابوداود (۴) کے حوالہ سے رسائل الأركان اور فتح القدير (۵) میں منقول ہے، اس میں لفظ "نؤمن

= كا ن يوتر "بسبح اسم ربک الأعلى و قل يا أيها الكافرون و قل هو الله أحد". وإذا سلّم قال: "سبحان الملک القدوس". ثلث مرات، يمدّ صوته في الثالثة، ثم يرفع". (سنن النسائي، كتاب قيام الليل و تطوع النهار: ۱/۲۵۳، قديمي)

(وشرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب الوتر، ص: ۲۰۱، سعيد)

(۱) "وليس في القنوت دعاء مؤقت؛ لأنه يذهب برقة القلب، هكذا ذكره محمد". (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "(قوله: وليس الدعاء المشهور) .... وذكر في البحر عن الكرخي أن القنوت ليس فيه دعاء مؤقت؛ لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة، ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۶، سعيد)

(۳) "قوله: (إنه لا توقيت فيه) الأفضل أن يكون الدعاء مؤقتاً؛ لأن الداعي ربما يكون جاهلاً فيدعو بما يقطع الصلاة، و لا يعلمه، كذا في غاية البيان. وقول محمد: ليس في القنوت دعاء مؤقت، يعني غير "اللهم إنا نستعينک" الخ". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۸۲، قديمي)

(۴) "عن خالد بن عمران قال: بينا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يدعو على مُضَرَ إذ جاءه جبرئيل عليه السلام، فأومأ إليه أن اسكت فسكت .... قال: ثمّ علّمه هذا القنوت: "اللهم إنا نستعينک و نستغفرک ونؤمن بک ونخضع لک، ونخلع و نترک من يكفرک، اللهم إياک نعبد و لک نصلي و نسجد وإليک نسعىٰ و نحفد و نرجو رحمتک و نخاف عذابک، إن عذابک الجد بالكافرين ملحق". (مراسيل أبي داؤد، ص: ۸، سعيد)

(۵) (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صلاة الوتر: ۱/۴۳۰، مطبعة المصطفى البابي الحلبي)

بك" بھی مذکور ہے۔شرح سفر السعادة اوراعلاء السنن (۱) میں طبرانی، مدونہ، بیہقی، ابن ابی شیبہ وغیرہ سے بھی اس دعاء کو نقل کیا ہے (۲) اوراس کے اورالفاظ میں بھی کچھ فرق ہے۔شرح حصن حصین میں لکھا ہے کہ لفظ "نشکرك" اس دعاء میں روایۃً ثابت نہیں۔لفظ "نتوکل علیك" بھی کسی روایت میں نہیں ملا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۸/ جمادی الاولی/ ۶۹ھ۔

دعائے قنوت کی جگہ سورۂ اخلاص پڑھنا

سوال [۳۲۸۳]: نمازِ وتر میں جولوگ بجائے دعائے قنوت کے سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوجاتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

دعائے قنوت میں کوئی بھی دعاء پڑھی جائے نماز ہوجائے گی، مشہور ومعروف دعاء پر موقوف نہیں، بس

---

(۱) "عن ابن وهب .... عن خالد بن أبي عمران قال (إلى آخر الحديث، كما مر آنفاً في الحاشية الماضية أخرجه سحنون في "المدونة الكبرى .... و قال الحازمي في "الاعتبار": أخرجه أبو داؤد في المراسيل ، و هو حسن في المتابعات".

"وعن عبد الرحمن بن أبزى :قال: صليت خلف عمر بن خطاب الصبح، فلما فرغ من السورة في الركعة الثانية، قال قبل الركوع -وفي رواية الطحاوي بعد الركوع- : "اللهم إنا نستعينك و نستغفرك ونثني عليك الخير كله، و لا نكفرك، و نخلع و نترك من يفجرك". ثم ذكر نحوه سواءً غير أنه لم يذكر الجد". رواه ابن أبي شيبة في "مصنفه" و رواه البيهقي في "سننه" و صححه. كنز العمال". (إعلاء السنن، باب إخفاء القنوت في الوتر و ذكر ألفاظه الخ :٦/٨٩، ٩٠ ، إدارة القرآن كراچی)

(۲) (المدونة الكبرى، كتاب الصلوة، القنوت في الصبح والدعاء في الصلوة: ١/٢٢٧، مكتبه نزاد مصطفىٰ الباز)

(والسنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلوة، باب قنوت الوتر: ٢/٢٠٠، دارالكتب العلمية، بيروت)

(والمصنف لابن ابي شيبه، كتاب الصلوة، في قنوت الوتر من الدعاء: ٢/٩٥، دارالكتب العلمية، بيروت)

دعا ہونی چاہئے (۱) سورۂ اخلاص دعاء نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قنوتِ وتر میں تشہد کا پڑھنا

سوال [۳۲۸۴]: اگر وتر میں دعائے قنوت کے بجائے سہواً تشہد پڑھی گئی، یا قرآن پاک میں سے چند آیات پڑھی تو نماز وتر درست ہو جائے گی یا نہیں؟ اور سجدہ سہو کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں، قنوت کے لئے کوئی مخصوص دعاء لازم نہیں کہ اس کے ترک کرنے سے سجدۂ سہو لازم آتا، یا نماز فاسد ہو جاتی، تشہد میں بھی ایک قسم کی دعاء ہے جو کہ قنوت کے لئے کافی ہو سکتی ہے:

"وذكر في البحر عن الكرخي: أن القنوت ليس فيه دعاء موقت؛ لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة، و لأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب، الخ". : ۴۴۸/۱ (۳)۔

---

(۱) "(قوله : و يسن الدعاء المشهور)، و ذكر في البحر عن الكرخي أن القنوت ليس فيها دعاء مؤقت؛ لأنه روى عن الصحابة أدعية مختلفة، ولأن المؤقت من الدعاء يذهب برقة القلب". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۶/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۷۳/۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الوتر : ۶۷۳/۱، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) یہ حکم عام حالات کا ہے اگر کسی کو دعائے قنوت یا کوئی اور دعا یاد نہ ہو تو سورۂ اخلاص قنوت کی جگہ پڑھ سکتا ہے: "وفي المقدمة الغزنوية: إن كان لا يحسن القنوت يقرأ ثلاث مرات: "قل هو الله أحد" أو ثلاث مرات "اللهم اغفر لنا و للمؤمنين والمؤمنات". (السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، باب صفة الصلاة : ۱۳۹/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۶/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۷۳/۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة الوتر : ۶۷۳/۱، إدارة القرآن، كراچی)

دعائے قنوت کے ترک پر لقمہ دینا

سوال[۳۲۸۵] : **الاستفتاء** :عشاء میں نمازتراویح کے بعد جو وتر جماعت سے پڑھے جاتے ہیں ان میں اگر امام دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے تو ان کو اشارہ دینا چاہئے یا نہیں؟ کیونکہ اگر اشارہ نہیں دیا گیا تو ممکن ہے وہ سجدۂ سہو کرنا بھول جائے اور پھر نماز نہیں ہوگی، کیونکہ واجب ترک ہوجاتا ہے اور پھر اشارہ نہیں دیا جاتا تو بہت مقتدی رکوع میں نہیں جاتے ہیں اور ان کا رکوع ترک ہوجاتا ہے اور فرض ترک ہونے سے نماز نہیں ہوتی ہے۔ جواب جلد دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر امام بجائے دعائے قنوت پڑھنے کے رکوع میں جانے کے لئے تیاری کر رہا ہو تو اس کو یاد دلایا جائے ،لیکن اگر امام رکوع میں پہونچ گیا ہے تو پھر قنوت کے لئے کھڑا نہ ہو،اخیر میں سجدۂ سہو کرے،اسی طرح نماز وتر صحیح ہوجائے گی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۷/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح :بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۱۷/۹/۸۵ھ۔

شافعیہ کا وتر الگ پڑھنا

سوال[۳۲۸۶] : ہمارے یہاں رمضان کی تراویح میں کچھ شافعی بھی رہتے ہیں،تراویح کے ختم پر شافعی لوگ الگ ہوکر اپنی وتر کی نماز الگ پڑھتے ہیں۔یہ فعل شریعت کی رو سے درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) "ولو نسيه: أي القنوت، ثم تذكره في الركوع، لا يقنت فيه، لفوات محله ، و لا يعود إلى القيام، وسجد للسهو اهـ". (الدرالمختار باب الوتر والنوافل : ۹/۲،سعيد)

"و لو ترک القنوت فذکر في القعدة أو بعد ماقام من الركوع، لا يقنت، وعليه السهو".
(الفتاوى الخانية، فصل فيما يوجب السهو و ما لا يوجب السهو : ۱۲۱/۱،رشيديه)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في الوتر : ۱۱۱/۱ ، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ ان کو کچھ نہ کہیں، وہ اپنے امام کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۸/ ۹۱ھ۔

وتر کے بعد دعاء

سوال[۳۲۸۷]: تراویح میں وتر کے بعد امام کا بلند آواز سے اجتماعی دعاء کرنا سنت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں بھی آہستہ مستحب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۱۰/ ۸۵ھ۔

وتر میں امامت امام کرائے یا حافظ صاحب؟

سوال[۳۲۸۸]: ہماری مسجد میں مقیم امام فاضلِ دارالعلوم دیوبند ہیں فرض نماز عشاء پڑھانے کے بعد تراویح حافظ صاحب جن کو رمضان شریف میں تراویح پڑھانے کے لئے رکھا گیا پڑھاتے ہیں، وتر جماعت کے لئے امامت کا مستحق امام مقیم ہے یا حافظ صاحب؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس امام نے عشاء کی فرض پڑھائی، وتر بھی وہی پڑھائے، لیکن تراویح پڑھانیوالا وتر پڑھائیگا تب بھی

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿أدعوا ربکم تضرعاً و خفیةً، إنه لا یحب المعتدین﴾

"قیل: معناه تذللاً و استکانةً و خفیةً کقوله: ﴿واذکر ربک فی نفسک﴾ الآیة. و فی الصحیحین عن أبی موسی الأشعری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: رفع الناس أصواتهم بالدعاء، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "أیها الناس! اربعوا علی أنفسکم، فإنکم لا تدعون أصمَّ و لا غائباً، إن الذی تدعون سمیعٌ قریب". الحدیث. (تفسیر ابن کثیر، الجزء الثامن (سورة الاعراف): ۲/ ۲۹۶، مکتبه دار السلام الریاض)

درست ہے، کوئی کراہت نہیں، اس میں تنازع نہ کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۹/ ۹۲ھ۔



(۱) ''بظاہر قواعد سے اس میں کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا، البتہ عالمگیریہ میں ''السراج الوہاج'' سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرض اور وتر خود پڑھاتے تھے اور تراویح حضرت اُبی رضی اللہ عنہ سے پڑھواتے تھے''، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امامِ فرض کو امامِ وتر بنانا بہتر ہے، ہاں اگر امامِ فرض وتر کی جماعت میں شریک ہی نہ ہو (خواہ کسی عذر کے باعث یا خود قرآن شریف دوسری جگہ پڑھنے وغیرہ کے سبب) تو پھر کسی دوسرے کو امامِ وتر بنانا خلافِ اولیٰ بھی نہیں ہے''۔ (إمداد الأحکام، فصل فی الوتر ودعاء القنوت: ۱/ ۶۰۳، ۶۰۴، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

''وقد کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یؤمهم فی الفریضة والوتر، وکان أبیّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یؤمهم فی التراویح، کذا فی السراج الوهاج''. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱/ ۱۱۶، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، الباب الثامن فی الوتر والنوافل: ۴/ ۱۵۸، مکتبہ إمدادیه، ملتان)

الفصل الثاني في قنوت النازلة

(قنوتِ نازلہ کا بیان)

قنوتِ نازلہ

سوال[۳۲۸۹]: قنوتِ نازلہ روزانہ نمازِ فجر میں پابندی سے پڑھی جاوے جب کہ اس کا موجب علی التواتر پایا جاتا ہے یعنی جنگ وقتال۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک پڑھ کر چھوڑ دیا تھا، لہٰذا ہر ماہ کے بعد چند روز چھوڑ دیا جائے، کیا ہونا چاہئے: علی الاتصال یا ہر ماہ کے بعد کچھ انفصال کیا جاوے؟ جواب مدلل سے مشرف فرمادیں۔

ابوحامد محمد نصر اللہ حیدرآباد دکن۔

الجواب حامداًومصلیاً:

کوئی مستقل اور اصلی چیز نہیں بلکہ وقوعِ نازلہ اس کا سبب ہے، بس جب سبب پایا جائے تو قنوت نازلہ پڑھی جائے، جب سبب منقطع ہوجائے تو قنوت نازلہ کی ضرورت نہیں، اس کو ترک کردیا جائے، جو فقہاء اور محدثین اس کے جواز کے قائل ہیں انہوں نے ایک ماہ یا کچھ کم وبیش کی تحدید نہیں فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف ایک واقعہ کے ذیل میں قنوتِ نازلہ پڑھی ہے۔

زیلعی شرح کبیر میں لکھا ہے:"وروی في الخبر أنه عليه الصلوة والسلام قنت شهراً أو أربعين يوماً، اهـ".(۱)۔ امام طحاویؒ نے شرح معانی آثار میں میں لکھا ہے :" عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :عشرين يوماً، اهـ" (۲)۔

---

(۱) (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل : ۱/۴۲۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب القنوت في الفجر وغيره، ص:۱۶۸، سعيد)

معلوم ہوا کہ تین قسم کی روایتیں ہیں: بیس یوم، ایک ماہ، چالیس روز۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قنوتِ نازلہ کو موقوف فرمادینا ایک ماہ کی تحدید کی بنا پر نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ تھی: "قنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم شهراً یدعو علی عُصیّة و ذکوان، فلما ظهر علیهم، ترك القنوت، اهـ" (۱) عقود الجواهر الحنفیة: ۱/۸۸(۲)۔

لہٰذا استمرارِ نازلہ کی حالت میں ایک ماہ سے زائد مدت تک مسلسل پڑھتے رہنا بھی خلاف شرع نہیں۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

قنوتِ نازلہ

سوال[۳۲۹۰]: "عن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قنت شهراً، ثم ترکه". رواه أبو داؤد (۳) والنسائی (٤)۔ "ثم ترکه" سے مراد قنوت کا پڑھنا امت کے لئے مسنون ہے یا متروک؟

"وعن أبی مالك الأشجعی قال: قلت لأبی: یا أبت! إنّك قد صلیت خلف رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم وأبی بکر وعمر و عثمان وعلیّ رضی اللّٰه تعالیٰ عنه ههنا بالکوفة

---

(۱) (شرح معانی الآثار، باب القنوت فی الفجر، ص: ۱۶۸، سعید)

(۲) لم أظفر علی هذا الکتاب وقد قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "قوله: فیقنت الإمام فی الجهریة) لکن فی الأشباه عن الغایة: قنت فی صلوة الفجر، و یؤیده فی شرح المنیة حیث قال بعد کلام: فتکون شرعیته أی شرعیة القنوت فی النوافل مستمرةً، و هو محمل قنوت من قنت من الصحابة بعد وفاته علیه الصلوة والسلام، و هو مذهبنا، و علیه الجمهور. و قال الحافظ أبو جعفر الطحاوی: إنما لا یقنت عندنا فی صلاة الفجر من غیر بلیة، فإن وقعت فتنة أو بلیة، فلا بأس به، فعله رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱، سعید)

(۳) (سنن أبی داؤد، کتاب الصلوة، باب القنوت فی الصلوة: ۱/۲۰۴، سعید)

(۴) (سنن النسائی، کتاب الافتتاح ترک القنوت: ۱/۱۶۴، قدیمی)

نحو من خمس سنين، وكانوا يقنتون. قال: أي بُنيّ! مُحْدَثٌ". رواه الترمذي (١) والنسائي (٢) وابن ماجة(٣)۔

حدیثِ مذکور میں لفظ "محدث" سے کیا مراد ہے؟ اور حدیث کا مطلب کیا ہے؟ اگر کوئی امام مسجد نماز صبح کے بعد اور نماز جمعہ جو بدل نماز ظہر ہے کثرت جماعت اور قبولیت کی امید وخیال میں قنوت نازلہ پڑھتا ہے تو اس کا یہ عمل مستحسن اور محمود ہے یا معیوب اور متروک؟ اس امر کی تصریح فرما کر بصیرت کا موقع دیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

استمرار متروک ہے، بلیہ شدیدہ عامہ کے وقت مشروع ہے، اس کا محل راجح قول پر صلوٰۃ فجر ہے، خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں وقت ضرورت نماز فجر میں پڑھی ہے:

"والقنوت في الفجر لا يشرع لمطلق الحرب عندنا، وإنما يشرع لبلية شديدة تبلغ بها القلوب الحناجر. و لو لا ذلك، للزم الصحابة القائلين بالقنوت للنازلة أن يقنتوا أبداً، ولا يتركوه يوماً لعدم خلو المسلمين عن نازلةٍ مّا غالباً، لاسيما في زمن الخلفاء الأربعة. قلت: و هذا هو الذي يحصل به الجمع بين الأحاديث المختلفة في الباب، وأما دعوىٰ نسخ القنوت في الفجر مطلقا فتردها اٰثار الصحابة وقنوتهم بعد وفاة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أحياناً"(٤).

یعنی اگر قنوت رأساً ہی منسوخ ہوجاتی تو خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ کبھی نہ پڑھتے، اگر اس کا استمرار رہتا

---

(١) (سنن الترمذي، ابواب الصلوة، باب في ترك القنوت: ١/٩١، سعيد)

(٢) وقال النسائي: "عن أبي مالك الأشجعي عن أبيه قال: صليت خلف رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فلم يقنت، وصليت خلف أبي بكر رضي الله تعالىٰ عنه، فلم يقنت، وصليت خلف عمر رضي الله تعالىٰ عنه فلم يقنت، وصليت خلف عثمان رضي الله تعالىٰ عنه فلم يقنت، وصليت خلف عليّ رضي الله تعالىٰ عنه فلم يقنت، ثم قال: يا بُنيّ! إنها بدعة". (سنن النسائي، كتاب الافتتاح، ترك القنوت: ١/١٦٤، قديمي)

(٣) (سنن ابن ماجة، كتاب الصلوة، باب ماجاء في القنوت في صلاة الفجر، ص: ٨٩، مير محمد كتب خانه، كراچی)

(٤) (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب الوتر، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة: ٦/٩٦، إدارة القرآن، كراچی)

یعنی ہرلڑائی کے وقت پڑھنا مشروع رہتا تو ہمیشہ پڑھتے رہتے اس لئے کہ جہاد کا سلسلہ تو مستمر رہا ہی ہے، مگر ان حضرات کا معمول یہ تھا کہ بلیۂ شدیدہ عامہ کے وقت پڑھتے تھے، بغیر اس کے نہیں پڑھتے تھے، اور یہ پڑھنا صرف فجر کی نماز میں تھا، دیگر نمازوں میں نہیں تھا۔ لہٰذا کہا جائے گا کہ نسخ بھی دو جہت سے ہے: ایک استمرار، دوسرے ماعدا فجر۔ پس فجر کے علاوہ دیگر صلوۃ میں قنوت نہیں، خواہ سریۃ ہو خواہ جہریۃ ہو۔

بعض کتبِ فقہ میں جہریہ میں مشروعیت درج ہے اس کی توضیح علامہ شامیؒ نے اس طرح کی ہے کہ یہ لفظ ''صلوۃ الفجر'' تھا نقل میں تحریف ہوکر ''صلوۃ الجہر'' ہوگیا، لہٰذا صرف فجر میں مشروعیت ہے، کل صلوۃِ جہریہ میں نہیں، نہ جمعہ نہ کسی اَور نماز میں۔ ہاں! اگر وقتِ ضرورت خطبۂ جمعہ میں قنوتِ نازلہ پڑھ لی جائے تو مضائقہ نہیں (۱)۔ قنوت کی مفصل بحث جس میں دس جہات سے کلام کیا ہے اور احادیثِ مختلفہ نیز عباراتِ فقہیہ کو پورے حوالوں سے نقل کر کے تعارض رفع کیا ہے اور روایات پر جرحاً وتعدیلاً بحث کر کے امرِ راجح کو محقق کیا ہے'' اعلاء السنن'' کی جلدِ سادس میں مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۱/۸۸ھ۔

---

(۱)'' (قوله: فيقنت الإمام في الجهرية): أي شرعية القنوت في النوازل مستمرةً، وهو محمل قنوت من قنت من الصحابة بعد وفاته عليه السلام، وهو مذهبنا، وعليه الجمهور. وقال الحافظ أبو جعفر الطحاوي: إنما لا يقنت عندنا في صلاة الفجر من غير بلية، فإن وقعت فتنة أو بلية، فلا بأس به، فعله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... و هو صريح في أن قنوت النازلة عندنا مختص بصلاة الفجر دون غيرها من الصلاة الجهرية أو السرية''. (رد المحتار، مطلب في قنوت النازلة : ۲/۱۱، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/۷۸، رشيديه)

(۲) ''اعلم أن الكلام في قنوت النازلة في مواضع: الأول أن محله صلاة الفجر خاصةً، أم الجهرية أو الصلوات كلها؟ الثاني: كونه بعد الركوع أو قبله ؟ والثالث: كونه سراً أو جهراً؟ والرابع: هل يقنت المؤتمون أو يؤمنون ؟ الخامس: هل يؤمنون سراً أو جهراً؟ السادس: هل ترفع الأيدي قبله أم لا ؟ السابع: هل يكبر له أم لا؟ الثامن: هل يضع اليدين حال قرأته أو يرسلهما ؟ التاسع :هل يرفع اليدين حال قرأته كرفعهما في الدعاء خارج الصلاة؟ العاشر :هل القنوت عند النازلة مشروع عندنا أم لا؟ والكلام في هذا المقام بسيط''. من شاء فليراجع. (إعلاء السنن، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة : ۶/۹۴، ۱۰۳، إدارة القرآن كراچی)

قنوتِ نازلہ کے متعلق

سوال[۳۲۹۱]: مورخہ ۳/اپریل/۱۹۴۱ء بروز یکشنبہ سائل کا موقع اتفاقیہ نماز فجر با جماعت پڑھنے کا بڑی جامع مسجد سہارنپور میں ہوا، دوسری رکعت کی قرأت کے بعد رکوع کیا گیا، رکوع سے کھڑے ہوکر ہاتھ چھوڑے ہوئے امام صاحب نے کچھ دعاء بالجہر پڑھی، کچھ مقتدی بجہر اور کچھ باخفاء آمین کہتے رہے، یہ فعل تخمیناً دس منٹ تک ہوا، اس دعاء کے ختم کرنے کے بعد نماز کے دوسجدے کرکے التحیات وغیرہ پڑھ کر نماز ختم کی۔ کیونکہ سائل نے اپنی ساٹھ سالہ عمر میں ایسا فعل جماعت احناف نماز فرض میں اول ہی مرتبہ دیکھا، چنانچہ بڑے بڑے علماء جیسے حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف وتالیف کردہ کتب کا بہت مطالعہ کیا اور بڑے بڑے علماء کی صحبت میں رہا، مگر اس مسئلہ کا اتفاق نہیں پڑا، اس لئے سائل کو تعجب سا معلوم ہوتا ہے۔ سائل نے وہیں ایک عالم صاحب -بھی موجود تھے- سے پوچھا کہ ایسا فعل کیسا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مصیبت کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز فجر میں یہ فعل کیا ہے اور سنت ہے، بدعت نہیں، چونکہ زبانی میں سائل کو پوری تسلی نہ ہوئی اس لئے عرض ہے کہ مسئلہ ہذا کو مشرح فرمادیا جائے، تاکہ عام مسلمانوں کو فائدہ پہونچے کس مقام پر، کس مصیبت پر اور مصیبت امام صاحب کی ہو یا کہ جمیع مسلمین کی، یہ فعل جماعت میں ہوسکتا ہے یا نہیں اور کوئی تنہا بھی کرسکتا ہے اور تاخیر وتقدیم کی حالت میں سجدۂ سہو تو نہ لازم آئے گا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ کفار کی طرف سے عام مسلمانوں پر کسی قسم کا ظلم وتشدد ہوتا ہو کہ مسلمان عام طور پر پریشان ہورہے ہوں، اس وقت اگر کوئی امام نماز فرض فجر میں دعائے قنوتِ نازلہ بعد رکوع گاہے گاہے پڑھ لے تو گنجائش ہے، استحباب بھی ثابت ہوتا ہے، مگر یہ پڑھنا اتفاقیہ ہی ہوسکتا ہے یہ نہیں کہ اس کا معمول ہی کرلیا جائے، ایسے ہی اگر کوئی اکیلا رات میں کسی نوافل میں کبھی پڑھ لے تو اس کی بھی گنجائش ہوسکتی ہے اور مقتدی امام کے سکتات میں آمین کہتے رہیں، اس پر کوئی اعتراض جائز نہ ہوگا:

"قال أبو جعفر الطحاوی: إنما لا يقنت عندنا فی صلوة الفجر من غير بلية، فإن وقعت

فتنة أو بلية، فلا بأس به". شامی: ۱/۴۵۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

قنوت نازلہ میں "دمّر دِیَارَھم" کی جگہ دوسرا لفظ

سوال[۳۲۹۲]: قنوتِ نازلہ میں ایک لفظ "دمّر دیارھم" ہے، اس کے متعلق ایک مولوی صاحب کا خیال ہے کہ جس دیار میں کفار رہتے ہیں اسی دیار میں ہم بھی مقیم ہیں، جب ان کے دیار برباد ہونگے تو ساتھ ساتھ ہم بھی برباد ہونگے، فی الحال قنوتِ نازلہ گودھرا اور مرادآباد وغیرہ کے لئے پڑھا جاتا ہے اور ان شہروں میں مسلمان اور کفار مخلوط رہتے ہیں، لہٰذا "دیارھم" کے بدل "أشرارھم" پڑھنا چاہئے۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، اس طرح تبدیلی کرنے سے نماز میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مقصد سے یہ تغیر مناسب ہے، نماز میں خرابی نہیں آئے گی (۲)۔

قنوتِ نازلہ میں ہاتھوں کے اٹھانے اور آمین پڑھنے کا حکم

سوال[۳۲۹۳]: قنوتِ نازلہ فجر میں امام دوسری رکعت کے قومہ میں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ امام کے قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا درست ہے یا نہیں؟ کیا شوافع حضرات قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت امام کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے ہیں؟ قنوت نازلہ پڑھتے وقت آمین جہر سے کہے یا آہستہ کہے، مقتدی زور سے آمین کہے یا آہستہ کہے؟ مقتدی حضرات حنفی ہوں اور امام شافعی مسلک کا ہو تو حنفی حضرات قنوت نازلہ سننے پر آمین جہر سے کہیں یا آہستہ سے؟ امام صاحب ہمارے یہاں شافعی مسلک کے ہیں۔

---

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱، سعید)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۷۸، رشيديه)

(وكذا في إعلاء السنن، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة: ۶/۹۵، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی)

(۲) قنوتِ نازلہ میں زیادہ توسع ہونے کی بنیاد پر اس طرح کے الفاظ جائز ہیں، لہٰذا "دمر دیارھم" کی جگہ "أشرارھم" پڑھنے سے کسی فحش غلطی کا ارتکاب نہیں ہوا کہ نماز فاسد ہو جائے لہٰذا مذکورہ تبدیلی درست ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً :

مصائب عامہ شدیدہ کے وقت فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد امام قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے:"قال الحافظ أبو جعفر الطحاوی رحمه الله تعالیٰ إنما لا يقنت عندنا فی صلوة الفجر من غير بلية، فإن وقعت فتنة أو بلية فلا بأس، به فعله رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم". شامی(۱)۔

شوافع قنوت نازلہ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں، حنفیہ ہاتھ نہیں اٹھاتے، اگر کوئی حنفی کسی شافعی امام کی اقتدا کرے تو ہاتھ چھوڑ کر کھڑا رہے اور دعاؤں کے آخر میں آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے:

قال الحصكفی رحمه الله تعالیٰ: "بل يقف ساكتاً علی الأظهر مرسِلاً يديه". الدرالمختار علی هامش ردالمحتار(۲)۔ "وهل المقتدی مثله (أی مثل الإمام) أم لا؟ وهل القنوت هنا قبل الركوع أم بعده؟ لم أره، والذی يظهر لی أن المقتدی يتابع إمامه إلا إذا جهر، فيؤمّن وأنه يقنت بعد الركوع لا قبله.......... ثم رأيت الشرنبلالية فی مراقی الفلاح: صرح بأنه بعده، اهـ". شامی: ۱/۷۰۲ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، مطلب فی قنوت النازلة : ۲/۱۱، سعيد)

(وكذا فی اعلاء السنن، تتمة فی بقية أحكام قنوت النازلة : ۲/۹۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/۴۸، رشيديه)

(۲) (رد المحتار، مطلب فی قنوت النازلة : ۲/۹، سعيد)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة، آنفاً)

"وقال محمد: لا يقرأ بل يؤمّن ، كما فی رد المحتار، والمختار للنازلة عند الشامی أنه يقرأ إسرَ الإمام، ويؤمّن إذا جهر به". (إعلاء السنن، تتمة فی بقية أحكام قنوت النازلة : ۲/۱۰۱، إدارة القرآن كراچی)

قنوتِ نازلہ میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے؟

سوال[۳۲۹۴]: قنوتِ نازلہ کے وقت ہاتھ باندھ لینا چاہئے یا چھوڑ دینا چاہئے، مسئلہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

اس میں دونوں قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ قیام کی طرح ہاتھ باندھ لے، دوسرا یہ ہے کہ قومہ کی طرح ہاتھ چھوڑے رکھے، لہٰذا کسی پر اعتراض نہ کیا جائے: "والحاصل أنه يضع عند الشيخين في القنوت سواء كان قبل الركوع أو بعده"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۶/۱۴۰۶ھ۔

قنوتِ نازلہ اور ختم یٰسین کب تک پڑھنی چاہیے؟

سوال[۳۲۹۵]: جب سے گودھرا میں فساد ہوا ہے آج تک قنوتِ نازلہ پڑھی جاتی ہے، بعد نماز عشاء سورۂ یٰسین شریف کا ختم ہوتا ہے پھر دعاء ہوتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ قنوت نازلہ اور ختم یٰسین شریف کی کوئی حد بھی ہے، کب تک پڑھی جائے؟ ختم یٰسین شریف کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

قنوتِ نازلہ بمنزلۂ علاج کے ہے، جب تک مرض ہے علاج جاری رہتا ہے(۲) اور یٰسین شریف کے فضائل احادیث میں موجود ہیں، دفعِ مصائب میں یہ بہت نافع اور مجرب ہے(۳)۔ اور دعاؤں کا امر قرآن

---

(۱) (إعلاء السنن، تتمة في بقية أحكام قنوت النازلة : ۶/۱۰۲، إدارة القرآن كراچی)

" (و يأتي المأموم بقنوت الوتر لا الفجر)؛ لأنه منسوخ (بل يقف ساكتاً على الأظهر) مرسلاً يديه". (الدر المختار). "(قوله: مرسلا يديه)؛ لأن الوضع سنة قيام طويل فيه مسنون، وهذا الذكر ليس مسنون عندنا". (ردالمحتار، مطلب في قنوت النازلة : ۲/۹، سعيد)

(۲) "و قال الحافظ أبو جعفر الطحاوی : إنما لا يقنت عندنا في صلوة الفجر من غير بلية، فإن وقعت فتنة أو بلية، فلا بأس به فعله رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ". (ردالمحتار، مطلب في قنوت النازلة : ۲/۱۱، سعيد)

(۳) "وقال عليه السلام : "من قرأ يٰس أمام الحاجة، قُضيت له .. .. وتدعى الدافعة والقاضية تدفع =

کریم میں ہے(۱) اس کو "مخ العبادۃ" فرمایا گیا ہے(۲) البتہ اس ختم اور اجتماعی دعاء کو مستقل واجب یا سنت کا درجہ دینا کہ نہ شریک ہونے والے کو عاصی قرار دیا جائے درست نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۲/۱۴۰۱ھ۔

عام بدامنی کے موقع پر بعد نمازِ فجر آیتِ کریمہ کا ختم

سوال[۳۲۹۶]: جب بدامنی عام ہو جائے اور اہلِ اسلام کی جان واموال کو غیروں کی طرف سے خطرات لاحق ہو جائیں تو ایسی صورت میں اہلِ اسلام کو کیا کرنا چاہئے؟ ہمارے یہاں بعض مساجد میں یہ سلسلہ جاری ہے کہ بعد صلوۃ فجر لوگوں کو روک دیا جاتا ہے اور بہ ہیئت اجتماعیہ سب لوگ گٹھلیوں پر آیت کریمہ: ﴿لا إلٰه إلا أنت سبحانك إني كنت من الظالمين﴾ پڑھ کر دعاء کرتے ہیں، ایسے حوادث تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں بھی پیش آئے تو کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے ایسا عمل ثابت ہے؟ شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

= عنه كل سوء وتقضى له كل حاجة". (تفسير المدارك، سورة يٰس: ۴۰۸/۲، قديمي)

(۱) "عن النعمان بن بشير رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الدعاء هو العبادة ثم قرأ: ﴿وقال ربكم ادعوني أستجب لكم، إن الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين﴾ هذا حديث حسن". (سنن الترمذي، باب ماجاء في فضل الدعاء: ۱۷۵/۲، سعيد)

(۲) "عن أنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الدعاء مخ العبادة" هذا حديث غريب". (سنن الترمذي، أبواب الدعوات، باب ما جاء في فضل الدعاء: ۱۷۵/۲، سعيد)

(۳) "قال الطيبي رحمه الله تعالىٰ: "وفيه أن من أصر على أمر مندوب و جعله عزماً و لم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر. وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: "إن الله عزوجل يحب أن تؤتى رخصة كما يحب أن تؤتى عزائمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۳۱/۳، رشيديه)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲۶۳/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

الجواب حامداً و مصلیاً :

مصیبتِ عامہ کے وقت جب بدامنی پھیل جائے، قتل وغارت کی وجہ سے جان، ومال اولاد محفوظ نہ رہے تو قنوتِ نازلہ پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے(۱)، آیتِ کریمہ کا عمل بھی مفید و مجرب ہے(۲) توبہ واستغفار کی کثرت کی جائے۔ یہ بھی حدیث میں ہے کہ جب کوئی اہم امر پیش آتا: "بادر إلی الصلوة"(۳) اس لئے آیت کریمہ کی توفیق ہوجائے تو اعتراض کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ : قال: قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہراً یدعو علی عُصیّة و ذکوان، فلما ظہر علیہم ترک القنوت. و کان ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یقنت فی صلاۃ الغداۃ". (شرح معانی الآثار للطحاوی، کتاب الصلاۃ، باب القنوت فی الصلاۃ، ص:۱۶۸، سعید)

"وقال أبو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: إنما لا یقنت عندنا فی صلاۃ الفجر من غیر بلیة فإن وقعت فتنة أو بلیة، فلا بأس بہ، فعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۲/۱۱، سعید)

(۲) "عن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "دعوة ذی النون إذا دعا ربہ وھو فی بطن الحوت: ﴿لا إلہ إلا أنت سبحانک إنی کنت من الظالمین﴾ لم یدع بھا رجل مسلم فی شیء، إلا استجاب لہ". رواہ أحمد والترمذی". (مشکوۃ المصابیح، کتاب أسماء اللہ تعالیٰ، الفصل الثانی، ص: ۲۰۰، قدیمی)

(وکذا فی الأذکار للنووی، باب دعاء الکرب والدعاء عند الأمور المھمة، ص:۸۸، مکتبہ دار ابن حزم)

(۳) "کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إذا حزبہ أمر، صلی" (مسند إمام أحمد بن حنبل: ۵۳۷/۲، دار إحیاء التراث العربی)

(ومشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب التطوع، الفصل الثانی، (رقم الحدیث: ۱۳۲۵): ۲۵۸/۱، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب التطوع، الفصل الثانی : ۱۱۷/۱، قدیمی)

باب السنن والنوافل

الفصل الأول في السنن المؤكدة

(سننِ مؤکدہ کا بیان)

کیا فجر کی سنتوں کو پڑھے بغیر فرض نماز جائز نہیں؟

سوال[۳۲۹۷]: ایک صاحب فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز، سنت نماز پڑھنے کے بغیر فرض نماز کے لئے جماعت میں شریک نہیں ہوسکتے اور نہ وہ فرض نماز جائز ہے، آیا یہ کہاں تک درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فجر کی سنت کی زیادہ تاکید آئی ہے(۱) تاہم اگر کوئی ایسے وقت مسجد میں پہونچے کہ سنت پڑھنے کا وقت نہیں رہا، اگر پڑھے گا تو جماعت میں شرکت نہیں کر سکے گا تو اس کو چاہئے کہ جماعت میں شریک ہوجائے، پھر آفتاب ذرا بلند ہوجانے پر سنت پڑھ لے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۹/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا تدعوهما وإن طردتكم الخيل". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في تخفيفهما: ۱/۱۸۶، مكتبه إمداديه ملتان)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما قال: شهد عندي رجالٌ مرضيّون فيهم عمر بن الخطاب، وأرضاهم عندي عمر أن نبي الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا صلاة بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، ولا صلاة بعد صلاة العصر، حتى تغرب الشمس". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۱/۱۸۸، مكتبه إمداديه ملتان)

"(قوله: و لا يقضيها إلا بطريق التبعية الخ) .... وأما إذا فاتت وحدها، فلا تقضیٰ قبل =

جماعت کھڑی ہونے پر فجر کی سنت کہاں پڑھے؟

سوال[۳۲۹۸]: بوقتِ اقامت جماعتِ فجر در صفِ ثانی سنتِ فجر خواندن مکروہ است یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا حائل مکروہ است:

"ثم السنة المؤكدة التي يكره خلافها في سنة الفجر، وكذا في سائر السنن، هو أن لا يأتي بها مخالطاً للصف بعد شروع القيام في الفريضة و لا خلف الصف من غير حائل، و أن يأتي بها إما في بيته وهو الأفضل، أو عند باب المسجد إن أمكنه ذلك بأن كان، ثم موضع يليق للصلوة، وإن لم يمكنه ذلك، ففي المسجد الخارج إن كانوا يصلون في الداخل، أوفي الداخل إن كانوا في الخارج إن كان هناك مسجدان: صيفيّ و شتويّ، وإن كان المسجد واحداً فخلف استوانة، ونحو ذلك كالعمود والشجر وما أشبههما في كونهما حائلاً. والإتيان بها خلف الصف من غير حائل مكروهٌ، و مخالطاً للصف كما يفعله كثير من الجهال أشد كراهة لمافيه من مخالفة الجماعة، اهـ". كبيرى، ص: ۳۷۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۴/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

= طلوع الشمس بالإجماع، لكراهة النفل بعد الصبح، وأمابعد طلوع الشمس فكذلك عندهما. و قال محمد: أحب إليّ أن يقضيها إلى الزوال، كما في الدر .... وقالا: لا يقضي، وإن قضى، فلا بأس به". (ردالمحتار، باب إدراک الفريضة : ۵۷/۲، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل الحادي والعشرون في التطوع قبل الفرض و بعده و فواته عن وقته وتركه: ۵۱۱/۱، المكتبة الغفارية كوئٹه)

(۱) (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع: لو ترک، ص: ۳۹۶، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في رد المحتار، باب إدراک الفريضة : ۵۶/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراک الفريضة : ۱۳۱/۲، رشيديه)

جماعت شروع ہوجانے پر فجر کی سنتوں کا حکم

سوال[۳۲۹۹]: بسم اللہ الرحمن الرحیم :

روایت ہے محمد بن ابراہیم سے، اس نے نقل کی قیس بن عمرو سے، کہا: دیکھا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہ پڑھتا تھا بعد نماز فرض صبح کی دو رکعتیں، پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ''نماز صبح کی دو رکعتیں ہیں'' پس کہا: میں نے نہیں پڑھی تھی دو رکعتیں سنت، یہ پہلی دو رکعتیں سنت ہیں، پس پڑھا ان کو اب۔ پس چپ رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم''۔ روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے اور روایات کیا ترمذی نے۔

۱- یہ حدیث ابوداؤد چھاپہ اول، دہلی کے ص:۱۷۹۰، میں ہے(۱)۔

۲- یہ ہی حدیث ابن ماجہ چھاپہ اول، دہلی کے ص:۱۹۵۰، میں ہے(۲)۔

۳- یہ ہی حدیث ترمذی چھاپہ احمدی، دہلی کے ص:۹۰۷، میں ہے(۳)۔

فائدہ : اس شخص نے جو بعد نماز فرض صبح کی سنتیں پڑھیں تو وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ شخص

---

(۱) ''حدثني محمد بن إبراهيم عن قيس بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه قال: رأى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رجلاً يصلي بعد صلاة الصبح ركعتين، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''صلوة الصبح ركعتان''. فقال الرجل: إني لم أكن صليت الركعتين اللتين قبلهما، فصليتهما الآن، فسكت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم''. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب: إذا أدرك الإمام و لم يصل ركعتي الفجر : ١/١٨٧، مكتبه إمداديه، ملتان)

(۲) (سنن ابن ماجة، أبواب إقامة الصلوات، باب ما جاء فيمن فاتته الركعتان قبل صلاة الفجر متى يقضيهما، ص: ٨٢، مير محمد كتب خانه)

(۳) ''عن محمد بن إبراهيم عن جدّه قيس رضي الله تعالىٰ عنه، قال: خرج رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأقيمت الصلاة فصليت معه الصبح، ثم انصرف النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فوجدني أصلي، فقال: ''مهلاً ياقيس أصلاتان معاً''؟ قلت: يا رسول الله! إني لم أكن ركعت ركعتي الفجر، قال: ''فلا إذاً''. (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ما جاء في من تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلاة الصبح : ١/٩٦، سعيد)

بعد تکبیر کہنے مؤذن کے آیا ہوگا اور بغیر پڑھے سنتوں کے۔ بموجب حکم اس حدیث کے جو کہ مسلم میں روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ کہا: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یعنی: ''جس وقت کہ کھڑی کی جاوے نماز یعنی تکبیر ہو فرضوں کی پس نہیں ہے کوئی نماز سوائے نماز فرض کے''۔ جماعت میں شامل ہو گیا ہوگا۔

۱- یہ حدیث مسلم میں جو کہ مع نئی شرح نووی چھاپہ گیا اس کے ص: ۲۴۷، میں ہے(۱)۔

یعنی حدیث کی ہم کو محمد بن اسحٰق، خزیمہ اور وصف بن عبداللہ حافظ نے بیچ انطا کیہ کے کہا ان دونوں نے حدیث کی ہم کو ربیع بن سلیمان نے، کہا اس نے حدیث کی ہم کو یحییٰ بن سعید نے، اس نے نقل کی اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے قیس بن فہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ تحقیق اس نے پڑھی نماز ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صبح کی اور نہ پڑھی تھی اس نے دو رکعت فجر کی سنتیں، پس جب سلام پھیرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑا ہوا، پس پڑھی دو رکعتیں فجر کی سنتیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیکھتے تھے طرف اس کے، پس نہ انکار کیا۔ اس کو روایت کیا اس حدیث کو ابن حبان نے بیچ صحیح اپنی کے(۲)۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا أقيمت الصلاة، فلا صلاة إلا المكتوبة" (الصحيح لمسلم، كتاب صلوة المسافر و قصرها، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن في إقامة الصلاة الخ: ۱/۲۴۷، قديمي)

(وجامع الترمذي، أبواب الصلوة، باب ماجاء إذا أقيمت الصلوة فلا صلوة إلا المكتوبة: ۱/۹۶، سعيد)

(وشرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلوة، باب أداء سنة الفجر: ۱/۲۵۵، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، إذا أدرك الإمام ولم يصل ركعتي الفجر: ۱/۱۸۰، سعيد)

(وسنن النسائي، كتاب الصلوة، باب مايكره من الصلوة عند الإقامة: ۱/۱۳۹، قديمي)

(۲) "أخبرنا .... ومحمد بن إسحق بن خزيمة، قالوا: أخبرنا الربيع بن سليمان، قال: حدثنا أسد بن موسىٰ، قال: حدثنا الليث ابن سعد عن يحيي بن سعيد عن أبيه عن جده قيس بن فهد أنه صلى مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الصبح و لم يكن ركع ركعتي الفجر، فلماسلم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم معه، ثم قام فركع ركعتي الفجر و رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينظر إليه، فلم ينكر ذلك عليه". (صحيح ابن حبان، ذكر الإباحة لمن أدرك الجماعة و لم يصل ركعتي الفجر أن يصليهما في عقب صلاة الغداة: ۵/۸۲، المكتبة الأثرية)

۱-حدیث طبرانی کبیر میں بھی ہے، کہا شوکانی نے نیل الاوطار میں چھاپہ مصر کے جلد دوم، ص: ۱۷۰، میں ہے(۱)۔

۲-کوئی شخص آفتاب نکلنے کے بعد پڑھنا چاہے تو درست ہے، آفتاب کے نکلنے کے بعد بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے۔ حدیث ترمذی چھاپہ احمدی کے ص: ۸۰ میں ہے(۲)۔

اس لئے ہم یہ نہیں کہتے کہ بعد نکلنے آفتاب کے فجر کی سنتیں جائز نہیں ہیں بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ جو چاہے بعد فرض صبح کے اس وقت پڑھ لے اور جو چاہے بعد نکلنے آفتاب کے پڑھے، ان دونوں وقتوں میں منع کرنا کسی کا کسی کو بھی نہیں پہنچتا۔

عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے میں اور ثبوت نہ لکھ سکا ورنہ ابھی بہت کچھ لکھتا۔

خاکسار: مشتاق احمد، ۲۳/اکتوبر ۱۹۷۲ء، محمدی محلہ قاضی پاڑہ شہر متھرا (یوپی)۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ مذکورہ کے بارے میں جب کہ:

ماقبل میں ثابت کیا گیا ہے کہ: فجر کی سنتیں سورج طلوع ہونے سے پہلے بھی پڑھ سکتے ہیں جب کہ فرض پہلے پڑھ لئے ہوں حالانکہ مسلکِ احناف کے مطابق اگر جماعت فجر ہورہی ہے اور مصلی کو اعتماد ہے کہ وہ جماعت صبح کا قعدۂ اخیرہ پالے گا تو پہلے اس کو فجر کی سنتیں ادا کرنی چاہئیں اور ایک صاحب اس بات پر مُصر ہیں

---

(۱) (المعجم الكبير للطبراني، قيس ابن فهد الأنصاري: ۱۸/۳۶۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت).

"حديث ثابت بن قيس بن شماس رضي الله تعالىٰ عنه عند الطبراني في الكبير قال: "أتيت المسجد والنبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الصلوة، فلما سلم النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، التفت إليّ و أنا أصلي، فجعل ينظر إليّ و أنا أصلي، فلما فرغت قال: "ألم تصل معنا؟" قلت: نعم! قال: "فما هذه الصلاة"؟ قلت: يارسول الله! ركعتا الفجر خرجت من منزلي و لم أكن صليتها قال: فلم يعب ذلك عليّ". (نيل الأوطار، باب تأكيد ركعتي الفجر و قضائها إذا فاتتا: ۳/۳۱، دار الباز للنشر)

(۲) "عن أبي هريرة -رضي الله تعالىٰ عنه- قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من لم يصل ركعتي الفجر، فليصلهما بعد ما تطلع الشمس ....اهـ". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس: ۱/۹۶، سعيد)

کہ اگر جماعت کھڑی ہوجائے تو فوراً جماعت میں شریک ہوجاؤ بغیرادا کئے سنت، فجر، اوراگر اندیشہ ہو کہ جماعت چھوٹ جائے گی تو جماعت میں شامل ہوجائے اورسورج طلوع ہونے کے بعد سنتیں پڑھے، حالانکہ ایک صاحب بضد ہیں کہ فجر کی سنتوں میں نماز صبح باجماعت پڑھنے کے بعد مصلی کو اختیار ہے چاہے فرضِ صبح کے ادا کرنے کے فوراً بعد سنتِ فجر پڑھ لے یا بعد طلوع شمس پڑھے ان دونوں وقتوں میں اس کو کوئی ممانعت نہیں۔ ان صاحب نے اپنے اس اصرار پر مصر ہونے کے باوجود معلوم نہیں یہ حدیثیں کہاں سے نقل کی ہیں ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سنتِ فجر اگر فجر کی جماعت ہوجائے تو یہ ضروری نہیں کہ ان سنتوں کو طلوعِ شمس کے بعد ہی پڑھے۔ لہٰذا ماقبل میں جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں ان کا جواب کیا ہوگا؟ جواب بالوضاحت مطلوب ہے، ان پر ان احادیث کا کیا جواب ہوگا۔ بینوا و توجروا۔

حافظ مظہر محمود، قاضی شہر قائم گنج ضلع فرخ آباد (یوپی)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس مسئلے پر غور کرنے کے لئے متعدد مضامین کی احادیث کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے، پھر معلوم ہوگا کہ حنفیہ کا مذہب کس قدر جامع ہے اور کس قدر حدیث کے مطابق ہے۔

۱- حدیث شریف میں ہے کہ "فجر سے پہلے کی دو رکعت مت چھوڑو اگر چہ تم کو گھوڑے روند ڈالیں" (۱) اس لئے حنفیہ ان سنتوں کی زیادہ تاکید کرتے ہیں۔

۲- حدیث شریف میں ہے جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید ہے (۲)، اس لئے حنفیہ کہتے ہیں اگر

(۱) "عن أبي هريرة -رضي الله تعالیٰ عنه- قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لا تدَعُوهما وإن طردتكم الخيل". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في تخفيفهما: ۱/۱۸۶، مكتبه إمداديه ملتان)

(وشرح معاني الآثار للطحاوي، باب أداء سنة الفجر: ۱/۲۵۸، سعيد)

(وسنن أبي داؤد، باب في تخفيفها: ۱/۱۷۹، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة -رضي الله تعالیٰ عنه- قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "لقد هممت أن آمر بالصلوة فتقام، ثم آمر رجلاً فيصلي بالناس، ثم انطلق معي برجال معهم حزمٌ من حطب إلى قوم لا يشهدون الصلاة، فاحرق عليهم بيوتهم بالنار". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة: ۱/۸۸، مكتبه إمداديه، ملتان) .... =

جماعت میں شرکت سے یہ سنتیں مانع ہوں تو جماعت میں شریک ہوجائے، ان کی وجہ سے شرکت جماعت سے محروم نہ رہے۔

۳-حدیث شریف میں ہے کہ ''جب جماعت کھڑی ہوجائے تو فرض نماز کے علاوہ دوسری نماز نہیں''(۱)۔اس لئے حنفیہ کہتے ہیں کہ ایسے وقت میں یہ سنتیں اس جگہ نہ پڑھے بلکہ حجرۂ مسجد میں یا کسی دوسری جگہ آڑ میں پڑھے(۲)۔

۴-حدیث شریف میں ہے کہ ''بعد نماز صبح کوئی نماز نہیں طلوع شمس سے پہلے''(۳) اس لئے حنفیہ

= "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "صلوة الجماعة أفضل من صلوة أحدكم وحده بخمسة وعشرين جزءً"......... قال: "صلوة الجماعة أفضل من صلوة الفذ بسبع وعشرين درجةً". (الصحيح لمسلم: ۱/ ۲۳۱، ۲۳۲، كتاب المساجد، باب فضل صلوة الجماعة وبيان التشديد فی التخلف عنها اهـ، قديمی)

(وجامع الترمذی: ۱/ ۵۲، أبواب الصلوة، باب ماجاء فی فضل الجماعة، وباب ماجاء فيمن سمع النداء فلا يجيب، سعيد)

(وصحيح البخاری: ۱/ ۸۹، ۹۰، كتاب الصلوة، باب وجوب صلوة الجماعة وباب فضل صلوة الجماعة، قديمی)

(وسنن النسائی: ۱/ ۱۳۵، كتاب الصلوة، باب التشديد فی ترک الجماعة والتخلف عن الجماعة ، قديمی)

(۱) "وعن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم :"إذا أقيمت الصلاة، فلا صلاة إلا المكتوبة". (سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء إذا أقيمت الصلاة فلا صلاة إلاالمكتوبة : ۱/ ۹۶ ، سعيد)

(۲) "الأفضل فی السنن والنوافل المنزل؛ لقوله عليه السلام: "صلاة الرجل فی المنزل أفضل إلا المكتوبة، ثم باب المسجد إن كان الإمام يصلی فی المسجد، ثم المسجد الخارج إن كان الإمام فی الداخل، والداخل إن كان فی الخارج وإن كان المسجد واحداً فخلف أسطوانة، وكره خلف الصفوف بلا حائل، وأشدها كراهةً أن يصلی فی الصف مخالطاً للقوم وهذا كله إذا كان الإمام فی الصلوة". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۱۱۳، كتاب الصلوة، الباب التاسع فی النوافل، رشيديه)

(۳) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: شهد عندی رجالٌ مرضيون فيهم عمر بن الخطاب وأرضاهم عندی عمر رضی الله تعالیٰ عنه وعنهم أن نبی الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال:"لاصلاة بعد=

کہتے ہیں کہ بعد نماز صبح طلوع شمس سے پہلے ان کو نہ پڑھے(۱)۔

۵- حدیث شریف میں ہے کہ ''جس کی صبح کی سنتیں چھوٹ گئی ہوں وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے''(۲)۔ اس لئے حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جس کی صبح کی سنتیں چھوٹ گئی ہوں وہ طلوع شمس کے بعد پڑھے(۳)۔ یہ حدیثیں کتب حدیث: آثار السنن (٤)، نصب الرایہ للزیلعی(٥)، شرح

= صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، و لا صلوة بعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۱۸۸/۱، مكتبه إمداديه، ملتان)

"عن أبي زرّ رضي الله تعالىٰ عنه قال: .... سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "لاصلوة بعد الصبح، حتى تطلع الشمس". الحديث. (مشكوة المصابيح، ص: ۹۵، كتاب الصلوة، باب أوقات النهي، قديمي)

(وسنن النسائي: ۹٦/۱، كتاب الصلوة، باب النهي عن الصلوة بعد الصبح والعصر، قديمي)

(۱) "وأما إذا فاتت وحدها، فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع؛ لكراهة النفل بعد الصبح". (ردالمحتار: ۵۷/۲، كتاب الصلوة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو فحش، باب إدراك الفريضة، سعيد)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من لم يصل ركعتي الفجر، فليصلهما بعد ماتطلع الشمس". (جامع الترمذي: ۹٦/۱، أبواب الصلوة، باب ماجاء في إعادتهما بعد طلوع الشمس، سعيد)

(۳) "وأما إذا فاتت وحدها، فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالإجماع لكراهة النفل بعد الصبح، وأما بعد طلوع الشمس، فكذلك عندهما، وقال محمد: أحبّ إليّ أن يقضيها إلى الزوال، كما في الدرر. قيل: هذا قريب من الاتفاق؛ لأن قوله: "أحبّ إليّ" دليلٌ على أنه لو لم يفعل لالوم عليه". (ردالمحتار: ۵۷/۲، كتاب الصلوة، باب إدراك الفريضة، مطلب: هل الإساءة دون الكراهة أو أفحش، سعيد)

"وقال محمد: يقضيهما بعد طلوع الشمس قبل الزوال، وهوالمختار، فإن أبا حنيفة وأبا يوسف أيضاً لايمنعان من القضاء بعد طلوع الشمس". (العرف الشذي على حاشية جامع الترمذي: ۹۷/۱، باب ماجاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر الخ، سعيد)

(٤) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "نهى عن الصلاة بعد العصر حتى تغرب الشمس، وعن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس". رواه الشيخان". (آثار السنن، كتاب الصلاة باب كراهة قضاء ركعتي الفجر قبل طلوع الشمس، ص: ۲۳٤، مكتبه إمداديه ملتان)

(٥) "روى أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قضى ركعتي الفجر بعد ارتفاع الشمس غداة ليلة التعريس". ثم قال المصنف والحديث و رد بقضائها، تبعاً للفرض. قلت: روى من حديث أبي قتادة و من حدثي ذى مخبر الخ" (نصب الراية لأحاديث الهداية، باب إدراك الفريضة: ۱٥٦/۲، المكتبة المكية)

7

معانی الآثار (۱) اوجز المسالک (۲) بذل المجہود (۳) معارف السنن (٤) میں موجود

(۱) "عن عمران بن حصين رضى الله تعالىٰ عنه عن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أنه كان فى سفر فنام عن صلوة الصبح، حتى طلعت الشمس، فأمر فأذن، ثم انتظر حتى اشتعلت الشمس، ثم أمر فأقام، فصلى الصبح". (شرح معانى الآثار، باب الصلاة عند طلوع الشمس، ص:۲۷۳، سعيد)

(۲) "مالک، أنه بلغه أن عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنه فاتته ركعتا الفجر فقضاهما بعد أن طلعت الشمس". "وفى أوجز المسالک ...... و أبى ذلک مالک وأكثر العلماء للنهى عن الصلاة بعد الصبح حتى تطلع الشمس، قاله الزرقانى، وقال ابن العربى: أما من لم يصلهما حتى صلى الصبح، فقال مالک: يصليهما إذا طلعت الشمس". (أوجز المسالک إلى موطأ الإمام مالک، كتاب الصلاة، باب ماجاء فى ركعتى الفجر: ۳۸۲/۲، إداره تاليفات اشرفيه)

(۳) "عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: شهد عندى رجال مرضيون فيهم عمر بن الخطاب وأرضاهم عندى عمر أن نبى الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا صلاة بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، ولا صلوة بعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس". (سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة، باب من رخص فيها إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۱۸۸/۱، إمداديه ملتان)

"وقد روى كثيرٌ من الصحابة عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ذلک: منهم أم سلمة رضى الله تعالىٰ عنها و ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما، ولكن ذكر ذلک بلاغاً و لم يذكره سماعاً، فإنه قال مرةً: شهد عندى رجال ...... و مرةً قال: حدثنا غير واحد من أصحاب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، و على ابن أبى طالب و عائشة و معاذ بن عفراء رضى الله تعالىٰ عنهم وأبو سعيد الخدرى رضى الله تعالىٰ عنه و ابن عمر و معاوية بن سفيان و أبو هريرة رضى الله تعالىٰ عنهم. أخرج رواياتهم الطحاوى". (بذل المجهود فى حل أبى داؤد، باب من رخّص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۲۶۸/۲، معهد الخليل الإسلامى)

(٤) "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من لم يصل ركعتى الفجر، فليصلهما بعد ما تطلع الشمس". و فى معارف السنن: "و فيه أثر ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما عند ابن أبى شيبة: "أنه صلى ركعتى الفجر بعد ما أضحى" وإسناده حسن كما فى آثار السنن، و رواه مالک بلاغاً وعند الطحاوى أثر آخر عن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما، وعن مالک فى المؤطأ وابن أبى شيبة فى المصنف أثر القاسم: أى ابن محمد يقول: "إذا لم أصلهما حتى أصلى الفجر، صليتهما بعد طلوع الشمس". وحديث الباب قوى صححه الحاكم فى "المستدرک". (معارف السنن، أبواب الصلاة، باب ما جاء فى إعادتهما بعد طلوع الشمس: ۱۰۰/۳، سعيد)

ہیں۔ضرورت ہوتو ان سب کوحدیث پاک کے عربی الفاظ میں نقل کردیا جائے گا۔

اب غور کیا جائے جولوگ ان سنتوں کو(شرکت جماعت کی وجہ سے) بالکل چھوڑ دیتے ہیں وہ حدیث نمبر:۱کے خلاف کرتے ہیں۔جولوگ ان سنتوں میں مشغول ہوکر جماعت میں شرکت نہیں کرتے وہ حدیث نمبر:۲ کے خلاف کرتے ہیں۔ جولوگ جماعت کھڑی ہوجانے پربھی اس جگہ سنتیں پڑھتے ہیں وہ حدیث نمبر:۳ کے خلاف کرتے ہیں۔جولوگ جماعت کے بعد طلوع شمس سے پہلے ان سنتوں کو پڑھتے ہیں وہ حدیث نمبر:۴و۵ کے خلاف کرتے ہیں۔

حنفیہ کی تائید میں آثارِ صحابہ بہت کثرت سے منقول ہیں(۱)،جس صحابی کوحضوراکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنتیں بعد نماز فجر قبل طلوع الشمس پڑھتے دیکھا ان کوصریح الفاظ میں اجازت نہیں دی، ورنہ دوسرے صحابہ بھی اس اجازت پرعمل کرلیا کرتے،پس ممانعت اپنے حال پرہے(۲)۔بعض روایات میں ہے کہ ان کودیکھ کراور جواب سن کرفرمایا:"فـــــلا إذاً" جس کا مطلب شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ اگریہ سنتیں پہلےنہیں پڑھی

---

(۱) "عن أبی اسحق، قال: حدثنی عبدالله بن أبی موسیٰ عن أبیه حین دعاهم سعید بن العاص، دعا أبا موسیٰ وحذیفة وعبدالله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنهم، قبل أن یصلی الغداة، ثم خرجوا من عنده وقد أقیمت الصلوة، فجلس عبدالله رضی الله تعالیٰ عنه إلی أسطوانة من المسجد، فصلی رکعتین، ثم دخل فی الصلوة، فهذا عبدالله رضی الله تعالیٰ عنه قد فعل، ومعه حذیفة وأبو موسیٰ رضی الله تعالیٰ عنهما لایُنکران ذلک علیه، فدل ذلک علی موافقتهما إیاه" .... "عن أبی مجلز قال: دخلت المسجد فی صلوة الغداة مع ابن عمر و ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم، والإمام یصلی، فأما ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنه، فدخل فی الصف وأما ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما فصلی رکعتین، ثم دخل مع الإمام، فلما سلم الإمام، قعد ابن عمر مکانه حتی طلعت الشمس، فقام، فرکع رکعتین، الخ". (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۲۵۷، کتاب الصلوة، باب أداء سنة الفجر، سعید)

(۲) "وتبعه ابن حجر فقال: أی أتصلی صلوة الصبح وتصلی بعدها رکعتین وقد علمت أنه لا صلوة بعدها؟ فالاستفهام مقدرٌ للإنکار .... وثانیاً لما ثبت نهی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن الصلوة بعد الصبح حتی تطلع الشمس فسکوته علیه السلام لا یحمل علی التقریر". (بذل المجهود: ۲/۲۶۴، باب من فاتته حتی یقضیها، إمدادیه، ملتان)

تھیں تب بھی ان کے پڑھنے کا یہ وقت نہیں (۱)، پس اس سے استدلال کرنا اور صریح ممانعت والی حدیث کو چھوڑنا اصولاً صحیح نہیں (۲)۔

نیز امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو لکھ کر فرمایا، "إسناد هذا الحديث ليس بمتصل" یعنی اس حدیث کی سند متصل نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۹۲ھ۔

جماعت کھڑی ہونے کے بعد فجر کی سنتیں

سوال[۳۳۰۰]: فجر کی جماعت شروع ہوجانے کے بعد نماز دو رکعت سنت پڑھتے ہیں پھر جماعت میں شریک ہوتے ہیں حالانکہ جماعت شروع ہونے اور قرأت کے بعد حکم یہ ہے کہ جماعت میں شریک ہوجائے، مگر لوگ پہلے سنت پڑھنا مقدم سمجھتے ہیں جس سے ان کی تکبیرِ اولیٰ بھی فوت ہوجاتی ہے، لیکن اگر سنت

---

(۱) "عن محمد بن إبراهيم عن جده قيس رضي الله تعالىٰ عنه قال: خرج رسول الله .... قلت: يارسول! إني لم أكن ركعت ركعتي الفجر، قال: "فلا إذاً". إنّ "إذَنْ" التي هي ناصبة المضارع، ويقال: إنها من الحروف مُغيَّرةٌ من "إذا" الشرطية، ويجوز كتابتهما بالنون: أي "إذن". (جامع الترمذي مع العرف الشذي: ۱/۹۶، ۹۹، أبواب الصلوة، باب ماجاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلوة الصبح، سعيد)

(۲) "واختلف الحنفية والشافعية في مراده، فقال الحنفية: معناه: فلا تصل إذَنْ، وإن لم تصلهما، فكان قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم للإنكار".

وقال الشافعية: معناه فلا بأس إذن: أي جاز أن تصليهما، فكان للإقرار دون الإنكار، ثم إن استعمال قوله: "فلا إذَنْ" للإنكار كثير منها مافي صحيح مسلم. قال شيخنا: لما سبق إنكاره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فسكوته بعده لا يدل على الإذن". (معارف السنن، ص: ۹۳-۹۶، تحقيق قوله "فلا إذن" هل هو للإقرار أو للإنكار، باب ما جاء فيمن تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعدصلاة الصبح: ۴/۹۳، ۹۶، سعيد)

(۳) (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في من تفوته الركعتان قبل الفجر يصليهما بعد صلاة الصبح: ۱/۹۶، سعيد)

پڑھے بغیر جماعت میں شریک ہوں تو پھر سنت کب پڑھیں جب کہ سنت کی قضا نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سلسلے میں چند احادیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے: اول: جماعت کی شرکت کے اہتمام کے متعلق، دوسرے: سنت فجر کے اہتمام کے متعلق، سوم: جماعت شروع ہوجانے پر کسی اَور نماز میں مشغول ہونے کے متعلق، چہارم: بعد نماز فجر کسی نماز نہ پڑھنے سے متعلق، پنجم: ارتفاع شمس کے بعد زوال سے پہلے پہلے قضاء سنت کے متعلق۔

ان احادیث کو سامنے رکھ کر حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مکان سے بغیر سنتِ فجر پڑھے مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ جماعت شروع ہوچکی تو وہ غور کرے، اگر سنتیں پڑھنے سے جماعت فوت ہوجانے کا ظن ہے تو جماعت میں شریک ہوجائے، پھر طلوعِ شمس سے کچھ دیر بعد سنتیں پڑھ لے اس سے قبل نہ پڑھے، اگر سنتیں پڑھ کر شریکِ جماعت ہوسکتا ہے جماعت فوت نہیں ہوگی تو مسجد کے قریب حجرہ، سہ دری، وضو خانہ کوئی جگہ ہو تو وہاں سنتیں پڑھ لے، ایسی جگہ نہ ہو اور امام و جماعت اندرونِ مسجد ہوں تو یہ صحن مسجد میں کسی ایک طرف کسی ستون کی آڑ میں پڑھ لے، امام جماعت صحن میں ہوں اور اندرونِ مسجد کا کوئی دوسرا راستہ بھی ہو کہ مرور بین یدی المصلی لازم نہ آئے تو اندر جا کر پڑھ لے، غرض صفوف سے متصل نہ پڑھے، جس قدر صفوف سے متصل پڑھے گا تو اسی قدر کراہت بھی ہوگی (۱)۔

شرح معانی الآثار میں دونوں قسم کے آثار موجود ہیں، دو صحابی مسجد میں گئے، ایک نے باب مسجد میں

---

(۱) "(وإذا خاف فوت) ركعتي (الفجر لاشتغاله بسنتها تركها) لكون الجماعة أكمل (وإلا) بأن رجا إدراک ركعة في ظاهر المذهب، وقيل التشهد (لا) يتركها بل يصليها عند باب المسجد إن وجد مكاناً، وإلا تركها؛ لأن ترک المكروه مقدم على فعل السنة". (الدر المختار).

"(قوله: و إلا تركها) فإن كان الإمام في الصيفي فصلاته إياها في الشتوي أخف من صلاتها في الصيفي و عكسه، وأشد ما يكون كراهةً أن يصليها مخالطاً للصف كما يفعله كثيرٌ من الجهلة". (رد المحتار، باب إدراک الفريضة: ۲/۵۶،۵۷، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع لو ترک، ص: ۳۹۶، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في البحرالرائق، باب إدراک الفريضة: ۲/۱۳۱، رشيديه)

سنتیں پڑھی، دوسرے صحابی جماعت میں شریک ہو گئے پھر طلوع کے کچھ دیر کے بعد انہوں نے سنتیں پڑھی(۱)، اسی طرح جملہ احادیث وآثار کی رعایت ہوگی، كما لا يخفى على من له مهارة في الحديث والفقه، اس مسئلہ پر مستقل رسالہ بھی شائع شدہ ہے جس میں تفصیل مذکور ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سنتیں پڑھتے ہوئے جماعت شروع ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال[۳۳۰۱]: اگر کوئی شخص اگلی صف میں سنت یا نفل پڑھ رہا ہو اور فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جاوے تو کیا سنت یا نفل پڑھنے والوں کی نماز نہ ہوگی، جیسا کہ مشہور ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نماز تو فاسد نہیں ہوگی، لیکن اس کو چاہئے کہ تخفیف کے ساتھ اپنی سنت ونفل پوری کر کے جماعت میں شریک ہو جاوے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۵/۳۰ھ۔

---

(۱) "عن أبي مجلز قال: دخلت المسجد في صلاة الغداة مع ابن عمر و ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما وعنهم والإمام يصلي، فأما ابن عمر فدخل في الصف، وأما ابن عباس فصلى الركعتين، ثم دخل مع الإمام، فلما سلم الإمام، قعد ابن عمر مكانه حتى تطلع الشمس، فقام فركع ركعتين. فهذا ابن عباس قد صلى الركعتين في المسجد والإمام في صلوة الصبح". (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلوة الفجر، ص:۲۵۷، سعيد).

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف: ۳۷۸/۱، سعيد)

(۲) مستقل رسالہ نہ مل سکا البتہ تفصیل کے لئے دیکھئے، عنوان: "جماعت شروع ہو جانے پر فجر کی سنتوں کا حکم"۔

(۳) "(وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعاً (على) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، و ليس القطع للإكمال بل للإبطال، خلافاً لما رجحه الكمال".

(الدرالمختار، باب إدراك الفريضة: ۵۳/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب إدراك الفريضة: ۱۲۵/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب إدراك الفريضة: ۴۴۸/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

اقامت کے بعد فجر کی سنتوں کا حکم

سوال[۳۳۰۲]: فجر کی جماعت شروع ہوچکی ہے اب فجر کی سنت پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ایک صاحب کہتے ہیں ایسے وقت میں سنت پڑھنا حدیث سے ثابت نہیں، حنفی لوگ جو ایسا کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔حدیث کے خلاف ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح معانی الآ ثار میں ایک جلیل القدر صحابی کا اثر نقل کیا ہے کہ وہ ایسے وقت مسجد پہونچے کہ نماز فجر شروع ہوچکی تھی، انہوں نے دروازہ مسجد پر سنتیں پڑھیں پھر جا کر جماعت میں شریک ہوگئے (۱)، جو صاحب اس کو غلط کہتے ہیں شاید ان کی نظر سے یہ چیز نہ گزری ہو۔اس مسئلہ پر مستقل ایک رسالہ ہے جس میں حنفیہ کی تائید میں حدیث اور اس کے معارض سے پوری بحث کر کے مسئلہ کو بالکل صاف کردیا ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "حدثني عبد الله بن أبي موسى عن أبيه حين دعاهم سعيد بن العاص: دعا أبا موسى و حذيفة و عبد الله بن مسعود رضي الله عنهم قبل أن يصلي الغداة، ثم خرجوا من عنده و قد أقيمت الصلوة، فجلس عبد الله إلى أسطوانة من المسجد فصلى الركعتين، ثم دخل في الصلوة،، فهذا عبد الله قد فعل هذا و معه حذيفة و أبو موسى لا ينكران ذلک عليه، فدل ذلک على موافقتهما إياه".

"عن أبي مجلز قال: دخلت المسجد في صلاة الغداة مع ابن عمر و ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه والإمام يصلي، فأما ابن عمر فدخل في الصف، وأما ابن عباس فصلى الركعتين، ثم دخل مع الإمام، فلما سلم الإمام، قعد ابن عمر مكانه حتى تطلع الشمس، فقام فركع ركعتين. فهذا ابن عباس قد صلى الركعتين في المسجد والإمام في صلوة الصبح". (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب الرجل يدخل المسجد والإمام في صلوة الفجر، ص: ۲۵۷، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلوة، مطلب في تكرار الجماعة والاقتداء بالمخالف: ۱/۳۷۸، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع: لو ترک، ص: ۳۹۷، سهيل اكيڈمی)

(۲) (لم أجد الرسالة المشار إليها، وأما التفصيل فراجع له عنوان: "جماعت شروع ہوجانے پر فجر کی سنتوں کا حکم"۔)

سنتِ فجر کی قضا

سوال[۳۳۰۲]: ۱......کسی مقتدی کی فجر کی سنتیں باقی رہ گئیں، کیونکہ تکبیرِ اُولیٰ شروع ہوگئی اور وہ سنتیں تکبیر شروع ہونے سے پہلے ادا نہیں کر سکا۔ اب جماعت ختم ہونے کے بعد وہ ان سنتوں کو جماعت کے بعد ہی ادا کر سکتا ہے، یا سورج نکلنے کے بعد ادا کرے؟

۲......امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... جماعت کے بعد سنتِ فجر کی قضا درست نہیں، سورج نکلنے کے بعد بلند ہونے پر پڑھ لے، اگرچہ سنت مؤکدہ نہ رہی:

"تقضى إذا فاتت بلا فرض بعد الطلوع قبل الزوال استحسانا؛ لأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قضاها بعد ارتفاع الشمس"۔ مجمع الأنهر، ص:١٤٢(١)۔ "قال محمد رحمه الله تعالىٰ: أحب إليّ أن أقضيها إذا فاتت وحدها بعد طلوع الشمس قبل الزوال". كبيرى، ص:٣٨٠(٢).

---

(۱) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، باب إدراك الفريضة: ۱/۱۴۲، دار إحياء التراث العربي)

"عن أبي قتادة قال: خطبنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقال: "إنكم تسيرون عشيتكم و ليلتكم"......... حتى اجتمعنا فكنا سبعة ركب، قال: فمال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الطريق فوضع رأسه ثم قال: "احفظوا علينا صلاتنا" فكان أول من استيقظ رسولُ الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والشمس في ظهره قال: فقمنا فزعين، ثم قال: "اركبوا" فركبنا حتى إذا ارتفعت الشمس، نزل .... ثم أذن بالصلاة، فصلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ركعتين، ثم صلى الغداة، فصنع كما كان يصنع كل يوم الخ" (الصحيح لمسلم، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها: ۱/۲۳۹، قديمي)

(۲) (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع: لو ترك، ص:۳۹۷، سهيل اکیڈمی)

(وكذا في رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۶، ۵۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في قضاء السنن: ۲/۲۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

۲......امام کے پیچھے سورہ فاتحہ عندالحنفیہ جائز نہیں: "والمؤتم لا يقرأ، فإن قرأ كره تحريماً، بل يسمع وينصت". در مختار: ۸۱(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۸۸ھ۔

سنت فجر کو جماعت کے بعد پڑھنا

سوال[۳۳۰۴]: صبح کی سنت جماعت میں شرکت کی وجہ سے جو ترک ہوجائیں کسی مجبوری سے طلوعِ آفتاب سے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

طلوعِ آفتاب سے پہلے سنت قضاء پڑھنا مکروہ ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، فصل في القرأة: ۱/۵۴۴، سعيد)

"عن أبي موسى رضي الله تعالىٰ عنه قال: علّمنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا قمتم إلى الصلاة، فليؤمكم أحدكم، وإذا قرأ الإمام، فأنصتوا". (مسند أحمد بن حنبل، حديث أبي موسى الأشعري: ۵/۵۶۹، (رقم الحديث: ۱۹۲۲۴)، المكتب الإسلامي بيروت)

(وسنن النسائي، باب: ﴿وإذا قرأ القرآن فأنصتوا﴾: ۱/۱۴۶، قديمي)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: شهد عندي رجال مرضيون فيهم عمر بن الخطاب، و أرضاهم عندي عمر رضي الله تعالىٰ عنه وعنهم، أن نبي الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لا صلاة بعد صلاة الصبح حتى تطلع الشمس، و لا صلاة بعد صلاة العصر حتى تغرب الشمس". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۱/۱۸۸، مكتبه إمداديه ملتان)

"(قوله: و لا يقضيها إلا بطريق التبعية الخ) .... وأما إذا فاتت وحدها، فلا تقضىٰ قبل طلوع الشمس بالإجماع، لكراهة النفل بعد الصبح". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۵۷، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل الحادي والعشرون في التطوع قبل الفرض و بعده و فواته عن وقته وتركه: ۱/۵۱۱، المكتبه الغفارية كوئٹه)

سنت پڑھنے کے دوران خطبہ شروع ہوجائے تو کیا کیا جائے؟

سوال[۳۳۰۵]: خطبۂ جمعہ کے شروع ہونے سے پہلے کسی نے سنت شروع کردی تو اب وہ کیا کرے جب کہ خطبہ شروع ہوگیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنت شروع کرنے کے بعد اگر خطبۂ جمعہ شروع ہوجائے تو اس کو چاہئے کہ ہلکی ہلکی رکعتیں پوری کر کے سلام پھیردے، ایسے ہی نماز نہ توڑے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۸ھ۔

ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر فرض کی امامت کرانا

سوال[۳۳۰۶]: آیا امام نماز ظہر سنتیں پڑھنے سے پہلے پڑھا سکتا ہے؟ کیا نماز ہوجائے گی نماز میں تو کوئی حرج واقع نہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں فرضِ ظہر ادا ہوجائیگا لیکن بلا عذر ایسا کرنا خلاف سنت ہے، کیونکہ ظہر کی چار سنتیں مؤکدہ ہیں اوران کا وقت فرض سے پہلے ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: بندہ سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

---

(۱) "(وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمها أربعاً (على) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، و ليس القطع للإكمال بل للإبطال، خلافاً لما رجحه الكمال".

(الدرالمختار، باب إدراك الفريضة : ۲/۵۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب إدراك الفريضة : ۲/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب إدراك الفريضة : ۱/۴۴۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن عبد الله بن شقيق قال: سألت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تطوعه، فقالت كان يصلي في بيتي قبل الظهر أربعاً، ثم يخرج فيصلي بالناس، ثم يدخل =

ظہر سے پہلے کی چار سنت میں دو پر سلام پھیرنے کا حکم

سوال [۳۳۰۷]: ایک شخص نے سنتِ مؤکدہ ظہر کے لئے چار رکعت کی نیت باندھی کہ فرض شروع ہوگیا، وہ شخص دو رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہوگیا۔ اب اسے جماعت کے بعد باقی دو رکعت پڑھنا چاہئے یا دو رکعتیں تو پڑھی ہوئی نفل بن گئیں، دوبارہ چار رکعت پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسی حالت میں چار رکعت پڑھے، جو نیت باندھی تھی وہ دو رکعت پر سلام پھیرنے کی وجہ سے نفل بن گئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= فيصلي ركعتين". إلى آخر الحديث. رواه مسلم وأبوداؤد". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب السنن وفضائلها: ۱/۱۰۴، قديمي)

"وسن مؤكداً أربع قبل الظهر وأربع قبل الجمعة الخ". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل، ۱/۴۲۸، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل: ۱/۱۱۲، رشيديه)

(۱) "(وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام) يتمّها أربعاً (على) القول (الراجح)؛ لأنها صلاة واحدة، و ليس القطع للإكمال بل للإبطال". (الدرالمختار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۳، سعيد)

"(وإن كان) قد شرع (في سنة الجمعة فخرج الخطيب أو) شرع (في سنة الظهر، فأقيمت) الجماعة (سلم) بعد الجلوس (على رأس ركعتين)، كذا روى عن أبي يوسف والإمام، (وهو الأوجه، ثم قضى السنة) أربعاً لتمكنه منه (بعد) أداء (الفرض) مع ما بعده فلا يفوت فرض الاستماع والأداء على وجه أكمل، و لا إبطال. وصحح جماعة من المشايخ أنه يتمها أربعاً؛ لأنها كصلاة واحدة". (مراقي الفلاح).

"قوله: (لأنها كصلاة واحدة) و ليس القطع للإكمال بل للإبطال صورةً و معنىً؛ إذ فيه إبطال وصف السنة لا إكمالها". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب إدراك الفريضة، ص: ۲۴۵ قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۲۵، رشيديه)

ظہر کی پہلی سنتیں دوسلام سے پڑھنا

سوال[۳۳۰۸]: چار رکعت سنتِ مؤکدۂ ظہر دو دو رکعت علیحدہ خواندن جائز است یا نہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہ "والسنة قبل فرض الظهر والجمعة و بعدها أربعٌ بتسليمةٍ، فلو صلى بتسلمتين لم يعدّ من السنة، اهـ". مجمع الأنهر: ۱/۱۳۰ (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ربیع الثانی/ ۵۶ھ۔

ظہر کی چار سنتوں کی قضاء

سوال[۳۳۰۹]: قبل از فرض ظہر چار رکعت سنتِ مؤکدہ ہے، ایک شخص مقیم مسجد میں داخل ہوا اور نماز ظہر کی جماعت کھڑی ہوچکی تھی وہ شخص جماعت میں شریک ہوگیا۔ اب بعد فرض ادا کرنے کے وہ چار رکعت سنتِ مؤکدہ اس شخص کو بعد فرض کے پڑھنا چاہئے یا نہیں جب کہ وقت بھی باقی ہو، یا اس کے ذمہ سے ساقط ہوگئی؟

احقر نورالہدیٰ، یہدی اللہ بنورہ من یشآء۔

---

(۱) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۱۹۳، غفاریہ کوئٹہ)

"عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: أدمن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أربع ركعات بعد زوال الشمس فقلت: يا رسول الله! إنك تدمن هؤلاء الأربع ركعات، فقال: "يا أبا أيوب! إذا زالت الشمس، فتحت أبواب السماء، فلن ترتج حتى يصلي الظهر، فأحبّ أن يصعد لي فيهن عملٌ صالح قبل أن ترتج". فقلت: يا رسول الله ! في كلهن قرأة؟ قال: "نعم" قلت: بينهن تسليمٌ فاصلٌ؟ قال: "لا، إلا التشهد". (شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلاة، باب التطوع بالليل والنهار كيف هو، ص: ۲۳۱، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، ۱۳، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۸، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلياً:

علمائے احناف نے فرمایا اور ان کا فتویٰ ہے کہ وہ چار رکعت سنتِ مؤکدہ ضرور پڑھنا چاہئے اگر ظہر کا وقت باقی ہو، اور بوجہ شامل ہو جانے کے اگرچہ ان چار رکعت سنت مؤکدہ میں تاخیر ہوگئی لیکن وہ ہرگز ساقط نہیں ہوں گی اس کا ادا کرنا لازمی ہے، چنانچہ شرح وقایہ میں اس کی تفصیل موجود ہے(۱)، فارجع إليه، أو إلى غيره وَجدتَ كما قال علمائنا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ظہر میں فرض کے بعد پہلی دو رکعت سنت پڑھی جائے یا فوت شدہ چار؟

سوال[۳۳۱۰]: قبل ظہر کی سنت اگر چھوٹ جائے، بعد فرض چار سنتوں کو پڑھے یا دو سنت اور پھر چار سنت؟ ایک معتبر شخص سے سنا ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے چار سنت پڑھتے تھے پھر دو سنت اور حضرت والا کے متعلق سنا ہے کہ اس کے خلاف عمل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دونوں طرح درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "(ويترك سنة الظهر في الحالين): أي يدرك الفرض إن أداها أولاً (ويتم ثم قضاها قبل شفعة): أي قبل الركعتين اللتين بعد الفرض". (شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۱/۱۸۰، سعيد)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا لم يصل أربعاً قبل الظهر صلاهن بعدها". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب آخر: ۱/۹۷، سعيد)

"(بخلاف سنة الظهر) و كذا الجمعة (فإنه يتركها) و يقتدي (ثم يأتي بها) على أنها سنة (في وقته): أي الظهر (قبل شفعه) عند محمد". (الدر المختار). "(قوله: في وقته) فلا تقضى بعده، لا تبعاً و لا مقصوداً بخلاف سنة الفجر". (ردالمحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۸، سعيد)

(۲) "(وبخلاف سنة الظهر، فإنه) إن خاف فوت ركعة .... (ثم يأتي بها) (في وقته) و به يفتى". (الدرالمختار) "(قوله: به يفتى) أقول: وعليه المتون، لكن رجح في الفتح تقديم الركعتين، قال في الإمداد: و في فتاوى العتابي: إنه المختار، و في مبسوط شيخ الإسلام: إنه الأصح لحديث =

امام کا مصلیٰ پر ہی سنن ونوافل پڑھنا

سوال[۳۳۱۱]: ایک صاحب کہتے ہیں کہ امام کو مصلّی پر جماعت کی نماز پڑھانے کے بعد خود کی سنت ونوافل پڑھنا مکروہ فعل ہے، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک قول یہ بھی ہے مگر غیر مفتی بہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد میں سنت کا ادا کرنا

سوال[۳۳۱۲]: گھروں میں جو مسجد بنانے اور نماز پڑھنے کا حکم حدیث شریف میں آیا ہے اس میں نمازِ اوابین وتہجد وغیرہ بھی پڑھی جائے یا پنجگانہ سننِ مؤکدہ یا غیر مؤکدہ اور نفل بھی پڑھنی چاہئے؟

= عائشة رضي الله تعالىٰ عنها "أنه عليه الصلوة والسلام كان إذا فاتته الأربع قبل الظهر، يصليهن بعد الركعتين. وهو قول أبي حنيفة، وكذا في جامع قاضي خان". (ردالمحتار، باب إدراك الفريضة: ۵۸/۲، ۵۹، سعيد)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان إذا لم يصل أربعاً قبل الظهر، صلاهن بعدها". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب آخر: ۹۷/۱، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الحادي والعشرون في التطوع قبل الفرض و بعده الخ: ۵۱۲/۱، غفاريه كوئٹه)

(۱) "اصل علت ارتفاع اشتباہ ہے اور یہ بہتر ہے کہ بصورت اشتباہ علیحدہ ہو کر سنن ونوافل پڑھے لیکن اگر اس مصلی پر پڑھے تو یہ بھی درست ہے"۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، کتاب الصلاۃ، باب مسائل سنن مؤکدہ: ۲۱۲/۴، مکتبہ امدادیہ)

"و يكره للإمام التنفل في مكانه لا المؤتم". (الدرالمختار). "(قوله: ويكره الخ)، بل يتحول وكذا يكره مكثه قاعداً في مكانه مستقبل القبلة في صلاةٍ لا تطوعَ بعدها، والكراهة تنزيهية كما دلت عليه عبارة الخانية، وقال: لأن المقصود من الانحراف وهو زوال الاشتباه: أي اشتباه أنه في الصلاة".

(ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۵۳۱/۱، سعيد)

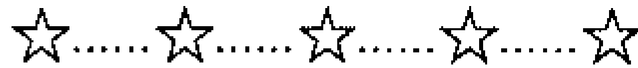
(وكذا في الحلبي الكبير صفة الصلاة، ص: ۳۴۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعلیٰ بات تو یہی ہے کہ سننِ مؤکدہ خاص کر قبلیہ بھی مکان پر پڑھیں، لیکن اگر فوت ہونے کا احتمال ہو تو مسجد میں پڑھیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔



(۱) "عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "اجعلوا فی بیوتكم من صلاتكم، و لا تتخذوها قبوراً". (صحیح البخاری، كتاب التهجد، باب التطوع فی البیت: ۱۵۸/۱، قدیمی)

"عن زید بن ثابت رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "أفضل صلاتكم فی بیوتكم إلا المكتوبة". (سنن الترمذی، أبواب الصلوة، باب ماجاء فی فضل صلاة التطوع فی البیت: ۱۰۲/۱، سعید)

"(قوله والأفضل فی النفل الخ) وأخرج أبو داود: "صلاة المرء فی بیته أفضل من صلاته فی مسجدی هذا، إلا المكتوبة". و تمامه فی شرح المنیة، و حیث كان هذا أفضل یراعی مالم یلزم منه خوف شغل عنها لو ذهب لبیته، أو كان فی بیته ما یشغل باله و یقلل خشوعه، فیصلها حینئذٍ فی المسجد؛ لأن اعتبار الخشوع أرجح". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲۲/۲، سعید)

الفصل الثاني في سنن غير مؤكدة

(سننِ غیر مؤکدہ کا بیان)

مغرب، عشاء، ظہر کے بعد کی نفلیں

سوال[۳۲۱۴]: مغرب، عشاء اور ظہر کے بعد عوام دو، دو رکعت نماز نفل پڑھتے ہیں، کیا اس کی بھی اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت بھی ثابت ہیں، چار بھی ثابت ہیں، چھ بھی اور مغرب میں بیس تک بھی ثابت ہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۷/ ۹۲ھ۔

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي في أثر كل صلاة مكتوبة ركعتين، إلا الفجر والعصر". (سنن أبي داؤد، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعةً: ۱/۱۸۰، مكتبه إمداديه ملتان)

"عن عنبسة بن أبي سفيان قال: قالت أم حبيبة رضي الله تعالىٰ عنها زوج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من حافظ على أربع ركعات قبل الظهر و أربع بعدها، حرم على النار". (سنن أبي داؤد، باب الأربع قبل الظهر وبعدها: ۱/۱۸۷، مكتبه إمداديه ملتان)

"عن شريح بن هانئ عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قال: سألتها عن صلاة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقالت: ما صلى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم العشاء قط، فدخل عليّ، إلاصلّى أربع ركعات أو ست ركعات". الحديث. (سنن أبي داؤد، باب الصلاة بعد العشاء: ۱/۱۹۲، إمداديه)

"وعن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من =

ظہر، مغرب اور عشاء کے بعد دو نفلیں

سوال[۳۴۲۱]: بعض لوگ دو رکعت نفل بعد سنتِ ظہر اور دو نفل بعد سنتِ مغرب اور دو نفل بعد سنتِ عشاء کے پڑھتے ہیں، جو نہیں پڑھتے ان پر اعتراض کرتے ہیں، نہ پڑھنے والے کہتے ہیں کہ ان نوافل کا ثبوت حدیث وفقہ میں نہیں ہے۔ لہٰذا ان کا ثبوت مدلل تحریر فرماویں۔

سائل: رشید احمد، سہارن پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل مذکورہ کا ثبوت کتبِ معتبرہ سے ہے:

فی المراقی: "ومنها ركعتان بعد الظهر يندب أن يضمّ إليهما ركعتين فتصير أربعاً".

قال الطحطاوی: "وهو مخيّر إن شاء جعلها بسلام واحد، وإن شاء جعلها بسلامين، اهـ"(۱)۔

بعد مغرب روایات میں دو نفلیں بھی ہیں، چار بھی چھ بھی حتی کہ بیس بھی وارد ہیں:

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه أنه عليه السلام قال: "من صلى أربع ركعات بعد المغرب قبل أن يكلم أحداً، رُفعت له فی عليين، وكان كمن أدرك ليلة القدر فی المسجد الأقصى، وهو خيرٌ من قيام نصف ليلة". الحديث(۲) كبيری: ص:٣٣٤ (٣)۔

وفی المبسوط: "وإن تطوع بعد المغرب بست ركعات، فهو أفضل"(٤) وفی الطحطاوی: "عن أبی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه أنه عليه السلام قال: "من صلى بعد المغرب

= صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم بينهن بسوءٍ، عُدِلنَ له بعبادة ثنتی عشرة سنةً".

"وعن عائشة عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "من صلى بعد المغرب عشرين ركعةً، بنى الله له بيتاً فی الجنة". (سنن الترمذی، باب ما جاء فی فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۹۸/۱، سعيد)

(۱) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بيان النوافل، ص:۳۸۸، ۳۹۰، قديمی)

(۲) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بيان النوافل، ص:۳۸۸، ۳۹۰، قديمی)

(۳) (الحلبی الكبير، فصل فی النوافل، ص:۳۸۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) (المبسوط للسرخسی، كتاب الصلوة، باب مواقيت الصلوة: ۱۴۵/۱، مكتبه حبيبية، كوئٹه)

7

عشرين ركعةً، بَنى اللّٰه له بيتاً في الجنة"(۱)۔

درمختار میں ہے: "ويستحب أربع قبلَ العصر وقبل العشاء وبعدها بتسليمة، وإن شاء ركعتين، وكذا بعدالظهر لحديث الترمذي: "من حافظ على أربع قبل الظهر وأربع بعدها حرمه اللّٰه على النار". و ست بعد المغرب ليكتب من الأوابين بتسليمة أو ثنتين أو ثلاث، والأول أدوم وأشق. و هل تحسب المؤكدة من المستحب، ويؤدى الكل بتسليمة واحدة؟ اختار الكمال: نعم"۔ قال الشامي تحت: "(قوله: وإن شاء ركعتين): كذا عبر في منية المصلي و في الإمداد عن الاختيار، يستحب أن يصلي قبل العشاء أربعاً، وقيل: ركعتين وبعدها أربعاً، وقيل: ركعتين اهـ. والظاهر أن الركعتين المذكورتين غيرالمؤكدتين. و قال تحت: "(قوله اختار الكمال: نعم) ذكر الكمال في فتح القدير أنه وقع اختلاف بين أهل عصره في أن الأربع المستحبة هل هي أربع مستقلةبغير ركعتي الراتبة أو أربع بهما؟ وعلى الثاني هل تؤدى معهما بتسليمة واحدة أولا؟ فقال جماعة: لا، و اختار هو أنه إذا صلى أربعاً بتسليمة أو تسليمتين، وقع عن السنة والمندوب، الخ"(۲)۔

لہٰذا نوافلِ مذکورہ کا انکار ناواقفیت پرمبنی ہے، البتہ نوافل ومستحبات کے ساتھ واجبات کا سا معاملہ کرنا ناجائز اور بُرا ہےاس سے اجتناب چاہئے اور ایسی حالت میں کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہئے اور ان نوافل کے نہ پڑھنے والوں پر اعتراض نہ کرنا چاہئے، کیونکہ ان کے پڑھنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ پڑھنے سے کوئی عذاب نہیں ہوتا (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۱۵/محرم الحرام/۵۳ھ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۸۸-۳۹۰، قديمي)

(۲) (رد المحتار على الدر المختار، باب الوتروالنوافل: ۲/۱۳، ۱۴، سعيد)

(۳) قال الملا على القاري: "قال الطيبي: و فيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعةٍ أو منكر، و جاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: "إن الله عزوجل يحب أن تؤتى رُخَصُه، كما يحب أن تؤتى عزائمه".

(مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، رشيديه)

نوافل مغرب میں اوابین کی نیت

سوال[۳۳۱۵]: مغرب کے وقت سنتوں کے بعد دورکعت نفل کی نیت اگر وقتِ مغرب کر کے کی جاوے تو ٹھیک ہے۔ یا اوابین کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت مغرب ٹھیک ہے گو ضروری نہیں:"وکفی مطلق نیة الصلوة کنفل و سنة". درمختار مع ردالمحتار (۱)۔ فقط۔

اوابین کی تعداد

سوال[۳۳۱۶]: اوابین کی چھ رکعتیں دونفل مغرب کے علاوہ ہیں یا ان سمیت؟ اگر نفلِ مغرب سمیت ہیں تو کیا اوابین کی چار رکعتیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مراقی الفلاح کی ایک روایت میں چار نفل بھی مذکور ہیں، اس لحاظ سے دونوں ملا کر چھ ہو جائیں گی، عام روایت میں چھ ہیں اور دو سنتِ مؤکدہ مستقل ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۸۸ھ۔

= (وكذا في السعاية للكنوي، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القرآءة: ۲/ ۲۶۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) (الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۱۷، سعيد)

"قوله: (ويكفيه مطلق النية للنفل والسنة والتراويح) أما في النفل فمتفق عليه؛ لأن مطلق الصلاة ينصرف إلى النفل؛ لأنه الأدنى، فهو متيقن، والزيادة مشكوك فيها، و لا فرق بين أن ينوي الصلاة أو الصلاة لله؛ لأن المصلي لا يصلي لغير الله". (البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۸۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/ ۲۶۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "و عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنه أنه عليه السلام قال:"من صلى أربع ركعات بعد المغرب قبل أن =

عشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟

سوال[۳۳۱۷]: عشاء سے پہلے جو چار رکعت سنت سمجھ کر لوگ پڑھتے ہیں یہ سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟ ان کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ ان کا ثبوت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں ہے، کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صراحۃً اس کا ثبوت حدیث سے نہیں ملتا، اس کو سنتِ مؤکدہ کہنا صحیح نہیں، ایک روایت عمومی ہے کہ ہر دو اذان واقامت کے درمیان نماز ہے، اس عام روایت کے ذیل میں یہ سنتیں بھی داخل ہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۱۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۱/۱۴ھ۔

= يتكلم أحداً، رُفعت له في عليين، وكان كمن أدرك ليلة القدر في المسجد الأقصىٰ، وهو خيرٌ له من قيام نصف ليلة".

"وعن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى ست ركعات بعدالمغرب قبل أن يتكلم، غفرله بها ذنوبُ خمسين سنةً". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، فصل في بيان النوافل، ص: ۳۹۰، قديمي)

"وعن أبي هريرة –رضي الله تعالىٰ عنه– قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى بعد المغرب ست ركعات لم يتكلم بينهن بسوءٍ، عُدِلن له بعبادة ثنتي عشرة سنةً". (سنن الترمذي، باب ما جاء في فضل التطوع ست ركعات بعد المغرب: ۹۸/۱، سعيد)

(۱) "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "بين كل أذانين صلاةٌ، بين كل أذانين صلاةٌ، ثم قال في الثالثة: لمن شاء" رواه البخاري".

"قوله: عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه" .... قال المؤلف: "الأول: يفسره الثاني: أي يبين قدر ركعات الصلاة، فثبت بمجموعتها الترغيب في الركعتين قبل كل صلاة مفروضة، فتستحب الركعتان قبل العشاء، وفي "غنية المستملي": وأما الأربع قبلها(أي قبل العشاء) فلم يذكر في خصوصها حديث لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل الخ .... فهذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب، لكن كونها أربعاً يتمشى على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ؛ لأنها الأفضل عنده". (إعلاء السنن، باب النوافل والسنن: ۱٦/۷، إدارة القرآن كراچي)

عشاء سے قبل سنت

سوال[۳۳۱۸]: فرض عشاء سے قبل عام طور پر چار رکعت بہ نیت سنت لوگ پڑھتے ہیں، سنت مؤکدہ تو یہ ہے نہیں، آیا سنتِ غیر مؤکدہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو سنت کی نیت کر کے پڑھی جاوے یا نفل کی تاکہ عوام مستفید ہو سکیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نماز سنتِ غیر مؤکدہ ہے، اس کو نفل بھی کہتے ہیں، نیت دونوں طرح کی جا سکتی ہے، شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

عشاء سے پہلے سنت کی رکعات کی تعداد

سوال[۳۳۱۹]: عشاء کی نماز میں جو چار رکعت سنت پہلے پڑھی جاتی ہے، وقت کم ہونے کی بنا پر چار کے بجائے صرف دو رکعت پڑھ لی جائیں تو درست ہیں یا نہیں؟ اگر حوالہ دے دیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ یہاں پر جاہلوں کی آبادی ہے تاکہ ان کو سمجھا سکوں۔

ڈاکٹر عقیل احمد مشک آباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ نہیں بلکہ یہ مستحب ہیں، دو پڑھ لے تو یہ بھی کافی ہے۔

"و یستحب أن یصلی قبل العشاء أربعاً، و قیل: رکعتین". درمختار (۲)، مگر چار میں زیادہ ثواب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "و کفی مطلق نیة الصلاة وإن لم یقل لله (لنفل و سنة) راتبة (وتراویح) علی المعتمد". (الدرالمختار). "(قوله: وکفی الخ): أی بأن یقصد الصلاة بلاقید نفل أو سنة أو عدد. (قوله: لنفل) هذا بالاتفاق (قوله: و سنة ولو سنة فجر". (ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۱۷، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۸۴، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۶۲ دار الکتب العلمیة)

(۲) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۳، سعید) ....=

عشاء سے پہلے چار سنت

سوال[۳۳۲۰]: رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک روایت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اذان واقامت کے بیچ میں نماز ہے''۔ کہا یہ جاتا ہے کہ عشاء کی چار سنتیں فقہاء نے اس حدیث کی بنا پر داخل کی ہیں(۱)۔ کیا اس حدیث شریف کی بنا پر کسی سنت کا جب کہ نماز کا وقت ہو چکا ہو، اذان کے قبل پڑھنا غیر افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں اس حدیث پر عمل نہیں ہوگا جس سے یہ سنتیں ثابت کی جاتی ہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "قوله :(ولم ينقلوا حديثاً فيه بخصوصه) نقل في الاختيار "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أنه عليه السلام كان يصلي قبل العشاء أربعاً، ثم يصلي بعدها أربعاً، ثم يضطجع". ونقله عنه أيضا في إمداد الفتاح ثم قال: وذكر في المحيط إن تطوع قبل العصر بأربع وقبل العشاء بأربع فحسَن؛ لأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يواظب عليها". (منحة الخالق هامش البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۸۸/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل : ۴۳۳/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة، ثم قال في الثالثة : لمن شاء" رواه البخاري".

(۲) قوله : "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه .... قال المؤلف : الأول: يفسره الثاني: أي يبين قدر ركعات الصلاة ، فثبت بمجموعتها الترغيب في الركعتين قبل كل صلاة مفروضة، فتستحب الركعتان قبل العشاء ، وفي غنية المستملي: وأما الأربع قبلها(أي قبل العشاء) فلم يُذكر في خصوصها حديثٌ، لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل الخ .... فهذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب ، لكن كونها أربعاً يتمشى على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ؛ لأنها الأفضل عنده". (إعلاء السنن، باب النوافل والسنن : ۱۶/۷، ادارة القرآن كراچي)

عشاء سے پہلے چار رکعات

سوال[۳۳۲۱]: ایک حدیث کی تلاش میں چند ماہ گزر گئے مگر دستیاب نہ ہو سکی، حدیث عشاء کی چار رکعت کے بارے میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی چار فرض سے پہلے چار رکعت سنت پڑھی ہے تو کتنی مرتبہ؟ آپ نے پڑھی، نفسِ پڑھنے کا بھی ثبوت مل جائے تو زہے قسمت۔ وہ حدیث نقل فرما کر کرم فرمائی کریں گے۔

مولانا عبدالحنان صاحب دار العلوم چھاپی بناس کانٹھا، گجرات۔

الجواب حامداً ومصلياً:

عشاء سے پہلے چار سنت کا پڑھنا یا فرمانا کسی حدیث کی کتاب میں نہیں دیکھا، ہر دو اذان کے درمیان نماز کا ہونا ضرور حدیث شریف میں موجود ہے، اس عموم میں نمازِ عشاء بھی داخل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

عشاء سے قبل چار رکعت

سوال[۳۳۲۲]: قبل العشاء چار رکعت سنت کے بارے میں حضور والا کی رائے معلوم ہوئی، حضور والا سے مراجعت کے بعد ہدایہ کے حاشیہ پر مندرجہ ذیل عبارت نظر آئی، ارسالِ خدمت کر رہا ہوں کہ صحیح اور سقم کا حق حضور والا ہی کو حاصل ہے اگرچہ مراراً حضرت کی نظر پڑی ہوگی:

"سنن سعيد بن منصور من حديث البراء رفعه: "من صلى قبل العشاء أربعاً، كان كأنما تهجد من ليلة، ومن صلاهن بعد العشاء كمن صلاهن من ليلة القدر". أخرجه البيقهي من حديث عائشة رضي الله تعالىٰ عنها موقوفاً، وأخرجه الدار قطني والنسائي موقوفاً على كعب".

هداية، ص: ۱۲۹، حاشية الداريه(۲).

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "عشاء سے پہلے چار سنت")

(۲) (الدراية في تخريج أحاديث الهداية، باب النوافل: ۱/ ۱۴۹، مكتبه شركة علميه)

البتہ نصب الرایۃ میں قبل العشاء کے بجائے قبل الظہر ہے، دیکھئے: (نصب الرایۃ: ۲/ ۱۳۹)

حضرت والا! نسائی میں روایت نظر نہیں آئی، دیگر کتابیں نصیب ہی نہیں کہ تلاش کروں۔ اب ۸/شعبان کو فرصت ہورہی ہے، اس لئے گھر کا پتہ جوابی پوسٹ کارڈ پر درج ہے، امید ہے بے ادبی معاف فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عشاء سے قبل چار رکعت پڑھنے کی روایت کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی، آپ کے فرستادہ حوالہ کو میں نے تلاش کیا، متونِ حدیث میں کہیں نہیں پایا۔ فقہاء ومحدثین نے لکھا ہے:

"وأما الأربع قبل العشاء، فذكروا في بيانه إن لم يثبت أن التطوع بها من السنن الراتبة، فكان حسناً؛ لأن العشاء نظير الظهر في أنه يجوز التطوع قبلها وبعد ها، كذا في البدائع. ولم ينقلوا حديثاً فيه بخصوصه لاستحبابه". بحر الرائق:۲/۵۰(۱).

البتہ حاشیۂ البحر میں بحوالہ الاختیار حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے: "انه عليه الصلوة والسلام كان يصلي قبل العشاء أربعاً، اه".ص: ۳۱۵ (۲).

ایک نقل کردہ عبارت میں قبل العشاء کے بجائے قبل الظہر ہے، جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

"وهوما عزى إلى سعيد بن منصور من حديث براء بن عازب رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من صلى قبل الظهر أربعاً كان كأنما تهجد من ليلة، ومن صلاّ هن بعد العشاء كمن صلاهن من ليلة القدر". رواه البيهقي من قول عائشة، والنسائي والدار قطني من قول كعب"(۳).

---

(۱) (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۸۸/۲، رشيديه)

(۲) (البحر الرائق، المصدر السابق)

(۳) (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب النوافل: ۴۴۲/۱، مصطفىٰ البابي الحلبي)

(وكذا في كنز العمال، سنة الظهر من الإكمال، أوقات الصلاة مفصلة على الترتيب: ۳۷۹/۷، البلاغة، بيروت)

الحاصل قبل العشاء چار سنت کا ذکر کتب حدیث میں نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۳ھ۔

عشاء سے قبل اور بعد سنت

سوال [۳۳۲۳]: ۱..... عشاء کی فرض سے قبل عام طور سے لوگ ۴/ رکعت بہ نیتِ سنت ادا کرتے ہیں، کتبِ احادیث میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے یا نہیں؟

کبیری کی عبارت سے تو اس کی سند نہیں ملتی، ملاحظہ ہو: ''و ذکر فی المحیط: أن التطوع قبل العصر بالأربع، وقبل العشاء، فحسَن؛ لأن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یواظب علیهما، أما عدم مواظبته علیه السلام علی ماقبل العشاء فمقرر، بل لم یرو أنه صلاها فضلاً عن المواظبة''. کبیری، ص: ۳۸۸ (۲)۔ ''أما الأربع قبلها، فلم یذکر فی خصوصها''. أیضاً، ص: ٤٣٤ (۳)۔ اور اسی پر میرا عمل ہے لہٰذا اگر اس کی کوئی اور سند ہو تو تحریر فرمائیں۔

۲..... وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑا ہو کر پڑھنا سنت ہے، مشکوۃ شریف کی حسب ذیل عبارت پر میرا عمل ہے۔ اب حضرت والا مستند حدیث تحریر فرمائیں:

۱- ''عن أبی أمامة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کان یصلی ما بعد الوتر، و هو جالس یقرأ فیهما: ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ و ﴿قل یأیها الکافرون﴾۔

۲- ''عن أم سلمة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها أن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین''. رواه الترمذی، وزاد ابن ماجة: ''خفیفتین و هو جالس''۔

---

(۱) البتہ کتب فقہ میں ہے جیسا کہ علامہ طحطاوی نے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

''عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أنه علیه الصلاة والسلام کان یصلی قبل العشاء أربعاً، ثم یصلی بعدها أربعاً، ثم یضطجع''. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بیان النوافل، ص: ۳۹۰، قدیمی)

(۲) (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، ص: ۳۸۸، سهیل اکیدمی)

(۳) (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، ص: ۳۸۵، سهیل اکیدمی)

۳–"وعن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوتر بواحد، ثم يركع ركعتين يقرء فيهما و هو جالس"(۱)۔

حضور والا! آپس میں بہت اختلاف ہورہا ہے، فتنہ وفساد کا خوف ہے، اس لئے مذکورہ بالا سوالوں کا جواب بحوالہ کتب مستند اور ٹھوس تحریر فرمائیں، تاکہ مصالحت ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱.....عشاء سے قبل چار رکعت کا ثبوت تلاش کے باوجود حدیث شریف میں نہیں ملا، درایۃ ہدایہ کے بعض نسخوں پر حاشیہ پر مطبوع ہے اس میں روایت موجود ہے مگر اس میں وہم ہے کہ اصلی روایت ظہر سے قبل کے متعلق ہے مگر اس میں عشاء سے قبل بھی بیان کردیا گیا ہے یہ اضافہ "عشائهم" ہے، اس وجہ سے یہ اضافہ نصب الرایہ، فتح القدیر وغیرہ میں موجود نہیں۔ صاحب کبیری تلمیذ ہیں صاحبِ فتح القدیر کے۔ سنن وجوامع ومعاجم میں بھی کہیں نہیں ملا اس وجہ سے عموماً "بين كل أذانين صلوة" سے استدلال کرتے ہیں (۲)۔

۲.....عادتِ مبارکہ عام طور پر یہ تھی کہ شب کا ایک حصہ گزرنے کے بعد بیدار ہوکر طویل تہجد پڑھتے، مثلاً سورۂ بقرہ، آل عمران، سورۂ نساء، سورۂ مائدہ چار رکعت میں پڑھتے، کبھی ان چاروں سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے حتی کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا، پھٹن ظاہر ہوجاتی، پھر وتر ادا فرماتے اس کے بعد دو رکعت جالساً پڑھتے، کبھی یہ دو رکعت بحالت قیام شروع کی اور قدرے قرأت کر کے بیٹھ گئے پھر بقیہ قرأت طویلہ پڑھ کر

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب القنوت، الفصل الثالث، ص: ۱۱۳، قديمي)

(۲) "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم "بين كل أذانين صلاة، بين كل أذانين صلاة"، ثم قال في الثالثة :"لمن شاء". رواه البخاري".

قوله : "عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالىٰ عنه .... قال المؤلف : "الأول يفسره الثاني: أي يبين قدر ركعات الصلاة، فثبت بمجموعها الترغيب في الركعتين قبل كل صلاة مفروضة، فتستحب الركعتان قبل العشاء. وفي غنية المستملي: وأما الأربع قبلها(أي قبل العشاء) فلم يُذكر في خصوصها حديثٌ، لكن يستدل له بعموم ما رواه الجماعة من حديث عبد الله بن مغفل الخ، فهذا مع عدم المانع من التنفل قبلها يفيد الاستحباب ، لكن كونها أربعاً يتمشى على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ؛ لأنها الأفضل عنده". (إعلاء السنن، باب النوافل والسنن : ۱۶/۷، إدارة القرآن كراچي)

کھڑے ہوکر رکوع کیا۔ اس سب سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل داعیہ تو کھڑے ہوکر ہی پڑھنے کا تھا، لیکن تعب وضعف کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھتے تھے، اس طریقے کو اختیار کرنے میں پورا اتباع ہے۔ علاوہ ازیں صلوۃ قائماً کا اجر دو چند ہونا احادیث میں موجود ہے اور بعد وتر کی دونفلوں کا استثناء نہیں ہے، نیز حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بیٹھ کر ادا فرمانے میں بھی وہی اجر ہے جو کھڑے ہوکر پڑھنے میں ہے، یہ خصوصیت ہے:

"عن ابن عمر و بن العاص رضی اللّٰه تعالى عنه أن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: "صلوة الرجل قاعداً نصف الصلوة" فأتيته فوجدته يصلى جالساً، فوضعت يدیّ على رأسه. و فی روایةٍ: فوضعت يدیّ على رأسى فقال: "مالَك يا عبد اللّٰه بن عمرو!"؟ قلت: حُدِثْتُ أنك قلت: "صلوة الرجل قاعداً على نصف الصلوة". وأنت تصلى قاعداً؟ قال: "و لكنى لست كأحدكم". مالك (١) والنسائی (٢) ومسلم (٣) وأبو داؤد بلفظهما، الخ(٤)"۔

"(عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها) سئلت كيف كان يصنع رسول اللّٰه فی الركعتين وهو جالس؟ قالت: كان يقرأ فيهما، فإذا أراد أن يركع قام فركع" وفی أخرىٰ: "كان يصلى جالساً فيقرأ جالساً، فإذا بقى نحو ثلثين أو أربعين آيةً، قام فقرأهن قائماً، ثم ركع، ثم سجد، ففعل فی الركعة الثانية مثل ذلك، فإذا قضى صلوته، فإن كنتُ مستيقظةً يحدث معی، وإن نائمةً اضطجع للسنة". جمع الفوائد: ١/٧٤ (٥)۔

---

(۱) "عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "صلوة أحدكم وهو قاعد مثل نصف صلوته وهو قائم". (مؤطا الإمام مالک، کتاب صلوة الجماعة، فضل صلوة القائم على القاعد، ص: ۱۱۹، میر محمد کتب خانه)

(۲) (سنن النسائی، کتاب قيام الليل وتطوع النهار، فضل صلوة القائم على صلوة القاعد: ۲۴۵/۱، قدیمی)

(۳) (الصحيح لمسلم، كتاب المسافرين وقصرها: ۲۵۳/۱، قدیمی)

(۴) (سنن أبی داؤد، كتاب الصلوة، باب فی صلوة القاعد: ۱۴۴/۱، إمدادیه ملتان)

(۵) (جمع الفوائد، كتاب الصلوة، كيفية الصلوة وأركانها: ۱۹۳/۱، (رقم الحديث: ۱۳۵۴، ۱۳۵۵)، إدارة القرآن کراچی)

بایں ہمہ اگر کوئی شخص محض اتباع کی نیت سے بیٹھ کر ہی پڑھے اور دو چند ثواب سے قطع نظر کرے تو کیا بعید ہے کہ اتباع کا ثواب بھی زیادہ ہو جائے؛ لأن "الأعمال بالنیات" (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

عصر کے وقت سنت ونفل

سوال[۳۳۲۴]: عصر کی سنتیں پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سنتیں بھی نوافل ہی ہیں کیونکہ غیر مؤکدہ ہیں، جس قدر دل چاہے پڑھے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

سنن غیر مؤکدہ میں چار کی نیت

سوال[۳۳۲۵]: سنن غیر مؤکدہ میں چار کی نیت کی اور قیام جماعت عصر کی بنا پر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو وہ چار جو اپنے ذمے واجب کر لی تھیں ان کا کس وقت اتمام ضروری ہے، یا مسنون ہے، یا دو پڑھنے سے ساقط ہو گئیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض چار کی نیت کر کے شروع کرنے سے چار واجب نہیں ہوئیں، دو ہی واجب ہوئیں، جب دو پر

---

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب کیف کان بدء الوحی: ۱/۲، قدیمی)

(۲) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم :"رحم اللہ امرءً صلی قبل العصر أربعاً".

"وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنه أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان یصلی قبل العصر رکعتین". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب الصلاة قبل العصر: ۱/۱۸۷، إمدادیه)

"(قوله: ویستحب أربع قبل العصر) لم یجعل للعصر سنةً راتبةً؛ لأنه لم یذکر فی حدیث عائشة المارّ، بحر. قال فی الإمداد: و خیّر محمد بن الحسن والقدوری المصلی بین أن یصلی أربعاً أو رکعتین قبل العصر لاختلاف الآثار". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۳، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۲۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

سلام پھیر دیا تو واجب ادا ہوگیا اس کے لئے دوا ور پڑھنا لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

عین اذان کے وقت تحیۃ الوضوء

سوال [۳۳۲۶]: اگر کوئی شخص ایسے وقت جامع مسجد میں پہونچتا ہے کہ اذان ہورہی ہے، اس وقت تحیۃ المسجد کی نیت کر کے نماز شروع کرسکتا ہے یا اذان کے ختم کا انتظار کر کے پڑھے؟ اسی طرح اگر کوئی وقتِ ظہر کے شروع ہوجانے کے بعد اذان سے پہلے مسجد میں پہونچتا ہے تو سُنّتوں کو پڑھ سکتا ہے یا اذان کے بعد ہی پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تحیۃ المسجد پڑھنے کے لئے بیٹھ کر ختمِ اذان کا انتظار کرے (۲)۔ جب ظہر کا وقت شروع ہوگیا تو سنتوں کا پڑھنا درست ہوگا اگر چہ اذان نہ ہوئی ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: لأن كل شفع منه صلاة)، فإذا قام إلى شفع آخر، كان بانياً صلاةً على تحريمة صلاة، و من ثمة صرحوا بأنه لو نوى أربعاً، لا يجب عليه بتحريمتها سوى الركعتين في المشهور عن أصحابنا، وأن القيام إلى الثالثة بمنزلة تحريمة مبتدأة". (رد المحتار، مطلب: كل شفع من النفل صلاة: ۱/۴۵۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۳۳، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، ما يفعل المنفرد إذا أقيمت الصلاة: ۱/۲۵۲، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "(ويجب) وجوباً .... (من سمع الأذان بأن يقول) بلسانه كمقالته الخ". (الدرالمختار: ۱/۳۹۶، ۳۹۷، باب الأذان، سعيد)

"وليسن تحية المسجد". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار: ۲/۱۸، مطلب في تحية المسجد، باب الوتر والنوافل، كتاب الصلوة، سعيد)

(۳) "(وهو سنة مؤكدة للفرائض في وقتها ولو قضاءً، لا) يسنّ (لغيرها) كعيد". (الدرالمختار). "(قوله: لايسن لغيرها): أي من الصلوات .... (وقوله: كعيد) أي ووتر وجنازة .... وسنن رواتب".

(ردالمحتار: ۱/۳۸۴، ۳۸۵، باب الأذان، سعيد)

تحیۃ الوضوء میں مختلف نفل نمازوں کی نیت

سوال[۳۳۲۷]: تحیۃ الوضوء میں استغفار، حاجت وغیرہ کا تعدد نیات جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔



(۱) "قال الحنفية: إما أن يكون الجمع بين العبادتين في الوسائل أو في المقاصد، فإن كان في الوسائل فإن الكل صحيح، كمالو اغتسل الجنب يوم الجمعة للجمعة ولرفع الجنابة، ارتفعت جنابته، وحصل له ثواب غسل الجمعة، ومثله لو نوى الغسل للجمعة والعيد فإنهما يحصلان. وإن كان في المقاصد، فإما أن ينوى فرضين أو نفلين أو فرضاً ونفلاً .... وأما إذا نوى نافلتين، كما إذا نوى بركعتي الفجر التحية والسنة، أجزأت عنهما". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۱/۱۸۵، ۱۸۶، مقدمة ضرورية عن الفقه، المطلب الثاني عشر: النية والباعث في العبادات، رشيديه)

الفصل الثالث فی النوافل

(نوافل کا بیان)

دن میں دودو نفل کی نیت باندھے یا چار کی؟

سوال[۳۳۲۸]: اگر کوئی شخص دن میں نوافل پڑھے اس کو کتنی کتنی رکعت کی نیت باندھنی چاہیے، دو دو کی یا چار چار کی اور مغرب کے وقت یا مغرب کے بعد نوافل پڑھی جائیں تو کتنی کتنی نیت باندھنی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

دن اور رات میں ہر طرح اختیار ہے کہ دو دو کی نیت باندھے یا چار چار کی (۱)، امام صاحب کے نزدیک چار چار کی افضل ہے، صاحبین رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو دو کی افضل ہے، بعض فقہاء نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ دن میں چار سے زائد ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے، رات میں آٹھ تک کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "عن أبي سلمة بن عبد الرحمن أنه سأل عائشة رضي الله عنها كيف كانت صلوة رسو ل الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في رمضان؟ قالت: ماكان يزيد في رمضان و لا في غيره على إحدى عشر ركعةً، يصلي أربعاً فلا تسأل عن حسنهن و طولهن، ثم يصلي أربعاً فلا تسأل عن حسنهن و طولهن، ثم يصلي ثلاثاً. فقالت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: فقلت: يا رسول الله! أتنام قبل أن توتر؟ فقال: "يا عائشة! إن عيني تنامان و لا ينام قلبي". (الصحيح للإمام مسلم، باب صلوة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۵۴، قديمي)

"إن عبد الله بن عمر قال: إن رجلاً قال: يا رسول الله! كيف صلاة الليل؟ قال: مثنى مثنى، فإذا خِفتَ الصبح فأوتر بواحدة". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب كيف صلوة الليل و كيف كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي بالليل: ۱/۱۵۳، قديمي)

(۲) "(وتكره الزيادة على أربع في نفل النهار، وعلى ثمان ليلاً بتسليمة)؛ لأنه لم يرد، (والأفضل فيهما =

چار رکعت نفل کی نیت کر کے دو رکعت پر سلام پھیرنے سے کیا دو رکعت کی قضاء لازم ہے؟

سوال[۳۳۲۹]: اگر ایک شخص نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی تو وہ دو ہی رکعت پر سلام پھیر کر جماعت میں شامل ہوگیا تو دو رکعت کی قضاء لازم ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت نفل کی نیت کرنے سے چاروں لازم نہیں ہوئی، صرف دو لازم ہوئی، لہٰذا دو پر سلام پھیرنے سے دوسری دو کی قضاء لازم نہیں، بغیر لازم سمجھے اگر پڑھے گا تو اجر ملے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

دو دو رکعت نفل کی قضاء چار رکعت سے

سوال[۳۳۳۰]: (الف) اگر کسی شخص نے بہت رکعت نماز، دو رکعت کر کے پڑھنا شروع کیں مگر توڑ دی تو اگر ایک دفعہ چار چار، یا آٹھ کی نیت سے قضاء کر لیوے تو درست ہے یا نہیں؟

(ب) اسی طرح اگر چار نفل یا سننِ غیر مؤکدہ اکٹھے پڑھے مگر بعد میں فساد ظاہر ہوا، یا چار رکعت نماز کی نذر کی مگر اداء دو دو کی تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟

= الرباع بتسليمة) وقالا: في الليل المثنى أفضل، قيل: و به يفتى". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۵، ۱۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۹۳، رشيديه)

(۱) "نعم اعتبروا كون كل شفع عليحدة في حق القرآءة احتياطاً، وكذا في عدم لزوم الشفع الثاني قبل القيام إليه، لتردده بين اللزوم و عدمه، فلا يلزم بالشك، و لذا يقطع على رأس الشفع إذا أقيمت الصلوة أو خرج الخطيب". (ردالمحتار، مطلبٌ: قولهم: كل شفع من النفل صلاة ليس مفرداً: ۲/۱۷، سعيد)

"قوله: (وقضى ركعتين لو نوى أربعاً وأفسده بعد القعود الأول أو قبله) يعني فيلزمه الشفع الثاني إن أفسده بعد القعود الأول والشروع في الثاني والشفع الأول فقط إن أفسده قبل القعود، بناءً على أنه لا يلزمه بتحريمة النفل أكثر من الركعتين وإن نوى أكثر منهما، وهو ظاهر الرواية عن أصحابنا، إلابعارض الاقتداء". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۰۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۳۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(ج) تراویح کی نیت کرکے توڑ دی یا سنن موکدہ کی نیت کرکے توڑ دی تو بعد گزرنے وقت کے قضاء لازم ہے یا نہیں؟ اور اگر وقت میں پڑھے تو نیت واجب کی کرے یا کس کی؟

(د) متصلاً ظہر کے بعد دونفلوں کی نیت کی مگر نیت کرکے توڑ دی پھر اسی وقت نفل اسی نیت سے پڑھ لئے کہ جو ظہر کے بعد کے پڑھے جاتے ہیں پڑھتا ہوں مگر واجب کی نیت نہ کی تو شروع فی النفل کی وجہ سے نفل لازم ہوئے تھے، ادا ہوئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) بہتر یہ ہے کہ دودو کی قضاء کرے، چار چار کی بھی درست ہے، رات میں چھ چھ، آٹھ آٹھ کی بھی درست ہے۔

(ب) اس میں چار چار پڑھنا بہتر ہے، دودو بھی صحیح ہے(۱)۔

(ج) سننِ مؤکدہ کی صورتِ مسئولہ میں قضاء نہیں (۲)۔ تراویح کو بغیر جماعت کے

---

(۱) "الإعادة فعل مثله: أی مثل الواجب، ویدخل فیه النفل بعد الشروع به کما مر". (الدر المختار مع رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۳، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱، رشیدیه)

(۲) قال العلامة ابن عابدینؒ: "(قوله: فی وقتها) فلا تقضی بعده لا تبعاً و لا مقصوداً، بخلاف سنة الفجر لاختصاص القضاء خارج الوقت بالواجبات، إلا ما ورد به الشرع". (رد المحتار، باب إدراک الفریضة: ۲/۵۸، سعید)

"والشرع إنما ورد فی قضاء رکعتی الفجر عند فوتها مع الفرض قبل الزوال کما فی غداة لیلة التعریس". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، فروع لو ترک اھ، ص: ۳۹۸، سهیل اکیڈمی، لاهور)

"و لا خلاف فی سائر السنن سوی سنة الفجر أنها لا تقضی بعد الوقت إن فاتت وحدها، و اختلف فیما إذا فاتت مع الفرض، والأصح أنها لا تقضی أیضاً لعدم ورود الشرع به الخ". (الحلبی الکبیر، المصدر السابق، ص: ۳۹۹، سهیل اکیڈمی، لاهور)

قضاء پڑھے(۱) وقت میں نیت اعادہ کرے، بعد وقت کے نیت قضاء فاسدہ کرے۔

(د) ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ۹/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/ ۹/ ۶۴ھ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

شفعہ کسے کہتے ہیں؟

سوال[۳۳۳۱]: ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھنا بدعت ہے تو جواب طلب امور یہ کہ شفعہ کسے کہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت کو(۲)۔ فقط۔

بلا عذر بیٹھ کر نوافل پڑھنا

سوال[۳۳۳۲]: نماز تراویح اور نماز وتر کے بعد اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ دو رکعت نفل بلا عذر بیٹھ کر پڑھتے ہیں، کیا بلا عذر بیٹھ کر نفل پڑھ سکتے ہیں؟ اور بعض ایسے بھی لوگ ہیں جو نماز تراویح اور نماز وتر کے بعد نفل پڑھنے سے منع کرتے ہیں جس وجہ سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ ماہ رمضان میں بعد وتر نماز پڑھتے ہیں اور بعض بغیر پڑھے چلے جاتے ہیں، اس معاملے میں تفصیلی جواب سے سرفراز فرمائیں۔

---

(۱) "إذا فاتت التراويح، لا تقضى بجماعة، و هل تقضى بلا جماعة؟ فقيل: نعم، مالم يدخل وقت تراويح أخرى، و قيل: مالم يمض رمضان، و قيل: لا تقضى، وهو الصحيح، اهـ". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع: لوترك، اهـ، ص: ۳۹۹، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(و كذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۴۴، ۴۵، سعيد)

(۲) فی المنجد: "الشفعة من الضحى" چاشت کی دو رکعتیں"۔ (المنجد عربی اردو، مادہ "شفع" ص: ۵۳۴، دار الإشاعت کراچی)

وفی القاموس الوحید: "الشفعة" چاشت کی دو رکعتیں"۔ (القاموس الوحید، مادہ "شفع" ص: ۸۷۴" ادارہ اسلامیات)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا درست ہے(۱) لیکن کھڑے ہوکر پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے(۲)۔ وتر کے بعد دو نفل پڑھنا حدیث وفقہ سے ثابت ہے، جو پڑھے گا ثواب پائے گا، نہیں پڑھے گا تو گناہ نہیں، اس پر اعتراض نہ کیا جائے، ترغیب دینا درست ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا

سوال[۳۳۳۳]: نوافل بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے؟ اور وتر کے بعد بیٹھ کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟ اس میں

---

(۱) "قوله: (يجوز النفل قاعداً) مطلقاً من غير كراهة، كما في مجمع الأنهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۲، قديمي)

(۲) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه أنه سأل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الرجل يصلي قاعداً؟ قال: "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم، ومن صلى نائماً، فله نصف أجر القاعد". (سنن ابن ماجة، باب صلاة القاعد على النصف من صلاة القائم، ص: ۸۷، مير محمد كتب خانه)

(۳) "عن أبي سلمة سألت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فقالت: كان يصلي ثلاث ركعات، ثم يصلي ثمان ركعات، ثم يؤتر، ثم يصلي ركعتين وهو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع، ثم يصلي ركعتين بين النداء والإقامة من صلاة الصبح". (الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۵۴، قديمي)

اس پر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "والصواب أن هاتين الركعتين فعلهما رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد الوتر جالساً لبيان جواز الصلوة بعد الوتر و بيان جواز النفل جالساً، و لم يواظب على ذلك بل فعله مرةً أو مرتين أو مرات قليلةً". (الكامل للنووي على الصحيح للإمام مسلم: ۱/۲۵۴، قديمي)

"أنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصلي بعد الوتر قاعداً .... ولكن له: أي للمتنفل جالساً نصف أجر القائم".

"يستثنى منه صاحب الشرع -صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- كما ورد عنه، فإن أجر صلاته قاعداً كأجر صلاته قائماً، فهو من خصوصياته". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في بيان صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۳، قديمي)

کتنا ثواب ہے؟ رکن الدین میں مستحب لکھا ہے۔ یہ کتاب کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل بیٹھ کر پڑھنے میں ثواب نصف ملتا ہے بہ نسبت کھڑے ہوکر پڑھنے کے، اس قاعدہ کلیہ سے وتر کے بعد کی نفلیں مستثنیٰ نہیں، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بیٹھ کر پڑھنے سے ثواب میں کمی نہیں(۱)۔ رکن الدین میں کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو کہ فقہ حنفی اور اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک قابلِ تسلیم نہیں، اس کتاب کی اصلاح بھی شائع ہوئی تھی اس کا نام ہے ''اصلاح رکن الدین''۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۸۵ھ۔

بعد الوتر نفل کا حکم

سوال[۳۳۳۴]: نمازِ عشاء میں جو سب سے بعد کی نفل نماز ہے اس کو کھڑے ہوکر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے یا بیٹھ کر؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھڑے ہوکر نفل پڑھنے میں جس قدر ثواب ملتا ہے بیٹھ کر پڑھنے میں اس سے نصف ملتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ قانون امت کے لئے بیان فرمایا ہے(۲)، نوافل مسئولہ کو اس سے مستثنیٰ نہیں

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''نوافل بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا'')

(۲) "عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنہ سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الرجل یصلی قاعداً قال: "من صلی قائماً فھو أفضل، و من صلی قاعداً فلہ نصف أجر القائم، ومن صلی نائماً فلہ نصف أجر القاعد". (سنن ابن ماجۃ، باب صلاۃ القاعد علی النصف من صلاۃ القائم، ص:۸۷، میر محمد کتب خانہ)

"وعن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: حدثت أن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "صلوۃ الرجل قاعداً نصف الصلاۃ". قال: فأتیتہ فوجدتہ یصلی جالساً، فوضعت یدی علی رأسہ فقال: "مالک یا عبد اللہ بن عمرو"؟ قلت: حُدِّثتُ یا رسول اللہ أنک قلت: "صلوۃ الرجل قاعداً علی نصف الصلاۃ وأنت تصلی قاعداً؟ قال: "أجل! و لکنی لست کأحد منکم". (الصحیح لمسلم، کتاب صلوۃ المسافرین و قصرھا: ۱/۲۵۳، قدیمی)

فرمایا، لہٰذا ان میں بھی یہی قانون رہے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

وتر کے بعد زائد نفلیں پڑھنا

سوال[۳۳۴۵]: چندروز ہوئے ایک مولوی صاحب نے مسئلہ بیان فرمایا کہ بعد نماز وتر سوائے دو رکعت نفل کے دیگر کوئی نوافل نہیں، اس لئے جس کو جس قدر نفل نماز پڑھنا ہو قبل نماز وتر پڑھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وتر کے بعد دو سے زائد نفل پڑھنا جائز ہے(۲) جن مولوی صاحب نے یہ فرمایا ہے ان سے دلیل پوچھی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۷/ جمادی الثانیہ/ ۵٦ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/ جمادی الثانیہ/ ۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔

---

(۱) "(قوله: أجر غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم)، أما النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فمن خصائصه أن نافلته قاعداً مع القدرة على القيام كنافلته قائماً. ففي صحيح مسلم عن عبد الله بن عمرو قلت: حُدِّثتُ -يا رسول الله! أنك قلت الخ .... بحر ملخصاً: أي لأنه تشريعٌ لبيان الجواز، وهو واجب عليه. (قوله: على النصف إلا لعذر) أما مع العذر فلا ينقص ثوابه عن ثوابه قائماً .... و يؤيده حديث البخاري: "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلى قاعداً فله نصف أجر القائم، و من صلى نائماً فله نصف أجر القاعد". فإن عموم "من" يدخل فيه العاجز. و لأن الصلاة نائماً لا تصح عندنا بلاعذر". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۲/۳۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/۱۱۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل : ۱/۴۳۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "أخبرنا مالك أخبرنا زيد بن أسلم عن أبي مرة أنه سأل أبا هريرة رضي الله تعالىٰ عنه كيف كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يوتر .... فقال: إن شئت أخبرتك كيف أصنع أنا، قال: أخبرني قال: إذا صليتُ العشاء صليتُ بعدها خمس ركعات، ثم أنام، فإن قمتُ من الليل صليت مثنى =

وتر کے بعد نفل کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟

سوال[۳۳۳۶]: وتر کے بعد نوافل بیٹھ کر پڑھنا موجبِ زیادۂ اجر ہے یا کھڑے ہوکر؟ چونکہ اس مسئلہ میں صرف عوام ہی مختلف نہیں بلکہ اہلِ علم کا بھی اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس حکم کو مدلل اور بحوالہ کتب احادیث شریفہ یا فتاویٰ سے وضاحت فرمائیں اور اگر خیر القرون وائمہ مجتہدین سے کسی کا قول وعمل بھی ثابت ہو تو تحریر فرما کر مشکور فرمایا جائے، موجب اجر عظیم ہوگا۔

الجواب و بیده أزمة الحق والصواب:

"عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما حدثت أنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "صلوة الرجل قاعداً نصف صلوة القائم" فأتیته، فوجدته یصلی جالساً، قال: حُدِّثتُ -یا رسول الله!- أنك قلت: "صلوة الرجل قاعداً علی النصف من صلوة القائم". وأنت تصلی قاعداً؟ قال: "أجل! ولکنی لست کأحدٍ منکم، اهـ". فتح القدیر: ۳۲۹/۱(۱)۔

"أنه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یصلی بعد الوتر قاعداً .... و لکن له: أی للمتنفل جالساً نصف أجر القائم، اهـ". مراقی الفلاح(۲)۔ "یستثنیٰ منه صاحب الشرع -صلی الله تعالیٰ علیه وسلم- کما ورد عنه، فإن أجر صلوته قاعداً کأجر صلوته قائماً، فهو من خصوصیاته، اهـ". طحطاوی، ص: ۲۲۰ (۳)۔

= مثنی، فإن أصبحت أصبحت علی وتر".

"قال محمد: و بقول أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه نأخذ، لا نری أن یشفع إلی الوتر بعد الفراغ من صلوة الوتر، ولکنه یصلی بعد وتره ما أحب و لا ینقض وتره وهو قول أبی حنیفة". (المؤطا للإمام محمد، باب الوتر، ص: ۱۴۷، ۱۴۸، نور محمد)

تفصیل کے لئے دیکھئے: (مجموعة الفتاوی اردو، کتاب الصلاة، ص: ۳۳۱، سعید)و (احسن الفتاوی: ۵۰۴/۳، سعید)

(۱) (الصحیح لمسلم، کتاب صلوة المسافرین وقصرها: ۲۵۳/۱، قدیمی)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب الصلاة، باب النوافل، فصل فی القرأة: ۴۶۰/۱، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

(۲) (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، فصل فی صلاة النفل جالساً، ص: ۴۰۳، قدیمی)

(۳) (مراقی الفلاح حاشیة الطحطاوی، المصدر السابق)

"عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يوتر بتسع ركعات، ثم لما ضعف أوتر بسبع ركعات، و ركع ركعتين وهو جالس بعد الوتر يقرأ فيهما القرآن، فإذا أراد أن يركع قام فركع، ثم سجد". هذا الكلام إن تعلق بالركعتين فإذا كان يقرأ فى الركعتين سوراً طوالاً تقرا قاعداً، ثم إذا أراد أن يركع يقوم فيركع ويسجد وهو قائم. وأما إذا قرأ فيها السور القصار، يقرأ وهو قاعد و يركع ويسجد وهو قاعد اهـ. قال أبو داؤد -كما فى بعض النسخ-: أصحابنا لا يرون الركعتين بعد الوتر، اهـ". بذل المجهود:۲/۲۹٤، ۲۹۵(۱)۔

"هذا الحديث أخذ بظاهره الأوزاعى وأحمد فيما حكاه القاضى عنهما، فأباحا ركعتين بعد الوتر جالساً، وقال أحمد: لا أفعله ولا أمنع من قوله. قال: وأنكره مالك. قلت: الصواب أن هاتين الركعتين فعَلَهما صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بعد الوتر جالساً لبيان جواز الصلوة بعد الوتر و بيان جواز النفل جالساً، ولم يواظب على ذلك بل فعله مرةً أو مرتين أو مرات قليلةً، اهـ". نووى شرح مسلم:۱/۲۵٤(۲)۔

"والصواب أن يقال: إن هاتين الركعتين تجرى مجرى السنة وتكميل الوتر، فإن الوتر عبادة مستقلة و لاسيماً إن قيل بوجوبه، فتجرى الركعتان بعده مجرى سنة المغرب من المغرب فإنها وتر النهار، والركعتان بعدها تكميلٌ لها، فكذلك الركعتان بعد وتر الليل، اهـ". زاد المعاد:۱/۸٦ (۳)۔ "أكثر الصحابة ومن بعدهم من أهل العلم على تركهما اهـ، والمحققون من أكابرنا على أن إتيانهما قياماً أفضل، اهـ". إعلاء السنن:٦/۸۲ (٤)۔

---

(۱) (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب فى صلاة الليل: ۲/۲۹۳، ۲۹۵، إمداديه، ملتان)

(۲) (شرح الكامل للنووى على الصحيح للإمام مسلم، كتاب صلوة المسافرين و قصرها، باب صلوة الليل وعدد ركعات النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخ: ۱/۲۵۴، قديمى)

(۳) (زاد المعاد، فصل فى سياق صلاته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالليل ووتره وذكر صلاة أول الليل، ص:۱۲۳، دار الفكر بيروت)

(۴) (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، حكم الركعتين بعد الوتر: ۶/۱۰۹، إدارة القرآن، كراچى)

عباراتِ منقولہ میں نوافل بعد الوتر کے متعلق تمام پہلو اور دلائل آ گئے، حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیٹھ کر ان کو پڑھنا مستحب فرمایا ہے، كذا في مالا بد منه (۱)۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب کی رائے بھی یہی ہے، كذا في فيض الباری (۲)۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا محمد اسحق صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا موجبِ زیادۃِ اجر ہے (۳)۔ دونوں طرف علماء و محققین ہیں، ائمۂ مجتہدین: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ سے کوئی تصریح منقول نہیں دیکھی۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی سعی بے سود ہے، یہ کچھ اہم اختلاف نہیں۔ ضوابطِ کلیہ من الاحادیث کے مطابق قولِ ثانی ہے یعنی کھڑے ہو کر پڑھنا موجبِ زیادۃِ اجر ہے اور نفس اتباع فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھ کر پڑھنے میں ہے، گو اس میں بھی دو قسم کی روایتیں ہیں، "أكثر الصحابة و من بعدهم من أهل العلم" کا مسلک "إعلاء السنن" کی عبارت میں منقول ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ذیقعدہ/ ۶۷ھ۔

---

(۱) "و بعد وتر دو رکعت نشسته خواندن مستحب است، در رکعتِ اُولیٰ ﴿إذا زلزلت الأرض﴾ و در رکعتِ ثانیه ﴿قل یأیها الکافرون﴾ خوانند". (مالا بد منه، کتاب الصلاة، فصل در نوافل، ص: ۵۴، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(۲) "و رکعتین جالساً .... إن الجلوس فیهما اتفاقيّ أو قصديّ، فاختار النووی رحمه الله تعالیٰ الأول، وعندی المختار هو الثانی؛ لأنهما لم تثبتا عنه قائماً قط، فحمل فعله فی جمیع عمره علی الاتفاق مما یصادم البداهة". (فیض الباری، علی صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب المداومة علی رکعتی الفجر: ۲/۴۲۶، خضر راه بک ڈپو دیوبند)

(۳) "اگر (وتر کے بعد نفل) کھڑے ہو کر پڑھے گا تو پورا ثواب ہوگا اور اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو آدھا ثواب ملے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بعض دفعہ بیٹھ کر پڑھے ہیں مگر آپ کو بیٹھ کر پڑھنے میں بھی ثواب پورا ہوتا تھا"۔ (فتاوی رشیدیه، ص: ۷۷، قرآن منزل بابو بازار ڈھاکه)

(۴) (راجع، ص: ۲۲۶، رقم الحاشیة: ۴)

وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

سوال[۳۳۴۷]: ایک مسئلہ کتاب میں دیکھا ہے کہ نماز وتر کے بعد کی نفل بیٹھ کر پڑھنا مسنون ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔ کیا یہی مسئلہ ہے۔

نور محمد زینی باندہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''کھڑے ہوکر پڑھنے سے دوگنا ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے سے اس کا نصف ملتا ہے'' پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا گیا کہ بیٹھ کر پڑھتے ہیں تو دریافت کیا گیا اس پر ارشاد فرمایا کہ ''مجھے بیٹھ کر بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے کم نہیں ہوتا''۔

''عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه تعالیٰ عنه قال: حُدِّثتُ أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم قال: "صلوة الرجل قاعداً نصف الصلوة" فأتیته فوجدته یصلي جالساً، فوضعت یدي علی رأسي فقال: مالَكَ یا عبد اللّٰه بن عمرو"؟ قلت: حُدِّثتُ -یا رسول اللّٰه!- أنك قلت: "صلوة الرجل قاعداً نصف الصلوة" وأنت تصلي قاعداً؟ قال: "أجل! و لکني لست کأحد منکم". أبوداود شریف(۱)۔

وتر کے بعد کی نفلیں آپ سے بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے مگر عامۂ معمول یہ تھا کہ بہت طویل نماز تہجد کی پڑھتے تھے یہاں تک کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا، اس کے بعد صبح صادق کے قریب وتر پڑھتے تھے پھر بیٹھ کر دو نفل پڑھتے تھے۔ اب بھی اگر کوئی شخص یہی طریقہ اختیار کرے، طویل تہجد میں پانچ چھ پارے پڑھنے کے بعد وتر پڑھے اور تھک کر دو نفل بعد میں بیٹھ کر پڑھے تو اس میں اتباع زیادہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (سنن أبي داؤد، کتاب الصلاة، باب في صلاة القاعد: ۱/۱۴۴، إمدادیه)

(وکذا في الصحیح للإمام مسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرها، باب صلاة اللیل و عدد رکعات النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ۱/۲۵۴، قدیمي)

(۲) ''عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها أن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کان یوتر بتسع رکعات، ثم لما ضعف أوتر بسبع رکعات، ورکع رکعتین و هو جالس بعد الوتر یقرأ فیهما القرآن، فإذا أراد أن =

وتر کے بعد کی نفلیں بیٹھ کر پڑھنا

سوال[۳۳۳۸]: بعد وتر نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے اور اولیٰ کیا ہے؟ بلا عذر نفل نماز بیٹھ کر پڑھنے میں رکوع کس طرح کرنا چاہئے، آیا سر اور سرین کو برابر کرنا ضروری ہے یا نہیں جیسا کہ کھڑے ہوکر پڑھنے میں ضروری اور لازم ہے؟ بینوا بالدلائل والحوالة توجروا عند اللّٰه تعالیٰ۔

العبد محمد عثمان عفا اللہ عنہ چاٹگامی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز دونوں طرح ہے کھڑے ہوکر بھی بیٹھ کر بھی لیکن کھڑے ہوکر پڑھنے سے پورا ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے سے اسکا نصف ثواب ملتا ہے لہذا کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے:

"ويتنفل قاعداً مع القدرة على القيام ابتداءً و بناءً، أما الابتداء فلقوله عليه السلام:"من صلى قائماً فهو أفضل، و من صلى قاعداً فله نصف أجر القائم". والمراد به النفل في غير حالة العذر، اهـ". زيلعي (١)۔

اور وتر کے بعد کی نفلیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں طرح ثابت ہیں: "سئلت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقالت: كان يصلي ثلاث ركعات، ثم يصلي ثمان ركعات، ثم يوتر، ثم يصلي ركعتين و هو جالس، فإذا أراد أن يركع قام فركع، ثم يصلي ركعتين بين النداء والإقامة من صلوة الصبح". مسلم شريف(٢)۔

= يركع قام فركع، ثم سجد". هذا الكلام إن تعلق بالركعتين، فإذا كان يقرأ في الركعتين سُوَراً طوالاً يقرأ قاعداً، ثم إذا أراد أن يركع يقوم فيركع و يسجد و هو قائم. و أما إذا قرأ فيهاالسور القصار يقرأ هو قاعداً و يركع و يسجد و هو قاعد". (بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب في صلاة الليل :۲/۲۹۴، مكتبه إمداديه ملتان)

(وكذا في الصحيح لمسلم، باب صلاة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : ۱/۲۵۴، قديمي)

(١) (تبيين الحقائق ،كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ١/٤٣٧، دارالكتب العلمية، بيروت)

(٢) (الصحيح لمسلم ،كتاب صلوة المسافرين ، باب صلوة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ١/٢٥٤، قديمي)

اس پر امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

"الصواب أن هاتين الركعتين فعلهما رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم بعد الوتر جالساً لبيان جواز الصلوة بعد الوتر، و بيان جواز النفل جالساً، و لم يواظب على ذلك بل فعله مرةً أو مرتين أو مرات قليلة، اهـ"(۱)۔

اگر ہمیشہ بیٹھ کر بھی پڑھنا ثابت ہوتا تب بھی اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کامل ثواب تھا، اوروں کے لئے کامل ثواب نہیں بلکہ ثواب ہوگا:

"ثم هو —صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم— مخصوص أن ذلك لما في حديث مسلم عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنهما: حدثت أنه صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم قال: "صلوةِ الرجل قاعداً نصف صلوة القائم" فأتيته فوجدته يصلي جالساً، قال: حُدّثتُ —يا رسول اللّٰه!— أنك قلت: "صلوة الرجل قاعداً على النصف من صلوة القائم". وأنت تصلي قاعداً؟ قال: "أجل! ولكن لست كأحدكم، اهـ". شلبي (۲)۔

سر کو گھٹنوں کے برابر کرنا بہتر اور افضل ہے لازم نہیں، سر اور کمر کو جھکانے سے بھی رکوع ادا ہو جاتا ہے، قال ابن عابدين: "لو كان يصلي قاعداً ينبغي أن يحاذي جبهته قُدام ركبتيه، فيحصل الركوع، قلت: و لعله محمول على تمام الركوع، و إلا فقد علمت حصوله بأصل طأطأة الرأس: أي مع

(۱) (الكامل للنووي على الصحيح لمسلم، كتاب الصلوة، باب صلوة الليل و عدد الركعات: ۲۵۴/۱، قديمي)

(۲) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۴۳۷/۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

(والصحيح لمسلم، باب صلاة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخ من كتاب الصلوة: ۲۵۳/۱، قديمي)

"(ويتنفل مع قدرته على القيام قاعداً) لا مضطجعاً، إلا بعذر (ابتداءً و بناءً)، و فيه أجر غير النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على النصف إلا بعذر". (الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۳۷/۲، سعيد)

انحناء الظهر". شامي : ٤٦٥ (١)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۲/ ذی الحجہ/ ۵۵ھ۔

وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنا

سوال[۳۲۳۹] : میں وتر کے بعد کی دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں، میرا دوست کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نیت باندھتے تھے، پیروں پر ورم آنے کی وجہ سے بیٹھ جاتے تھے بعد میں کھڑے ہو کر قرأت کر کے رکوع میں جاتے تھے۔صحیح طریقہ کیا ہے؟ قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں مستند حوالہ جات کے ساتھ ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ کے دوست نے جو کچھ بتایا ہے ایسا ہی فیض الباری میں موجود ہے(۲)، جو شخص شروع رات میں بھی وتر کے بعد دو نفل پڑھے اس کو کھڑے ہو کر پڑھنے میں دوہرا ثواب ہے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(١) (رد المحتار، باب صفة الصلاة، بحث الركوع والسجود: ١/٤٤٧، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ١/١١٥، رشيديه)

(٢) قال في فيض الباري:"و أما صلاة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فتنقل على أنحاء كلها: قد صلى قائماً و ركع و سجد وهو قائم، و قد صلى قاعداً و ركع وسجد كذلك، و قد صلى قاعداً، فإذا بلغ قبيل الركوع قام و ركع و سجد وهو قائم. و هذا يشعر بأن الأحب عند الشارع أن يكون الركوع والسجود عقيب الكلام".

(أبواب تقصير الصلوة، باب إذا صلى قائماً ثم صح: ٢/٤٠٥، خضر راه بک ڈپو ديوبند)

(وصحيح البخاري، أبواب تقصير الصلاة، باب إذا صلى قائماً ثم صح : ١/١٥١، قديمي)

(وكذا في الصحيح لمسلم، باب صلوة الليل وعدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخ: ١/٢٥٤، قديمي)

(٣) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: سألت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن صلاة الرجل وهو قاعد، فقال : "من صلى قائماً فهو أفضل، ومن صلاها قاعداً فله نصف أجر القائم، و من =

ایضاً

سوال[۳۳۴۰]: ہمارے ایک دوست کہتے ہیں کہ وتر کی نماز کے بعد دو رکعت نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے ہیں ان کو کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ کھڑے ہوکر نیت باندھتے تھے اور جب آپ تھک جاتے تھے تو نماز میں بیٹھ جاتے تھے۔ اس لئے ہم کو کھڑے ہوکر پڑھنا چاہئے یا بیٹھ کر؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھڑے ہوکر پڑھنے میں دوہرا اجر ہے، یہ بات حدیث، فقہ میں صاف صاف مذکور ہے، وتر کے بعد کی نفلیں اس سے مستثنیٰ نہیں (۱)، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عامۃً وتر اخیر شب میں طویل تہجد کے بعد پڑھا کرتے تھے جب کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ فیض الباری شرح بخاری شریف میں ہے کہ وتر کے بعد کی دو نفلیں بھی کھڑے ہوکر شروع فرماتے اور کچھ قرأت کر کے بیٹھ کر بقیہ قرأت کرتے تھے، پھر جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہوکر کچھ قرأت کر کے رکوع فرماتے تھے، اس لئے آپ کے دوست صاحب کا کہنا صحیح ہے (۲)، درمختار وغیرہ میں بھی مطلقاً نوافل کو کھڑے ہوکر پڑھنا افضل لکھا ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۹ھ۔

= صلاها نائماً فله نصف أجر القاعد". (سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ما جاء أن صلاة القاعد علی النصف من صلاة القائم: ۱/۸۵، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب جواز النفل قاعداً بلا عذر: ۷/۱۵، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنا")

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "وتر کے بعد دو نفل بیٹھ کر پڑھنا")

(۳) "(ويتنفل مع قدرته على القيام قاعداً) لا مضطجعاً إلا بعذر (ابتداءً و بناءً) و فيه أجر غير النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم على النصف إلا بعذر". (الدر المختار).

"(أجر غير النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم) أما النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم فمن خصائصه أن نافلته قاعداً مع قدرته على القيام كنافلته قائماً .... و يؤيده حديث البخاری: "من صلی قائما فهو أفضل، و من صلی قاعداً فله نصف أجر القائم، و من صلی نائماً فله نصف أجر القاعد". فإن عموم "من" يدخل فيه العاجز، ولأن الصلاة نائماً لا تصح عندنا بلا عذر". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل ۲/۳۶،۳۷، سعيد)

الفصل الرابع فی التہجد

(تہجد کی نماز کا بیان)

نوافل میں سب سے افضل نماز

سوال[۲۳۴۱]: وہ نماز کونسی ہے جو سب سے افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نوافل میں تہجد افضل ہے(۱)۔ فقط۔

تہجد کی رکعات

سوال[۲۳۴۲]: رکعاتِ تہجد کی مختلف روایتیں ہیں، صحیح روایت سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عامۃً حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ آٹھ رکعات تہجد کی تھی مگر یہ تحدید فرض نماز کی طرح نہیں کہ کمی بیشی جائز نہ ہو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۸۸ھ۔

---

(۱) "عن أبی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: "أفضل الصيام بعد رمضان شهر الله المحرم، وأفضل الصلوة بعدالفريضة صلوة الليل". (سنن الترمذی، كتاب الصلوة، باب ماجاء فی فضل صلوة الليل: ۱/۹۹، سعيد)

(وكذا فی مشكوة المصابيح، باب التحريض علی قيام الليل، الفصل الثالث: ۱/۱۱۰، قديمی)

(وكذا فی صحيح البخاری، باب قيام النبی صلی الله عليه وسلم الليل حتی ترم قدماه: ۱/۱۵۲، قديمی)

(ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲/۵۸۶، مسند أبی هريرة، رقم الحديث: ۷۹۲۶، دارإحياء التراث العربی، بيروت)

(۲) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: كان النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يصلی من الليل ثلث عشر ركعةً، منها: الوتر و ركعتا الفجر". .... =

وتر کے بعد دو رکعت تہجد کی نیت سے پڑھنا

سوال[۳۳۴۳]: کوئی شخص تہجد آخر شب میں پڑھنے کا عادی ہے لیکن عشاء کے وقت وتر کے بعد دو رکعت نفل بھی وہ تہجد کی نیت سے پڑھے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تہجد اصالۃً وہ ہے کہ سو کر اٹھ کر نصف شب گزرنے کے بعد پڑھے، وتر کے بعد دو نفل ہیں تہجد نہیں (۱) مگر ان دو نفلوں میں تہجد کی نیت کرنے سے بھی نماز خراب نہ ہوگی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= "وعن مسروق قال: سألت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها عن صلوة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بالليل فقالت: سبع و تسع وإحدى عشرة سوى ركعتي الفجر". (صحيح البخاري، كتاب التهجد، باب كيف صلاة الليل و كيف كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي بالليل؟: ۱/۱۵۳، قديمي)

"وصلاة الليل و أقلها -على ما في الجوهرة- ثمان". (الدر المختار). "(قوله : و أقلها على مافي الجوهرة ثمان) قيد بقوله على ما في الجوهرة؛ لأنه في الحاوي القدسي قال: يصلي ماسهل عليه و لو ركعتين، والسنة فيها ثمان ركعات بأربع تسليمات". (ردالمحتار، باب الوتروالنوافل: ۲/۲۵، سعيد)

"أن عبد الله بن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أخبره أنه بات عند ميمونة زوج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهي خالته .... ثم قام يصلي، فصنعت مثله، و قمت إلى جنبه، فوضع يده اليمنى على رأسي وأخذ بأذني يفتلها، ثم صلى ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم ركعتين، ثم خرج فصلى الصبح". (صحيح البخاري، أبواب الوتر والنوافل، باب ماجاء في الوتر : ۱/۱۳۵، قديمي)

(۱) "وروى الطبراني مرفوعاً: "لا بد من صلاة بليل ولو حلب شاة، و ما كان بعد صلاة العشاء فهو من الليل". وهذا يفيد أن هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم . في معجم الطبراني من حديث الحجاج بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه قال: "يحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلي حتى يصبح أنه قد تهجد ، إنما التهجد المرء يصلي الصلاة بعد رقدة". (رد المحتار، مطلب في صلاة الليل : ۲/۲۴، سعيد)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت عنوان :"عشاء کے بعد دو رکعت بہ نیت تہجد")

عشاء کے بعد دو رکعت بہ نیت تہجد

سوال[۳۳۴۴]: اگر عشاء کے وقت وتر کے بعد دو رکعت نفل کی نیت وقت عشاء کر کے کی جائے تو ٹھیک ہے یا بجائے اس کے تہجد کہنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقت عشاء ٹھیک ہے گو ضروری نہیں (۱)۔ فقط: اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قضائے تہجد

سوال[۳۳۴۵]: عشاء کے وقت دو رکعت نفل بجائے تہجد پڑھی اور صبح تہجد کی قضاء بھی پڑھ لی، درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دو تو تہجد نہیں، جو شخص تہجد نہیں پڑھ سکا وہ زوال سے پہلے بارہ رکعت پڑھ لے انشاء اللہ تہجد کا ثواب پالے گا:

"قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم:"من نام عن حزبه أو عن شیء منه، فقرأ ما بین صلوة الفجر وصلوة الظهر، کتب له کأنما قرأه من اللیل". أبوداؤد شریف(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "(وکفی مطلق نیة الصلاة) وإن لم یقل لله (لنفل و سنة) راتبة". (الدر المختار). "(قوله کفی الخ): أی بأن یقصد الصلاة بلا قید نفل أو سنة أو عدد. (قوله : لنفل) هذا بالاتفاق (قوله: وسنة) ولوسنة الفجر، حتی لو تهجد برکعتین ثم تبین أنها بعد الفجر، نابتا عن السنة". (ردالمحتار، باب شروط الصلاة : ۱/۴۸۵، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب شروط الصلاة : ۱/۲۶۲، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب من نام عن حزبه : ۱/۱۸۶، سعید)

(وسنن ابن ماجة، کتاب الصلاة، باب ما جاء فیمن نام عن حزبه من اللیل، ص: ۹۵، قدیمی)

(والصحیح للإمام المسلم، کتاب صلاة المسافرین و قصرها، باب صلاة اللیل و عدد رکعات النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الخ : ۱/۲۵۶، قدیمی)

ایضاً

سوال[۳۳۴۶]: کبھی کوئی اشراق وتہجد کی نماز قضاء کرسکتا ہے اوراداء پڑھ سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بھی توفیق ہو پڑھ لیا کرے، پابندی کرنا اعلیٰ بات ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

قضاء تہجد اور نفل نماز میں جہر

سوال[۳۳۴۷]: اگر تہجد فوت ہوجائے اوردن میں اس کے بجائے کچھ نفلیں پڑھ لے تو آیا جماعت بھی نفلوں کے لئے کرسکتا ہے یانہیں اور جہراً بھی پڑھ سکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوال سے پہلے بارہ نفلیں پڑھ لے انشاء اللہ تہجد کی مکافات ہوجائے گی (۲)، مثلِ فرض کے جماعت

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها زوج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أنها كانت تقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "سددوا و قاربوا و يسروا، فإنه لن يدخل الجنة أحداً عمله". قالوا: و لا أنت يا رسول الله؟ قال: "ولا أنا، إلا أن يتغمدني الله عزوجل منه برحمة، واعلموا أن أحب العمل إلى الله عزوجل أدومه وإن قلّ". (مسند احمد، حديث السيدة عائشة: ۷/۱۸۱، رقم الحديث: ۲۴۴۰۲، دار إحياء التراث العربي)

(و صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب أحب الدين إلى الله عزوجل أدومه: ۱/۱۱، قديمي)

(۲) "عن عبد الرحمن بن عبد القاريّ قال: سمعت عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من نام عن حزبه أو عن شيء منه، فقرأه فيما بين صلاة الفجر و صلاة الظهر، كتب له كأنما قرأه من الليل". (الصحيح للإمام مسلم، باب صلاة الليل و عدد ركعات النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۵۶، قديمي)

درست نہیں(۱)،دن میں نفلیں جہر سے پڑھنا مکروہ ہے،کذا فی الکبیری(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ،جامع العلوم کانپور۔

تہجد کی جماعت

سوال[۳۳۴۸]: ہمارے علاقہ کی بعض مساجد میں تہجد کی جماعت ہوتی ہے اوراس میں بھی ایک قرآن مجید ہوتا ہے تو تہجد کی نماز باجماعت پڑھنا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بعض اکابر تہجد میں بھی بغیر اذان واقامت قرآن پاک سناتے اور سنتے رہے ہیں،مگر اس پر اہتمام نہیں چاہئے،تہجد تنہا تنہا ہی افضل ہے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۳۰/۹/۸۹ھ۔

تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنا

سوال[۳۳۴۹]: تہجد کی نفلوں میں ایک حافظ صاحب قرآن شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں ایک

---

(۱) "واعلم أن النفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه". (الحلبي الكبير، تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في البحرالرائق، باب الإمامة: ۱/۶۰۴، رشيديه)

(۲) "ويكره له الجهر في نوافل النهار أيضاً". (الحلبي الكبير، فصل في مسائل شتى، ص:۶۱۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۳) قال في التاتارخانية: "وحكى عن شمس الأئمة السرخسي رحمه الله تعالىٰ أن التطوع بالجماعة على سبيل التداعي مكروه، أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان بواحد لا تكره. وإن اقتدى ثلاثة بواحد ذكر هو رحمه الله أن فيه اختلاف المشايخ قال بعضهم: يكره، وقال بعضهم: لايكره. وإذا اقتدى أربع بواحد كره بلاخلاف". (كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في المتفرقات، ص: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۰۴، رشيديه)

مقتدی ہوتا ہے، بعض لوگوں نے کہا کہ ہم کو بھی اٹھا دیا کرو تو ہم بھی شریک ہو جائیں گے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین مقتدیوں تک تو اجازت ہے، اگر اس سے زائد ہوں تو مکروہ ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال[۳۳۵۰]: تہجد کی نماز باجماعت ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھی علی سبیل التداعی مکروہ ہے، کما مر (۲)۔ فقط۔

تہجد کی جماعت اور تداعی کا مطلب

سوال[۳۳۵۱]: اگر کوئی شخص رمضان میں تہجد کی نماز میں پورا قرآن شریف ترتیب سے پڑھے تو تہجد کی نماز باجماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ آپ نے اس کا جواب لکھا تھا کہ ''تہجد کی نماز رمضان میں باجماعت پڑھی جا سکتی ہے لیکن تداعی نہیں ہونا چاہئے''۔

۱......تداعی کا مطلب واضح طور پر بیان فرمائیں۔

۲......اگر نماز میں اس جگہ تہجد کی نماز باجماعت ہو رہی ہو اور اس میں قرآن شریف ترتیب سے پڑھا جا رہا ہو، جماعت میں دس یا پندرہ، یا اس سے زیادہ آدمی روزانہ بغیر کسی دعوت واعلان کے شریکِ جماعت ہو جاتے ہوں تو کیسا ہے؟

۳......جب تہجد کی نماز میں قرآن شریف ختم ہو تو اس ختم شریف میں کچھ علمائے کرام کو دعا کرانے کے لئے بلایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس قسم کا اعلان کیا جا سکتا ہے یا نہیں کہ آج قرآن شریف ختم ہے سب لوگ دعا

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان ''تہجد کی جماعت''۔)

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان ''تہجد کی جماعت'')

میں شریک ہوجائیں۔اس طرح اعلان کرنا ختم کے روز کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......ایک امام ہو، اس کے پیچھے ایک یا دو مقتدی ہوں تو بلاتکلف درست ہے، تین مقتدی ہوں تب بھی گنجائش ہے اس سے زیادہ مقتدی ہوں تو یہی تداعی ہے(۱)۔

۲......بلا دعوت واعلان کے بھی یہ صورت تداعی ہے(۲)۔

۳......یہ بلانا اور اعلان کرنا بھی ثابت نہیں اس سے پرہیز کیا جائے(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

طلوعِ فجر کے بعد ادائے فرض سے پہلے نفل پڑھنا

سوال[۳۳۵۲]: کیا فجر کا وقت شروع ہوجانے کے بعد فجر کی نماز ادا کرنے سے پہلے بھی کوئی نوافل نہیں پڑھی جاسکتیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وقت کوئی نماز نفل نہ پڑھی جائے، فجر کی سنتیں پڑھنا منع نہیں بلکہ ان کی تاکید آئی ہے(۴)

---

(۱)(قد مضی تخریجه تحت عنوان: ''تہجد کی جماعت'')

(۲) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''تہجد کی جماعت'')

(۳) "فهو رد"...... من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳٦۲، رشيديه)

"إن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شك في الكراهة". (السعاية في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القرآءة: ۲/۲٦۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) "عن حفصة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: "كان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم إذا طلع الفجر لا يصلي إلا ركعتين خفيفتين". (الصحيح لمسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب استحباب ركعتي الفجر والحث عليهما وتخفيفهما: ۱/۲۵۰، قديمي)

ردالمحتار(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شبِ عیدین میں نوافل

سوال[۳۳۵۳] : عیدین کی شب نفلیں پڑھنا کیسا ہے؟ عیدین کی شب میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نفل وتہجد پڑھنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ عیدینؔ کی شب تمام رات عبادت کرنا اور نفلیں پڑھنا مستحب ہے(۲)، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ تہجد پابندی سے ادا فرماتے تھے۔حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ صرف ایک شب ایسی گزری ہے جس میں آپ نے تہجد ادا نہیں فرمائی اور نہ دن میں اس کی قضا کی، جب کہ آپ مزدلفہ میں تھے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۱۲/۳ھ۔

واردحال مدرسہ انوریہ شاہی مسجد لدھیانہ، پنجاب۔

---

(۱) "(وكذا) الحكم من كراهة نفل و واجب لغيره لا فرض و واجب لعينه (بعد طلوع فجر سوى سنته) لشغل الوقت به تقديراً ، حتى لو نوى تطوعاً، كان سنة الفجر بلا تعيين". (الدر المختار ، كتاب الصلاة: ۳۷۵/۱، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلاة : ۲۳۴/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(و) نـدب (إحياء ليلتي العيدين) : الفطر والأضحى لحديث: "من أحيا ليلة العيد، أحيا الله قلبه يوم تـموت القلوب". و يستحب الإكثار من الاستغفار بالأسحار". (مراقي الفلاح، فصل في تحية المسجد و صلاة الضحى و إحياء الليالي، ص: ۴۰۰، قديمي)

"وعـن عبـادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "مـن أحـي ليـلة الـفـطـر و ليلة الأضحى، لم يمت قلبه يوم يموت القلوب" (رواه الطبراني في الكبير والأوسـط، ومـجـمـع الـزوائـد". (إعـلاء الـسـنـن ، كـتـاب الـصـلـوة، استحباب إحياء ليلتي العيدين: ۳۵/۷،إدارة القرآن)

(۳) "النزول بمزدلفة : ثم دفع حتى أتى المزدلفة، فصلى بهاالمغرب والعشاء بأذان و إقامتين، و لم =

شبِ برات میں تہجد کی نماز باجماعت

سوال[۳۳۵۴]: شب برات میں تہجد کی نماز باجماعت اعلان کرکے پڑھی جاسکتی ہے؟ اس مقصد سے کہ جو بے نمازی ہیں کم ازکم اس بابرکت رات میں شریک ہوکر ثواب کے مستحق ہوجائیں، اگر تہجد کی جماعت کی جائے تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا مکروہ وممنوع ہے(۱)، بے نمازیوں کو تبلیغ وتاکید کی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کریں، ترکِ فرض کو برداشت کیا جائے اور مکروہ کے ارتکاب کی دعوت دی جائے نہ دانشمندی کی بات ہے نہ شرع کی طرف سے اجازت ہے، اس رات میں عبادت کے لئے جمع ہونا بھی منع ہے، کذا فی مراقی الفلاح (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۹۱ھ۔



= يستبح بينهما، ثم اضطجع حتى طلع الفجر، فصلى الفجر .... لم يتهجد النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في ليلة مزدلفة: أقول: إنما لم يتهجد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في ليلة مزدلفة؛ لأنه كان لا يفعل كثيراً من الأشياء المستحبة في المجامع، لئلا يتخذها الناس سنةً". (حجة الله البالغة، من أبواب الحج، النزول بمزدلفة اهـ: ۱۶۸/۲، ۱۶۹، قديمي)

(۱) "قال الحلبي: "أن كلا من صلاة الرغائب ليلة أول جمعة من رجب، وصلاة البراءة ليلة النصف من شعبان، وصلاة القدر ليلة السابع والعشرين من رمضان بالجماعة بدعة مكروهة". (الحلبي الكبير، تتمات من النوافل: ص: ۴۳۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲۸۸/۱، دار المعرفة بيروت)

(۲) "(ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي) المتقدم ذكرها (في المساجد) وغيرها؛ لأنه لم يفعله النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ولا أصحابه، فأنكره أكثر العلماء من أهل الحجاز، منهم: عطاء وابن أبي مليكة فقهاء أهل المدينة، وأصحاب مالك وغيرهم، وقالوا: ذلك كله بدعة". (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالي، ص: ۴۰۲، قديمي)

الفصل الخامس فی صلوۃ النفل بالجماعة
(نفل نماز کی جماعت کا بیان)

نفل کی جماعت

سوال[۳۳۵۵]: رمضان المبارک میں بعد التراویح صلوۃِ نافلہ مع الجماعۃ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ ہمارے محلّہ کی مسجد میں بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، اس جماعت کے قیام سے باہم اختلاف بھی ہوگیا ہے مگر جہلاء اپنی ضد پر اڑے ہیں اور ہر شب میں ادا کرتے ہیں۔ آپ دلائل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ جماعت علیٰ سبیل التداعی والاصرار ہے جو کہ مکروہ ہے:

"والجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدی: أرادوا بالتاكيد الوجوب، إلا فی جمعة و عيد فشرط، و فی التراويح سنة كفاية، و فی وتر رمضان مستحبة علی قول، و فی وتر غيره وتطوع علی سبيل التداعی مكروهة اهـ". درمختار۔ "(قوله: علی سبيل التداعی) راجع إليها، والتداعی أن يجتمع أربعة فأكثر علی إمام، ودون ذلك لا يكره إذا صلوا فی ناحية المسجد، كذا فی القهستانی، و نقله فی البحر عن الصدر الشهيد، و ظاهر إطلاقه الكراهة أنها التحريمية، اهـ". طحطاوی: ص: ۲٤۰(۱)۔ "وفی الأشباه من البزازية: يكره الاقتداء فی صلوة الرغائب و براءة و قدر، اهـ". درمختار. "وبراءة هی ليلة النصف من شعبان، اهـ". طحطاوی: ۱/۲۹۷(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة، بيروت)

(۲) (حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۹۷، دار المعرفة، بيروت)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۰۴، رشيديه)

(وكذا فی الحلبی الكبير، فصل فی تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمی)

نوافل میں ختمِ قرآن باجماعت

سوال[۳۳۵۶]: چند اشخاص کی خواہش تھی کہ نمازِ نفل میں ایک قرآن شریف ختم کیا جاوے، حافظ نے بعد نمازِ مغرب وعشاء دو چار رکعت میں تھوڑا تھوڑا پڑھ کر قرآن شریف ختم کیا۔ اس دوران میں ایک شخص نے ٹوکا کہ اس طرح درست نہیں، نفل نماز باجماعت درست نہیں۔ اس حالت میں فعل مذکور حافظ کا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام کے علاوہ چار شخص یا زیادہ مقتدی تھے تو یہ فعل مکروہ ہے، اگر امام کے علاوہ صرف دو تین آدمی مقتدی تھے تو مکروہ نہیں۔

فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح: "قال شمس الأئمة الحلوانی: إن اقتدیٰ به ثلاثة، لایکون تداعیاً، فلا یکره اتفاقاً، وإن اقتدیٰ به أربعة فالأصح الکراهة اهـ"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ، ۲۰/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ، صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔

جماعتِ نفل علی سبیل التداعی

سوال[۳۳۵۷]: ۱...... ہمارے یہاں قصبہ اورنگ آباد میں رمضان کے مبارک مہینہ میں تہجد کی نماز درود کے ساتھ باجماعت ادا کی جاتی ہے جس میں تین آدمیوں سے زیادہ کافی آدمی ہوتے ہیں۔

۲...... رمضان کے مبارک مہینہ کی طاق راتوں میں تراویح ختم ہونے کے بعد نفل نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے اور تین آدمیوں سے بہت زیادہ آدمی ہوتے ہیں۔ تہجد کی نماز کا بھی ان طاق راتوں میں اعلان کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے جماعت میں بہت زیادہ لوگ ہوجاتے ہیں۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الإمامة، ص: ۲۸۶، قدیمی)

(حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بیروت لبنان)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب صلاة التراویح، نوع آخر فی المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

۳......آج اس مسئلہ کو جو کہ بہشتی گوہر میں دیکھا گیا ہے تو جماعت کے احکام میں لکھا ہے کہ ۲ یا ۳ آدمی مل کر نفل جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور دوام نہ کریں، اگر دوام کریں تو مکروہ ہے۔

۴......کیا رمضان کے مبارک مہینہ میں ۳/ سے زیادہ آدمیوں کو نفل نماز باجماعت ادا کرنا جائز ہے؟

۵......دوام کے کیا معنی ہیں؟ تشریح کے ساتھ سمجھائیں تا کہ دوام کے معنی معلوم ہوجائیں۔

۶......قصبہ اورنگ آباد کے ایک امام صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان میں نوافل کا درجہ فرض جیسا ہوجاتا ہے اس لئے کافی آدمی مل کر تہجد کی جماعت ونفل کی جماعت کر سکتے ہیں۔

۷......ان تمام مسئلوں کو اطمینان بخش امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک کے مطابق حل کر دیجئے تا کہ عوام کو تفصیلی معلومات ہوجائے اور فتویٰ پر عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......ایسا کرنا مکروہ ہے(۱)۔

۲......یہ بھی مکروہ ہے(۲)۔

۳......کتب فقہ درمختار وغیرہ میں بھی اسی طرح لکھا ہے(۳)۔

---

(۱) "(قوله: علی سبیل التداعی) راجع إلیها، والتداعی أن یجتمع أربعة فأكثر علی إمام، ودون ذلک لایكره إذا صلوا فی ناحیة المسجد، كذا فی القهستانی". (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بیروت)

(وكذا فی الفتاوی التاتارخانیة، كتاب الصلاة فی التراویح، نوع آخر فی المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، كراچی)

وكذا فی البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۰۴، رشیدیه)

(۲) (راجع الحاشیة السابقة آنفاً)

(۳) "(لا یصلی الوتر و) لا (التطوع بجماعة خارج رمضان): أی یكره ذلک علی سبیل التداعی بأن یقتدی أربعة بواحد كما فی الدرر". (الدر المختار). "(قوله: أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنین بواحد، فلا یكره، و ثلاثة بواحد فیه خلاف، بحر عن الكافی". (رد المحتار، مطلب فی كراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وفی صلاة الرغائب: ۲/۴۸، ۴۹، سعید) .... =

۴.....مکروہ ہے(۱)۔

۵.....دوام کے معنی ہمیشہ کے ہیں یعنی اتفاقیہ ایک دو دفعہ نہیں بلکہ ہمیشہ کیا جائے خواہ ایک ماہ تک ہمیشہ ہو(۲)۔

۶.....وہ کس دلیل کی بنا پر ایسا کہتے ہیں؟ کیا فقہ کی کسی کتاب میں ایسا لکھا ہے؟ کیا بعد مغرب وبعد عشاء کی سنت بھی جماعت سے پڑھیں گے؟

۷.....امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ ہے:

"والجماعة فی النفل غیر التراویح مکروهة، فالاحتیاط بترکها فی الوتر خارج رمضان. وعن شمس الأئمة: أن هذا فیما کان علیٰ سبیل التداعی، أما لو اقتدیٰ واحد بواحد و اثنان بواحد لا یکره، وإذا اقتدیٰ ثلاثة بواحد اختلف فیه، وإن اقتدیٰ أربعة بواحد کره اتفاقاً اهـ".

کذا فی مراقی الفلاح علی الطحطاوی، ص: ۲۳۲ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= (وکذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، التراویح، نوع آخر فی المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، کراچی)

(۱) (راجع، ص: ۲۴۴، الحاشیة رقمها: ۱)

(۲) "(قوله: أی یکره ذلک) ..... الظاهر أن الجماعة فیه غیر مستحبة، ثم إن کان ذلک أحیاناً کما فعل عمر رضی الله تعالیٰ عنه، کان مباحاً غیر مکروه، و إن کان علی سبیل المواظبة، کان بدعةً مکروهةً؛ لأنه خلاف المتوارث ..... (قوله: علی سبیل التداعی): هو أن یدعو بعضهم بعضاً، کما فی المغرب، و فسره الوافی بالکثرة، و هو لازم معناه". (رد المحتار، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی اهـ: ۲/۴۸، ۴۹، سعید)

(۳) (مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، باب الوتر وأحکامه، ص: ۳۸۶، قدیمی)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب الصلوة، التراویح، نوع آخر فی المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، کتاب الصلوة، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دار المعرفة، بیروت)

رمضان میں نوافل کی جماعت

سوال[۳۳۵۸] : ۱...... تہجد کی جماعت رمضان میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ شامی جلد نمبرا مصری کے اندر بعض عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ مکروہ و بدعت ہے اور بعض عبارات سے پتہ چلتا ہے کہ صرف رمضان المبارک کی اجازت ہے، مثلاً: "فی البدائع من قوله: إن الجماعة فی التطوع لیست بسنة إلا فی قیام رمضان"(۱)۔اور تہجد بھی نوافل میں شمار ہے۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفل میں شریک رہے ہیں، یعنی کان پکڑ کر داہنی طرف لانے والی روایات (۲)، تو ان سب عبارتوں سے اور بزرگانِ دین کے بعض افعال سے اجازت سمجھ میں آتی ہے۔ اگر جماعت کرے تو اس اقدام کو روکا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۲...... اوابین کی جماعت رمضان میں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز اگر تنہا آواز بلند پڑھے اور لوگ شریک ہوگئے، پھر دو رکعت کے بعد کسی حافظ کو بڑھا دیا جائے کہ زیادہ قرآن پڑھا جائے تو کوئی مضائقہ ہے یا نہیں؟

---

(۱) "(قوله: أی یکره ذلک) .... أخرجه الطحاوی عن المسور بن مخرمة، قال: دفنا أبا بکر رضی الله عنه لیلاً، فقال عمر رضی الله تعالیٰ عنه: إنی لم أوتر، فقال: وصففنا وراء ه، فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم إلا فی آخرهن".

ثم قال: و یمکن أن یقال: الظاهر أن الجماعة غیر مستحبة، ثم إن کان ذلک أحیاناً کما فعل عمر رضی الله عنه کان مباحاً غیر مکروه، وإن کان علی سبیل المواظبة کان بدعةً مکروهةً؛ لأنه خلاف المتوارث، .... قلت: و یؤیده أیضاً ما فی البدائع من قوله: إن الجماعة فی التطوع لیست بسنة إلا فی قیام رمضان". (رد المحتار، مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ: ۴۸/۲، سعید)

(۲) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: صلیت مع النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ذات لیلة، فقمت عن یساره، فأخذ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم برأسی من ورائی، فجعلنی عن یمینه، فصلی و رقد، فجاء ه المؤذن، فقام یصلی و لم یتوضأ". (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب إذا قام الرجل عن یسار الإمام اهـ: ۱/۱۰۰، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......حنفیہ کا مذہب مختار یہ ہے کہ نوافل کی جماعت علی سبیل التداعی مکروہ ہے رمضان ہو یا غیر رمضان، حکم عام ہے، ایک دو مقتدی ہوں تو تداعی نہیں، تین میں اختلاف ہے، چار ہوں تو تداعی ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہی مقتدی تھے، بدائع کی جو عبارت شامی سے آپ نے نقل کی ہے، اس کے بعد علامہ شامی نے لکھا ہے: "نعم! إن کان مع المواظبة، کان بدعةً، فیکره، اهـ" (۱)۔

نیز نوافل اور وتر دونوں کو بجماعت ادا کرنے کا مسئلہ ایک ہی ساتھ بیان کیا ہے: "أي یکره ذلك علی سبیل التداعی بأن یقتدی أربعة بواحد، اهـ". درمختار (۲)۔ "أما لو اقتدی واحد بواحد أو اثنین بواحد، فلا یکره، و ثلاثة بواحد فیه خلاف". کبیری (۳)۔

بعض اکابر اپنی تحقیق کی بنا پر رمضان المبارک میں تراویح کے علاوہ نوافل میں بھی تمام رات قرآن کریم پڑھتے اور سناتے تھے، مگر یہ اصل مذہب امام ابوحنیفہ کا نہیں ہے، ان کے تبحر و تدیّن کی وجہ سے ان پر اعتراض نہیں کیا جاتا اور نہ ان کے اتباع میں اصل مذہب سے عدول کیا جاتا ہے۔

۲......اس کا جواب بھی نمبر: ۱ سے واضح ہے یعنی علی سبیل التداعی نہیں چاہئے، یہ مکروہ ہے۔تداعی کی تفصیل بھی آ گئی ہے (۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) (راجع، ص: ۲۴۶، رقم الحاشیہ: ۱)

(۲) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

(۳) بعینہ مذکورہ عبارت شامی: ۲/۴۹ کی ہے، البتہ الحلبی الکبیر میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: "لو اقتدی واحد بواحد أو اثنین لا یکره، و فی الثلاثة اختلاف المشایخ". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل .... التراویح، ص: ۴۰۸، سہیل اکیڈمی لاہور)

(و کذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۱/۲۴۰، دار المعرفة بیروت)

(و کذا فی الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الصلاة التراویح، نوع آخر فی المتفرقات، ص: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن، کراچی)

(۴) (راجع الحاشیة رقمها: ۲) .... =

نوافل میں تداعی

سوال[۳۳۵۹]: اگر نفلوں کی جماعت میں شروع میں تین آدمی اور ایک امام ہو اور پھر زیادہ آدمی آکر شریک ہوجائیں تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تین آدمی مقتدی ہوں، ایک امام ہو تو نفلوں کی جماعت درست ہے، جو لوگ بعد میں آکر شریک ہوئے وہ مکروہ کے مرتکب ہوئے۔

"إن اقتدىٰ به ثلاثة، لا يكون تداعياً، فلا يكره اتفاقاً. وإن اقتدىٰ به أربعة، فالأصح الكراهة". طحطاوى(۱)۔ "لو اقتدىٰ واحدٌ بواحد أو اثنان، ثم جاء ت جماعة اقتدوا به، قال الرحمتي: ينبغي أن تكون الكراهة على المتأخرين". ص:۷٤۲(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نوافل جماعت سے ادا کرنا

سوال[۳۳۶۰]: شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ غالباً نوافل جماعت سے پڑھتے تھے، چنانچہ مکتوبات جلد سوم پر مکتوبات نمبر ۸۷ کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں(۳):"(تراویح کے بعد) ایک بجے

= "(قوله: على سبيل التداعي) راجع إليها، والتداعي أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، و دون ذلك لا يكره إذا صلوا في ناحية المسجد، كذا في القهستاني". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲٤۰، دار المعرفة بيروت)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب الإمامة، ص:۲۸٦، قديمي)

(۲) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/٤۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة في التراويح، نوع آخر في المتفرقات: ۱/٦۷۰، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲٤۰، دار المعرفة، بيروت)

(۳) (لم أظفر عليه)

پھر نفلوں میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور پونے تین بجے فارغ ہوکر سحری میں مشغول ہوجاتے ہیں' حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ شب میں نوافل باجماعت ادا فرماتے تھے اور لوگ مرشد کے پیچھے تبرکاً و تیمناً پڑھتے تھے۔تو کیا حصول یُمن و برکت کے لئے ایسا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس کی اصل حقیقت معلوم نہیں لیکن حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر حدیث وفقہ پر پوری تھی اور وہ حتی الوسع سنت پر عمل فرماتے تھے، ممکن ہے کہ وہ تنہا نوافل کی نیت کر کے قرأت بالجہر کرتے ہوں، یا دو تین کو بھی اس میں شامل کر لیتے ہوں جس کی فقہاء کے کلام میں اجازت بھی ہے، اس صورت میں تداعی نہیں اور یہ صورت مکروہ بھی نہیں۔

"لولم ينو الإمامة لا كراهة على الإمام، فليحفظ اهـ". درمختار۔ "لأن الكراهة إنما يتحقق فيه بنية، أما إذا نوى النفل منفرداً فاقتدىٰ به، لا تلزمه الكراهة بفعل غيره، اهـ". طحطاوی: ۱/۲۹۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔



(۱) (حاشية الطحطاوی علی الدر المختار، باب النوافل : ۱/۲۹۷، دار المعرفة بيروت لبنان)

(وكذا في رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۲/۴۹، سعيد)

"(قوله: على سبيل التداعي) راجع إليها، والتداعي أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، ودون ذلك لا يكره إذا صلوا في ناحية المسجد، كذا في القهستاني". (حاشية الطحطاوی على الدر المختار، باب الإمامة : ۱/۲۴۰، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة : ۱/۳۰۴، رشيديه)

الفصل السادس فی صلوۃ التسبیح

(صلوۃ تسبیح کا بیان)

صلوۃ التسبیح کا طریقہ

سوال[۳۳۶۱]: صلوۃ التسبیح میں ہر رکعت میں قرأت سے فراغت پر تیسرا کلمہ پندرہ مرتبہ اور دوسری جگہ پر دس دس مرتبہ پڑھا جاتا ہے اور اس کے علاوہ دوسری صورت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اگر پہلی رکعت میں ۲۵/ مرتبہ پڑھ لیا جائے تو پھر سجدۂ ثانیہ کے بعد تاخیر القیام کی ضرورت نہیں۔ ایک بات تو یہ دریافت کرنا ہے کہ یہ ۲۵/ مرتبہ کس طریقہ سے پڑھی جائے، قرأت سے فراغت پر یا ثناء کے بعد؟ اس کی صورت بیان فرمادی جاوے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ۲۵/ مرتبہ پڑھنا ہر رکعت میں ہوگا یا صرف پہلی رکعت میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثناء کے بعد ۱۵/ دفعہ، پھر قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ۱۰/ دفعہ، یہ ۲۵/ عدد ہوگیا۔ پھر دوسری، تیسری، چوتھی رکعت میں قرأت الحمد سے پہلے ۱۵/ مرتبہ، قرأت سورت کے بعد ۱۰/ مرتبہ، یہ طریقہ بھی ثابت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

---

(۱) "أخبرنا أبو وهب قال: سألت عبد الله بن المبارك عن الصلاة التي يسبح فيها، قال: يكبر، ثم يقول: "سبحانك اللهم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالىٰ جدك و لا إله غيرك" ثم يقول: خمس عشرة مرةً: "سبحان الله والحمد لله و لا إله إلا الله والله أكبر" ثم يتعوذ، ويقرأ بسم الله الرحمن الرحيم، و فاتحة الكتاب و سورة، ثم يقول عشر مرات: "سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر .... : ثم يسجد الثانية فيقولها عشراً. يصلي أربع ركعات على هذا، فذلك خمس و سبعون =

ایضاً

سوال[۳۳۶۲]: صلوۃ التسبیح کا مفصل طریقہ کیا ہے، تسبیحات کے اعداد اور مکمل طریقہ اور تسبیحات کس کس مقام پر کتنی کتنی پڑنی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت کی نیت باندھ کر اول "سبحانك اللهم" پڑھے پھر پندرہ دفعہ "سبحان الله والحمد لله و لا إله إلا الله والله أكبر" پھر "الحمد" اور سورت پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح، پھر رکوع میں "سبحان ربی العظیم" پڑھ کر دس مرتبہ تسبیح پھر قومہ میں "سمع الله لمن حمده" کہہ کر "ربناك الحمد" کہہ کر دس مرتبہ تسبیح پھر سجدہ میں "سبحان ربی الأعلی" کہہ کر دس مرتبہ تسبیح پھر جلسہ میں دس مرتبہ تسبیح، پھر سجدہ ثانیہ میں دس مرتبہ تسبیح یہ ایک رکعت میں پچھتر دفعہ تسبیح ہوگئی، پھر دوسری رکعت میں "الحمد" سے پہلے پندرہ دفعہ اور اسی ترتیب کے ساتھ چاروں رکعات پڑھی جائیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

= تسبيحةً، يبتدأ في كل ركعة بخمس عشرة تسبيحةً، ثم يقرأ، ثم يسبح عشراً. فإن صلى ليلاً فأحب إليّ أن يسلّم في كل ركعتين. وإن صلى نهاراً، فإن شاء سلم، وإن شاء لم يسلم". (سنن الترمذي، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء في صلاة التسبيح : ۱/۱۰۹، سعيد)

(وكذا في رد المحتار، مطلب في صلاة التسبيح : ۲/۲۷، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "صلوۃ التسبیح کا طریقہ")

"عن أبي رافع قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ياعم! الا أصلك الا أحبوك، ألا أنفعك؟ قال: بلى يارسول الله! قال: "ياعم! صلّ أربع ركعات تقرأ في كل ركعة بفاتحة الكتاب وسورة، فإذا انقضت القراءة فقل الله أكبر والحمدلله وسبحان الله خمس عشرة مرة قبل أن ركع، ثم اركع فقلها عشراً، ثم ارفع رأسك فقلها عشراً، ثم اسجد فقلها عشراً، ثم ارفع رأسك فقلها عشراً، ثم اسجد فقلها عشراً، ثم ارفع رأسك فقلها عشراً قبل أن تقوم، فذلك خمس وسبعون في كل ركعة، وهي ثلاث مائة في أربع ركعات ولو كانت ذنوبك مثل رمل عالج غفرها الله لك قال: يارسول الله! ومن يستطيع أن يقولها في يوم، قال إن لم يستطع أن تقولها في يوم فقلها في جمعة، فإن لم تستطع أن تقولها في جمعة فقلها في شهر" فلم يزل يقول له حتى قال: "فقلها في سنة". (سنن الترمذي، أبواب صلاة الوتر، باب ما جاء في صلاة التسبيح : ۱/۱۰۹، سعيد) .... =

صلوۃ التسبیح میں عورتوں کی جماعت

سوال[۳۳۶۳]: ہمارے گاؤں میں عورتیں صلوۃ التسبیح کی جماعت کرتی ہیں اور جماعت کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ان کا امام پیڑھا بچھا کر پیچھے بیٹھ جاتا ہے اور اگر بچہ روتا ہے تو اس کو چپکا کر دیا جاتا ہے اور کتا ہوتا ہے تو اس کو بھی دفع کر دیا جاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کی جماعت فرض نماز میں مکروہ ہے(۱) اور صلوۃ التسبیح تو نفل ہے اس کی جماعت مردوں کے لئے بھی مکروہ ہے، عورتوں کے لئے اس کی کراہت میں زیادہ شدت ہوگی (۲)، اگر وہی نماز پڑھاتی ہے جو پیڑھا بچھا کے پیچھے بیٹھتی ہے اور کتے وغیرہ کو دفع کرتی ہے تو بالکل نماز نہیں ہوتی (۳) اور یہ حقیقۃً نماز ہی نہیں بلکہ جہالت کی پوٹ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

جماعت کے ساتھ صلوۃ تسبیح

سوال[۳۳۶۴]: ۱..... صلوۃ التسبیح جماعت کے ساتھ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ پڑھانے والے کا مقصد صرف مقتدیوں کا اصرار بغرض تعلیم وترکیب ہو؟

= (وكذا في رد المحتار، مطلب في صلاة التسبيح: ۲/۲۷، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل تتمات من النوافل، ص: ۴۳۲، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۱) "ويكره تحريماً جماعة النسآء و لو في التراويح، أفاد أن الكراهة في كل ما تشرع فيه جماعة الرجال فرضاً أو نفلاً". (الدر المختار مع رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۱۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الإمامة والحدث في الصلاة: ۱/۳۴۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "والجماعة سنة مؤكدة للرجال .... و في وتر رمضان مستحبة على قول، و في وتر غيره و تطوع على سبيل التداعي مكروهة". (الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۶۰۴، رشيديه)

(۳) "ولو تقدم على الإمام من غير عذر فسدت صلاته، كذا في فتاوى قاضيخان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۱/۱۰۳، رشيديه)

۲......اگر شق ثانی مراد ہے تو امام ومقتدیوں میں کس حد تک گناہ کے مرتکب ہیں؟

۳......امام اور مقتدی کی صلوۃ التسبیح ہوگئی یا نہیں؟ جب کہ درمختار کی عبارت "السنة نافلة" موجود ہے، اگر شق اول مراد ہو تو ثواب میں کچھ کمی ہوجائے گی یا ثواب برابر ملے گا؟

۴......نمازِ تسبیح جماعت کے ساتھ پڑھنے والوں کو بدعتی کہنا کیسا ہے جب کہ وہ موحد ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......صلوۃ التسبیح جماعت کے ساتھ منقول ومشروع نہیں (۱)۔

۲......التزام کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے (۲)۔

۳......کراہت کے ساتھ ہوگی (۳)۔

۴......اگر وہ اس کی جماعت کو ثواب سمجھ کر کریں تو یہ بدعت بھی ہے اور مکروہ بھی ہے (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۰/۸۹ھ۔

---

(۱) "والجماعة في النفل في غير التراويح مكروهة". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب الوتر واحكامه، ص:۳۸۲، قديمي)

(۲) "إن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع، وعلى هذا فلا شك في الكراهة". (السعاية في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) "(قوله: على سبيل التداعي) راجع إليها، والتداعي أن يجتمع أربعة فأكثر على إمام، ودون ذلك لا يكره إذا صلوا في ناحية المسجد، كذا في القهستاني ونقله في البحر عن الصدر الشهيد وظاهر إطلاقه الكراهة أنها تحريمية". (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الإمامة: ۱/۲۴۰، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات من النوافل، ص:۴۳۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد". (الصحيح للإمام مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة و رد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قديمي)

(و صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"(البدعة) ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجُعل ديناً قويماً وصراطاً مستقيماً". (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، ۵۶۱، سعيد)

باب التراويح

الفصل الأول في صلوة التراويح

(تراویح کی نماز کا بیان)

تراویح کی بنیاد کس نے ڈالی؟

سوال[۳۳۶۵]: تراویح کی بنیاد کس نے ڈالی؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تراویح پڑھی ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنیاد ڈالی ہے اور پڑھی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "عن زيد بن ثابت رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اتخذ حجرةً في المسجد من حصير، فصلى فيها ليالي، حتى اجتمع عليه ناس، ثم فقدوا صوته ليلة، و ظنوا أنه قد نام، فجعل بعضهم يتنحنح ليخرج إليهم، فقال: "مازال بكم الذي رأيت من صنيعتكم، حتى خشيتُ أن يكتب عليكم، ولو كتب عليكم ما قمتم به، فصلوا أيهاالناس! في بيوتكم، فإن أفضل صلاة المرء في بيته إلا الصلاة المكتوبة". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الأول، ص:۱۱۴)

"(فصلى فيها): أي في تلك الحجرة (ليالي): أي من رمضان (حتى اجتمع): أي فكان يخرج -عليه السلام- منها، ويصلي بالجماعة في الفرائض والتراويح، حتى اجتمع (عليه الناس): أي وكثروا (ثم فقدوا صوته ليلة) بأن الحجرة بعد ماصلى بهم الفريضة، و لم يخرج إليهم بعد ساعة للتراويح كما هو عادته، (وظنوا أنه قد نام، فجعل بعضهم يتنحنح .... ليخرج): أي النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الحجرة (إليهم) لصلاة التراويح بعد أن دخل فيها كما في الليالي الماضية، (فقال: ما زال بكم=

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

سوال[۳۳۶۶]: حضورا کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتنی رکعت تراویح پڑھی ہے؟ بیس رکعت تراویح پڑھنے کی صحیح حدیث تحریر کریں۔

کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہے؟ میں یہ نہیں معلوم کررہا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں کتنی رکعت تراویح پڑھی گئی، بلکہ یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی رکعت تراویح پڑھی ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی رکعت پڑھنے کا حکم دیا؟ حدیث صحیح تحریر کریں۔فقط۔

الجواب حامداً و مصلياً :

حضورا کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی بیس رکعت تراویح کا ثبوت ہے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ، طبرانی اور بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت موجود ہے:

"أحاديث العشرين ركعةً : روى ابن أبي شيبة في مصنفه والطبراني في معجمه، وعنه البيهقي من حديث إبراهيم بن عثمان أبي شعبة عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعةً سوى الوتر". انتهى". نصب الراية: ۱۵۳/۲(۱)۔

= الذي رأيت ...... من صنيعتكم) من شدة حرصكم في إقامة صلاة التراويح بالجماعة و من بيان للذي (حتى خشيت أن يكتب): أي يفرض (عليكم): أي لو واظبت على إقامتها بالجماعة لفُرضت عليكم (ولو كتب عليكم .... ما قمتم به) ولم يطيقوه بالجماعة كلكم بعجزكم. و فيه بيان رأفته لأمته ، و دليل على أن التراويح سنة جماعةً ولفرداً، والأفضل في عهدنا الجماعة لكسل الناس". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب قيام شهر رمضان، الفصل الأول : ۳۶۷/۳، ۳۶۸، رشيديه)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب التراويح : ۵۷/۷، ۵۸، إدارة القرآن ، كراچی)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب شهر رمضان : ۳۰/۲، مكتبه إمداديه ملتان)

(۱) (نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب الصلاة، فصل في قيام شهر رمضان : ۱۵۳/۲ ، مكتبه حقانيه، پشاور)

(والسنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان : ۴۹۶/۲، رقم الحديث: ۴۶۱۵، إداره تاليفات اشرفيه ملتان)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تراویح کی بیس رکعت پڑھی جاتی تھی، چنانچہ مؤطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے:

"كان الناس يقومون في زمن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه رمضان بثلاث و عشرين ركعةً". ص: ٤٠ "(١)۔

اور یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ہی تھا، چنانچہ مؤطا امام مالک ہی میں ہے:

"عن عبد الرحمن بن عبدٍ القاري أنه قال: خرجت مع عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه في رمضان إلى المسجد، فإذا الناس أوزاعٌ متفرقون يصلي الرجل لنفسه، ويصلي الرجل ويصلي بصلوته الرهط. فقال عمر رضي الله تعالىٰ عنه: "والله! إني لأ راني لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد، لكان أمثل، فجمعهم على أُبيّ بن كعب رضي الله تعالىٰ عنه". مؤطا إمام مالك، ص: ٤٠ (٢)۔

"إن عمر بن لخطاب رضي الله تعالىٰ عنه جمع الناس في رمضان على أبيّ بن كعب و على تميم الداري، الخ". عمدة القاري: ٥/ ٣٥ (٣)۔

رہا خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیس رکعت پڑھنے کا ثبوت، تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے، جن کے متعلق قرآن کریم میں آتا ہے: ﴿أتامرون الناس بالبر وتنسون أنفسكم﴾ الخ". (٤)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۸۸ھ۔

---

(١) (الموطأ للإمام مالك، كتاب الصلاة في رمضان، باب ما جاء في قيام رمضان، ص: ٩٨، مير محمد كتب خانه)

(٢) (الموطأ لمالك، المصدر السابق، ص: ٩٧)

(٣) (عمدة القاري للعلامة العيني، كتاب التراويح، باب فضل من قام رمضان: ١١/ ١٧٧، دارالكتب العلمية، بيروت)

(٤) (البقرة: ٤٤)

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

سوال[۳۳۶۷] : کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رمضان شریف میں تراویح آٹھ رکعت بھی پڑھنے کا حکم دیا تھا یا صرف ۲۰/ رکعت ہی پڑھنے کا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

"وللجمهور ما رواه البيهقي بإسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر رضي الله تعالىٰ عنه بعشرين ركعةً، وعلى عهد عثمان و على مثله"(۱). وفي الموطأ: عن يزيد ابن رومان قال: كان الناس في عهد عمر رضي الله تعالىٰ عنه يقومون في رمضان بثلاث و عشرين ركعةً (۲). وفي المغني: عن علي رضي الله تعالىٰ عنه أنه أمر رجلاً أن يصلي بهم في رمضان بعشرين ركعةً، قال: و هذا كالإجماع. قال البيهقي: والثلث في حديث ابن رومان صلى الوتر"(۳)۔ كبيرى ،ص: ۳۸۸(٤)، ان روایات سے بیس رکعات ثابت ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا بیس رکعت تراویح والی حدیث ضعیف ہے؟

سوال[۳۳۶۸]: تراویح میں بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور آٹھ رکعت والی حدیث قوی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ان سے دریافت کیا جائے کہ آپ نے دعوی کیا ہے کہ بیس رکعت والی حدیث ضعیف ہے اور آٹھ

---

(۱) (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان : ۴۹۶/۲، رقم الحديث: ۴۶۱۵، إداره تاليفات اشرفيه ملتان)

(۲) (موطأ الإمام مالک، كتاب الصلاة، ما جاء في قيام رمضان، ص:۹۸، مير محمد كتب خانه)

(۳) (المغني، كتاب الصلاة ، صلاة التراويح و عددها : ۴۵۶/۱، دار الفكر، بيروت)

(۴) (الحلبي الكبير، النوافل، التراويح، ص:۴۰۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۴۵/۲، سعيد)

رکعت والی حدیث قوی ہے، مہربانی فرما کر دونوں حدیثیں پوری سند اور حوالہ کے ساتھ اصل کتابِ حدیث سے نقل کریں اور وجہ بتائیں کہ فلاں حدیث قوی اور فلاں حدیث ضعیف کیوں ہے؟ کس راوی کی وجہ سے ہے اور اس راوی پر کس نے کلام کیا ہے؟ اور یہ بھی لکھیں کہ پورے رمضان تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہے یا صرف چندرات؟ اور ہر سال پڑھی گئی ہے یا صرف ایک سال؟ پوری تفصیل لکھیں تب مسئلہ حل کیا جائے گا۔

ناواقف اور بے علم آدمی کو تو ''ہاں، نہیں، جائز، ناجائز'' کا جواب کافی ہوتا ہے اور اہل علم حضرات کے لئے اتنا کافی نہیں ہوتا۔ آپ چونکہ حدیثِ قوی وضعیف کو پہچانتے ہیں اس لئے آپ کے سامنے ''ہاں، نہیں'' کافی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا رکعات تراویح آٹھ ہیں؟

سوال[۳۳۶۹]: بہت سے حنفی المذہب لوگوں نے اہلِ حدیث کا اتنا اثر قبول کیا کہ آٹھ رکعتیں تراویح کی پڑھنے لگے، اگر یہ احتمال ہو کہ منع کرنے کی صورت میں وہ آٹھ رکعتیں بھی چھوڑ دیں گے تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک سنت بیس ہیں (۱)، آٹھ پڑھنے سے یہ سنت ادا نہیں ہوگی، جن لوگوں کی طبیعت میں ضد ہو ان کو کچھ نہ کہا جائے، دعائے خیر کی جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح دو دو رکعت کر کے پڑھنا سنت ہے

سوال[۳۳۷۰]: جہاں تراویح ''الم ترکیف'' سے پڑھی جاتی ہوں، وہاں لوگ چار چار رکعت

---

(۱) "وهي عشرون ركعةً، هو قول الجمهور، وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصلي في شهر رمضان في غير جماعة بعشرين ركعةً والوتر". (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب ما روي في عدد ركعات القيام في شهر رمضان: ۲/۴۹۶، إدارہ تاليفات اشرفيه ملتان)

"وأما الكلام في كميتها فنقول: إنها مقدرة بعشرين ركعةً عندنا". (التاتارخانية، كتاب صلاة التراويح، الفصل الثالث عشر: ۱/۶۵۴، إدارة القرآن كراچی)

پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

دو دو رکعت پڑھنا سنت ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

ہر ترویحہ ایک نماز ہے یا مجموعہ تراویح ایک نماز ہے

سوال[۳۳۷۱]: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے، اس لئے تراویح میں بھی ہر چار رکعت کے بعد دعا مانگ سکتے ہیں اور اسی طرح وتر کے بعد بھی اجتماعی دعا ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ہر نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے، مجموعہ تراویح بمنزلہ ایک ہے، اس لئے اس کے ختم پر دعا مانگتے ہیں (۲)، ہر چار رکعت پر بھی اختیار ہے کہ ذکر، دعا، درود، تلاوت جو چاہیں کریں، اجتماعی دعا کا اہتمام ثابت نہیں، اس سے احتیاط کریں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "وهي خمس ترويحات: كل ترويحة أربع ركعات بتسلمتين، كذا في السراجية". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۴، قديمي)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ .... و قال قتادة: "فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلى ربك في الدعا". (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح: ۳/۴۱۷، قديمي كتب خانه)

"وعن علي بن أبي طالب قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا سلم من الصلوة قال: "اللهم اغفر لي ما قدمت و ما أخرت و ما أسررت و ما أعلنت وما أسرفت، و ما أنت أعلم به مني، أنت المقدم والمؤخر لا اله إلا أنت". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم: ۱/۲۱۹، مكتبه امداديه ملتان)

(۳) "(ويجلس) ندباً (بين كل أربعة بقدرها و كذا بين الخامسة والوتر) و يخيرون بين تسبيح و قراءة وسكوت و صلوة فرادى". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

بغیر قعدہ اولیٰ کے پڑھنا

جناب حضرت مولانا مفتی صاحب مدرسہ مظاہر العلوم سہار نپور ادام اللہ فیوضکم و برکاتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد ازاں عرض ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل میں احناف کا مفتیٰ بہ قول نقل فرما کر جوابات سے مشرف فرمادیں:

سوال[۳۳۷۲]: دو رکعت تراویح کی نیت باندھی، مگر التحیات کے واسطے دو رکعت کے بعد امام نہیں بیٹھا، تیسری کے بعد بیٹھنے لگا تو مقتدی نے تکبیر کہہ کر اٹھادیا، پھر چوتھی کے بعد سلام پھیر دیا اور سجدہ سہو نہیں کیا، اس صورت میں یہ امور دریافت طلب ہیں:

۱......دو رکعت کے بجائے چار پڑھی گئیں بلکہ یہ کہنا مناسب ہے کہ امام نے تو دو ہی پوری کیں مگر ہوگئیں چار، یہ چار ہوئیں یا دو باطل ہوگئیں اور اگر باطل ہوگئیں تو قضا دو کی آئے گی یا چار کی؟

۲......اس صورت مذکورہ میں سجدۂ سہو آوے گا یا نہیں؟ اگر آوے گا تو اس کی وجہ بیان فرمائی جائے۔

۳......اس صورت مذکورہ میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کو لوٹایا جائے گا یا نہیں؟

۴......صورت مذکورہ میں دوسرے شفعہ کی نیت نہیں کی، امام نے تیسری رکعت کو پہلی سمجھا جب کہ مقتدیوں نے تکبیر کہہ کر اٹھادیا، اگر اس کو یہ معلوم ہوتا کہ میں نے چار پڑھی اور بیچ کی التحیات نہیں پڑھی تو سجدۂ سہو کرتا۔ کیا بلا نیت نماز ہو جاتی ہے یا بلا نیت کے بنا کرنا جائز ہے اور اگر جائز ہے تو بنائے صحیح فاسد پر لازم آوے گی یا نہیں؟

۵......دیوبند کے اشتہار میں لکھا ہے کہ تراویح میں دو کے بعد بیٹھنا بھول گیا اور چار پڑھ کر سلام پھیرا تو ان کو دو شمار کیا جائے اس کی کیا صورت ہے؟ اور صورت بالا میں اور اس میں کیا فرق ہے؟ بینوا وتوجروا۔ فقط۔

میر سید جگادری۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... "وقدّر بالعشرين أن تكون بعشر تسليمات كما هو المتوارث على رأس كل ركعتين، فلو صلى الإمام أربعاً بتسليمة ولم يقعد في الثانية، فأظهرُ الروايتين عن أبي حنيفة

وأبی یوسف عدم الفساد، ثم اختلفوا هل تنوب عن تسلیمة أو تسلیمتین؟ قال أبو اللیث: تنوب عن تسلیمتین، و قال أبو جعفر وابن الفضل: تنوب عن واحدة، و هو الصحیح، کذا فی الظهیریة، والخانیة، وفی المجتبیٰ: وعلیه الفتویٰ. و لو قعد علی رأس الرکعتین فالصحیح أنه یجوز عن تسلیمتین، و هو قول العامة". بحر: ۲/٦٧(۱)۔ "(قوله: ثم اختلفواالخ) قال الرملی: أقول: علی القولین یجب سجود السهو، فتأمل". منحة الخالق (۲)۔

عباراتِ بالا سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اظہر روایت شیخین کی یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوئی اور مفتی بہ قول کے مطابق یہ دو رکعتیں ہوئیں اور شفعۂ اولیٰ فاسد ہوگیا، اس کا اعادہ لازم ہے۔

۲...سجدہ سہو لازم آئے گا، لما مر فی الجواب الاول (۳)۔

۳...... پہلے شفعہ میں جو پڑھا گیا اس کا لوٹانا مستحب ہے کیونکہ پہلا فاسد ہوا ہے:

"إذا صلی الإمام أربع رکعات بتسلیمة واحدة، و لم یقعد فی الثانیة، فی القیاس تفسد صلوته، وهو قول محمد و زفر رحمهما اللّٰه تعالیٰ، ویلزمه قضاء هذه التسلیمة، و هو روایة عن أبی حنیفة رحمه اللّٰه تعالیٰ. و فی الإستحسان –و هو أظهر الروایتین عن أبی حنیفة و أبی یوسف رحمهما اللّٰه تعالیٰ– لا تفسد وإذا لم تفسد، اختلفوا فی قول أبی حنیفة وأبی یوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ أنها تنوب عن تسلیمة أو تسلیمتین؟ قال الفقیه أبو للیث رحمه اللّٰه تعالی: عن التسلیمتین؛ لأن الأربع لما جاز، وجب أن ینوب عن تسلیمتین، کمن أوجب علی نفسه أن

---

(۱) (البحرالرائق، کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱۷، ۱۱۸، رشیدیه)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة التراویح، ص: ۴۱۴، قدیمی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۸، رشیدیه)

(۲) (منحة الخالق علی البحرالرائق، المصدر السابق)

(۳) (البحرالرائق، المصدر السابق)

"و مقتضاه أن تنوب عن تسلیمتین، و یجب علیه السجود إن کان ساهیاً". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة التراویح، ص: ۴۱۴، قدیمی)

یصلی أربع رکعات بتسلیمة، فصلی أربعاً بتسلیمة واحدة، ذکر فی الأمالی عن أبی یوسف رحمه اللّٰه تعالیٰ أنه یجوز، فکذا ههنا. و کذا لو صلی الأربع قبل الظهر، و لم یقعد علی رأس الرکعتین، جاز استحساناً.

وقال الفقیه أبو جعفر والشیخ الإمام أبو بکر محمد بن الفضل رحمهما اللّٰه تعالیٰ: فی التراویح تنوب الأربع عن تسلیمة واحدة، وهو الصحیح؛ لأن القعدة علی رأس الثانیة فرض فی التطوع، فإذا ترکها کان ینبغی أن تفسد صلوته أصلاً کما هو وجه القیاس، وإنما جاز استحساناً فأخذنا بالقیاس، و قلنا بفساد الشفع الأول، وأخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحریمة، وإذا بقیت التحریمة صح شروعه فی الشفع الثانی، وقد أتمها، فجاز عن تسلیمة واحدةً". فتاویٰ قاضی خان: ۱/۱۱۲(۱)۔

"وإذا فسد الشفع من التراویح و قد قرأ فیه هل یُعتد بما قرأ؟ قال بعضهم: لا یُعتد لیحصل الختم فی الصلوات الجائزة، وقال بعضهم: یعتد بتلک القراء ة؛ لأن المقصود هو القرآن ولا فساد فی القراء ة". خانیة: ۱/۱۱۲ (۲) ۔

۴ ...... "عن أبی بکر الإسکاف أنه سئل عن رجل قام إلی الثالثة فی التراویح، و لم یقعد فی الثانیة؟ قال: إن تذکر فی القیام، ینبغی أن یعود ویقعد ویسلم مالم یقیّد الثالثة بالسجدة، وإن تذکر بعدما رکع الثالثة وسجد، فإن أضاف إلیها رکعةً أخریٰ، فإن هذه الأربع عن ترویحة واحدة یعنی عن الرکعتین". خانیة: ۱/۱۱۳(۳)۔

---

(۱) (فتاویٰ قاضی خان ، کتاب الصوم، فصل فی السهو : ۱/۲۳۹، ۲۴۰، رشیدیه)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر فی التراویح والوتر : ۲/۱۳، غفاریه کوئٹه)

(۲) (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراء ة فی التراویح : ۱/۲۳۸، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح : ۱/۱۱۸، رشیدیه)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب الصلاة، نوع آخر فی بیان قدر القراء ة فی التراویح : ۲/۹، غفاریه کوئٹه)

(۳) (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی السهو : ۱/۲۳۹، ۲۴۰، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح : ۱/۱۱۸، رشیدیه)...... =

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ تراویح میں شفعۂ ثانیہ کے لئے کھڑا ہوجانا بغیر شفعہ کے قعدہ کئے اور بغیر شفعۂ ثانیہ کی نیت کئے ہوئے بھی شفعۂ ثانیہ کے شروع کے لئے صحیح ہے، اگرچہ قعدہ نہ ہونے کی وجہ سے شفعۂ اولیٰ فاسد ہوجائے گا، لیکن شفعۂ اولیٰ کا تحریمہ باقی رہنے کی وجہ سے شفعۂ ثانیہ کی بنا صحیح ہوگی، کما هو مصرح في الجواب الثالث(۱)۔ بحر: ۵۷/۲ میں بھی اس کی تصریح ہے۔

۵...... دیوبند کا اشتہار میرے پاس نہیں اس لئے بغیر دیکھے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکتا، صورتِ مسئولہ کا حکم تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ذیقعدہ/ ۵۷ھ۔

تراویح ایک سلام سے چار رکعت پڑھنا

سوال[۳۳۷۳]: امام نے دو رکعت کی نیت کی اور دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا اور مقتدیوں نے یاد دلایا، لیکن امام نے کچھ نہیں سنا بلکہ قصداً پوری کردی۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ جب کہ امام نے قعدۂ اخیرہ جو کہ فرض تھا اس کو ترک کردیا۔ دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے کہ ایسی صورت میں تراویح کی دو رکعت شمار ہونگی یا چار رکعت شمار ہونگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت پر قعدہ نہ کرنے سے یہ دو رکعت فاسد ہوگئی مگر تحریمہ باقی ہے، اس پر دو رکعت کی بنا کی، یہ صحیح ہوگئی، لہٰذا ان چار رکعات میں سے اخیر کی دو رکعت صحیح ہوگئی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۹/۱۹ھ۔

= (وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر: ۱۳/۲، غفاريه كوئٹه)

(۱) (راجع، ص: ۲۶۲، رقم الحاشية: ۱)

(۲) "إذا صلى الإمام أربع ركعات بتسليمة واحدة و لم يقعد في الثانية، في القياس تفسد صلوته، وهو قول محمد و زفر رحمهما الله تعالىٰ، ويلزمه قضاء هذه التسليمة، و هو رواية عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ. =

فرض سے پہلے تراویح پڑھنا

سوال [۳۳۷۴]: اگر کوئی شخص عشاء کی فرض نماز نہ پڑھے اور تراویح کی جماعت ہورہی ہو تو وہ شخص فرض پڑھنے سے پہلے جماعت میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

عشاء کی فرض نماز پڑھنے سے پہلے تراویح پڑھنا درست نہیں، نہ تنہا پڑھے، نہ تراویح کی جماعت میں شریک ہو، کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= و فی الاستحسان –و هو أظهر الروايتين عن أبی حنيفة و أبی يوسف رحمهما الله تعالیٰ– لا تفسد، وإذا لم تفسد، اختلفوا فی قول أبی حنيفة وأبی يوسف رحمهما الله تعالیٰ أنها تنوب عن تسليمة أو تسليمتين؟ قال الفقيه أبو الليث رحمه الله تعالیٰ: عن التسليمتين؛ لأن الأربع لما جاز، وجب أن ينوب عن تسليمتين، كمن أوجب على نفسه أن يصلی أربع ركعات بتسليمة، فصلی أربعاً بتسليمة واحدة، ذكر فی الأمالی عن أبی يوسف رحمه الله تعالیٰ أنه يجوز، فكذا ههنا، و كذا لو صلی الأربع قبل الظهر و لم يقعد على رأس الركعتين جاز استحساناً. وقال الفقيه أبو جعفر والشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل: فی التراويح تنوب الأربع عن تسليمة واحدة، وهو الصحيح؛ لأن القعدة على رأس الثانية فرضٌ فی التطوع، فإذا تركها كان ينبغی أن تفسد صلوته أصلاً كما هو وجه القياس، وإنما جاز استحساناً فأخذنا بالقياس، و قلنا بفساد الشفع الأول، وأخذنا بالاستحسان فی حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت التحريمة صح شروعه فی الشفع الثانی، و قد أتمها، فجاز عن تسليمة واحدة". (فتاویٰ قاضی خان، كتاب الصوم، فصل فی السهو: ۱/ ۲۳۹، ۲۴۰، رشيديه)

(وكذا فی المحيط البرهانی، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر فی التراويح والوتر: ۲/ ۱۳، غفاريه كوئٹه)

(۱) "(ووقتها بعد صلاة العشاء) إلى الفجر (قبل الوتر و بعده) فی الأصح". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/ ۴۴، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع فی النوافل: ۱/ ۱۱۵، رشيديه)

(وكذا فی المحيط البرهانی، كتاب الصلوة، الفصل الثالث عشر فی التراويح والوتر: ۲/ ۷، غفاريه كوئٹه)

فرضِ عشاء اور تراویح گھر میں جماعت سے ادا کرنا

سوال[۳۳۷۵]: ایک شخص پابندِ صلوۃ وصوم ماہ رمضان المبارک میں اپنے گھر پر نماز تراویح کے اہتمام کے ساتھ بعض مجبوریوں کے تحت نماز عشاء جماعت کے ساتھ گھر پر ہی ادا کر لیتا ہے کیونکہ عام طور پر مسجد سے گھر واپس آنے میں تراویح ساتھ پڑھنے والے نمازی مسجد میں رہ جاتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں کیا ایسے شخص پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث پاک جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گھر پر نماز پڑھنے والوں کے لئے ان کے گھروں میں آگ لگادینے کو فرمایا ہے وعید عائد ہوتی ہے؟ اور فرض عشاء گھر پر ادا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

یہ وعید تو ایسے لوگوں کے حق میں ہے جو لاپرواہی اور سستی کی وجہ سے جماعت کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی مجبوری ایسی ہے جس کی وجہ سے شریعت نے ترکِ جماعت کی اجازت دی ہے تو یہ شخص اس وعید میں داخل نہیں ہوگا(۱)، بغیر مجبوری کے جماعت مسجد کو ترک کر دینا بڑی محرومی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۹۴ھ۔

---

(۱) "(والجماعة سنة مؤكدة للرجال) قال الزاهدى : أرادوا بالتأكيد الوجوب، إلا في جمعة وعيد، فشرط (على الرجال العقلاء البالغين الأحرار القادرين على الصلاة بالجماعة من غير حرج .... فلا تجب على مريض و مُقعد و زَمِنٍ ومقطوع يد و رجل من خلاف ...... ومفلوج و شيخ كبير عاجز و أعمى، و لا على من حال بينه و بينها مطروطين و برد شديد و ظلمة كذلك". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الامامة : ۱/۵۵۲ - ۵۵۶، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الإمامة والحدث في الصلاة : ۱/۳۴۰ - ۳۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال العلامة الحلبي : "(وإن صلى في بيته بالجماعة لم ينالوا فضل الجماعة في المسجد، و هكذا في المكتوبات): أى الفرائض لو صلى جماعةً في البيت على هيئة الجماعة في المسجد نالوا فضيلة الجماعة و هي المضاعفة بسبع و عشرين درجةً، لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة في المسجد". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل ...... التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمی)

"و في القنية : الأصح أن إقامتها في البيت كإقامتها في المسجد و إن تفاوتت الفضيلة".

(حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، باب الإمامة، ص: ۲۸۶، قديمى)

سخت گرمی کی وجہ سے خارج مسجد میں تراویح

سوال[۳۳۷۶]: جس مسجد کا صحن مسجد میں داخل نہ ہوتو اگر سخت گرمی کی وجہ سے مصلی پریشان ہوتے ہوں تو اس صورت میں صحنِ مسجد میں تراویح پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں اور موجودہ صورت میں ثواب میں کسی قسم کی کمی تو نہ ہوگی؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جو جگہ مسجد میں نہیں وہاں تراویح پڑھنے سے تراویح کی فضیلت تو حاصل ہوجائے گی لیکن سنتِ کفایہ مسجد میں حاصل نہ ہوگی اور مسجد میں پڑھنے کا ستائیس درجہ ثواب ہے وہ نہیں ملے گا، کبیری(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۹/۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مقتدیوں کو آٹھ رکعت پڑھانے کے بعد امام کا اپنی تراویح پوری کرنا

سوال[۳۳۷۷]: ایک امام پہلے اہلِ حدیث کو تراویح آٹھ رکعت پڑھا کر وتر پڑھا دیتا ہے، اس کے بعد بارہ رکعت اپنی علیحدہ پوری کر لیتا ہے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

تراویح ان کو آٹھ رکعت پڑھ کر بقیہ بارہ رکعات خود پڑھ لینے میں مضائقہ نہیں(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۷ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحلبي: "(وإن صلى في بيته بالجماعة، لم ينالوا فضل الجماعة في المسجد و هكذا في المكتوبات): أي الفرائض، لو صلى جماعةً في البيت على هيئة الجماعة في المسجد، نالوا فضيلة الجماعة، وهي المضاعفة بسبع و عشرين درجةً، لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة في المسجد". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل ...... التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمی)

(و كذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل: ۱/۱۱۶، رشيديه)

(۲) "(ووقتها بعد صلاة العشاء) إلى الفجر (قبل الوتر و بعده) في الأصح، فلو فاته بعضها و قام الإمام =

بیٹھ کرتراویح پڑھانے والے کے پیچھے تراویح پڑھنا

سوال[۳۳۷۸]: ایک حافظ صاحب بہ سبب کمزوری کے کھڑے ہوکر نماز تراویح میں قرآن شریف نہیں سنا سکتے اوران کا دل چاہتا ہے کہ قرآن شریف سناؤں اوراکثر نمازی بھی ان کے پیچھے قرآن شریف سننا چاہتے ہیں، ایسی حالت میں یہ صاحب بیٹھ کرتراویح یا فرض نماز پڑھا سکتے ہیں یانہیں؟ جب کہ پیچھے مقتدی کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگروہ امام صاحب کھڑے ہوکر پڑھانے پرقادرنہیں ہیں توان کو بیٹھ کرہی نماز پڑھانا شرعاً درست ہے اورایسی حالت میں بہتر یہ ہے کہ اگران سے بہتر امامت کے لائق یا کم ازکم ان کے ہم رتبہ کوئی دوسراشخص موجود ہوجوکہ نماز کھڑاہوکر پڑھادیا کرے اورفرض وہ پڑھادے اورتراویح یہ حافظ جی پڑھادیا کریں:

"و صح اقتداء متوضی بمتیمم ،و غاسل بماسح، و قائم بقاعد اھ". تنویر (۱) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہ،مفتی مدرسہ ہذا، صحیح:عبداللطیف، یکم/رجب/۶۰ھ۔

= إلى الوتر، أوتر معه، ثم صلى ما فاته". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح : ۲/۴۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/۱۲۱، مكتبه رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱/۱۱۷، رشيديه)

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الإمامة : ۱/۵۸۸، سعيد)

"(وقوله: و قائم بقاعد): أى قائم راكع ساجد أو مؤم، وهذا عندهما خلافاً لمحمد . قيد القاعد بكونه يركع و يسجد؛ لأنه لو كان مؤمياً لم يجز اتفاقاً . والخلاف أيضاً فيماعدا النفل ، أما فيه فيجوز اتفاقاً، و لو في التراويح في الأصح، كمافي البحر". (الدر المختار، باب الإمامة : ۱/۵۸۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/۱۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۵، رشيديه)

تراوح میں طویل قیام کی وجہ سے پیر پر سہارا لینا

جناب مفتی صاحب! مسئلہ ذیل میں جواب سے نوازا جائے:

سوال[۳۳۷۹]: عالمگیری میں قیام فی الصلوۃ کی بحث میں یہ عبارت منقول ہے: "ویکرہ التمایل علی یمناہ مرۃً، وعلی یسراہ أخری، کذا فی الذخیرۃ. ویکرہ التراوُح بین القدمین فی الصلوۃ إلا بعذر، وکذا القیام بإحدی القدمین، کذا فی الظھیریۃ". عالمگیری: ۱/۵٦(۱)۔

شامی میں یہ عبارت منقول ہے: "ویکرہ القیام علی إحدی القدمین فی الصلوۃ بلاعذر". شامی : ۱/٤٤٤(۲)۔

اور مراقی الفلاح میں یہ عبارت ہے: "والتراوح أفضل من نصب القدمین، وتفسیر التراوح أن یعتمد علی قدم مرۃً وعلی الأخری مرۃً؛ لأنہ أیسر، وأمکن بطول القیام"۔ طحطاوی نے کہا ہے: "وروی عن الإمام التراوح فی الصلوۃ أحبّ: أی من أن ینصب قدمیہ نصباً"۔

نیز یہ بھی کہا ہے: "فما فی منیۃ المصلی من کراھۃ التمایل یمیناً ویساراً محمولٌ علی التمایل علی سبیل التعاقب من غیر تخلل سکونٍ کما یفعلہ بعض .... لاالمیل علی إحدی القدمین بالاعتماد ساعۃً، ثم المیل علی الأخری کذالك، بل ھو سنۃ، الخ". طحطاوی، ص:۱۵۷(۳)۔

سوال: ۱.....کیا بغیر طولِ قیام کی ضرورت کے مطلقاً نماز کے قیام میں تراوح مسنون ہے؟ مفتی بہ قول سے آگاہ فرمایا جائے۔

۲.....عالمگیری اور طحطاوی کی عبارتوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریۃ، الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا، الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاۃ ومالا یکرہ: ۱/۱۰۸، رشیدیہ)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ: ۱/۴۴۴، سعید)

(۳) (مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی، کتاب الصلاۃ، فصل فی بیان سننھا، ص: ۲۶۲، قدیمی)

۳.....نصب القدمین کوسنت اور تراوُح بلا عذر کو خلافِ سنت اور مکروہ کہیں گے یا نہیں؟

۴.....تراوح، تمایل، قیام علی إحدی القدمین کی تعریف کیا ہے اور کون مکروہ ہے اور کون افضل اور مسنون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....تراوُح کو فقہاء نے افضل لکھا ہے اور اس کی علت بیان کی ہے: "لأنه أیسر وأمکن بطول القیام الخ"(۱) اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ اگر طولِ قیام نہ ہو تو عدمِ تراوُح اصل ہے، چنانچہ طحطاوی میں ہے: "ثم إن هذه العلة لا تظهر فیما إذا کان القیام قصیراً"(۲)۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کعبہ مکرمہ میں داخل ہو کر قیامِ طویل کیا یعنی دو رکعت میں قرآن پاک ختم فرمایا، پہلی رکعت میں ایک قدم پر بوجھ دیا، دوسری رکعت میں دوسرے قدم پر:

"قال السید فی الشرح: وهذا هو ما نقل عن الإمام حین دخل الکعبة، فصلی رکعتین بجمیع القرآن واقفاً علی إحدی قدمیه فی الرکعة الأولیٰ، وفی الثانیة علی القدم الأخریٰ الخ". طحطاوی(۳)۔

بار بار تراوح، تمایل، قیامِ احدی القدمین میں شبہ تلعب ہے، بضرورت طولِ قیام افضل ہے۔ اس تقریر سے آپ کے سوالات کا جواب ہو گیا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رہی ہوئی تراویح کی نماز جماعت سے ادا کرنا

سوال[۳۳۸۰]: اگر تراویح کی جماعت ہوگئی اور کچھ آدمی رہ گئے تو وہ لوگ مسجد کے علاوہ دوسری جگہ جماعت سے تراویح کی نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) (مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۶۲، قدیمی)

(۲) (حاشیة الطحطاوی، کتاب الصلاة، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۶۳، قدیمی)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوة، فصل فی بیان سننها، ص: ۲۶۲، ۲۶۳، قدیمی)

الجواب حامداً و مصلیاً :

جی ہاں! پڑھ سکتے ہیں، یہ جماعتِ ثانیہ نہیں جس کو منع کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۸/ ۹۰ھ۔

رہی ہوئی تراویح وتر کے بعد

سوال[۳۳۸۱]: جس شخص کی تراویح کی نماز دو چار رکعت رہ گئی وہ امام کے ہمراہ باجماعت وتر پڑھ لے اوراس کے بعد باقی تراویح نماز پڑھ لے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر دو چار رکعت تراویح کی باقی رہ گئی اور وتر کی جماعت میں شرکت کر کے وتر کے بعد رہی ہوئی تراویح پڑھ لے تب بھی درست ہے، کذا فی العالمگیریة (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۹۰ھ۔

تراویح کو ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ پڑھنا

سوال[۳۳۸۲]: إذا صلی رجل بالناس وهو إمام لصلوة التراويح، فهل يجوز له أن

---

(۱) قال العلامة الحلبي : "(وإن صلى في بيته بالجماعة لم ينالوا فضل الجماعة في المسجد، و هكذا في المكتوبات): أي الفرائض، لو صلى جماعةً في البيت على هيئة الجماعة في المسجد، نالوا فضيلة الجماعة، وهي المضاعفة بسبع و عشرين درجةً، لكن لم ينالوا فضيلة الجماعة الكائنة في المسجد". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل ..... التراويح ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمى)

(و كذا في الدرالمختار، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۴۵، سعيد)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل : ۱/ ۱۱۶، رشيديه)

(۲) "وإذا فاتته ترويحة أو ترويحتان، فلو اشتغل بها يفوته الوتر بالجماعة، يشتغل بالوتر، ثم يصلي ما فاته من التراويح، و به كان يفتي الشيخ الإمام الاستاذ ظهير الدين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱/ ۱۱۷، رشيديه)

(و كذا في الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۴۴، سعيد)

(و كذا في البحرالرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/ ۱۱۹، رشيديه)

یصلي تلك الصلوة في مكان آخر بجماعة؟ .... وهذه العادة قد تجري في مدراس في بلاد الشافعين۔

الجواب حامداً و مصلياً:

يجوز له الاقتداء في مسجد آخر، و ليس له أن يؤم فيها إذا صلى مرةً (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جس نے فرض عشاء جماعت سے نہ پڑھی تو وہ تراویح اور وتر کیسے پڑھے؟

سوال[۳۳۸۳]: جو شخص عشاء کی فرض نماز نہ پڑھ سکا ہو تو کیا وہ تراویح اور وتر کی نماز با جماعت ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اب رمضان میں بہت سے لوگ عذر کی وجہ سے مسجد میں تاخیر سے آتے ہیں اور فرض نماز جماعت ان کے آنے سے قبل ہوجاتی ہے، تو اب وہ فرض نماز علیحدہ سے پڑھے گا اور تراویح و وتر میں جماعت کے ساتھ شریک ہوجائے گا۔

کسی ایک مدرسہ کا اشتہار آیا ہوا ہے اس میں یہ درج ہے کہ جو عشاء فرض با جماعت نہ پڑھ سکتا ہو وہ وتر کو جماعت کے ساتھ نہ پڑھے اور حوالہ شامی کا دے رکھا ہے، عبارت یہ ہے: "إذا لم يصل الفرض معه لم يتبعه في الوتر". شامی مصری (۲)۔

یہ حوالہ اسی اشتہار میں درج ہے تو اس عبارت کا مطلب کیا ہے "معه" کی ضمیر کا مرجع کیا ہے، کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے، اگر فرض نماز کوئی جماعت ادا کرے، وتر کو الگ سے پڑھا جائے اور اس کے جواز وعدمِ جواز بحوالہ کتب مع عبارت تحریر کریں۔

---

(۱) "وكره أن يؤم في التراويح مرتين في ليلة واحدة، وعليه الفتوى؛ لأن السنة لا تتكرر في الوقت الواحد، فتقع الثانية نفلاً مضمرات، بخلاف مالو صلاها مأموماً مرتين، لا يكره كمالوأم فيها". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۱۲، قديمي)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل التراويح: ۴۰۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

الجواب حامداًومصلیاً:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وتر نماز مستقل نماز ہے، اس کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع نہیں، جو شخص جماعتِ فرضِ عشاء میں شریک نہیں ہوسکا وہ جماعتِ وتر میں شریک ہوسکتا ہے، جب مسجد میں عشاء کی نماز جماعت سے ادا کی گئی اور کوئی شخص متخلف رہ گیا بعد میں آیا تو وہ تنہا فرض پڑھ کر تراویح کی جماعت میں شریک ہوجائے:

"ولو ترك الجماعة في الفرض، لم يصلوا التراويح جماعةً؛ لأنها تبعٌ، فمصليه وحده يصليها معه. ولو لم يصلها: أي التراويح بالإمام أو صلاها مع غيره، له أن يصلي الوتر معه. لو تركها الكل هل يصلون الوتر بجماعة؟ فليراجع". درمختار(۱)۔

"(قوله : فليراجع) ففيه التعليل بقولهم:" لأنها تبع" أن يصلي الوتر بجماعة في هذه الصورة؛ لأنه ليس بتبع للتراويح، ولا للعشاء عند الإمام رحمه الله تعالى، انتهى"،حلبي". طحطاوی:۱/۲۹ (۲)۔

شامی کی رائے کے مقابلہ میں اس مسئلہ میں طحطاوی کی رائے مقدم ہے کیونکہ قواعدِ امام کے موافق ہے، مجموعۃ الفتاویٰ میں ہے:

"وفي مختصره: إذا لم يصل الفرض مع إمام، قيل: لا يتبعه في التراويح و لا في الوتر، وكذا إذا لم يصل معه التراويح لا يتبعه الوتر، والصحيح أنه يجوز أن يتبعه في ذاك كله"(۳)۔

کبیری شرح منیة المصلي،ص:۳۹۱: "لو دخل بعد ما صلى الإمام الفرض، و شرع في التراويح، فإنه يصلي الفرض أولاً وحده، ثم يتابعه في التراويح"(٤)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ۴۸/۲، سعيد)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ۲۹۷/۱ دارالمعرفة بيروت)

(۳) (مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة: ۱۴۴/۱، امجد اکیڈمی لاہور)

(۴) (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع: ۴۰۸، سہیل اکیڈمی لاہور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱۱۶/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۱۲۳/۲، رشيديه)

ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعت، یا دو اماموں کا ملکر تراویح پڑھانا

سوال[۳۳۸۴]: ایک متوسط جامع مسجد جس میں دو حصے ہیں اوپر، نیچے، تو رمضان المبارک میں اوپر نیچے دونوں جگہ تراویح ہوسکتی ہے یعنی ہر حصہ کے علیحدہ امام ہیں دونوں ایک ہی مکتبہ فکر کے ہیں۔ تو ایسی صورت میں کیا اجازت ہے جب کہ نیچے بہت جگہ ہے اور دونوں حافظوں کا کوئی سامع نہیں ہے، تو یہ صورت مناسب ہے کہ ایک حافظ پڑھے اور دوسرا سنے، یا یہ صورت بہتر ہے کہ اوپر نیچے تراویح علیحدہ علیحدہ ہوجائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح دو جگہ بھی ہوسکتی ہے بشرطیکہ آوازوں میں ٹکراؤ نہ ہو، مگر اچھا یہی ہے کہ امام کے پیچھے سب پڑھیں اور دوسرے حافظ سامع کی حیثیت سے پیچھے رہیں۔ تاکہ اگر لقمہ دینے کی ضرورت پیش آئے تو آسانی رہے۔ پھر چاہیں ایسا کریں کہ ایک شب ایک امام صاحب تراویح پڑھائیں اور دوسری شب دوسرے امام صاحب تراویح پڑھائیں، یا ۸/ رکعت ایک امام صاحب پڑھائیں اور بارہ رکعت دوسرے امام صاحب پڑھائیں تاکہ دونوں کو سنانے کا موقع مل جائے اور جماعت بھی ایک ہی رہے، حرم شریف میں ایسا ہی کرتے ہیں کہ دو امام پڑھاتے ہیں:

وفی الخلاصة: "إذا صلی التراویحَ الواحدَ إمامان کلٌّ إمام رکعتین، اختلف المشایخ، والصحیح أنه لا یستحب، لکن کل ترویحة یؤدیها إمام واحد"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

مسجدوں کو چھوڑ کر عیدگاہ میں نماز تراویح ادا کرنا

سوال[۳۳۸۵]: ایک قصبہ ہے، چاروں طرف مسلم آبادی ہے، ہر محلہ میں مسجد ہے، قصبہ کے درمیان عیدگاہ ہے، یہاں رمضان کے مہینہ میں ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ قصبہ کے بہت سے لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر

---

(۱) (خلاصة الفتاوی، کتاب الصلاة، الفصل الثالث فی التراویح: ۱/۶۴، امجد اکیڈمی لاہور)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۶، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم باب التراویح: ۱/۲۳۳، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر فی التراویح: ۱/۶۵۵، إدارة القرآن، کراچی)

پنجوقتہ نماز اور تراویح اسی عیدگاہ میں پڑھتے ہیں حالانکہ اس کے قرب و جوار میں چار چھ مسجدیں موجود ہیں اور مسجدوں کی اذان اُنہیں اچھی طرح سنائی دیتی ہے، پھر بھی وہ لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر کھلی عیدگاہ میں ہی پورے رمضان نماز پڑھتے ہیں، اگر بارش ہو تو مسجدوں کو چھوڑ کر بازو کے اسکول میں نماز ادا کرتے ہیں۔ایسا کرنا کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسجدوں کو چھوڑ کر عیدگاہ میں پورے رمضان نماز ادا کرنا غلط طریقہ ہے، یہ مسجدوں کو ویران وغیر آباد کرنا ہے(۱)، ایسا نہ کریں سب اپنے اپنے محلّہ کی مسجدوں کو رمضان المبارک میں پنجگانہ اذان و جماعت سے آباد رکھیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے والے کی تراویح کی امامت

سوال[۳۳۸۲]: زید ایک گاؤں میں امامت کرتا ہے،صوم وصلوۃ کا پابند ہے،اس سال بیماری کی وجہ سے وہ روزے نہیں رکھے،مگر امامت کرتا رہا اور تراویح بھی پڑھاتا رہا،کسی نے کہا کہ امام صاحب تراویح پڑھا نہیں سکتے کیونکہ روزہ نہیں رکھ رہے ہیں،اب اس گاؤں یا اطراف و جوانب میں اس لائق آدمی نہیں جو امامت کرے تو اس صورت میں زید کا امامت کرنا جائز ہوگا،یا اگر دوسرا کوئی امامت کے لائق ہے،مگر امام نہیں، یہی امام

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿و من أظلم ممن منع مساجد الله أن يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها، أولئك ما كان لهم أن يدخلوها إلا خائفين﴾ ﴿وسعى فى خرابها﴾: أى هدمها و تعطيلها ، وقال الواحدى : إنه عطف تفسير؛ لأن عمارتها بالعبادة فيها (أولئك) الظالمون المانعون الساعون فى خرابها". (روح المعانى مبحث فى (و من أظلم ممن منع مساجد الله) الآية : ۱/ ۳۶۲، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۲) "(قوله: و مسجد حيه أفضل من الجامع): أى الذى جماعته أكثر من مسجد الحى ... بل فى الخانية: لو لم يكن لمسجد منزله مؤذن، فإنه يذهب إليه و يؤذن فيه و يصلى و لو كان وحده؛ لأن له حقاً عليه فيؤديه". (رد المحتار، مطلب فى أفضل المساجد : ۱/ ۶۵۹ ،سعيد)

(و كذا فى الحلبى الكبير، فصل فى أحكام المسجد، ص: ۶۱۳ ، سهيل اكيڈمى لاهور)

مقرر ہے، اس صورت میں.......... کہ زید روزہ سے نہیں ہے امامت کر سکیں گے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جو شخص مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے، اللہ پاک نے اس کو مہلت دی ہے کہ پھر بعد میں رکھے، اس کو مجرم قرار نہیں دیا کہ اس کی امامت کو ناجائز قرار دیا جائے: ﴿فمن كان منكم مريضاً أو على سفرٍ، فعدة من أيام أخر﴾ الآية (۱) لہٰذا زید مذکور کی امامت فرض وتر وتراویح سب میں درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تراویح میں سنت طریقہ سے مقتدی ناخوش ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال[۳۳۸۷]: اگر کسی مسجد کے امام یا نگران کار وغیرہ سنت طریقہ پر تراویح یا کوئی دیگر دینی کام کرنا چاہیں مگر مصلی اور محلّہ کے لوگ ناراض ہوجائیں تو ایسی صورت میں امام اور متولی ومنتظم مسجد وغیرہ کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سنت طریقہ پر عمل کیا جائے خلاف سنت کاموں کو رواج نہ دیا جائے جو مصلی سنت پر عمل کرنے سے ناراض ہوں ان کو شفقت اور نرمی سے سمجھایا جائے کہ اس کام سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش ہوتے ہیں جو کہ مسلمان کے لئے کسی طرح زیبا نہیں، آپ کو ناراض کرکے قیامت میں کیسے شفاعت کی درخواست کر سکیں گے اور بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے کیسے نجات ملے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

تراویح میں نابالغ کی امامت

سوال[۳۳۸۸]: نابالغ کے پیچھے تراویح بقول معتبر بروئے مذہب حنفی جائز ہے یا مکروہ؟ اگر مکروہ

---

(۱) (البقرۃ: ۱۸۴)

﴿فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر﴾ الآية: أى المريض والمسافر لا يصومون فى حال المرض والسفر، و لما فى ذلك مشقة عليهما، بل يُفطرَان و يقضيان بعد ذلك من أيام أخر". (تفسير ابن كثير، الجزء الثانى، (سورة البقرة، الاية: ۱۸۴): ۱/ ۲۹۰، مكتبه دارالسلام رياض)

ہے تو تنزیہی ہے یا تحریمی؟

المستفتی: غلام مصطفیٰ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مختار قول کی بناء پر مذہب حنفیہ میں نابالغ لڑکے کو بالغین کا امام بنانا جائز نہیں ہے: "ولا يصح اقتداء رجل بامرأة وصبي مطلقاً ولو في جنازة ونفل على الأصح". درمختار قال الشامي: "والمختار أنه لايجوز في الصلوات كلها". ردالمحتار: ۱/۴۰۶(۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/ شعبان/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۸/ شعبان/ ۵۷ھ۔

نابالغ کی امامت تراویح میں

سوال[۳۳۸۹]: زید کے لڑکے کی عمر ۱۳/ سال ہے، حافظِ قرآن ہے، تراویح میں قرآن پاک سنانا چاہتا ہے، نہ سنانے کی حالت میں قرآن پاک بھول جانے کا اندیشہ ہے، اس کی امامت فرض وتراویح میں درست ہے یا نہیں؟

مشاق احمد، مظفر منزل، ہیڈ کلرک میونسپل بورڈ، سکندرآباد، ضلع بلندشہر، یوپی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ لڑکا بالغ ہے تب تو اس کے پیچھے فرض اور تراویح سب نمازیں صحیح ہیں، اگر وہ نابالغ ہے تو اس کے پیچھے نہ فرض نماز صحیح ہے نہ تراویح۔ فرض اور تراویح سب کی امامت کے لئے مفتی بہ قول پر بلوغ شرط ہے اور اس بارہ میں خود لڑکے کا قول معتبر ہوگا۔ قرآن شریف بھول جانے کے خوف سے نابالغ کا تراویح پڑھانا درست نہیں، البتہ اگر اس کے سب مقتدی بھی نابالغ ہوں تو امامت درست ہوگی۔

---

(۱) (ردالمحتار على الدرالمختار: ۱/۵۷۷، ۵۷۸، كتاب الصلوة، باب الإمامة، سعيد)

"والمختار أنه لايجوز في الصلوات كلها، كذا في الهداية. وهو الأصح، هكذا في المحيط. وهو قول العامة. وهو ظاهر الرواية، هكذا في البحر الرائق". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس، الفصل الثالث: ۱/۸۵، رشيديه)

"ولا يصح اقتداء رجل بامرأة وخنثى وصبى مطلقاً، ولو فى جنازة ونفل على الأصح".

درمختار۔ قال الشامى: "والمختار أنه لايجوز فى الصلوات كلها". :١/٦٠٤(١) كذا فى الهنديه: ١/٨٤(٢)۔

"وفيه: إمامة الصبى المراهق للصبيان مثله يجوز، كذا فى الخلاصة"(٣)۔ "وأدنى المدة فى حقه اثنا عشرة سنةً، وفى حقها تسع سنين، يعنى لو ادعيا البلوغ فى هذه المدة، تقبل فيها". بحر : ٨/٨٥(٤)۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/شعبان/۵۳ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ،۲/شعبان/۵۳ھ۔

نابالغ کی امامت تراویح میں

سوال[۳۳۹۰]: دس بارہ سال کا لڑکا حافظ قرآن ہوجائے، نابالغ ہے تو کیا وہ ماہ رمضان شریف میں تراویح دیگر لوگوں کو سنا سکتا ہے؟ مقتدیوں کی تراویح اور ختم ہوجائے گی؟

مولوی غلام احمد صاحب شیخ الجامعہ مدرسہ عالیہ بہاولپور کا فتویٰ موجود ہے کہ ''نابالغ حافظ تراویح میں قرآن شریف سنا سکتا ہے اور تراویح ہوجاتی ہے''۔ کیا مسئلہ مختلف فیہ ہے؟ اور اگر مختلف فیہ ہے تو فتویٰ کس پر ہے؟

الجواب حامداً و مصلياً :

فتاویٰ قاضی خان فى امامة الصبيان فى التراويح میں ہے:

"اختلفوا فيه قال مشايخ العراق و بعض مشايخ بلخ: لا يجوز، و قال بعضهم: يجوز. وعن نصر بن يحىٰ أنه سئل عنها؟ قال: يجوز إذاكان ابن عشر سنين، و قال شمس الأئمة

---

(١) (ردالمحتار على الدارلمختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ١/٥٧٧، ٥٧٨، سعيد)

(٢) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس ، الفصل الثالث : ١/٨٥، رشيديه)

(٣) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس ، الفصل الثالث : ١/٨٥، رشيديه)

(٤) (البحر الرائق، كتاب الإكراه ، باب الحجر ، فصل فى حد البلوغ : ٨/١٥٤ ، رشيديه)

(و كذا فى الدرالمختار، فصل، قبيل كتاب المأذون: ٦/١٥٤ ، سعيد)

السرخسي: الصحيح أنه لا يجوز؛ لأنه غير مخاطب، وصلاته ليست بصلوة على الحقيقة، فلا يجوز إمامته كإمامة المجنون. إن أم الصبيان يجوز؛ لأن صلوة الإمام مثل صلوة المقتدي الخ": ۲٤۳/۱(۱) ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ ہذا۔

تراویح میں نابالغ کی امامت

سوال[۲۳۹۱]: ایک لڑکا حافظ قرآن ہے اس کی عمر اس سال شعبان المعظم ختم ہونے پر چودہ سال نو ماہ ہوگی، بظاہر کوئی علامت بلوغ کی نہیں پائی جاتی۔ تو وہ اس سال رمضان میں تراویح سنا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کو رمضان المبارک آنے سے پہلے احتلام شروع ہوجائے تو اس کو امام بنا کر تراویح اس کے پیچھے پڑھنا درست ہوگا(۲) ورنہ نہیں(۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۴/۱۷ھ۔

---

(۱) (فتاویٰ قاضي خان علی هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل في إمامة الصبيان في التراويح: ۲۴۳/۱، رشيديه)

"(و لا يصح اقتداء رجل بامرأة و صبي مطلقاً) و لو في جنازة و نفل على الأصح". (الدرالمختار). "(قوله: ونفل على الأصح) قال في الهداية: و في التراويح و السنن المطلقة جوزه مشايخ بلخ، و لم يجوزه مشايخنا ...... والمختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها، المراد بالسنن المطلقة السنن الرواتب". (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۷۷/۱، ۵۷۸، سعيد)

(۲) "(بلوغ الغلام بالاحتلام والإنزال .... فإن لم يوجد فيهما) شيء (فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنةً، به يفتى) لقصر أعمار أهل زماننا". (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام بالاحتلام الخ: ۱۵۳/۶، سعيد)

(۳) "(لا يصح اقتداء رجل بامرأة و صبي مطلقاً) ولو في جنازة و نفل على الأصح". (الدرالمختار). "(قوله: ونفل على الأصح) قال في الهداية: و في التراويح و السنن المطلقة جوزه مشايخ بلخ، و لم يجوزه مشايخنا ...... والمختار أنه لا يجوز في الصلوات كلها، المراد بالسنن المطلقة السنن الرواتب". (رد المحتار، باب الامامة: ۵۷۷/۱، ۵۷۸، سعيد) .... =

نابالغ کی امامت تراویح میں

سوال[۳۳۹۲]: نابالغ کے پیچھے تراویح کی اقتداء کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور وہ ختم تراویح کراسکتا ہے یا نہیں؟

اکبر علی کچھاڑی، طالب علم دارالعلوم دیوبند۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

نابالغ کے پیچھے بالغین کی نماز فرض، وتر، تراویح وغیرہ کچھ بھی درست نہیں، جب وہ بالغ ہو جائے گا تو اس کی امامت درست ہو سکے گی بالغ ہونے کی علامت احتلام وانزال ہے ورنہ پندرہ سال کی عمر میں:

"و لا یصح اقتداء الرجل بامرأة و صبی مطلقاً و لو فی جنازة و نفل علی الاصح، اھـ".

در مختار۔ "إنه لا یجوز فی الصلاة کلها، والمراد بالسنن المطلقة السنن الرواتب، الخ".

شامی: ۱/۵٤۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تراویح اور وتر میں عورتوں کی جماعت

سوال[۳۳۹۳]: میں نے اپنے بھائی سے قرآن حفظ کیا اور میں تراویح سنانا چاہتی ہوں، اس کی کیا شکل ہو سکتی ہے؟ اور سامع کس کو بناؤں جب کہ کوئی حافظ نہ ملتا ہو، کیا نابالغ لڑکا سامع بن سکتا ہے؟ اور یہ بھی تحریر فرمادیں وتر کیسے پڑھی جائے گی اور اس کی کیا شکل ہوگی؟

= (و کذا فی فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی إمامة الصبیان فی التراویح: ۱/۲۴۳، رشیدیه)

(۱) (رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۷۷، ۵۷۸، سعید)

(و کذا فی فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی إمامة الصبیان فی التراویح: ۱/۲۴۳، رشیدیه)

(و کذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۸، سهیل اکیڈمی لاهور)

الجواب حامداًومصلیاً:

نابالغ کا سامع بننا درست ہے جب کہ اس کو یاد ہو اور لقمہ دے سکے(۱)، مگر آپ کو امام بن کر جماعت کرانا اور تراویح میں قرآن پاک سنانا نہیں چاہئے، تنہا تراویح میں یا نوافل میں جتنا چاہیں پڑھا کریں، بغیر نماز کے نابالغ حافظ کو سنا دیا کریں۔ عورتوں کی جماعت مکروہ ہے فرض میں بھی، وتر میں بھی، تراویح میں بھی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورت کی امامت تراویح میں

سوال[۳۳۹۴]: اگر کوئی عورت حافظ قرآن ہو تو مثل مردوں کے ختم فی التراویح بصورتِ امامت اور جماعتِ نساء اس کے لئے درست ہے یا کسی شرعی قباحت کو مستلزم ہے؟ اگر کوئی قباحت ہے، تو بقائے حفظ کی اہمیت وضرورت بقاعدہ "الضرورات تبيح المحظورات" وبقاعدہ "الكراهية ترتفع عند العذر والحاجة" اس قباحت پر غالب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

"وكره جماعة النساء بواحدة منهن". مراقي الفلاح. "(قوله: و كره جماعة النساء) تحريماً للزوم أحد المحظورين: قيام الإمام في الصف الأول وهو مكروه، أو تقدم الإمام و هو

---

(۱) "و فتح على إمامه لم تفسد .... وفتح المراهق كالبالغ". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۹۹، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۱۱، رشيديه)

(۲) "و يكره تحريماً (جماعة النساء) ولو في التراويح". (الدر المختار). "(قوله: ولو في التراويح) أفاد أن الكراهة في كل ما تشرع فيه جماعة الرجال فرضاً و نفلاً". (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۶۵، سعيد)

(و كذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة: ۱/۸۵، رشيديه)

أیضاً مکروہ فی حقهن الخ". طحطاوی، ص:١٦٦(١)۔

عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ عورت کا امام بن کر عورتوں کو نماز پڑھانا............مکروہ تحریمی ہے۔ بقائے حفظ کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ خارج نماز میں روزانہ والدہ، والد، بھائی، بہن، شوہر، اولاد کسی کو سنادیا کرے اور جتنا سنائے اس کو تراویح یا دوسری نمازوں میں پڑھ لیا کرے، اس سے حفظ بھی باقی رہے گا، اور نمازوں میں طویل قرأت کی عادت بھی ہوجائے گی اور کوئی محظور بھی لازم نہیں آئے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تراویح اور اس کے ضروری مسائل

سوال[۳۳۹۵]: مسئلہ:۱......کل تراویح حنفیہ کے نزدیک بیس رکعت ہیں (۲) اور ان کو جماعت سے پڑھنا سنت ہے، اگر تمام اہل محلہ تراویح چھوڑ دیں تو سب ترکِ سنت کے وبال میں گرفتار ہوں گے، کبیری (۳)۔

مسئلہ:۲......اکثر اہلِ محلہ نے تو تراویح جماعت سے پڑھی مگر اتفاقاً ایک دو شخص نے جماعت سے نہیں پڑھی بلکہ اپنے مکان میں تنہا پڑھی تب بھی سنت ادا ہوگئی۔ کبیری (۴)۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص:۳۰۴، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار: ۱/۵٦۵، باب الإمامة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۱/۲۵۰، امداديه ملتان)

(۲) قال العلامة الحلبي: "(تنبيه) ...... ان التراويح عندنا عشرون ركعةً بعشر تسليمات، وهو مذهب الجمهور". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰٦، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في تنوير الأبصار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

(۳) "إن الجماعة فيها سنة (على سبيل الكفاية، حتى لو ترك أهل محلة كلهم الجماعة) وصلوا في بيوتهم، فقد تركوا السنة، و قد أساؤا في ذلك". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) قال العلامة الحلبي: "(وإن أقيمت التراويح) في المسجد بالجماعة (وتخلف عنها) رجل (من أفراد الناس يصلي في بيته، فقد ترك الفضيلة لا السنة)". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، =

مسئلہ:۳......گھر پر تراویح کی جماعت کرنے سے بھی فضیلت حاصل ہو جائے گی لیکن مسجد میں پڑھنے کا جو ستائیس درجہ ثواب ہے وہ نہیں ملے گا۔کبیری (۱)۔

مسئلہ:۴......تراویح کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے (لہذا عشاء کی جماعت سے پہلے جائز نہیں) اور جس مسجد میں عشاء کی جماعت نہیں ہوئی وہاں پر تراویح کو بھی جماعت سے پڑھنا درست نہیں۔ کبیری (۲)۔

مسئلہ:۵......ایک شخص تراویح پڑھ چکا امام بن کر یا مقتدی ہو کر، اب اسی شب میں اس کو امام بن کر تراویح پڑھنا درست نہیں، البتہ دوسری مسجد میں اگر تراویح کی جماعت ہو رہی ہو تو وہاں (بنیتِ نفل) شریک ہونا بلا کراہت جائز ہے۔کبیری (۳)۔

مسئلہ:۶......ایک امام کے پیچھے فرض اور دوسرے کے پیچھے تراویح اور وتر پڑھنا بھی جائز ہے۔کبیری (۴)۔

= ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "(وإن صلى) أحد (في بيته بالجماعة) حصل لهم. ثوابها وأدركوا فضلها، ولكن (لم ينالوا فضل الجماعة) التي تكون (في المسجد) لزيادة فضيلة المسجد، و تكثير جماعته، وإظهار شعائر الإسلام". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) قال العلامة الحلبي: "وفي القنية: لوتركوا الجماعة في الفرض، ليس لهم أن يصلوا التراويح جماعةً؛ لأنها تبعٌ للجماعة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع، ص: ۴۱۰، سهيل اكيڈمی)

(۳) "(ولوأم) رجل (في التراويح، ثم اقتدى بآخر في تراويح تلك الليلة) أيضاً (لا يكره) له ذلك، كما لو صلى المكتوبة إمامٌ ثم اقتدى فيها متنفلاً بإمام آخر، و هذا لأن صلاة النفل غير التراويح. ولو أم في التراويح مرتين في مسجد واحد كره، وكذا لو صلاها مرتين ماموماً في مسجد واحد، وإن في مسجدين اختلف فيه: حكي عن أبي بكر الإسكاف أنه لايجوز: يعني لا يجوز تراويح أهل المسجد الثاني، واختاره أبو الليث رحمه الله تعالىٰ. و قال أبو النصر: يجوز لأهل المسجدين جميعاً كما لو أذن وأقام و لم يصل، فكذا في التراويح، والظاهر أن هذا بناء على صحة التراويح بنية النفل المطلق و عدمها". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) لم أجد في الحلبي منطبقةً على هذه المسئلة، وقد ظفرت عليها في الفتاوىٰ العالمكيرية، قال فيها: "جاز أن يصلي الفريضةَ أحدهما والتراويح الآخر، وقد كان عمر رضي الله تعالىٰ عنه يؤمهم في =

مسئلہ:۷...... کسی مسجد میں ایک مرتبہ تراویح کی جماعت ہوچکی تو دوسری مرتبہ اسی شب میں وہاں تراویح کی جماعت جائز نہیں لیکن تنہا تنہا پڑھنا درست ہے۔ بحر(۱)۔

مسئلہ:۸...... نابالغ کو تراویح کے لئے امام بنانا درست نہیں۔ کبیری(۲)، البتہ اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔ خانیہ(۳)۔

مسئلہ:۹...... اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف غلط پڑھتا ہو تو دوسری مسجد میں تراویح پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ عالمگیری(۴)۔

مسئلہ:۱۰...... اجرت مقرر کرکے امام کو تراویح کے لئے بُلانا مکروہ ہے۔ عالمگیری(۵)۔

مسئلہ:۱۱...... ہر ترویحہ پر یعنی چار رکعت پڑھ کر اتنی ہی دیر یعنی چار رکعت کے موافق جلسۂ استراحت مستحب ہے، (اسی طرح پانچویں ترویحہ کے بعد وتر سے پہلے بھی جلسہ مستحب ہے، لیکن اگر مقتدیوں پر اس سے

= الفريضة والوتر، وكان أبيّ رضي الله تعالىٰ عنه يؤمهم في التراويح، كذا في السراج". (فصل في التراويح: ۱/۱۱۶، رشيديه)

(۱) "ولو صلوا التراويح، ثم أرادوا أن يصلوا ثانياً، يصلون فرادىٰ. انتهى". (البحرالرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۰، رشيديه)

(۲) قال العلامة الحلبي: "(وإذا بلغ الصبي عشر سنين فأمّ) البالغين (في التراويح يجوز، و ذكر في بعض الفتاوى أنه لا يجوز، وهو المختار) وقال شمس الأئمة السرخسي: هو الصحيح". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۸، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۳) "وإن أمّ (أي الصبيُّ) الصبيان يجوز؛ لأن صلاة الإمام مثل صلاة المقتدي". (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل في إمامة الصبيان في التراويح: ۱/۲۴۳، رشيديه)

(۴) "قال الإمام: إذا كان إمامه لحاناً، لا بأس بأن يترك مسجده ويطوف". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۶، رشيديه)

(۵) "ويكره للرجال أن يستأجروا رجلاً يؤمهم في بيتهم؛ لأن استئجار الإمام فاسد". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع، في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۶، رشيديه)

گرانی ہوتو نہ بیٹھے، عالم گیری (۱) اور اتنی دیر تک اختیار ہے کہ تسبیح ،قرآن شریف، نفلیں جو دل چاہے پڑھتا رہے، اہلِ مکہ کا معمول طواف کرنے اور دو رکعت نفل پڑھنے کا ہے اور اہلِ مدینہ کا معمول چار رکعت پڑھنے کا۔ کبیری (۲)۔اور یہ دعا بھی منقول ہے:

"سبحان ذی الملك والملكوت، سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والكبرياء و الجبروت، سبحان الملك الحی الذی لا يموت، سبوح، قدوس، رب الملائكة والروح، لاإله إلا الله، نستغفر الله نسألك الجنة، و نعوذ بك من النار". شامی(۳)۔

مسئلہ:۱۲...... دس رکعت پر جلسۂ استراحت کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔کبیری (۴)۔

مسئلہ:۱۳...... ہر شفعہ کے بعد دو رکعت علیحدہ علیحدہ پڑھنا بدعت ہے۔کبیری (۵)۔

مسئلہ:۱۴...... دو دو رکعت ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے اور چار میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، آٹھ رکعت

---

(۱) "ويستحب الجلوس بين الترويحتين قدر ترويحة، وكذا بين الخامسة والوتر، كذا في الكافي، وهكذا في الهداية. ولو علم أن الجلوس بين الخامسة والوتر يثقل على القوم، لا يجلس، هكذا في السراجية". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۵، رشيديه)

(۲) قال العلامة الحلبي: "(فيجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة) وهو مخير فيه إن شاء جلس ساكتاً وإن شاء هلّل أو سبح أو قرأ أو صلى نافلةً منفرداً .... فإن عادة أهل مكة أن يطوفوا بعد كل أربع أسبوعاً، ويصلوا ركعتي الطواف، و عادة أهل المدينة أن يصلوا أربع ركعات". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل : ۲/۴۶، سعيد)

(۴) "(وإن استراح على خمس تسليمات): أی عقب عشر ركعات (قال بعضهم: لا بأس به): أی لا يكره، (وقال أكثر المشايخ: لا يستحب) ذلك لمخالفة عمل أهل الحرمين. و قوله: (لا يستحب كنايةٌ عن الكراهة التنزيهية". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۵) قال العلامة الحلبي: "و من المكروه ما يفعله بعض الجهال من صلوة ركعتين منفرداً بعد كل ركعتين؛ لأنها بدعة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

7 بھی ایک سلام سے پڑھنا مکروہ نہیں (مگر ہر ترویحہ پر جلسۂ استراحت کی فضیلت حاصل نہ ہوگی)، البتہ اس سے زائد خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔کبیری(۱)۔

مسئلہ:۱۵......کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ تراویح کی جماعت شروع ہوگئی تھی تو اس کو چاہئے کہ پہلے فرض اور سنتیں پڑھے اس کے بعد تراویح میں شریک ہو اور چھوٹی ہوئی تراویح دو ترویحوں کے درمیان جلسہ کے وقت پوری کرلے، اگر موقعہ نہ ملے تو وتروں کے بعد پڑھے اور وتروں یا تراویح کی جماعت چھوڑ کر تنہا نہ پڑھے۔کبیری(۲)۔

مسئلہ:۱۶......اگر بعد میں معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے، مثلاً: امام نے بغیر وضو پڑھائے یا کوئی رکن چھوڑ دیا تو فرضوں کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہئے، اگرچہ یہاں وہ وجہ موجود نہ ہو۔کبیری(۳)۔

مسئلہ:۱۷......قیامِ لیلِ رمضان یا تراویح یا سنتِ وقت یا صلوٰۃ امام کی نیت کرنے سے تراویح ادا

---

(۱) "من مذهب أبي حنيفة رضي الله تعالىٰ عنه كل ركعتين عن تسليمة، وعند البعض يجوز الكل عن تسليمة واحدة، و في ظاهر الرواية عنه: يجوز عن أربع تسليمات بناءً على أن الزيادة على الثمان بتسليمة واحدة يكره". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "لو دخل بعد ما صلى الإمام الفرض، و شرع في التراويح، فإنه يصلي الفرض أولاً و حده، ثم يتابعه في التراويح. (الحلبي، ص:۴۰۱)..........(إن فاته) مع الإمام (ترويحة أو ترويحتان) أو أكثر هل يقضيها قبل الوتر أو يوتر ثم يقضيها؟ (ذكره في الذخيرة) فقال: اختلف المشايخ في زماننا قال بعضهم: يوتر مع الإمام ثم يقضي) ما فاته من التراويح إحرازاً لفضيلة الوتر بالجماعة مع أن التراويح تجوز بعده. (وقال بعضهم: يصلي التراويح المتروكة ثم يوتر) بناءً على أن وقتها قبل الوتر، فيلزم تقديمها عليه". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) قال العلامة الحلبي: "و لو صلى العشاء بإمام): أي مع إمام أو مقتدياً بإمام (وصلى التراويح بإمام آخر، ثم علم أن الإمام) الأول كان قد(صلى العشاء على غير وضوء) أو علم فسادها بوجه من الوجوه؛ فإنه (يعيد العشاء) لفسادها (و) يعيد (التراويح) تبعاً لها كما يعيد سنتها، ولا يلزمه إعادة الوتر". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

ہوجائیں گی۔خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۱۸......مطلقاً نماز یا نوافل کی نیت پر اکتفا نہیں کرنا چاہیئے۔خانیہ(۲)۔

مسئلہ:۱۹......اگر کسی نے عشا کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں اور امامِ تراویح کے پیچھے سنتِ عشاء کی نیت کر کے اقتدا کیا، تو یہ جائز ہے۔خانیہ(۳)۔

مسئلہ:۲۰......اگر امام دوسرا یا تیسرا شفعہ پڑھ رہا ہے اور کسی مقتدی نے اس کے پیچھے پہلے شفعہ کی نیت کی، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔خانیہ(۴)۔

مسئلہ:۲۱......اگر تراویح کسی وجہ سے فوت ہوجائیں تو ان کی قضاء نہیں، نہ جماعت کے ساتھ، نہ بغیر جماعت کے، اگر کسی نے قضاء کی تو تراویح نہ ہونگی، بلکہ نفلیں ہونگی۔بحر(۵)۔

مسئلہ:۲۲......اگر یاد آیا کہ گذشتہ شب کوئی شفعہ تراویح کا فوت ہوگیا یا فاسد ہوگیا تھا تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ تراویح کی نیت سے قضاء کرنا مکروہ ہے۔خانیہ(۶)۔

---

(۱) "إن نوى التراويح أو سنة الوقت أو قيام الليل في رمضان، جاز". (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل في نية التراويح: ۱/۲۳۶، رشيديه)

(۲) "إن التراويح لا تتادى إلا بنية التراويح أو بنية السنة في هذا الوقت". (الخانية على هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل في نية التراويح: ۱/۲۳۷، رشيديه)

(۳) "ولو اقتدى بإمام في التراويح، والمقتدي نوى سنة العشاء بأن لم يكن صلى السنة بعد العشاء حتى قام الإمام إلى التراويح، جاز". (فتاویٰ قاضي خان، المصدر السابق)

(۴) "لو اقتدى بإمام يصلي التسلمية الثانية أو العاشرة والمقتدي نوى التسليمة الأولىٰ أو الخامسة، جاز؛ لأن الصلوة واحدة، و ليس عليه أن ينوي التسلمية الأولى أو الثانية". (فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية، فصل في نية التراويح: ۱/۲۳۷، رشيديه)

(۵) "وإذا فاتت التراويح لا تُقضى بجماعة، والأصح أنها لا تقضى أصلاً، فإن قضاها وحده، كان نفلاً مستحباً لا تراويح كسنة المغرب والعشاء". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۱۹، رشيديه)

(۶) "وإن تذكر في الليل أنه فسد عليهم شفع من الليلة الماضية فأراد القضاء بنية التراويح، يكره". (فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل في وقت التراويح: ۱/۲۳۶، رشيديه)

مسئلہ:۲۳......اگر امام نے دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا، بلکہ چار پڑھ کر قعدہ کیا تو یہ اخیر کی دو رکعت شمار ہوں گی۔کبیری(۱)۔

مسئلہ:۲۴......اگر وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا، ایک شفعہ مثلاً رہ گیا، تو اس کو بھی جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے(۲)۔

مسئلہ:۲۵......اگر بعد میں یاد آیا کہ ایک مرتبہ صرف ایک ہی رکعت پڑھی گئی اور شفعہ پورا نہیں ہوا اور کل تراویح انیس ہوتی ہیں تو دو رکعت اُور پڑھ لی جائے، یعنی صرف شفعہ فاسدہ کا اعادہ ہوگا اور اس کے بعد کی تمام تراویح کا اعادہ نہ ہوگا۔کبیری(۳)۔

مسئلہ:۲۶......جب شفعۂ فاسدہ کا اعادہ کیا جائے تو اس میں جس قدر قرآن شریف پڑھا تھا، اس کا بھی اعادہ کرنا چاہئے تاکہ تمام قرآن شریف صحیح نماز میں ختم ہو۔خانیہ(۴)۔

---

(۱) قال العلامة الحلبي: "(وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة و) الحال (أنه لم يقعد على ركعتين) منها قدر التشهد (تجزى) الأربع (عن تسليمة واحدة): أى عن ركعتين عند أبي حنيفة و أبي يوسف (وهو المختار) فإذا تركها، كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً .... وهو القياس، وإنما جاز استحساناً، فأخذنا بالقياس في فساد الشفع الأول، و بالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت صح شروعه في الشفع الثاني، و قد أتمه بالقعدة، فجاز عن تسليمة واحدة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "(ولو تذكروا تسليمةً) كانوا قد سهوا عنها، فتذكروها (بعد) ما صلوا صلاة) الوتر، قال أبو بكر بن الفضل: لا يصلون بجماعة)؛ لأنها فاتت عن محلها، والجماعة إنما شرعت في التراويح إذا كانت في محلها، (وقال الصدر الشهيد: يجوز أن يقال: تصلى) تلك التسليمة (بجماعة)؛ لأن وقتها باق؛ لأنه الليل كله بعد العشاء وبعد الوتر". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) قال العلامة الحلبي: "(ولو سلم الإمام على رأس ركعة ساهياً في الشفع الأول) من التراويح (ثم صلى ما بقي) منها (على وجهها) قيل: أن يعيد ذلك الشفع (قال مشايخ بخارى: يقضي الشفع الأول لا غير)؛ لأن كل شفع صلوة على حدة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۹، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) "وإذا فسد الشفع من التراويح و قد قرأ فيه هل يُعتدّ بما قرأ؟ قال بعضهم: لا يعتد، ليحصل الختم=

مسئلہ:۲۷......ایک شخص تراویح سمجھ کر نماز میں شریک ہوا، پھر معلوم ہوا کہ امام وتر پڑھا رہا ہے تو اس کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد چوتھی رکعت بھی اپنی رکعت میں ملالے، لیکن اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا اور چوتھی رکعت نہیں ملائی تب بھی اس کے ذمہ اس کی قضاء نہیں (۱)۔

مسئلہ:۲۸......اگر تمام نمازیوں اور امام کو شک ہوا کہ ۱۸/ تراویح ہوئی ہیں یا بیس پوری ہوگئیں تو دو رکعت بلا جماعت اَور پڑھ لی جائیں۔کبیری (۲)۔

مسئلہ:۲۹......اگر تمام مقتدیوں کو تو شک ہوا، لیکن امام کو شک نہیں ہوا، بلکہ کسی ایک بات کا یقین ہے تو وہ اپنے یقین پر عمل کرے اور مقتدیوں کے قول کی طرف کوئی توجہ نہ کرے۔کبیری (۳)۔

مسئلہ:۳۰......اگر بعض کہتے ہیں کہ بیس پوری ہوگئیں اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ اٹھارہ ہوئی ہیں، تو جس طرف امام کا رجحان ہو اس پر عمل کرے۔کبیری (۴)۔

مسئلہ:۳۱......اگر اٹھارہ پڑھ کر امام سمجھا کہ بیس پوری ہوگئیں اور وتروں کی نیت باندھ لی، مگر دو رکعت پڑھ کر یاد آیا کہ ایک شفعہ تراویح کا باقی رہ گیا ہے، جب ہی دو رکعت پر سلام پھیر دیا، تو یہ شفعہ تراویح کا شمار نہ

= في الصلوات الجائزة". (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراءة فی التراويح: ۱/ ۲۳۸، رشیدیه)

(۱) قال الحلبي: "اقتدى به على ظن أنه في التراويح، فإذا هو في الوتر، يتمه معه و يضم إليها رابعةً و لو أفسدها، لا شيء عليه". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۱۰، سهيل اکیڈمی لاهور)

(۲) "(وإذا شكوا): أي الإمام والقوم (في أنهم) هل (صلّوا تسع تسليمات) ثماني عشر ركعة (أو عشر تسليمات؟ ففيه اختلاف: والصحيح أنهم يصلّون بتسليمة) أخرى (فرادى) للاحتياط في الموضعين إكمال التراويح بيقين والاحتراز عن التنفل الزائد عليها بالجماعة، هذا إذا اتفق الكل على الشك".

(الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۵، سهيل اکیڈمی لاهور)

(۳) "إذا كان الإمام وحده في طرف وهو متيقن، عمل بما عنده ولا يلتفت إلى قول الجماعة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۶، سهيل اکیڈمی لاهور)

(۴) "فإن اختلفوا وكان الإمام مع بعضهم، رجح إذا ادعى كل فريق اليقين". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۵، سهيل اکیڈمی لاهور)

ہوگا۔خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۳۲......اگر کسی کی صبح کی نماز قضاء ہوگئی تھی، اس کی نیت سے تراویح پڑھی، تو یہ تراویح ادا نہ ہوں گی۔خانیہ(۲)۔

مسئلہ:۳۳......اگر تین رکعت پر سلام پھیر دیا تو دو رکعت پر اگر بیٹھ چکا تھا تب تو ایک شفعہ صحیح ہوگیا اور چونکہ دوسرا شفعہ شروع کر چکا تھا، اس لئے اس کی قضاء ہوگی (۳)۔

مسئلہ:۳۴......اگر دو رکعت پر نہیں بیٹھا تو پہلا شفعہ بھی صحیح نہیں ہوا، لہذا اس کی قضاء ضروری ہے۔ خانیہ(۴)۔

مسئلہ: ۳۵...... بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے تراویح ادا ہو جائے گی، مگر ثواب نصف ملے گا۔ عالمگیری (۵)۔

---

(۱) "ولو صلى من التراويح تسع تسليمات، و شرع في الوتر فاقتدى به رجل في الوتر، ثم علم الإمام أنه صلى تسع تسليمات، لم يجز للمقتدي ما نوى؛ لأنه نوى التراويح، والإمام نوى الوتر .... هذا بناء على أن التراويح لا تتأدى إلابنية التراويح أو بنية السنة في هذا الوقت". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل في نية التراويح : ۲۳۷/۱، رشيديه)

(۲) "ولو صلى التراويح بنية الفوائت من صلاة الفجر، لم تكن محسوبةً عن التراويح". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية، فصل في نية التراويح : ۲۳۷/۱، رشيديه)

(۳) "وإن صلى ثلاث ركعات بتسليمة واحدة، فهو على وجهين: إما إن قعد في الثانية أو لم يقعد، فإن قعد جاز عن تسليمة واحدة ويجب عليه قضاء ركعتين؛ لأنه شرع في الشفع الثاني بعد إكمال الشفع الأول، فإذا أفسد الشفع الثاني بترك الرابعة، كان عليه قضاء ركعتين". (فتاویٰ قاضی خان ،كتاب الصوم، فصل في السهو : ۲۴۰/۱، رشيديه)

(۴) "وإن لم يقعد في الثانية ساهياً أو عامداً .... تفسد صلاته، ويلزمه قضاء ركعتين لا غير". (فتاویٰ قاضی خان، فصل في السهو : ۲۴۱/۱، رشيديه)

(۵) "اتفقوا على أن أداء التراويح قاعداً لا يستحب بغير عذر، واختلفوا في الجواز، قال بعضهم: يجوز و هو الصحيح، إلا أن ثوابه يكون على النصف من صلاة القائم". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱۱۸/۱، رشيديه)

مسئلہ:۳۶......اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھائے، تب بھی مقتدیوں کو کھڑے ہوکر پڑھنا مستحب ہے۔خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۳۷......امام جب تشہد کے لئے بیٹھا تو ایک مقتدی سو گیا، امام نے سلام پھیر کر دوسرا شفعہ پڑھا اور جب تشہد کے لئے بیٹھا تب یہ سونے والا جاگا، پس اگر اس کو معلوم ہے کہ یہ دوسرا شفعہ ہے تو سلام پھیر کے دوسرے میں شریک ہوجائے اور امام کے سلام کے بعد کھڑا ہوکر مسبوق کی طرح دو رکعت پڑھے، پھر امام کے ساتھ تیسرے شفعہ میں شریک ہو۔عالمگیری(۲)۔

مسئلہ:۳۸...... جماعت ہورہی ہے اور ایک شخص بیٹھا رہتا ہے، جب امام رکوع میں جاتا ہے تو فوراً یہ بھی نیت باندھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوجاتا ہے، یہ فعل مکروہ ہے اور تشبہ بالمنافقین ہے۔کبیری(۳)۔

مسئلہ: ۳۹ ...... جس شخص پر نیند کا غلبہ ہو اس کو چاہیے کہ کچھ دیر سو رہے، اس کے بعد تراویح پڑھے۔شامی(۴)۔

مسئلہ:۴۰......تراویح کو شمار کرتے رہنا مکروہ ہے، کیونکہ یہ اُکتا جانے کی علامت ہے۔خانیہ(۵)۔

---

(۱) "يصح اقتداء القائم بالقاعد في التراويح عند الكل، وهو الصحيح .... الحاصل أن الإمام إذا كان قاعداً يستحب القيام للقوم". (فتاویٰ قاضي خان ،كتاب الصوم ،فصل في أداء التراويح قاعداً : ۱/۲۴۳، ۲۴۴، رشيديه)

(۲) "رجل شرع في صلاة التراويح مع الإمام، فلما قعد الإمام، نام هو، وسلم الإمام، فأتى بالشفع الآخر و قعد يتشهد، فانتبه الرجل، إن علم ذلك، يسلم و يدخل مع الإمام و يوافقه في التشهد، فإذا سلم الإمام يقوم يأتي بالركعتين سريعاً، و يسلم ويدخل مع الإمام في الشفع الثالث، كذافي الخلاصة". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ۱/۱۱۹، رشيديه)

(۳) "ويكره للمقتدي أن يقعد في التراويح، فإذا أراد الإمام أن يركع يقوم؛ لأن فيه إظهار التكاسل، والتشبه بالمنافقين". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۱۰، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) "قال في التاتارخانية : وكذا إذا غلبه النوم، يكره له أن يصلي، بل ينصرف حتى يستيقظ". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح : ۲/۴۸، سعيد)

(۵) "ويكره عدّ الركعات في التراويح لما فيه من إظهار الملابسة". (فتاویٰ قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في أداء التراويح قاعداً : ۱/۲۴۴، رشيديه)

مسئلہ:۴۱...... مستحب یہ ہے کہ شب کا اکثر حصہ تراویح میں خرچ کیا جائے۔ بحر(۱)۔

مسئلہ:۴۲...... ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرنا (پڑھ کر یا سنکر) سنت ہے، دوسری مرتبہ فضیلت ہے اور تین مرتبہ افضل ہے، لہٰذا اگر ہر رکعت میں تقریباً دس آیتیں پڑھی جائیں، تو ایک مرتبہ بسہولت ختم ہو جائے گا اور مقتدیوں کو بھی گرانی نہ ہوگی۔ خانیہ(۲)۔

مسئلہ:۴۳...... جو لوگ حافظ ہیں ان کے لئے فضیلت یہ ہے کہ مسجد سے واپس آ کر بیس رکعت اور پڑھا کریں تا کہ دو مرتبہ ختم کرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ خانیہ(۳)۔

مسئلہ:۴۴...... ہر عشرہ میں ایک مرتبہ ختم کرنا افضل ہے۔ بحر(۴)۔

مسئلہ:۴۵...... اگر مقتدی اس قدر ضعیف اور کاہل ہوں کہ ایک مرتبہ بھی پورا قرآن شریف نہ سن سکیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت تک چھوڑ دیں تو پھر جس قدر سننے پر وہ راضی ہوں اس قدر پڑھ لیا جائے، یا "ألم تر کیف" سے پڑھ لیا جائے، بحر(۵)۔ لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کے ثواب سے محروم رہیں

---

(۱) "ویستحب تأخیر التراویح إلی ثلث اللیل، والأفضل استیعاب أکثر اللیل بالتراویح". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۱۹/۲، رشیدیہ)

(۲) "وقال بعضهم –وهو روایة الحسن عن أبی حنیفة–: یقرأ فی کل رکعة عشر آیات، وهو الصحیح؛ لأن فیه تخفیفاً علی الناس، و به تحصل السنة، و هی الختم مرةً واحدةً .... فإذا قرأ فی کل رکعة عشر آیات یحصل الختم فی التراویح والفضیلة فی الختم مرتین". (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراء ة فی التراویح: ۲۳۷/۱، رشیدیہ)

"السنة فی التراویح إنما هو الختم مرةً .... والختم مرتین فضیلة، والختم ثلاث مرات أفضل، کذا فی السراج الوهاج". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱۱۷/۱، رشیدیہ)

(۳) قال فی الخانیة: "ینبغی للإمام وغیره إذا صلی التراویح و عاد إلی منزله، وهو یقرأ القرآن أن یصلی عشرین رکعةً فی کل رکعة عشر آیات إحرازاً للفضیلة، وهی الختم مرتین". (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراء ة فی التراویح: ۲۳۸/۱، رشیدیہ)

(۴) "وثلاث مرات، فی کل عشرٍ مرةً أفضل". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۱/۲، رشیدیہ)

(۵) "و ذکر فی المحیط والاختیار أن الأفضل أن یقرأ فیها مقدار مالا یؤدی إلی تنفیر القوم فی زماننا؛ =

گے۔خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۴۶......ستائیسویں شب کوختم کرنا مستحب ہے۔بحر(۲)۔

مسئلہ:۴۷......اگر اپنی مسجد کا امام قرآن شریف ختم نہ کرے تو پھر کسی دوسری مسجد میں جہاں پرختم ہو، تراویح پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔کبیری(۳)، کیونکہ ختم کی سنت وہیں حاصل ہوگی۔

مسئلہ:۴۸......تراویح میں ایک مرتبہ سورت کے شروع میں "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کوبھی زور سے تمام قرآن شریف کی طرح پڑھنا چاہیے، آہستہ پڑھنے سے امام کا تو قرآن شریف پورا ہوجائے گا مگر مقتدیوں کا پورا نہ ہوگا۔احکام البسملۃ (۴)۔

مسئلہ:۴۹......اگر کوئی آیت چھوٹ گئی اور کچھ حصہ آگے پڑھ کر یاد آیا کہ فلاں آیت چھوٹ گئی ہے تو اس کے پڑھنے کے بعد آگے پڑھے ہوئے حصہ کا اعادہ بھی مستحب ہے۔عالم گیری(۵)۔

= لأن تكثير الجمع افضل من تطويل القراء ة. و في المجتبى : والمتأخرون كانوا يفتون في زماننا بثلاث آيات قصاراً و آية طويلة حتى لا يملّ القوم و لا يلزم تعطيلها، وهذا حسن وبعضهم اختاروا قراء ة سورة الفيل إلى آخر القرآن، وهذا حَسَنٌ". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل : ۱۲۱/۲، رشيديه)

(۱) قال في الخانية : "ولو قرأ بعض القرآن في سائر الصلوات بأن كان القوم يملّون من القراء ة في التراويح، فلا بأس به، لكن يكون لهم ثواب الصلاة، لا ثواب الختم". (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراء ة في التراويح : ۲۳۸/۱، رشيديه)

(۲) "ويختم في ليلة السابعة والعشرين لكثرة الأخبار أنها ليلة القدر". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل : ۱۲۰/۲، رشيديه)

(۳) "وإذا كان إمام مسجد حية لا يختم، فله أن يترك إلى غيره، انتهى". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۷، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) "لو قرأ تمام القرآن في التراويح و لم يقرأ البسلمة في ابتداء سورةٍ من السور سِوا ما في "النملة" لم يخرج من عهدة السنية، ولو قرأها سراً خرج من العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة". (أحكام القنطرة في أحكام البسملة، مجموعة رسائل اللكنوى : ۱۷/۱، إدارة القرآن كراچى)

(۵) "وإذا غلط في القراء ة في التراويح، فترك سورةً أو آيةً و قرأ ما بعدها، فالمستحب له أن يقرأ=

مسئلہ:۵۰......امام نے جب سلام پھیرا تو مقتدیوں میں اختلاف ہوا کہ دو رکعت ہوئی ہیں، یا تین؟ تو جس طرف امام کا رجحان ہو اس پر عمل کرے۔ خانیہ(۱)۔

مسئلہ:۵۱......کسی چھوٹی سورت کا فصل کرنا دو رکعت کے درمیان فرائض میں مکروہ ہے، تراویح میں مکروہ نہیں۔ بحر(۲)۔

مسئلہ:۵۲......اگر مقتدی ضعیف اور سست ہوں کہ طویل نماز کا تحمل نہ کرسکتے ہوں، تو درود کے بعد دعاء چھوڑ دینے میں مضائقہ نہیں، لیکن درود کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ عالم گیری(۳)۔

مسئلہ:۵۳......کوئی شخص ایسے وقت جماعت میں شریک ہوا کہ امام قراءت شروع کرچکا تھا، تو اب اس کو "سبحانك اللهم" نہیں پڑھنا چاہئے۔ کبیری(۴)۔

مسئلہ:۵۴......اگر مسبوق نے امام کے ساتھ یا امام سے کچھ پہلے بھول کر سلام پھیر دیا تو اس پر سجدہ سہو

= المتروكة ثم المقروءة، ليكون على الترتيب، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱۱۸/۱، رشيديه)

(۱) "إذا سلم الإمام في ترويحة، فقال بعض القوم: صلى ثلاث ركعات، و قال بعضهم: صلى ركعتين، يأخذ الإمام بما كان عنده في قول أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ، و لا يدعُ علمه بقول الغير". (فتاوىٰ قاضي خان، على هامش الهندية، فصل في الشك في التراويح: ۲۳۹/۱، رشيديه)

(۲) "وليس فيه كراهة في الشفع الأول من الترويحة الأخيرة بسبب الفصل بين الركعتين بسورة واحدة؛ لأنه خاص بالفرائض، كما هو ظاهر الخلاصة وغيرها". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۱/۲، رشيديه)

(۳) "السنة في التراويح إنما هو الختم مرةً، فلا يترك لكسل القوم، كذا في الكافي، بخلاف ما بعد التشهد من الدعوات، فإنه يتركها إذا علم أنه يثقل على القوم، لكن ينبغي أن يأتي بالصلاة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، هكذا في النهاية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱۱۷/۱، رشيديه)

(۴) قال العلامة الحلبي: "(وإذا أدرك) الشارع في الصلاة عند شروعه (الإمام و هو يجهر) بالقراءة (لا تأتي بالثناء بل يستمع و ينصت) للآية". (الحلبي الكبير، صفة الصلاة، ص: ۳۰۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

واجب نہیں اور امام کے لفظ "السلام" کہنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔ محیط (۱)۔

مسئلہ: ۵۵..... مسبوق اپنی نماز تنہا پوری کرنے کے لئے نہ اٹھے، جب تک کہ امام کی نماز ختم ہونے کا یقین نہ ہو جائے، محیط (۲)، کیونکہ بعض دفعہ امام سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیرتا ہے اور مسبوق اس کو ختم کا سلام سمجھ کر اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں فوراً لوٹ کر امام کے ساتھ شریک ہو جانا چاہئے (۳)۔

مسئلہ: ۵۶..... اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں تھا، یہ فوراً تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہوا اور جب ہی امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا، پس اگر سیدھا کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں گیا تھا اور رکوع میں جھکنے سے پہلے پہلے اللہ اکبر کہہ چکا تھا اور کمر کو رکوع میں برابر کر لیا تھا اس کے بعد امام نے رکوع سے سر اٹھایا ہے، تب تو رکعت مل گئی، تسبیح اگرچہ ایک مرتبہ بھی نہ کہی ہو اور اگر امام کے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں کمر کو برابر نہیں کر سکا، تو رکعت نہیں ملی۔ اور اگر تکبیر سیدھے کھڑے ہو کر نہیں کہی، بلکہ جھکتے ہوئے کہی اور رکوع میں پہنچ کر ختم کی ہے، تو یہ شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوا۔ محیط (۴)۔

---

(۱) "إذا سلم المسبوق حتى سلم الإمام ساهياً بنى على صلاته، وعليه سجود السهو ...... وأما سجود السهو فلأنه متى سلم الإمام صار هو كالمنفرد و قدسها حتى يسلم قبل هذا، فتلزمه سجدة السهو قبل هذا إذا سلم بعد الإمام، فأما إذاسلم مع الإمام فلا سهو عليه؛ لأن الإمام لم يخرج عن الصلاة بعد، فكان كأنه سها خلف الإمام". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع آخر في المتفرقات: ۲/ ۷۹، غفاريه كوئٹه)

(۲) "ولا ينبغي للمسبوق أن يقوم إلى قضاء ما سبق به قبل سلام الإمام". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السادس عشر في التغني والألحان: ۱/ ۴۲۸، غفاريه كوئٹه)

(۳) "ثالثها" أنه لو قام إلى قضاء ما سُبق به و على الإمام سجدتا السهو قبل أن يدخل معه، كان عليه أن يعود فيسجد معه مالم يقيد الركعة بسجدة". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۱/ ۹۲، رشيديه)

(۴) "قال أبو حنيفة رحمه الله: لو وقع تكبيرة الافتتاح قائماً وهو مستوى أيضاً صح الشروع، وإن وقع وهو منحط عنه غير مستوى لايجوز، وإن ركع المسبوق وسوى ظهره صار مدركاً للركعة قدر على التسبيح أو لم يقدر، وإن لم يقدر على تسوية الظهر في الركوع حتى رفع الإمام رأسه، ثم ركع هو لم =

مسئلہ:۵۷......اگر کوئی شخص رکوع میں آ کر شریک ہوا، مگر رکوع اس کو نہیں ملا، تب بھی سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہونا اس پر واجب ہے لیکن اگر سجدہ میں شریک نہ ہوا، بلکہ سجدہ کے بعد امام کے ساتھ شریک ہوا، تب بھی اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ بحر(۱)۔

مسئلہ:۵۸......اگر قیام میں امام کے ساتھ شریک ہوگیا مگر رکوع امام کے ساتھ نہیں کیا، بلکہ رکوع امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کیا تب بھی رکعت مل گئی۔ محیط(۲)۔

مسئلہ:۵۹......اگر رکوع میں امام کے ساتھ آ کر شریک ہوا اور صرف ایک ہی تکبیر کہی، تب بھی نماز صحیح ہوگئی، اگر چہ اس تکبیر سے رکوع کی تکبیر کی نیت کی ہو اور تکبیر تحریمہ کی نیت نہ کی ہو، اس نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔ فتح القدیر(۳) بشرطیکہ تکبیر کھڑے ہو کر کہی ہو رکوع میں نہ کہی ہو۔

مسئلہ:۶۰......آیت سجدہ پڑھنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے۔ محیط(۴)۔

= يصر مدركاً للركعة". (المحيط البرهاني، كتاب الصلوة، الفصل الثالث والثلاثون في بيان حكم المسبوق واللاحق: ۳۴۷/۲، المكتبة الغفارية)

(۱) "ثم اعلم أنه إذا لم يكن مدركاً للركعة، فإنه يجب عليه أن يتابع الإمام في السجدتين وإن لم يحتسبا له كما لو اقتدى بالإمام بعد ما رفع الإمام رأسه من الركوع .... وصرح في الذخيرة بأن المتابعة فيهما واجبة، ومقتضاه أنه لو تركهما، لا تفسد صلاته". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة : ۱۳۵/۲، مكتبه رشيديه)

(۲) "ولو كبر قبل ركوع الإمام ولم يركع معه حتى رفع الإمام رأسه من الركوع ثم ركع هو صار مدركاً للركعة". (المحيط البرهاني، المصدر السابق نفسه)

(۳) "ومدرك الإمام في الركوع لا يحتاج إلى تكبيرتين خلافاً لبعضهم، ولو نوى بتلك التكبيرة الواحدة الركوع، لا الافتتاح، جاز ولغت نيته". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة : ۴۸۳/۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) "فنقول: التالي لآية السجدة تلزمه السجدة بتلاوته إذا كان أهلاً لوجوب الصلاة عليه، وكذلك الحكم في حق السامع من كان أهلاً بوجوب الصلاة عليه، تلزمه السجدة بالسماع. ومن لا يكون أهلاً لوجوب الصلاة عليه نحو الحائض، أو الكافر، أو الصبي، أو المجنون، لا تلزمه السجدة بالسماع". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الحادي والعشرون في سجدة التلاوة، نوع آخر في بيان من =

مسئلہ:۶۱ ......سورہ حج میں پہلا سجدہ واجب ہے، دوسرا نہیں۔محیط (۱)۔

مسئلہ:۶۲ ......اگر خارجِ نماز آیتِ سجدہ کی تلاوت کی، مگر سجدہ نہیں کیا، نماز میں وہی آیت پڑھی اور سجدہ کیا تو یہ سجدہ دونوں دفعہ کی تلاوت کے لئے کافی ہے اگر پہلے سجدہ کرلیا تھا تو اب دوبارہ بھی سجدہ کرنا چاہئے۔محیط (۲)۔

مسئلہ:۶۳ ......اگر امام نے آیتِ سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور کوئی شخص آیتِ سجدہ سن کر امام کے ساتھ اس سجدہ کے بعد اسی رکعت میں شریک ہوگیا، تو اس کے ذمہ سے یہ سجدہ ساقط ہوگیا، اگر اس رکعت میں شریک نہیں ہوا تو اس کو خارجِ صلوۃ علیحدہ سجدہ کرنا چاہئے۔محیط (۳)۔

مسئلہ:۶۴ ......آیتِ سجدہ کے بعد فوراً ہی سجدہ کرنا افضل ہے، لیکن اگر نماز میں آیتِ سجدہ کے بعد سجدہ نہ کیا، بلکہ رکوع کیا اور اس میں اس سجدہ کی نیت کرلی، تب بھی سجدہ ادا ہوجائے گا، اگر رکوع میں نیت نہیں کی، تو

= تجب عليه هذه السجدة : ۲/۱۰۶ ، غفاريه كوئٹه)

(۱) "عندنا سجدة التلاوة في سورة الحج واحدة، وهي الأولى". (المحيط البرهاني، الفصل الحادي والعشرون في سجدة التلاوة : ۲/۱۰۲ ، غفاريه كوئٹه)

(۲) "وإن قرأها في غير صلاة وسجد، ثم افتتح الصلاة في مكانه ، فقرأها، فعليه سجدة أخرى.......... وإن لم يكن سجد أولاً، ثم شرع في الصلاة في مكانه ، فقرأ ها، يسجد لهما جميعاً، أجزاه عنهما في ظاهر الرواية". (المحيط البرهاني، الفصل الحادي والعشرون في تكرار آية السجدة : ۲/۱۱۲ ، غفاريه كوئٹه)

(۳) "إذا قرأ الإمام آية السجدة، سمعها رجلٌ ليس معه، ثم دخل الرجل في صلاة الإمام، فهذه المسئلة على وجهين: الأول : أن يكون اقتداء ه قبل أن يسجد الإمام ، و في هذا الوجه عليه أن يسجد مع الإمام .... وإذاسجد مع الإمام، سقط عنه لزمه بحكم سماعه قبل الإمام ؛ لأنه لما اقتدى به، صارت قراء ة الإمام قراء ةً له.

الوجه الثاني: إذا اقتدى بعد ما سجد، فليس عليه أن يسجد ها في الصلاة كيلا يصير مخالفاً للإمام .... فأما إذا أدرک الإمام في الركعة الأخرى، كان عليه أن يسجد ها بعد الفراغ". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الحادي والعشرون، نوع آخر في سماع المصلي آية السجدة ممن معه في الصلاة أو ليس معه : ۲/۱۱۵ ، غفاريه كوئٹه)

اس کے بعد سجدہ نماز سے بلانیت بھی ادا ہوجائے گا، یہ جب ہے کہ آیتِ سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ نہ پڑھا ہو، اگر آیت سجدہ کے بعد تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو، تو اب اس سجدہ کا وقت جاتا رہا، نہ نماز میں ادا ہوسکتا ہے نہ خارج نماز، توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ محیط (۱)۔

مسئلہ: ۶۵...... اگر آیت سجدہ (جو کہ سورت کے ختم پر ہے) پڑھ کر سجدہ کیا تو اب سجدہ سے اٹھ کر فوراً رکوع نہ کیا جائے (اس خیال سے کہ سورت تو ختم ہوہی گئی) بلکہ تین آیت کی مقدار پڑھ کر رکوع کرنا چاہئے۔ محیط (۲)۔

تراویح کا مسنون طریقہ اور تراویح کے منکرات

سوال [۳۳۹۶]: تراویح کا مسنون طریقہ لکھ دیں اور ساتھ ہی تراویح کے منکرات بھی لکھ دیں۔

---

(۱) "قال في الأصل: وإذا قرأ آية السجدة و هي في آخر السورة إلا آيات يعني، فإن شاء ركع لها، وإن شاء سجد لها. واعلم أن هذه المسئلة على أوجه: أما إن كانت السجدة قريبةً من آخر السورة و بعدها آيتان إلى آخر السورة، فالجواب ما ذكر أنه بالخيار إن شاء ركع لها وإن شاء سجد .... والحكم في هذه الوجوه كلها ما ذكرنا في الوجه الأول، فلو أنه في هذه الوجوه لم يركع لها ولم يسجد على الفور، ولكن قرأ ما بقي من السورة أو خرج إلى سورة أخرى و قرأ منها شيئاً آخر إن قرأ بعدها أنه .... يجزئه الركوع و سجدة الصلاة عن سجدة التلاوة، أما إذا قرأ بعدها ثلاث آيات أو كانت السجدة في وسط السورة، لم يجز الركوع عن السجود؛ لأنه إذا قرأ ثلاث آيات بعد آية السجدة، فقد صارت السجدة ديناً في ذمته، لفوات محل الأداء؛ لأن وقتها وقت وجوبها". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، نوع آخر فيما إذا تلا آية السجدة وأراد أن يقيم ركوع الصلاة مقام السجود: ۲/۱۱۶، ۱۱۸، غفاريه كوئٹه)

(۲) "ولو سجد يعود إلى القيام؛ لأنه يحتاج إلى الركوع، والركوع إنما يكون من القيام، و يقرأ بقية السورة آيتين ثم يركع إن شاء، كيلا يصير الركوع على السجدة، و لو شاء ضم إليها من السورة الأخرى آيةً أخرى حتى يصير ثلاث آيات، قال الحاكم الشهيد: وهو أحب إليّ، وهذه القراءة بعد السجدة بطريق الندب لا بطريق الوجوب، حتى أنه لو لم يقرأ جعلها". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، نوع آخر فيما إذا تلا آية السجدة وأراد أن يقيم ركوع الصلاة مقام السجود: ۲/۱۱۶، غفاريه كوئٹه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیس رکعات ہر دو رکعت پر سلام ہر چار رکعت پر وقفہ پورا قرآن پاک ختم، کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ جہراً (۱)۔ جو چیزیں سنت کے خلاف ہوں یا نو ایجاد ہوں، وہ سب منکرات ہیں، آپ کو جس چیز کے متعلق دریافت کرنا ہو، کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "(وهي عشرون ركعةً بعشر تسليمات يجلس) ندباً (بين كل أربعة بقدرها، وكذا بين الخمسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح و قراءة و سكوت و صلاة فرادىٰ (والختم) مرةً سنة، و مرتين فضيلة، و ثلاثاً أفضل (و لا يترك) الختم (لكسل القوم)" (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۴۵/۲، ۴۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۱۶/۲، ۱۲۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۴۴۲/۱، ۴۴۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

"لو قرأ تمام القرآن في التراويح، ولم يقرأ البسملة في ابتداء سورة من السور سِوا ما في "النملة" لم يخرج من عهدةالسنية، و لو قرأها سراً خرج من العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة". (أحكام القنطرة في أحكام البسملة، مجموعة رسائل اللكنوى: ۷/۱، إدارة القرآن، كراچى)

الفصل الثانی فی القراء ة فی التراویح

(تراویح میں قراءت کی کیفیت کا بیان)

تراویح میں بسم اللہ کی حیثیت

سوال[۳۳۹۷]: ختم تراویح میں سورتوں کے درمیان "بسم اللّٰہ" الخ پڑھنا، جہراً یا سراً، اس میں اختلاف ہے یا نہیں؟ نیز ہر سورت کی ابتدا میں بسم اللّٰہ الخ پڑھنا ضروری ہے یا ایک سورت کی ابتدا میں پڑھنا کافی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم" یہ ایک آیت ہے جو کہ دو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے۔ سورت الحمد یا کسی دوسری سورت کی پہلی آیت نہیں:

"وهی آیة واحدة من القرآن، أنزلت للفصل بین السور، و لیست من الفاتحة و لا من کل سورة". الدرالمختار (۱)۔

خارج نماز ہر سورت سے پہلے اس کا پڑھنا مسنون ہے (۲)، نماز میں الحمد سے پہلے پڑھنا سراً مسنون ہے (۳)، الحمد کے بعد جو سورت پڑھی جائے، اس کے شروع میں پڑھنا مسنون نہیں سراً نہ جہراً، جب قرآن

(۱) (الدر المختار شرح تنویر الأبصار، فصل فی بیان تالیف الصلاة إلی انتهائها : ۱/۴۹۱، سعید)

(و کذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة : ۱/۵۴۵، مکتبه رشیدیه)

(۲) "و فی خارج الصلاة اختلاف الروایات والمشایخ فی التعوذ والتسمیة، قیل: یخفی التعوذ دون التسمیة، والصحیح أنه یتخیر فیها". (رد المحتار، فصل فی بیان تالیف الصلاة إلی انتهائها : ۱/۴۹۰، سعید)

(۳) "(سمی) غیر المؤتم .... (سراً فی) أول (کل رکعة) ولوجهریة". (الدر المختار). "(قوله: سراً فی کل رکعة) والثالث: أنه لا یجهر بها فی الصلاةعندنا". (ردالمحتار فصل : ۱/۴۹۰، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، باب صفة الصلاة : ۱/۵۴۴، رشیدیه)

پاک تراویح میں ختم کیا جائے تو کسی ایک سورت کے شروع میں اس کو جہراً پڑھنا چاہئے، اگر سراً پڑھا تو مقتدیوں کا قرآن شریف تمام نہیں ہوگا، ایک آیت کی کمی رہ جائے گی۔ اس کے احکام کی تفصیل اگر مطلوب ہو تو حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ "إحكام القنطرة في أحكام البسملة" مطالعہ فرمائیں، اس میں جزئیات اور اختلاف مبسوط ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۸/۹۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

تراویح میں ہر سورت پر "بسم اللہ"

سوال[۳۳۹۸]: عبداللہ نے تراویح میں قرآن کریم اس طرح پر سنایا کہ ہر سورت شریف سے پہلے "بسم الله" بالجہر پڑھی اور جب "سورة الضحیٰ" کو پہنچا تو ہر سورت شریف کے بعد "والناس" تک تکبیرات پڑھیں۔ دریافت کرنے پر اس نے کہا: اگرچہ میں حنفی المذہب ہوں، لیکن میں قرأت میں جس امام کی قرأت پڑھتا ہوں، ان کا پیرو ہوں ان کا طریقہ یہی ہے جس کو ائمۂ قرأت نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے، میں ان کا اتباع کرتے ہوئے "بسم الله بين السورتين" اور "تكبيرات در أواخر السور از "والضحیٰ" تا "والناس" پڑھیں۔ چونکہ مذہب کی کسی مستند کتاب میں اس کی ممانعت میری نظر سے نہیں گزری ہے، اس لئے میں اپنے طریقہ پر اچھی طرح ثابت ہوں۔ اب دریافت طلب یہ تین امر ہیں:

۱.....بسم الله بالجهر بين السور قرآن مجید سنانے والے کو نماز میں پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

۲.....تکبیرات کا پڑھنا قرآن مجید سنانے والے کو نماز میں اور پھر خاص کر نوافل میں ائمۂ مذاہب کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟

۳.....ائمۂ قرأت سے معتبر کتابوں میں جو کچھ منقول ہے اس پر عمل کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ جواب مدلل بحوالہ کتاب ہو۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....جو شخص تمام کلام اللہ تراویح میں سنائے اس کو کسی ایک سورت کے شروع میں بسم اللہ شریف کو بالجہر پڑھنی چاہئے، ورنہ ختمِ قرآن شریف کی سنت ادا نہیں ہوگی، اگر آہستہ پڑھے تو مقتدیوں کا قرآن شریف

پورا نہیں ہوگا بلکہ ایک آیت کی کمی رہ جائے گی:

"لو قرأ تمام القرآن في التراويح، و لم يقرأ البسملة في ابتداء سورة من السور سوى ما في سورة النمل، لم يخرج عند عهدة السنية، ولو قرأها الإمام سراً خرج عن العهدة، لكن لم يخرج المقتدون عن العهدة، اهـ". أحكام القنطرة، ص: ۲۷۳(۱).

ہرسورت کے شروع میں بسم اللہ شریف کو بالجہر پڑھنا حتی کہ اگر ایک رکعت میں متعدد سورتیں بالجہر پڑھے تو ان کے درمیان بالجہر پڑھنا خلافِ سنت ہے اور ایسی صورت میں آہستہ بھی نہ پڑھے، البتہ اگر قرأت بالسر پڑھے تو ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا احسن ہے۔ بسم اللہ شریف حنفیہ کے نزدیک نہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے، نہ ہر سورت کا، بلکہ کلام اللہ شریف کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے:

"وتسن التسمية أول كل ركعة قبل الفاتحة اهـ". مراقي الفلاح۔ "وهي اية واحدة من القرآن، أنزلت للفصل بين السور، وليست من الفاتحة، ولا من كل سورة، اهـ". طحطاوي، ص: ۱٤۱ (۲)۔

قال الجصاص: "واختلفوا في تكرارها في كل ركعة، و عند افتتاح السورة، فروى أبويوسف عن أبي حنيفة أنه يقرأ في كل ركعة مرةً واحدةً عند ابتداء قراء ة فاتحة الكتاب، و لا يعيدها مع السورة عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ وأبي يوسف رحمه الله تعالىٰ. وقال محمد والحسن ابن زياد ،عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ: إذا قرأها في أول ركعة عند ابتداء القراء ة، لم يكن عليه أن يقرأها في تلك الصلوة حتى يسلم، وإن قرأ مع كل سورة فحسن.

وروى هشام عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ قال: سألت أبا حنيفة عن قراء ة "بسم الله الرحمن الرحيم" قبل فاتحة الكتاب و تجديد ها قبل سورة التي بعد فاتحة؟ فقال أبو حنيفة رحمه الله تعالىٰ: يجزيه قراء تها قبل الحمد. وقال أبو يوسف رحمه الله تعالىٰ: يقرأ ما في كل ركعة قبل القراء ة مرةً واحدةً و يعيدها في الأخرى أيضاً قبل فاتحة الكتاب بعدها إذا أراد أن

(۱) (مجموعة رسائل اللكنوي، أحكام القنطرة في أحكام البسملة : ۱/ ٤۷، إدارة القرآن كراتشي)

(۲) (حاشية الطحطاوي مع مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان سننها، ص: ۲٦۰، قديمي)

يقرأ سورةً. قال محمد: فإن قرأ سوراً كثيرةً وكانت قراءةً يخفيها، قرأها عند افتتاح كل سورة، وإن كان يجهر بها لم يقرأها؛ لأنه في الجهر يفصل بين السورتين بسكتة، اهـ". أحكام القرآن: ۱/۱۳(۱)۔

۲...... عامۂ شوافع کے نزدیک سنت ہر قرأت میں ہے، بعض نے انکار بھی کیا ہے۔ قرائے حنابلہ کے نزدیک مستحب نہیں، سوائے ابن کثیر کے۔ حنفیہ اور مالکیہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ صراحۃً نہیں ملا:

"قال ابن الحجر المكي بعد الكلام على الرواية: "فثبت بما ذكرناه عن الشافعي بعض مشايخه وغيرهم أنه سنة في الصلوة،.......... ووقع لبعض الشافعية من المتأخرين الإنكار على من كبر في الصلوة، فرد ذلك عليه غير واحد، و شنعوا عليه في هذا الإنكار. قال ابن الجوزي رحمه الله تعالىٰ: ولم أرى للحنفية ولا للمالكية نقلاً بعد التتبع، وإن الحنابلة ففي فروعهم لابن مفلح: وهل يكبّر لختمه من الضحىٰ أو ألم نشرح اخر كل سورة؟ فيه روايتان، و لم تستحبه الحنابلة القراء غير ابن كثير، اهـ". فتاوی حديثية مختصراً، ص: ۱۵۲ (۲)۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح شاطبی میں لکھا ہے:

"والتكبير المذكور سنة عند الشافعي في كل قراءة، و روايته سواء كان بمكة أو غيرها، و عند الحنفية فمختصة بقراءة ابن كثير ولو كانت القراءة بمكة، اهـ"(۳)۔

ظاہر یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک نماز میں یہ تکبیر مسنون نہیں اس لئے مسنونات نماز یا تراویح میں اس کو تحریر نہیں کیا، نیز اس میں جزءِ قرآن ہونے کا شبہ ہوتا ہے اس لئے بھی نماز میں اس سے احتراز مناسب ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتقان میں مانعین کی طرف سے اس کو نقل کیا ہے(۴)۔

---

(۱) (أحكام القرآن للجصاص، فصل: قراءة البسملة في الصلاة: ۱/۱۸، قديمي)

(۲) (الفتاوى الحديثية، باب الأحكام المتعلقة بالقرآن من التفسير والقراءة، مطلب: التكبير من الضحى إلى سورة الناس في الصلاة وغيرها، ص: ۲۹۷، ۲۹۸، قديمي)

(۳) (لم اظفر عليه)

(۴) "قال سليم الرازي من أصحابنا في تفسيره: يكبر بين كل سورتين تكبيرةً، ولا يصل آخر السورة بالتكبير، بل يفصل بينهما بسكتة، قال: و من لا يكبر من القراء حجّتُهم أن في ذلك ذريعةً إلى الزيادة =

۳......ائمۂ قرأت سے جوقواعدِ فنِ تجوید کے معتبر کتابوں میں منقول ہے وہ معتبر ومعمول بہا ہیں، اگر نماز میں کوئی مسئلۂ قرأت مسئلۂ فقہ سے مقابل ہوگا تو اس صورت میں فقہ کی معتبر کتابوں پر عمل کیا جائے گا جیسا کہ بسم اللّٰہ بین السور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۱۲/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

پہلی رکعت میں "سورۃ الناس" دوسری میں "سورۃ البقرۃ" کا کچھ حصہ

سوال[۳۳۹۹]: ۱......آج کل اکثر حافظوں کا معمول ہے کہ ختمِ قرآن کے بالکل آخری ترویحہ کی رکعتِ ثانی میں کسی قدر سورۂ بقرہ پڑھتے ہیں اور رکعتِ اولیٰ میں سورۂ ناس، تو کیا اس صورت میں کوئی قباحت نہیں ہے؟ چونکہ ترتیب کے اعتبار سے تقدیم تاخیر ہوتی ہے، اگر خرابی نہیں تو کا کیا جواب ہے؟

تکرارِ فاتحہ

۲......نیز بعض حافظوں کی یہ عادت ہے کہ آخری ترویحہ کی رکعتِ اُخریٰ میں فاتحہ کے بعد سورۂ ناس پڑھ کر الحمد للہ اور سورۂ بقرہ سے کسی قدر ایک رکعت پڑھتے ہیں، اب تکرارِ فاتحہ کی وجہ سے کیا کچھ خرابی نہیں ہے؟

ہر سورۃ کے شروع میں "بسم اللّٰہ"

سوال[۳۴۰۰]: ۳......دیگر اینکہ اگر ایک ہی رکعت میں کوئی شخص کئی سورت پڑھیں، تو ہر ایک سورت کے اول میں بسم اللہ پڑھنی چاہئے یا نہیں، پڑھیں تو کس طرح؟

احقر عبدالباری چاٹگامی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے: "ولو ختم القرآن في الأولى، يقرأ البقرة

= في القرآن بأن يداوم عليه، فيتوهم أنه منه". (الإتقان في علوم القرآن، النوع الخامس والثلاثون في آداب تلاوته و تأليفه: ۱/۲۲۴، دار ذي القربى)

راجع للتفصيل: (فتاوى دار العلوم ديوبند، مسائل تراويح: ۴/۲۵۰، مكتبه إمداديه ملتان)

(و كذا مجموعة الفتاوى (اردو) لعبدالحي لكهنوى، كتاب الصلاة: ۱/۳۰۷، سعيد)

في الثانية لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خير الناس الحال المرتحل": يعني الخاتم المفتتح، اهـ". مراقي الفلاح، ص:۲۰۲ (۱)۔

۲......اس میں کوئی خرابی نہیں۔ تکرار فاتحہ اگر متوالیاً ہو تو اس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے، اگر سورت کا فصل درمیان میں آجائے تو اس سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا:" ولو كررها (الفاتحة) في الأوليين يجب عليه سجود السهو؛ لأنه أخر واجباً و هوالسورة، بخلاف مالو أعادها بعد السورة أو كررها في الأخريين اهـ". زيلعي ، ص:۱۹۳ (۲)۔ تاہم اس کو معمول نہیں بنانا چاہئے۔

۳......اس میں چند اقوال ہیں، پڑھنا بہتر ہے، كذا في رد المحتار: ۱/۵۱۱ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ ذی قعدہ/ ۵۵ھ۔

تراویح میں "ألم تر كيف" سے پڑھنے کی ترکیب

سوال[۱۴۴۰۱]: بعض مسجدوں میں "الم تر كيف" سے جو تراویح پڑھی جاتی ہے وہ "الم تر كيف" سے "سورۂ ناس" تک مسلسل نہیں پڑھتے، بلکہ "سورۂ إخلاص" تک پڑھتے ہیں اور پھر نویں رکعت میں دوبارہ "ألم تر كيف" اور دسویں میں "لإيلاف" پڑھتے ہیں اور پھر گیارہویں میں اور بارہویں میں "معوذتين" پڑھتے ہیں اور تیرہویں رکعت سے "أرأيت الذي" سے پڑھتے ہیں، "سورۂ ناس" تک مسلسل پڑھتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ "الم تر كيف" سے سورہ "ناس" تک مسلسل کیوں نہیں

---

(۱) (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، فصل في المكروهات، ص:۳۵۲، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، فصل في القراءة : ۱/۵۴۷، سعيد)

(۲) (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو : ۱/۴۷۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، ص:۴۶۰، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثاني عشر في سجود السهو : ۱/۱۲۶، رشيديه)

(۳) "(قوله: لاتكره اتفاقاً) و لهذا صرح في الذخيرة والمجتبى بأنه إن سمى بين الفاتحة والسورة المقروءة سراً أو جهراً، كان حسناً عند أبي حنيفة ، و رجحه المحقق ابن الهمام" (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب: قراءة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن : ۱/۴۹۰، سعيد)

پڑھتے؟ جیسا کہ بحرالرائق (۱) شامی درمختار (۲) وغیرہ میں ہے، الٹ پھیر کرنا بلا ترتیب کیسا ہے اور اس سے ترتیب کو ترک کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسا کرنے میں یہ مصلحت ہے کہ ترویحہ کی سورتیں ترتیب وار ہو جائیں اگر نویں دسویں میں معوذتین پڑھیں اور گیارہویں بارہویں میں "ألم تر کیف" اور "لإیلاف" پڑھیں تو شفعۂ اولیٰ کی سورتیں مؤخر ہو جائیں گی اور شفعہ ثانیہ کی مقدم، اس سے ترویحہ میں ترتیب نہ رہے گی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح "الم تر کیف" سے پڑھنا کب اور کیوں ایجاد ہوا؟

سوال [۳۴۰۲]: بعض مولوی تیسرے طریقہ سے پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں دو دو سورت ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں سورۂ ناس تک جاتے ہیں تاکہ دوبارہ سورۂ ناس سے نہ پڑھے۔ اول رکعت میں "ألم تر

---

(۱) "و فی التجنیس .... و بعضهم اختاروا قراء ة سورة الفیل إلی آخر القرآن، وهذا حسن؛ لأنه لا یشتبه علیه عدد الرکعات، و لا یشغل قلبه بحفظها، فیتفرغ للتدبر و التفکر". (البحرالرائق، کتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ۲/۱۲۱، رشیدیه)

"ثم بعضهم اعتاد وقراء ة "قل هو الله أحد" فی کل رکعة، واختار بعضهم قراء ة سورة الفیل إلی آخر القرآن وهذا احسن الحالین؛ لأنه لا یشتبه علیه عدد الرکعات، ولا یشغل قلبه بحفظها، فتفرغ للتدبر والتفکر، ولا کذالک لو قرأ فی کل رکعة سورة واحدة". (التجنیس والمزید، کتاب الصلوة، فصل فی التراویح: ۲/۱۲۰، إدارة القرآن، کراچی)

(۲) (سیأتی تخریجه فی الحاشیة الآتیة)

(۳) "قال فی التجنیس واختار بعضهم سورة الاخلاص فی کل رکعة و بعضهم سورة الفیل ای البدأة منها ثم یعیدها وهذا أحسن لئلا یشتغل قلبه بعدد الرکعات، قال فی الحلیة: عمل أئمة أکثر المساجد فی دیارنا، إلا أنهم یبد أون بقراء ة سورة التکاثر فی الأولی والإخلاص فی الثانیة، وهکذا إلی أن تکون قرائتهم فی التاسعة عشر بسورة تبّت وفی العشرین بالإخلاص .... اهـ". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراویح: ۲/۴۷، سعید)

(و کذا فی البحرالرائق، کتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ۲/۱۲۱، رشیدیه)

کیف و لایلاف" اسی طرح تیسری رکعت میں "أرأیت الذی وإنا أعطینا" اور چوتھی میں بھی یہی سورتیں یعنی "أرأیت الذی" اور "إنا أعطینا" اس طرح ہر رکعت میں دو دو سورتیں سورۂ ناس تک پڑھتے ہیں "ألم تر کیف" کا طریقہ کب اور کس طرح اور کس نے ایجاد کیا؟ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور صحابہ سے "ألم تر کیف" سے تراویح پڑھنا کس طرح ثابت ہے اور تین طریقوں میں سے کونسا افضل ہے اور کس طریقہ کو ترک کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس طرح بھی درست ہے(۱) صحابہ کے زمانہ میں تو "ألم تر کیف" سے پڑھنے کا رواج نہ تھا، متاخرین نے جب دیکھا کہ پورا قرآن ختم کرنے کی صورت میں نمازی سستی کرتے ہیں مسجد میں نہیں آتے، مساجد ویران وغیر آباد ہو جاتی ہیں تب ان صورتوں کو اختیار کیا(۲)۔ شاید آپ نے شفعہ کی جگہ رکعت لکھ دیا۔

تراویح "ألم تر کیف" سے

سوال[۳۴۰۳]: صلوۃ تراویح میں کلام مجید کی آخر کی دس سورتیں ختم حکمی قرار دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اور اس ختم حکمی کی اصل بھی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

تراویح پڑھنا مستقل سنت ہے اور اس میں کم از کم ایک مرتبہ پورا قرآن شریف پڑھنا مستقل سنت ہے:

---

(۱)(تقدم تخریجه تحت عنوان: "تراویح میں ألم تر کیف سے پڑھنے کی ترکیب"۔)

(۲) "(قوله: الأفضل في زماننا)؛ لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة .... وفيه: إشعار بأن هذا مبنيٌّ على اختلاف الزمان، فقد تتغير الأحكام لاختلاف الزمان في كثير من المسائل على حسب المصالح .... فالحاصل: .... أن الختم سنة، لكن لايلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفير القوم وتعطيل كثيرٍ من المساجد .... اهـ". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، بحث صلوة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ۲/۱۲۱، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل في سننها: ۲/۱۷۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

"التراويح سنة مؤكدة للرجال والنساء". خانية: ١/٢٦٩(١)۔ "والختم مرةً سنة، ومرتين فضيلة، و ثلاثاً أفضل، و لا يترك الختم لكسل القوم". درمختار۔ قال الشامي تحت قول الدر: "(والختم مرةً سنة): أي قراءة الختم في صلاة التراويح سنة، و صححه في الخانية و غيرها، و عزاه في الهداية إلى أكثر المشايخ، وفي الكافي إلى الجمهور، و في البرهان: وهو المروي عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ والمنقول في الآثار، اهـ" ١/٤٧٤.(٢) -

مگر جہاں کے نمازی اس قدر ضعیف ہوں اور کم ہمت ہوں کہ پورا قرآن شریف سننے کے لئے تیار نہ ہوں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت تک چھوڑ دیں تو وہاں بہتر یہ ہے کہ جس قدر بسہولت سن سکتے ہوں اس قدر پڑھا جائے:

"وأما في زماننا، فالأفضل أن يقرأ الإمام على حسب حال القوم من الرغبة و الكسل، فيقرأ قدر ما لا يوجب تنفير القوم عن الجماعة؛ لأن تكثير الجماعة أفضل من تطويل القراءة". بدائع: ١/٢٨٩(٣)۔

لیکن اس صورت میں ختم کی سنت کا ثواب حاصل نہ ہوگا:

"ولو قرأ بعض القرآن في سائر الصلوات بأن كان القوم يملّون من القراءة في التراويح، فلا بأس به، لكن يكون لهم ثواب الصلوة لا ثواب الختم، و قد ذكرنا أن السنة هي الختم في التراويح". فتاوىٰ قاضي خان: ١/٢٧٧ (٤)۔

---

(١) (فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الصلوة، باب التراويح : ١/٢٣٢، رشيديه)

(٢) (الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ٢/٤٦، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح : ١/١١٦، رشيديه)

(٣) (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سننها : ٢/٢٧٦، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، بحث صلاة التراويح : ٢/٤٧، سعيد)

(٤) (فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح : ١/٢٣٨، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، نوع آخر في بيان قدر القراءة في التراويح : ٢/٩، غفاريه كوئٹه)

اس کاہلی اور سستی کی وجہ سے بعض فقہاء نے اخیر کی دس سورتیں تجویز کر دیں، تاکہ شمار میں بھی کوئی اشتباہ نہ ہو اور یاد کرنے میں بھی کوئی دقّت نہ ہو اور تدبر و تفکر سے نماز بھی پوری ہو جائے:

”و بعضهم اختاروا قرأة سورة الفيل إلى آخر القرآن، و هذا حسن؛ لأنه لا يشتبه عليه عدد الركعات، و لا يشتغل قلبه بحفظها، فيتفرغ للتدبر والتفكر، اهـ“: ۲/۶۸(۱)۔

معلوم ہوا (کہ) اخیر کی دس سورتیں پڑھنے کی وجہ کاہلی، کم ہمتی اور قرآن شریف کی طرف سے بے رغبتی و بے توجہی ہے اور اس سے تمام قرآن کے ختم کا ثواب نہیں ملے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/۱۱/۵۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ذیقعدہ/۵۲ھ۔

تراویح ”ألم تر كيف“ سے

سوال [۳۴۰۴]: تراویح میں بجائے ”الم تر كيف“ (الآية) تا ”والناس“ مکرر پڑھنے کے ایک رکعت میں ”الم تر كيف“ سے ”والناس“ تک بالترتیب پڑھنا اور دوسری رکعت میں ”قل هو الله أحد“ پڑھنا کیسا ہے؟ مدلل مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

درست ہے:

”وفي التجنيس: واختار بعضهم سورة الإخلاص في كل ركعة، و بعضهم: سورة الفيل: أي البدأة منها، ثم يعيدها، إلا أنهم يبدأون بقراءة سورة التكاثر في الأولىٰ والإخلاص في الثانية، وهكذا إلى أن تكون قراءتهم في التاسعة عشر بسورة تبت و في العشرين بالإخلاص. قلت: لكن الأحوط قراءة النصر وتبت في الشفع الأول من الترويحة الآخرة

(۱) (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل: ۲/۱۲۱، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل: ۱/۳۰۷، مكتبه إمداديه ملتان)

،والمعوذتين في الشفع الثاني منها، اهـ". شامي مختصراً: ۱/٤٩٦ (۱).

احوط یہ ہے کہ ترویحہ واحدہ کے ہر دوشفعہ کی قرأت بالترتیب ہو، پورا قرآن کریم تراویح میں ختم کرنا مسنون ہے، اگر مقتدی اس کے سننے کے لئے آمادہ نہ ہوں اور مسجد ویران ہونے کا اندیشہ ہو، تب دوسری صورتیں اختیار کی جائیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تراویح میں پارہ عم پڑھے یا"ألم تر كيف"؟

سوال[۳۴۰۵]: اگر کسی شخص کو صرف کلام اللہ کا تیسواں پارہ (پارہ عم) یاد ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تراویح میں روزانہ صرف وہی ایک پارہ جو صاحب موصوف کو یاد ہے بحیثیتِ امام کے پڑھیں اور سنائیں اس طرح ہر روز ایک ہی پارہ پڑھنا بہتر ہے، یا"ألم تر كيف" سے نماز تراویح ادا کرلی جائے؟ بواپسی ڈاک مہربانی فرما کر تحریر فرمائیں، چونکہ رمضان المبارک میں ایک ہفتہ بھی باقی نہیں، تو اس جگہ اور بھی مشہور مساجد ہیں جہاں ختم قرآن ہوا کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بہ نسبت"ألم تر كيف" کے ہر روز تیسواں پورا پارہ پڑھنا افضل ہے۔ پورا قرآن شریف تراویح میں ختم کرنا مسنون ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۸/۶۲۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ رمضان المبارک/۶۲ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح : ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل : ۲/۱۲۱، رشيديه)

(۲) "(قوله: الأفضل في زماننا الخ)؛ لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة .... فالحاصل: أن المصحح في المذهب أن الختم سنة لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لم يلزم منه تنفير القوم و تعطيل كثير من المساجد خصوصاً في زماننا ، فالظاهر اختيار الأخف على القوم". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح : ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر و النوافل : ۲/۱۲۱، رشيديه) .... =

تراویح میں قرأت کی مقدار

سوال[۳۴۰۲]: کتنی مقدار چھوٹنے سے نماز فاسد ہوتی ہے، اس کی تلافی کی کیا صورت ہوگی اور اگر دوسرے روز پتہ چلے کہ کل دو رکعت تراویح فاسد ہوگئی تھی تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

قرأت واجبہ سورۂ فاتحہ کے بعد مقدار تین آیاتِ قصیرہ ہے یا ایک آیتِ طویلہ ہے، اس سے کم قرأت سے واجب ادا نہ ہوگا(۱) اور اگر درمیان سے کچھ قرأت چھوٹ جائے اور اس سے معنی نہ بگڑیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی (۲)۔ اگر یاد آئے کہ گذشتہ کل دو رکعت تراویح فاسد ہوگئی تھی تو تنہا تنہا دو رکعت پڑھے، جماعت سے نہیں (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في سننها : ۱۶۷/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "(وضم) أقصر (سورة) كالكوثر أو ما قام مقامها، وهو ثلاث آيات قصار نحو "ثم نظر، ثم عبس و بسر، ثم أدبر واستكبر"، وكذا لو كانت الآية أو الآيتان تعدل ثلاثاً قصاراً، ذكره الحلبي". (الدرالمختار). "و ثلاث آيات قصار تقوم مقام السورة، وكذا الآية الطويلة". (ردالمحتار، باب صفة الصلاة : ۴۵۸/۱، ۴۵۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب صفة الصلاة : ۵۱۶/۱، رشيديه)

(۲) "ومنها حذف حرف .... فإن كان لا يغير المعنى، لا تفسد صلاته نحوأن يقرأ: "ولقد جاء هم رسلنا بالبينات" بترك "التاء" من "جاء ت". وإن غير المعنى، تفسد صلاته عند عامة المشايخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلاة، الفصل الخامس في زلة القارى : ۷۹/۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الخامس في حذف حرف عن كلمة : ۴۸۵/۱، إدارة القرآن)

(۳) "إذا فاتت التراويح عن وقتها هل يقضى ؟ اختلف المشايخ، قال بعضهم : لا يقضى أصلاً و هو أصح، والدليل عليه أنها لا تقضى بالجماعة بالإجماع، ولو كانت تقضى لقضيت كما فاتت، فإن قضاها منفرداً كان نفلاً مستحباً كسنة المغرب إذا قضيت". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في قضاء التراويح : ۶۶۹/۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۴۴/۲، سعيد)

تراویح میں غلبۂ ظن سے پڑھنا

سوال[۳۴۰۷]: تراویح میں جو قرآن شریف پڑھتے ہیں تو شک ہوجاتا ہے کہ یہاں واؤ ہے یا فا ہے یا اَور کسی طرح کا شک، تو حافظ نے غلبۂ ظن سے پڑھ دیا تو وہ صحیح نکلا تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اوراسی طرح غلط پڑھا مگر معنی نہیں بدلے، مثلاً "من قبلهم" کی جگہ "قبلم" پڑھ دیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اوراگر یہ صورت فرائض میں پیش آئے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

سب صورتوں میں نماز صحیح ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶۴/۹/۲ھ۔

تراویح میں "قل هو الله أحد" تین مرتبہ پڑھنا

سوال[۳۴۰۸]: بعض عالم کہتے ہیں کہ "قل هو الله أحد" تین مرتبہ پڑھنا تراویح کے سلسلہ میں مستحب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بہتر نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

---

(۱) "وأما إذا خطأ بذكر حرف مكان حرف في كلمة و لم يتغير المعنى بأن قرأ "إن المسلمون، إن الظالمون" وما أشبه ذلک، لم تفسد صلاته؛ لأنه لا يغير المعنى؛ لأنه يفهم بالخطأ ما يفهم بالصواب".

(فتاویٰ قاضي خان، کتاب الصلاة، فصل في قراءة القرآن خطأً : ۱/۱۴۱، رشیدیه)

(و كذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني عشر في زلة القاري : ۱/۱۰۶، امجد اکیڈمی لاهور)

"(قوله: و منها زلة القاري) .... فاتفقوا على أن الخطأ في الإعراب لا يفسد مطلقاً و لو اعتقاده كفراً؛ لأن أكثر الناس لا يميزون بين وجوه الإعراب". (رد المحتار، مطلب: مسائل زلة القاري: ۱/۶۳۱، سعید)

(و كذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الفصل الخامس في زلة القاري، ومنها اللحن في الإعراب : ۱/۸۱، رشیدیه)

الجواب حامداًومصلیاً:

بعض فقہاء نے تین مرتبہ کو مستحب لکھا ہے، لہٰذا اگر کبھی کبھی ایسا کرلیا جائے تو مضائقہ نہیں (۱) مگر التزام نہیں کرنا چاہئے اور جہاں التزام ہو وہاں توڑنا چاہئے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۰/۶۷ھ۔



(۱) لم يستحسنها بعض المشائخ، وقال الفقيه أبو الليث: "هذا شئ استحسنه أهل القرآن وأئمة الأمصار، فلا بأس به، إلا أن يكون الكتم في المكتوبة، فلا يزيد على مرة". (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلوة ومالايكره، الخ، ص: ۴۹۶، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب و جعله عزماً، و لم يعمل بالرخصة، فقد أصاب الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، و جاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: "إن الله عزوجل يحبّ أن تؤتى رخصه كما يحبّ أن تؤتى عزائمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۳/۳۱، رشيديه)

(وكذا في السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب في صفة الصلاة: ۲/۲۶۳، سهيل اكيڈمی لاهور)

الفصل الثالث فی ختم القرآن فی التراویح

(تراویح میں قرآن کریم ختم کرنے کا بیان)

تراویح میں ختمِ قرآن کا طریقہ

سوال[۳۴۰۹]: تراویح میں ختم قرآن کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ اگر کوئی شخص ختمِ قرآن میں آخری دو رکعتوں میں پہلی میں "الٓمٓ" یا آیۃ الکرسی "یا آمن الرسول" سے ختمِ سورت تک پڑھ کر ایک رکعت کرے اور دوسری میں قرآن کریم کی تمام آیتیں دعاؤں والی پڑھے جن کی وجہ سے پہلی رکعت چھوٹی اور دوسری رکعت طویل ہو جائے اور لوگ سن کر بہت زور سے رونے لگیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہر رکعت میں دس آیت پڑھے تو بہت اعتدال کے ساتھ قرآن پاک تراویح میں ختم ہو جائے۔ مقتدیوں میں ہمت و رغبت ہو تو دو ختم اور تین ختم کر لینا اعلیٰ وافضل ہے(۱)۔ ختم والی شب اگر انیسویں رکعت میں "والناس" تک پڑھ کر بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی آیات "المفلحون" تک پڑھے تو یہ بھی

---

(۱) "قوله : والختم مرةً .... والجمهور على سنة الختم مرةً، فلا يترك لكسل القوم، ويختم في الليلة السابع والعشرين لكثرة الأخبار أنها ليلة القدر. ومرتين فضيلة، وثلاث مرات في كل عشر مرة أفضل .... وفي مختارات النوازل: إنه يقرأ في كل ركعة عشر آيات، وهو الصحيح ؛لأن السنة فيها الختم؛ لأن جميع عدد ركعات في جميع الشهر ست مائة ركعة، وجميع آيات القرآن ستة آلاف، ونص في الخانية على أنه الصحيح". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل : ۱۲۰/۲، ۱۲۱ ،رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح والوتر: ۹/۲، مكتبة غفارية)

مستحسن ہے(۱)۔ دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے طویل کرنا یہ مستحسن نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۸/۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۸/۹۳ھ۔

ختمِ قرآن تراویح میں سنت علی الکفایہ ہے

سوال[۳۴۱۰]: ۱......ایک گاؤں میں یا قصبہ میں تمام قرآن مجید کا تراویح میں جماعت کے ساتھ سننا سنتِ مؤکدہ ہے یا نہیں؟

۲......اور تراویح جماعت کیساتھ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا علی الکفایہ؟ کہ ایک دو نے جماعت سے پڑھ لی۔ فقط۔ فرزند علی شاہ سہارن پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲......تراویح میں ایک مرتبہ قرآن شریف کا ختم کرنا پڑھ کر یا سن کر سنتِ مؤکدہ ہے، اسی طرح جماعت بھی سنتِ مؤکدہ ہے اور اس میں گاؤں یا قصبہ کی کوئی تخصیص نہیں، لیکن اگر سب لوگ تو جماعت سے تراویح پڑھیں اور ایک دو شخص بغیر جماعت تراویح پڑھیں تو یہ سنت سب کے ذمہ سے ادا ہوگئی اگر چہ اس بغیر

---

(۱) "(قوله: إلا إذا ختم الخ) .... وفي الولوالجية: من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولىٰ يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة وشئ من سورة البقرة؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "خير الناس الحال المرتحل": أي الخاتم المفتتح". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(۲) "(قوله: مطلقاً) .... قال في شرح المنية: والأصح كراهة إطالة الثانية على الأولى في النفل أيضاً إلحاقاً له بالفرض فيما لم يرد به تخصيص من التوسعة كجوازه قاعداً بلا عذر ونحوه، وأما إطالة الثالثة على الثانية والأولى، فلا تكره، لما أنه شفعٌ آخر". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۳، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۱، قديمي)

جماعت پڑھنے والے کو سنت کا ثواب نہیں ملا، اور اگر سب نے جماعت چھوڑی بغیر جماعت تراویح پڑھی تو اگرچہ نفسِ تراویح کی سنت ادا ہو جائے گی لیکن جماعت کی سنت چھوڑنے کا وبال سب کے سر رہے گا:

"والجماعة فيها سنة على الكفاية في الأصح، أفاد أن أصل التراويح سنة عين، فلو تركها واحد كره، بخلاف صلاتها بالجماعة، فإنها سنة كفاية، فلو تركها الكل أساء وا، أمّا لو تخلف عنها رجلٌ من أفراد الناس، و صلى في بيته، فقد ترك الفضيلة. والختم مرةً سنة، اهـ". در مختار و شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

امام کا دومرتبہ تراویح میں ختم کرنا

سوال [۳۴۱۱]: ایک حافظ نے ایک مسجد میں ماہ رمضان شریف میں دس پارہ یوم کے اندر قرآن شریف تراویح میں سنا کر ختم کیا، پھر دوسری مسجد میں جہاں لوگوں نے قرآن شریف کا ختم نہیں سنا، اگر ان میں حافظ نے تراویح کا ختم سنایا، کیا یہ درست ہے؟ مقتدیوں کو تمام رمضان شریف میں ایک دفعہ قرآن سننا سنت تھا اور حافظ قرآن شریف کو ایک دفعہ سنانا سنت، کیا تراویح میں اور ثواب میں امام اور مقتدیوں کے لئے کوئی فرق تو نہ ہوگا؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

"السنة في التراويح إنما هو الختم مرةً، والختم مرتين فضيلة، والختم ثلاث مرات أفضل الخ". عالم گیری (۲)۔ "ينبغي للإمام وغيره إذا صلى التراويح و عاد إلى منزله وهو يقرأ القرآن أن يصلي عشرين ركعةً، يقرأ في كل ركعة عشر آيات إحرازاً للفضيلة، و هي (أي الفضيلة) الختم مرتين. قال قاضي خان: والزهاد و أهل الاجتهاد كانوا يختمون في كل

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعید)

(و كذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۰، مكتبه رشيديه)

(و كذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، نوع آخر في أن الجماعة هل هي سنة التراويح: ۱/۶۵۶، إدارة القرآن)

(و كذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح: ۲/۷، غفاريه كوئٹه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۷، رشيديه)

عشر لیال"(۱)۔ "ولو عجل الختم، له أن یفتتح من أول القرآن فی بقیة الشهر". خانیة(۲)۔

اس صورت میں مقتدیوں کو سنت کا ثواب ہوگا اور امام کو فضیلت کا ثواب ملے گا، کمی کسی کے ثواب میں نہ ہوگی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

ختم قرآن کے موقعہ پر آیاتِ متفرقہ بلاترتیب پڑھنا

سوال[۳۴۱۲]: ایک حافظ صاحب تراویح میں ختم قرآن پر "مفلحون" تک پڑھتے ہیں پھر اس رکعت میں آیات متفرقات (بلا ترتیب) ادعیہ وغیرہ پڑھتے ہیں، اور بھی بعض حفاظ کا معمول ہے کہ ختم کلام پاک پر آخری رکعت میں مختلف آیات بلا ترتیب تلاوت کرتے ہیں، اس پر بعض حضرات کو اعتراض ہے کہ طحطاوی و عالم گیری میں اس کو مکروہ لکھا ہے بلکہ خارج نماز مکروہ ہے چہ جائیکہ داخلِ نماز، اس میں بدرجہ اُولیٰ مکروہ ہوگا، قاضی ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اجماعاً ناجائز ہونا نقل کیا ہے ان تمام روایتوں کو جو اس کے خلاف وارد ہیں مدِ نظر رکھتے ہوئے تحریر فرمائیں کہ کون سا عمل صحیح ہے؟ کیا یہ بدعاتِ حسنہ میں سے ہے بقول علامہ نوویؒ؟

الجواب حامداًومصلیاً:

قرآن پاک کو ترتیب سے ہی پڑھا جائے خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے، بعض علماء نے نوافل کو مستثنیٰ کیا ہے، حجۃ الاسلام حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ کے متعلق بھی یہی سنا کہ وہ ختم قرآن پر متفرق آیات ودعاء پڑھتے تھے، ان میں ترتیب کی رعایت بھی غالباً نہیں ہوتی تھی، شاید وہ اسی قول کو اختیار فرماتے ہوں گے، البتہ قرآن پاک جس رکعت میں ختم کیا جائے اس کے بعد والی رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا خلافِ ترتیب ہونے کے باوجود مستحسن ہے:

"ویکره قرأة سورة فوق التی قرأها، قال ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه: "من قرأ

---

(۱) (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراء ة فی التراویح: ۱/۱۳۸، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

القرآن منكوساً فهو منكوس" .... "و لو ختم القرآن في الأولىٰ يقرأ من البقرة في الثانية لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "خير الناس الحال المرتحل". يعني الخاتم المفتتح" .... ويكره الانتقال لآية من سورتها و لو فصل بآية، والجمع بين سورتين بينهما سور أو سورة، وفي الخلاصة: لا يكره هذا في النفل اهـ". مراقي الفلاح۔

"(قوله: ويكره قراءة سورة)، وكذا الآية فوق الآية مطلقاً، سواء كان في ركعتين أو ركعة. واستثنىٰ في الأشباه النافلة، فلا يكره فيها ذلك، وأقر عليه الغزي والحموي، نقله عن أبي اليسر، و جزم به في البحر والدر وغيرهما. قال بعض الفضلاء: وفيه تأمل؛ لأن النكس إذا كره خارج الصلوة لكون الترتيب من واجبات التلاوة، ففي النافلة أولىٰ، وكون باب النفل واسعاً لا يستلزم العموم، بل في بعض الأحكام اهـ. (قوله: لا يكره هذا في النفل) نفي القراءة منكوساً، والفصل والجمع كما هو، حيث قال بعد ما ذكر المسائل الثلاث: وهذا كله في الفرائض، أما في النوافل لا يكره، اهـ". طحطاوي، ص:۲۱۲(۱)۔

اگر وہاں کے حفاظ اور قراء نہ مانیں اور اپنی بات پر قائم رہیں تو ان سے نزاع اور جدال کی ضرورت نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۹/۸۷ھ۔

ختمِ قرآن سورۃ الناس پر ہو یا سورۃ البقرۃ کی آیتوں پر؟

سوال[۳۴۱۳]: بعض حفاظ ختمِ قرآن سورۂ ناس پر کرتے ہیں اور زیادہ حفاظ "هم المفلحون" تک پڑھتے ہیں، کون سا طریقہ صحیح ہے؟

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار على الدر المختار، باب صفة الصلوة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في صفة الصلوة، الفصل الرابع في القراءة: ۱/۷۲، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں صحیح ہیں، دوسرا افضل ہے، کذا فی الدر المختار: ۱/۵۷۰(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۱۱/۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۱۱/۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/ ذی قعدہ/ ۶۱ھ۔

تراویح میں چھوٹا ہوا قرآن پورا کرنے کی ترکیب

سوال[۳۴۱۴]: کسی شخص کی تراویح دو چار یوم چھوٹ جائے جس میں قرآن پڑھا جاتا ہو تو کس طرح ترکیب سے پڑھے کہ ترتیب قائم رہے، کیونکہ جس حافظ کے پیچھے وہ پڑھ رہا ہے اس کے دوبارہ تراویح پڑھانے میں اس کا قرآن پڑھنا نفل ہوگا اور مقتدی کا سنت، اور کسی ایسے حافظ کے پیچھے پڑھے جس حافظ نے محراب میں کہیں سنایا، یا سنا ہو، یا کسی حافظ کے پیچھے خواہ امام تراویح جس کے پیچھے سن رہا ہو وہ حافظ تراویح اپنے ذمہ اتنے پارے قرآن سنانے کی نذر مانے کہ مجھ کو اتنے پارے سنانا ہے نذراً اپنے ذمہ کی؛ اور بعد نذر ماننے کے اتنے پارہ سنانا اس مقتدی پر واجب ہو جائے گا جیسا کہ فتاویٰ عبدالحیٔ میں ہے، یا اور کوئی طریقہ جس سے ترتیب سننے و پڑھنے والے کی قائم رہے تحریر کیجئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے امام سے کہے کہ وہ کسی شب سولہ تراویح پڑھائے، ان میں جس قدر ہمیشہ بیس میں پڑھتا تھا اتنا

---

(۱) "ویکره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً إلا إذا ختم فيقرأ من البقرة". (الدر المختار). "(قوله: إلا إذا ختم الخ) .... وفي الولوالجية: من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ. من المعوذتين في الركعة الأولىٰ يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة وشئ من سورة البقرة؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "خير الناس الحال المرتحل": أي الخاتم المفتتح". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة ومالايكره الخ، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمي، لاهور)

پڑھے اور بقیہ چار رکعت میں کوئی اَور شخص چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھادے، وہ شخص اور امام جس نے سولہ پڑھائی ہیں ان میں چار نفل کی نیت کرے پھر یہ امام چار رکعت تراویح اس شخص کو پڑھائے جس کا کچھ قرآن کریم چھوٹ گیا ہے اور ان میں وہ چھوٹا ہوا قرآن شریف پڑھ دے، اس طرح ہر روز کی تراویح میں بھی نقصان نہ ہوگا اور قرآن کریم بھی تراویح میں پورا ہو جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہٰذا۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذی قعدہ/ ۶۱ھ۔

اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا

سوال [۳۴۴۵]: حفاظ رمضان شریف میں آج کل عموماً یوں ختم قرآن کرتے ہیں کہ انیسویں رکعت میں قرآن ختم کرتے ہیں اور بیسویں رکعت میں "الٓمّ" سے "مفلحون" تک پڑھتے ہیں، شامی نے بھی اس کو بغیر کراہت جائز لکھا ہے (۲) اور مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو مستحسن یا مستحب لکھا ہے (۳)، بہار شریعت میں مولانا احمد رضا خان صاحب نے بھی اس کو مستحب لکھا ہے۔ مگر بعض صاحبان یہ کہتے ہیں کہ اگر اٹھارویں رکعت میں قرآن ختم کیا جائے اور انیسویں اور بیسویں میں "الٓمّ" سے حسب منشاء پڑھ کر ختم

---

(۱) "وإذا غلط في القرآن في التراويح، فترك سورةً أو آيةً، وقرأ ما بعدها، فالمستحب له أن يقرأ المتروكة، ثم المقروءة، ليكون على الترتيب". (فتاویٰ قاضي خان على هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۲۳۸/۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع، فصل في التراويح: ۱۱۸/۱، رشيديه)

(۲) "(قوله: إلا إذا ختم الخ) قال في شرح المنية: و في الوالوالجية: من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولى يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة و شيء من سورة البقرة؛ لأن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "خير الناس الحال المرتحل": أي الخاتم المفتتح". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة: ۵۴۷/۱، سعيد)

(۳) (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، في القراءة: ۳۰۹/۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

قرآن کریں تو زیادہ بہتر ہے، تاکہ ترتیب میں بھی فرق نہ ہو اور حدیث میں ہے کہ ختم کے بعد پھر شروع کریں، اس کے مطابق بھی ہو جائے، کیوں کہ شامی وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر انیسویں رکعت میں ختم کیا تو بجائے اخیر سورت کے تکرار کرنے سے "الٓـمّٓ" سے پڑھنا بہتر ہے مگر یہ معنی نہیں ہیں کہ ہمیشہ اسی طرح بالالتزام انیسویں رکعت میں ختم کر کے بیسویں میں "الٓـمّٓ" پڑھے۔ اب بتائیے ان دونوں طریقوں میں کون سا طریقہ بہتر و افضل ہے کون سا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مقصود حدیث "الحال المرتحل" پر عمل کرنا ہے وہ دونوں صورتوں میں حاصل ہے، لیکن انیسویں میں ختم کر کے بیسویں میں شروع کرنے سے خلافِ ترتیب لازم آتا ہے جو کہ مکروہ ہے، شامی میں اس صورت کو کراہت سے مستثنیٰ کیا ہے(۱)۔

تنبیہ: لیکن بیسویں میں "الم" سے شروع کر کے "مفلحون" تک پڑھ کر رکھ دینا اور پھر آئندہ سال رمضان شریف کی پہلی شب کو "الٓـمّٓ" سے شروع کرنا اور درمیانی گیارہ ماہ تک بند اور ملتوی رکھنا مناسب نہیں بلکہ حفاظ کو تمام سال اپنی نوافل میں یہ سلسلہ ختم جاری رکھنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ پڑھنا

سوال [۳۴۱۶]: آج کل اکثر حافظوں کا معمول ہے کہ ختم قرآن کے بالکل آخری ترویحہ کے رکعتِ ثانی میں کسی قدر سورۂ بقرہ پڑھتے ہیں اور رکعتِ اول میں سورۂ ناس۔ تو کیا اس صورت میں کچھ قباحت

---

(۱)" [فرع] في آخر الكنز: ينبغي لحافظ القرآن في كل أربعين يوماً أن يختم مرةً، والله أعلم".

(الدرالمختار، مسائل شتى: ۶/۷۵۷، سعيد)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل في القراءة: ۱/۵۴۷، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص: ۳۵۲، قديمي)

(وكذا في الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة و مالا يكره، ص: ۴۹۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

نہیں ہے چونکہ ترتیب کے اعتبار سے تقدیم وتاخیر ہوتی ہے۔ اگر خرابی نہیں تو اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ ایسا کرنا بہتر ہے: "ولو ختم القرآن فی الأول یقرأ من البقرة فی الثانیة لقوله صلی الله علیه وسلم: "خیر الناس الحال المرتحل": یعنی الخاتم المفتتح، اھ". مراقی الفلاح، ص: ۲۰٦(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح کی بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیتیں پڑھنا

سوال[۳۴۱۷]: تراویح کی نماز میں ختم قرآن اس طرح کیا جاتا ہے کہ انیسویں رکعت سورۂ ناس پر ہی ختم ہوجائے اور بیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھی جاتی ہے، یہ بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے جس میں قرآن ترتیب سے پڑھنا بیان کیا گیا ہے(۲)، لیکن دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ قرأت ختم کر کے پھر شروع کرے(۳)، بظاہر پہلی روایت نماز کے لئے اور دوسری روایت غیر نماز کے لئے معلوم ہوتی ہے جمع احادیث کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ اٹھارویں رکعت پر ختم کردیا جائے اور انیسویں وبیسویں رکعت میں سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھی جائے، یہ حدیث کے خلاف نہ ہوگا، کیونکہ آج کل اس طریقہ پر کسی مسجد میں عمل نہیں

---

(۱) (مراقی الفلاح علی نور الإیضاح، کتاب الصلاة، فصل فی المکروهات، ص: ۳۵۲، قدیمی)

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رجلٌ: یارسول الله! –صلی الله علیه وسلم– أیّ العمل أحبّ إلی الله تعالیٰ قال: "الحال المرتحل". (سنن الترمذی، أبواب القراء ات، باب بلا ترجمة: ۱۲۳/۲، سعید)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی القراءة: ۵۴۷/۱، سعید)

(۲) "عن ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه أنه سئل عن رجل یقرأ القرآن منکوساً ؟قال: "ذاک منکوس القلب". أخرجه الطبرانی بسند جید، کذا فی الإتقان". (إعلاء السنن، أبواب القراءة، باب کراهة قراءة القران منکوساً فی الصلاة و غیرها : ۱۲۵/۴، إدارة القرآن، کراچی)

(۳) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رجل یا رسول الله! أیّ العمل أحبّ إلی الله؟ قال: "الحال المرتحل". (سنن الترمذی، أبواب القراء ات : ۱۲۳/۲، سعید)

ہوتا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ ختم قرآن کی صحیح حدیث کیا ہے؟ کیا رائج شکل صحیح ہے یا اٹھارہ رکعات ختم کرنے کے بعد آخری دو رکعت میں سورۂ بقرہ پڑھنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

جو صورت رائج ہے وہ کتب فقہ میں موجود ہے (۱)۔ آپ نے جو صورتیں لکھی ہیں ان میں سے یہ صورت کہ اٹھارویں میں ختم کردیا جائے اور انیسویں میں سورۂ بقرہ کی چند آیات پڑھی جائے یہ بھی درست ہے، اگر انیسویں ہی میں سورۂ ناس کے ساتھ چند آیات سورۂ بقرہ کی پڑھی جائے تو رکعتِ واحدہ میں ترتیب کے خلاف ہوگا، جو اشکال خلافِ ترتیب کا آپ کو ہے وہ قوی تر ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۹/۱۰ھ۔

ختمِ تراویح میں خلافِ ترتیب قرأت

سوال [۳۴۱۸]: بعد ختم قرآن حافظ "مفلحون" سے چند آیات دعائیہ وغیرہ پڑھتے ہیں بروئے احادیث وفقہ جائز ہے یا نہیں، دوگانہ مکمل سمجھا جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسا کرنا بہتر ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی:

"ویکره الفصل بسورة قصيرة، وأن يقرأ منكوساً إلا إذا ختم، فيقرأ من البقرة. قال في شرح المنية : و في الولوالجية : من يختم القرآن في الصلاة إذا فرغ من المعوذتين في الركعة الأولى، يركع، ثم يقرأ في الثانية بالفاتحة و شيء من سورة البقرة؛ لأن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "خير الناس الحال المرتحل": أي الخاتم المفتتح". شامی: ۱/۵۷۰ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

---

(۱) (مر تخریجه تحت عنوان "اخیر تراویح میں سورۂ بقرہ کا کچھ حصہ پڑھنا")

(۲) قال في الفتح : "وإن قرأ في ركعة سورةً و في الثانية ما فوقها، أو فعل ذلك في ركعة، فهو مكروه". (فتح القدير، فصل في القراءة : ۱/۳۴۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، فصل في القراءة : ۱/۵۴۷، سعيد)........................ =

امام کو ختمِ تراویح میں لقمہ دینا

سوال[۳۴۱۹]: اگر کوئی شخص ختم تراویح میں لقمہ دیوے تو دینے والے کی خرابی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کچھ بھی خرابی نہیں بشرطیکہ اپنے ہی امام کو نماز میں بوقت ضرورت لقمہ دے:

"وإن فتح على إمامه لم يكن كلاماً، و ينوي الفتح على إمامه دون القرآن، هو الصحيح؛ لأنه مرخّص فيه، و قراء ته ممنوع عنها"۔ هدايه: ۱/۱۲۱ (۱) ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، ۱۷/محرم الحرام/۵۱ھ۔

صحیح:عبداللطیف عفی عنہ، عبدالرحمٰن عفی عنہ۔

امام تراویح میں غلط پڑھے اور سامع نہ ہو تو کیا کِیا جائے؟

سوال[۳۴۲۰]: نماز تراویح اگر ایک ہی حافظ پڑھائے اور سامع کوئی نہ ہو اور حافظ کوئی غلطی کر جائے تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

۱......ایسی صورت میں قرآن شریف تراویح میں سنے یا"ألم تر كيف"سے؟

۲......اگر مقتدیوں کو شبہ ہو جائے تو ایسی حالت میں مقتدی کیا کرے؟

۳......اگر قرآن شریف کی وجہ سے مقتدی تراویح کم پڑھتے ہوں تو کیا مقتدیوں کا لحاظ کرتے ہوئے "ألم تر كيف" سے پڑھے؟

= (وكذا في الحلبي الكبير تتمات فيما يكره من القرآن في الصلاة و مالا يكره، ص:۴۹۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في المكروهات، ص:۳۵۲، قديمي)

(۱) (الهداية، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۱۳۶، مكتبه شركة علميه ملتان)

"(بخلاف فتحه على إمامه) فإنه لا يفسد (مطلقاً) لفاتح وآخذ بكل حال ...... و ينوي الفتح لا القراءة"۔ (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۲۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۲/۱۰، رشيديه)

۴......اگر حافظ کو اطمینان ہو اور مقتدیوں کو نہ ہو تو ایسی صورت میں کیا کرے؟

۵......بعض مقتدیوں کا خیال ہے کہ اگر حافظ صاحب کو یوں اطمینان ہوتا تو قرآن شریف کو بار بار کھولنے کا کیا مطلب ہے؟ اگر کوئی آیت چھوٹ جائے یا تغیر وتبدل پیدا ہو کہ جس کا علم نہ حافظ صاحب کو ہے نہ مقتدیوں کو تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر پختہ حافظ ہو کہ اس کو خوب یاد ہو، بغیر تراویح بھی پڑھنے اور سنانے کی وجہ سے بار بار تجربہ ہو چکا ہے تو اس کے لئے مضائقہ نہیں (۱) بلا وجہ غلطی کا اس پر وہم نہ کیا جائے۔ اگر حافظ ایسا نہ ہو تو اس کے پیچھے کوئی حافظ رہنا چاہئے تاکہ بھول پر بتا سکے اور غلط نہ پڑھنے دے، ورنہ "الم تر کیف" سے پڑھ لی جائے (۲)۔

۲......پختہ حافظ کے پیچھے تراویح پڑھ کر ختم قرآن کی فضیلت حاصل کرے، جو کچا حافظ ہو اور اٹکتا ہو غلط پڑھتا ہو اور کوئی بتانے والا نہ ہو تو اس کو امام نہ بنایا جائے۔ اگر "الم تر کیف" سے پڑھائے تو اس کے پیچھے پڑھ لے ورنہ کسی دوسری جگہ پڑھے تاکہ غلطی سے حفاظت رہے اگرچہ ختم کی فضیلت حاصل نہ ہو سکے (۳)۔ مقتدی کو جو شبہ ہو امام سے دریافت کرے اور بلا تحقیق عینِ نماز میں نہ کچھ بتائے نہ کچھ پوچھے، بلکہ سلام کے بعد

---

(۱) "لا ینبغی للقوم أن یقدموا فی التراویح الخُوشخوَانُ، ولکن یقدموا الدّرُ سْتخَوانُ". (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراءة فی التراویح: ۲۳۸/۱، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص:۴۰۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۲) "والمتأخرون کانوا یفتون فی زماننا بثلاث آیات قصار أو آیة طویلة حتی لایمل القوم، ولایلزم تعطیل المسجد، وهذا أحسن، کذا فی الزاهدی". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱۱۸/۱، رشیدیه)

(۳) "لو کان الإمام لحانا لا بأس بأن یترک مسجده". (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل فی مقدار القراءة فی النوافل، التراویح: ۲۳۹/۱، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱۱۶/۱، رشیدیه)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۸، سهیل اکیڈمی، لاهور)

شبہ دور کرے۔

۳......اگر مقتدی پورا قرآن نہ سنیں بلکہ اس کی وجہ سے جماعت میں آنا بھی بند کردیں تو پھر مجبوراً ختم نہ کیا جائے بلکہ اتنا پڑھا دے کہ مقتدی سن لیں اور مسجد کو نہ چھوڑیں لیکن ایسی حالت میں سنت ختم سے سب محروم رہیں گے(۱)، لہذا ہمت کر کے ختم کا اہتمام کیا جائے۔

۴......امام نے تو پڑھایا دکیا سنایا اس کو تو اس لئے اطمینان ہے مقتدی کو اطمینان کیوں نہیں؟ اگر مقتدی کے نزدیک امام غلط پڑھتا ہے اور صحیح کرنے کی کوئی صورت نہیں تو وہ ایسے امام کے پیچھے نہ پڑھے(۲)۔

۵......اتفاقاً اگر ایسا ہو جائے کہ امام کو متشابہ لگ گیا پھر اس نے قرآن شریف کھول کر دیکھ لیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تمام قرآن ہی غلط پڑھتا ہے، جس سے معنی بگڑ جاتے ہیں اور نماز فاسد ہو جاتی ہے، تاہم اگر واقعہ ایسا ہی ہو تو ایسے شخص کو ایسی حالت میں امام نہ بنایا جائے(۳)، اگر دوسرا کوئی شخص امامت کا اہل نہ ہو تو امام کو چاہئے کہ دن میں خوب یاد کرے کسی کو سنایا کرے، ورنہ "ألم تر كيف" سے یا جہاں سے پختہ ہو وہاں سے ہی تراویح میں پڑھ دیا کرے، غلط سلط پڑھ کر نماز خراب نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/شعبان/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: الأفضل في زماننا الخ)؛ لأن تكثير الجمع أفضل من تطويل القراءة ....فالحاصل أن المصحَّح في المذهب أن الختم سنة، لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفير القوم و تعطيل كثيرٍ من المساجد خصوصاً في زماننا، فالظاهر اختيار الأخفّ على القوم". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۱، مكتبه رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية الآتية)

(۳) "وكذا لو كان الإمام لحاناً، لا بأس بأن يترك مسجده". (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱٦، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص:۴۰۷، سهيل اكيڈمي لاهور)

جس حافظ کو قرآن صحیح یاد نہ ہو اس کی امامتِ تراویح

سوال[۳۴۲۱]: ایک حافظ صاحب گاؤں میں قرآن شریف سنا رہے تھے، ایک رکعت میں کم از کم پانچ دفع غلطی کرتے تھے، کچھ لوگوں نے دوسرے حافظ صاحب کا تعین کردیا، آیا ان کا یہ فعل صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جس کو قرآن یاد نہیں ہے اس کو تراویح کے لئے امام نہ بنایا جاوے، جس کو یاد ہے اس کو امام بنایا جاوے، اتفاقاً کہیں غلطی ہوجائے تو مضائقہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شبینہ مروّجہ

سوال[۳۴۲۲]: ۱..... شبینہ مروّجہ میں پورا قرآن شریف تراویح میں پڑھنا اور مصلّیان کا کھانا حفاظ شبینہ پڑھنے والوں کے لئے لانا، حفاظ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲..... رمضان شریف میں ختم قرآن شریف پر شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ مستورات اور بچوں اور مردوں کا ہجوم و ہنگامہ اور شور وشغب ہوتا ہے اور بجائے ایک حصہ کے بعض شوخ چشمی نے دوسرا حصہ لینے سے بھی اجتناب نہیں کرتے اور مٹھائی تقسیم نہ کرنے پر مصلیانِ مسجد مور دِملامت ہوں۔ بینوا توجروا.

الجواب حامداً و مصلیاً:

نفس ختم قرآن شریف خصوصاً نماز میں موجب اجر اور موجبِ سعادت و برکت ہے (۲) بشرطیکہ التزام

---

(۱) "قال الإمام: إذا كان الإمام لحاناً، لا بأس بأن يترك مسجده و يطوف". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۶، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضی خان، كتاب الصوم، فصل في مقدار القراءة في التراويح: ۱/۲۳۹، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "عن أبي أمامة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما أذن الله لعبد في شيء أفضل من ركعتين يصليهما، وإن البر ليذرّ على رأس العبد ما دام في صلاته، و ما تقرب العباد إلى الله عزوجل بمثل ماخرج منه". قال أبو النضر: يعني القرآن". (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن، باب: ۲/۱۱۹، سعيد) .... =

مالا یلزم اور عوارضِ محظورہ سے خالی ہو۔ شبینہ مروّجہ میں چند عوارض ایسے ہیں جو کہ مثل لازم غیر منفک کے ہیں:

اولاً...... عام طور پر ریا اور فخر کے لئے شبینہ کیا جاتا ہے، اخلاص نہیں ہوتا، چنانچہ اہلِ محلّہ اور حفاظ دوسرے اہلِ محلّہ وحفاظ کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ ہماری مسجد میں صرف اتنی دیر میں ختم ہوا۔

ریا کی ممانعت قرآن کریم وحدیث شریف سے ثابت ہے(۱) خصوصاً نماز میں ریا کے متعلق وارد ہے:

﴿فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون الذین هم یرآء ون﴾۔ (۲) الاية.

= "والختم مرةً سنة و مرتين فضيلة و ثلاثاً أفضل". (الدرالمختار) و في رد المحتار: "(قوله: و الختم مرة سنة): أي قراء ة الختم في صلاة التراويح سنة". (باب الوتر والنوافل: ۴۶/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۰/۲، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۴، ۴۱۵، قديمي)

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من يسمّع يسمّع الله به، و من يرآء يرآء الله به". (ابن ماجة، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة: ص: ۳۱۰، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۹۶۲/۲، قديمي)

(۲) (الماعون: ۴)

﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون﴾ قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما وغيره: يعني المنافقون الذين يصلون في العلانية و لا يصلون في السرّ، ولهذا قال: ﴿للمصلين﴾ الذين هم من أهل الصلاة، و قد التزموا بها، ثم عنها ساهون .... ﴿عن صلاتهم ساهون﴾ و لم يقل: في صلاتهم ساهون، وإما عن وقتها الأول فيؤخرونها إلى آخره دائماً أوغالباً، و إما عن أدائها بأركانها و شروطها على المأمور به، و إما عن الخشوع فيها والتدبر لمعانيها .... ﴿الذين هم يرآء ون﴾ عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن في جهنم لوادياً تستعيذ جهنمُ من ذلك الوادي في كل يوم أربع مائة مرة، أعد ذلك للمُرائين من أمة محمد لحامل كتاب الله، وللمتصدق في غير ذات الله، وللحاج إلى بيت الله و للخارج في سبيل الله". (تفسير ابن كثير، الجزء الثلاثون، سورة الماعون: ۷۱۸/۴، ۷۱۹، مكتبه دار السلام الرياض)

"اعلم أن إخلاص العبادة لله تعالىٰ واجب، والرياء فيها —وهو أن يريد بها غير وجه الله تعالىٰ— حرامٌ بالإجماع للنصوص القطعية، و قد سمى عليه السلام الرياء: "الشرك الأصغر" .... لو صلى =

ترجمہ: سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں۔(بیان القرآن)۔

ثانیاً.....نمازی خود اتنی طویل نماز کے شوقین نہیں، چنانچہ تنہائی میں کبھی اتنی طویل نماز نہ مقتدی پڑھتے ہیں نہ امام اور سستی وکسل کی حالت میں شبینہ کی شرکت کرتے ہیں بلکہ اکثر بیٹھے یا لیٹے رہتے ہیں جب رکوع کا وقت آتا ہے تو جلدی سے کھڑے ہوکر، بعض بیٹھے ہی بیٹھے نیت باندھ کر شریک ہوجاتے ہیں:

قال اللّٰه تعالیٰ : ﴿وإذا قاموا إلى الصلوة قاموا كسالیٰ، یرآء ون الناس و لا یذکرون اللّٰه إلا قلیلاً﴾(۱)۔

ترجمہ: اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت مختصر۔(بیان القرآن)۔

ثالثاً.....حفّاظ اتنا تیز پڑھتے ہیں کہ تدبر تو بجائے خود الفاظ تک صاف سمجھ میں نہیں آتے بلکہ پورے الفاظ ادا بھی نہیں ہوتے۔حدیث شریف میں "هذاً كهذا الشعر" کی ممانعت آئی ہے(۲)۔

= ریاءً فلا أجر له، و علیه الوزر". (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع : ۶/۴۲۵، سعید)

(۱) (النساء : ۱۴۲)

وقال تعالیٰ : ﴿و لا یأتون الصلوة إلا و هم كسالیٰ، و لاینفقون إلا و هم كارهون﴾ (التوبة : ۵۴)

(۲) "عن شقیق قال : جاء رجل من بني بجیلة یقال له: نهیک بن سنان إلى عبد الله ، فقال : إني أقرأ المفصل في ركعة، فقال عبد الله : هذاً كهذّ الشعر ، لقد علمت النظائر التي كان رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم یقرأ بهن سورتین في ركعة". (الصحیح لمسلم، کتاب الصلوة ، باب ترتیل القرآن واجتناب الهذّ الخ : ۱/۲۷۳ ، قدیمی)

نیز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: " لم یفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلث". (سنن ابن ماجة ، باب ما جاء في قیام شهر رمضان، ص: ۹۶ قدیمی کتب خانه)

اس حدیث کے تحت علامہ شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ تعالیٰ حاشیہ انجاح الحاجة علی ابن ماجة میں علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں:"قال الطیبي: أي لم یفهم ظاهر معانیه ...... قال الشیخ : ظاهره المنع من ختم القرآن في أقل من هذه المدة .... والمختار أنه یكره التأخیر في الختمة أكثر من أربعین یوماً،=

رابعاً...... روشنی اور دیگر تکلفات ایسے کئے جاتے ہیں جو کہ حدِ اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے: لقوله تعالیٰ : ﴿و لا تسرفوا إنّه لا يحبّ المسرفين﴾(١)۔

ترجمہ: اور حد سے مت نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو (بیان القرآن)۔

خامساً...... حفاظ کے لئے نقد یا مٹھائی اور کچھ خورد و نوش کا اہتمام کیا جاتا ہے جو کہ صورۃً اور حقیقۃً بھی تلاوت کی اجرت ہے اور ممنوع ہے عینی شرح ہدایہ میں ہے: "الآخذ والمعطی آثمان اھ" (٢)۔

سادساً...... مردوں اور بچوں کا ہجوم ہو کر شور شغب ہوتا ہے اور یہ شور و شغب احترام مسجد کے خلاف ہے (٣) اور ساتھ ساتھ اگر عورتیں بھی آئیں پھر تو اللہ کی پناہ مفاسد کی کچھ حد نہیں رہے گی:

"المرأة عورة إذا خرجت من بيتها، استشر فها الشيطان". الحديث(٤)۔

اور پھر کبھی عورتوں کے ساتھ چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں جو کہ اکثر پیشاب کر کے مسجد کو ملوّث کرتے ہیں حدیث شریف میں بچوں سے خاص طور سے مسجد کو محفوظ رکھنے کا امر آیا ہے: "جنبوا مساجدكم صبيانكم" (٥)۔

سابعاً...... اس سلسلہ میں عامۂ محلّہ سے چندہ وصول کیا جاتا ہے جن میں بعض غریب اور نادار ہوتے ہیں وہ یا چندہ بالکل نہیں دینا چاہتے یا کم دینا چاہتے ہیں مگر شبینہ اور ختم کے کارکن کبھی شرم و غیرت دلا کر کبھی ناجائز

= وكذا التعجيل من ثلاثة أيام ...... الخ". (ص:٩٦ قديمی)

(١) (الأعراف : ٣١)

(٢) (رد المحتار : ٥٦/١ ، سعيد)

(٣) (تقدم تخريجه من رد المحتار : ٦٦٢/١ ، سعيد)

(٤) (جامع الترمذی، قبيل أبواب الطلاق، باب ما جاء فی كراهية أن تسافر المرأة وحدها ، بابٌ : ٢٢٢/١، سعيد)

وقال العلامة المناوی : "قال الطيبی : ...... والمعنى المتبادر أنها مادامت فی خدرها، لم يطمع الشيطان فيها و فی إغواء الناس، فإذا خرجت طمع وأطمع؛ لأنها حبائله ، وأعظم فخوره" . (فيض القدير شرح الجامع الصغير : ٥/١٢ ٦١١، ٦١١٢، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(٥) (سنن ابن ماجة فی كتاب المساجد والجماعات ، باب ما يكره فی المساجد: ص: ٥٤ ، قديمی)

دباؤ ڈال کران سے زائدوصول کرتے ہیں: "لا يحل مال امرأ مسلم إلا بطيب نفس منه"(۱)۔

ثامناً......مٹھائی زیادہ ترفخر وریا کے لئے تقسیم کی جاتی ہے اورفخر وریا کے کھانے کی ممانعت بھی احادیث میں آئی ہے(۲)۔

تاسعاً...... جوشخص چندہ نہ دے اس پرطعن کیا جاتا ہے، اس کے لئے القاب بخیل وغیرہ تجویز کئے جاتے ہیں: قال لله تعالىٰ: ﴿و لا تنابزوا بالألقاب﴾ الآية (۳)۔ "سباب المسلم فُسُوقٌ" الحديث(٤).

عاشراً......ایسے لوگوں کے پیچھے غیبت کی جاتی ہے اورمجامع میں ذلیل کیا جاتا ہے:﴿و لا يغتب بعضكم بعضاً﴾الآية(۵)۔

اس کےعلاوہ بعض جگہ لڑائی اورسخت کلامی کی نوبت آتی ہے اوردوسرے مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔عامۂ شبینہ اورختم مروّجہ میں یہ تمام مفاسد یا اکثر موجود ہوتے ہیں اس لئے اس کوروکنا ہی حکم شرعی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۱۷/۹/۶۴ھ

الجواب صحیح :سعیداحمد غفرلہ:۱۸/ رمضان/۶۴ھ۔

صحیح :عبداللطیف،مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور،۱۹/ رمضان/۶۴ھ۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية، ص:۲۵۵ قديمى)

(۲) "عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم : "المتباريان لا يجابان ، و لا يؤكل طعامهما". قال الإمام أحمد: يعنى المتعارضين بالضيافة فخراً و رياءً " رواه البيهقى فى شعب الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح ، باب الوليمة ، الفصل الثالث : ص: ۲۷۹ قديمى)

(و شعب الإيمان : ۵/۶۰۲۸)

(والديلمى : رقم : ۶۲۱۶)

(۳) (الحجرات : ۱۱)

(۴) (رواه الطبرانى فى الكبير : ۱۰/۱۰۳۱۶)

(والبخارى فى كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن أن يحبط عمله و هو لا يشعر: ۱/۱۲ قديمى)

(۵) (الحجرات: ۱۲)

لاؤڈ اسپیکر پر شبینہ

سوال[۳۴۲۳]: ہندوستان کے بعض علاقوں میں قرآن کریم نماز نفل باجماعت میں ایک ہی شب میں ختم کرلیا جاتا ہے، لیکن ہمارے صوبہ کے باشعور اہل علم حضرات ختم قرآن شریف کے لئے جلسہ وعظ کی طرح مجالس قائم کرنے لگے ہیں، تاکہ لوگوں میں حفظِ قرآن کا جذبہ پیدا ہو اور حفاظ کی یادداشت بھی پختہ ہوجائے۔ ختم قرآن کی ان مجالس میں عوام الناس بھی مدعو ہوتے ہیں، بسا اوقات لاؤڈ اسپیکر بھی استعمال ہوتا ہے اور چند حفاظ یکے بعد دیگرے کئی کئی پارے ترتیب عثمانی کے مطابق تلاوت کرکے قرآن حکیم ختم کرتے ہیں۔

۱......اس تمہید کے بعد سوال یہ ہے کہ ایک ہی جلسہ میں لاؤڈ اسپیکرز پر پورا قرآن مجید تلاوت کرنا جائز ہے یانہیں؟

۲......تلاوت قرآن کی آواز جن جن لوگوں کو سنائی دے رہی ہے ان سب پر سماع قرآن فرض ہے یا صرف حاضرین مجلس کا سننا کافی ہے؟

۳......لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے تلاوت کی یہ آواز قضائے حاجت کرنے والوں نیز کفار کے کانوں میں پڑتی ہے، کیا اس سے قرآن مجید کی بے حرمتی نہیں ہوتی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن پاک کی تلاوت اور اس کا استماع افضل القربات ہے ملائکہ-علیہم السلام- تک سننے کے لئے آتے ہیں (۱)، اللہ پاک کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں، حفظ قرآن پاک کا جذبہ اور اس کے پختہ ہونے کا داعیہ بلاشبہ مبارک جذبہ اور مبارک داعیہ ہے۔ ایسی پاکیزہ مجالس کی برکت سے بہت سی واہیات، خرافات اور ممنوعات سے حفاظت بھی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ خود آوازِ تلاوت کی طرف اپنی اعلیٰ شان کے مناسب توجہ فرماتے ہیں اور جب سکون واطمینان سے ادائے حقوق کے ساتھ تلاوت ہو اور سامعین ادب وشوق سے حاضر ہوکر

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: بينما هو يقرأ من الليل سورة البقرة: و فرسه مربوطة عنده إذ جالت الفرس فسكت .... فانصرفت إليه و رفعت رأسي إلى السماء، فإذا مثل الظلة .... قال: "و تدري ماذاك"؟ قال: لا، قال: "تلك الملائكة، دنت لصوتك". الحديث.

(مشكوة المصابيح، فضائل القرآن، ص: ۱۸۴، قديمي)

سنیں، کسی کو گرانی اور بار نہ ہو تو بظاہر ختم میں بھی مضائقہ نہیں، حدیث شریف میں تین روز سے کم میں ختم کرنے کو جو منع فرمایا گیا ہے اس کا بھی منشاء یہی ہے کہ عموماً ایسی حالت میں حقِ تلاوت ادا نہیں ہوتا ہے (۱)، بلکہ بلا غور و تدبر کے جلدی جلدی گرانی اور ناگواری کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے، عامۂ تراویح میں جن حالات کا مشاہدہ ہوتا ہے (۲)۔

ان محاسن کے باوجود جب حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس مبارکہ کو تتبع کر کے دیکھا جاتا ہے تو وہاں ایسی مجالس کا کہیں پتہ نہیں ملتا کہ ایک مجلس میں جمع کر کے ختم کیا گیا ہو، کسی ایک نے ختم کیا ہو یا نمبروار چند حضرات نے ایک مجلس میں ختم کیا ہو۔ قرآن کریم کے ساتھ ان حضرات کے شغف کا تو یہ حال تھا کہ بعض صحابہ کرام سے وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کرنا بھی منقول ہے (۳) اور بعض اکابر سے ایک ایک دن میں کئی کئی قرآن پاک ختم کرنا بھی منقول ہے، مگر یہ سب تنہائی میں پڑھنا منقول ہے مجلس جمع کر کے نہیں (۴)۔

جو شوق و شغف ان حضرات کو تھا، اس کا ہزارواں حصہ بھی آج کسی کو نصیب نہیں، ان حضرات کے اتباع ہی میں برکت ہے، اتباع کو چھوڑ کر اپنی طرف سے نئی صورتیں پیدا کرنے میں خیر و برکت نہیں، بلکہ مفاسد ہیں،

---

(۱) "عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لم یفقه من قرأ القرآن فی أقل من ثلاث". هذا حدیث حسن صحیح". (سنن الترمذی، أبواب القراءات: ۱۲۳/۲، سعید)

(۲) "و یجتنب المنکرات هذرمة القراءة، و ترک تعوذ وتسمیة و طمانینة و تسبیح واستراحة". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۴۷/۲، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح علی نور الإیضاح، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة التراویح، ص: ۴۱۶، قدیمی)

(۳) "روی عن عثمان بن عفان رضی الله تعالیٰ عنه أنه کان یقرأ القرآن فی رکعة یوتر بها". (سنن الترمذی، أبواب القراءات: ۱۲۳/۲، سعید)

(۴) "و عن أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ أنه کان یختم فی شهر رمضان احدی و ستین ختمةً: ثلثین فی اللیالی، وثلثین فی الأیام، و واحد فی التراویح". (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، تنبیه، ص: ۴۰۷، سهیل اکیڈمی لاهور)

ہوسکتا ہے کہ پہلی دوسری مجلس میں کوئی مفسد نہ ہو، مگر جب اس کا شیوع ہوگا تو اس میں قرّاء وحفاظ کا تقابل وتفاخر بھی ہوگا، سامعین ایک دوسرے پر دادِفضیلت دیں گے اور دوسرے کی تقبیح بھی کی جائے گی۔ پھر ہوسکتا ہے کہ کوئی انعام دینے کی نوبت بھی آجائے اور حاضرین کے لئے طعام ودعوت کا بھی انتظام ہو۔ غرض! اخلاص ورضائے خداوندی کا بہت کم حصہ باقی رہ جائے گا، اس کے علاوہ بھی مفاسدِ کثیرہ کا مظنہ ہے۔

نیز اگر لاؤڈ اسپیکر کا انتظام غائبین کے لئے ہے، تو وہ بے چارے کچھ اپنی نماز، تلاوت، وظیفہ میں مشغول ہوں گے مگر اس آواز کی وجہ سے اپنی یہ چیزیں پوری نہیں کرسکیں گے اور ان پر یہ پابندی عائد کرنا کہ وہ اپنی سب طاعات کو چھوڑ کر اس کے سننے کی طرف متوجہ رہیں، یہ بھی زیادتی ہے، کچھ لوگ سوتے ہوں گے، یا اپنے دینی کاموں میں مشغول ہوں گے، ان کو پابند کرنا بھی مشکل ہے(۱)، غرض! ایسی صورت اختیار نہ کی جائے، جو سلفِ صالحین کے خلاف ہو۔ امید ہے کہ جداگانہ نمبروار جواب کی ضرورت اب نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۸۹ھ۔

شبینہ

سوال[۳۴۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

۱......تین شخصوں کی جماعت کرکے ایک کلام اللہ ایک ہی شب میں ختم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۲......اور رمضان المبارک میں شبِ قدر میں یعنی پانچ راتوں میں تہجد کی نماز با جماعت کرکے ایک کلام اللہ ختم کرنا کیسا ہے، بشرطیکہ اس جماعت میں تین آدمیوں سے زیادہ شریک ہوں؟

۳......نیز اگر رمضان میں تراویح میں ایک قرآن شریف ایک ہی شب میں طلوعِ فجر سے قبل ختم کردیا جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور اس صورت میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کا ثواب اس کے پڑھنے

(۱) قال العلامة الحلبي: "يجب على القاري احترامه بأن لايقرأ في الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأفيهما، كان هو المُضيع لحرمته، فيكون الإثم عليه دون أهل الاشتغال دفعاً للحرج، .... والجهر بالقرآن أفضل مالم يكن عند مشغولين مالم يخالطه رياء". (الحلبي الكبير، تتمات فيما يكره من القرآن في الصلوة ومالايكره، ص: ۴۹۷، سهيل اكيڈمي، لاهور)

والے کوملایانہیں؟ جوابات بحوالۂ کتب معتبرہ عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

عبداللطیف اعزازی مظاہری۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......اگر یہ سب شوقین ہیں اوردل لگا کرسنیں تو جائز ہے، اگرشوق نہیں، مگر اظہارفخر کے لئے ایسا کریں تو ناجائز ہے(۱)۔

۲......تین آدمیوں سے زیادہ نفل نماز باجماعت مکروہ ہے۔

۳......اس کو جواز بھی موقوف ہے سب کے شوق پر، اگر سب نے شوق سے دل لگا کرسنا تب تو جائز ہے، اگرگرانی سے جبراً سنا، یافخر کے لئے سنا، یہ ممنوع ہے، ایسی حالت میں تمام رمضان شریف میں ایک قرآن شریف ختم کرنا چاہیے، بلکہ اگر سامعین پرگرانی ہو یا تقلیلِ جماعت کا اندیشہ ہوتو فقہاء نے لکھا ہے کہ "الــــم ترکیف" سے تراویح پڑھادے یااور مختصر حصہ قرآن شریف پڑھ لے:

"یکره ذلك لو علی سبیل التداعی بأن یقتدی أربعة بواحد، اهـ". درمختار۔ "(قوله: أربعة بواحد) أما اقتداء واحد بواحد أو اثنین بواحد، فلا یکره، و ثلاثة بواحد فیه خلاف، بحر عن الکافی. و هل یحصل بهذا الاقتداء فضیلة الجماعة؟ ظاهر ما قدمناه من أن الجماعة فی التطوع لیست بسنة یفید عدمه، تأمل، اهـ". رد المحتار: ۱/۶٤٤ (۲)۔ "قال شمس الأئمة الحلوانی: إن اقتدیٰ به ثلاثة لایکون تداعیاً، وإن اقتدی به أربعة فالأصح الکراهة، اهـ". طحطاوی، ص: ۱٦٦ (۳)۔

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿فویل للمصلین ، الذین هم عن صلاتهم ساهون الذین هم یرآء ون﴾ (الماعون: ۴،٦)

"اعلم أن إخلاص العبادة لله تعالیٰ واجب، والریاء فیها، وهو أن یرید بها غیر وجه الله تعالیٰ حرام بالإجماع للنصوص القطعیة، و قد سمی علیه السلام الریاء: "الشرک الأصغر". ....و فی الینابیع: قال إبراهیم بن یوسف: لو صلی ریاءً فلا أجرله، و علیه الوزر". (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ٦/۴۲۵، سعید)

(۲) (الدر المختار مع ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

(۳) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الإمامة، ص: ۲۸٦، قدیمی) .... =

"قال في البحر: فالحاصل أن المصحح في المذهب أن الختم سنة، لكن لا يلزم منه عدم تركه إذا لزم منه تنفر القوم و تعطيل كثيرٍ من المساجد خصوصاً في زماننا، فالظاهر اختيار الأخف على القوم. وفي التجنيس: واختار بعضهم سورة الإخلاص في كل ركعة، وبعضهم سورة الفيل أي البدأة منها، ثم يعيدها وهذا أحسن، لئلا يشتغل قلبه بعدد الركعات. قال في الحلية: و على هذا استقر عمل أئمة أكثر المساجد في ديارنا، إلا أنهم يبدأون بقراء ة سورة التكاثر في الأولىٰ، والإخلاص في الثانية، و هذا إلى أن تكون قراء تهم في التاسعة عشر بسورة تبت، وفي العشرين بالإخلاص، اهـ". شامي: ۱/۷۳۹، ۷٤۰ (۱)۔

ایک شب میں تمام قرآن شریف ختم کرنے میں عامۂ حفاظ اس قدر جلدی کرتے ہیں کہ حرکات بلکہ کلمات تک مخلوط اور غائب ہوجاتے ہیں ایسا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۱۰/۵۸ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/شوال/۵۸ھ۔

شبینہ، وقتِ عشاء اور تراویح

سوال [۳۴۲۵]: ا.....شبینہ متعارفہ جو ایک رات میں ہوتا ہے عند الشرع اس کا کیا حکم ہے؟ اس

= (وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۳، رشيديه)

(۱) (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۱، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ورتل القرآن ترتيلا﴾ : أي اقرأه على تمهل، فإنه يكون عوناً على فهم القرآن وتدبره، وكذالك كان يقرأ -صلوات الله وسلامه عليه-، قالت عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: كان يقرأ السورة، فيرتلها حتى تكون أطول من أطول منها". (تفسير ابن كثير، الجزء التاسع و العشرون، (سورة المزمل: ۴) : ۴/۵۵۹، مكتبه دارالسلام رياض)

"ويحذر من الهذرمة، وترك الترتيل، وترك تعديل الأركان وغيرها، كمايفعله من لاخشية له". (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، فصل في صلوة التراويح، ص: ۴۱۶، قديمي)

میں اکثر کوتاہیاں قارئین وسامعین سے واقع ہوتی ہیں؟

۲.....نقشۂ سحر وافطار کے حساب سے ۲۰/ رمضان المبارک کوافطار ریواڑی کا ۶ بجکر ۲۹/ منٹ پر تھا، شبینہ کی وجہ سے عشاء کی اذان ۷ بجکر ۳۰/ منٹ پر دی گئی اور ۵/ منٹ بعد یعنی ۳۵/ پر جماعت کردی گئی، لہٰذا اذان و جماعت ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو فرض ادا ہوا یا نہیں؟ اور تراویح ہوئیں یا نہیں؟ اور اس میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱.....ممنوع ہے(۱)۔

۲.....عشاء کا وقت مغرب کے بعد شروع ہوتا ہے اور مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے، شفق کی تفسیر میں دو قول ہیں: اول یہ کہ اس سے مراد حمرت ہے، اسی کو مراقی الفلاح میں مفتیٰ بہ کہا گیا ہے یہی صاحبین کا قول ہے(۲)۔ دوم یہ کہ اس سے مراد بیاض ہے جو کہ حمرت کے بعد ہوتی ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقویت کی ہے، بحر میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے(۳)۔ لہٰذا اگر اس روز، ۷ بجکر

---

(۱) "(قوله : هذرمةً) .... سرعة الكلام والقراءة، قاموس". (رد المحتار، باب الوتر والنوافل : ۲/۴۷، سعيد)

"و يحذر من الهدرمة ، و ترك الترتيل ،و ترك تعديل الأركان ،و غيرها كما يفعله من لا خشية لـه". (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص: ۴۱۲ ،قديمي)

(۲) "(و) أول وقت (المغرب منه إلى) قُبيل غروب الشفق (الأحمر على المفتى به)، وهو رواية عن الإمام، وعليها الفتوى، و بها قالا (أى بها قال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالىٰ) لقول ابن عمر : الشفق الحمرة. وهو مروى عن أكابر الصحابة (رضى الله تعالىٰ عنهم) و عليه اطباق أهل اللسان ،و نقل رجوع الإمام إليه". (مراقي الفلاح على نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في صلاة التراويح، ص:۱۷۷ ، قديمي)

(۳) "قوله: (وهو البياض): أى الشفق، هو البياض عند الإمام، و هو مذهب أبى بكر الصديق و عمر و معاذ و عائشة رضى الله تعالىٰ عنهم ، و عندهما، و هو رواية عنه، هو الحمرة وهو قول ابن عباس و ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهم، و صرح في المجمع بأن عليها الفتوى، و رده المحقق في فتح القدير بأنه لا =

۳۰/منٹ پر شفقِ احمر غائب ہوچکی تھی مگر شفقِ ابیض غائب نہیں ہوئی تھی تو قولِ اول پر نماز واذان درست ہوگی اور قولِ ثانی پر نہیں درست ہوئی، احتیاطاً فرض عشاء کا اعادہ کرلیا جائے اور بس۔ اور اگر شفق ابیض بھی غائب ہوچکی تھی تو دونوں قول پر نماز صحیح ہوگئی، اگر شفق احمر بھی غائب نہیں ہوئی تھی تو کسی قول پر بھی صحیح نہیں ہوئی (۱)، فرض نماز کا اعادہ ضروری ہے، سنن وتراویح کا اعادہ نہیں (۲)، نماز وتر تو بعد تراویح جب پڑھی تب تو وقت میں کوئی تردد نہیں رہا ہوگا، اس کا بھی اعادہ نہیں۔

تنبیہ: غروبِ شفق کا وقت اختلافاتِ زمان ومکان سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

شبینہ کا حکم

سوال[۳۴۲۶]: ۱......ایک بلڈنگ ہے جس میں مختلف کمروں میں بیک وقت نماز نفل میں قرآن پڑھا جارہا ہے، مثلاً ایک کمرے میں پارہ نمبر:۱، سے پارہ نمبر:۱۰، تک، پھر دوسرے کمرے میں پارہ نمبر:۱۱، سے پارہ نمبر:۲۰، تک پھر تیسرے کمرہ میں پارہ نمبر:۲۱، سے پارہ نمبر:۳۰، تک پڑھا جارہا ہے۔ تو اس پر شبینہ کا

= يساعده رواية و لا دراية .... و رجّحه أيضاً تلميذه قاسم في تصحيح القدوري، وقال في آخره: فثبت أن قول الإمام هو الأصح .... وفي السراج الوهاج فقولهما أوسع للناس و قول أبي حنيفة أحوط". (البحر الرائق، كتاب الصلاة : ۱/۴۲۷، رشيديه)

(۱) (راجع، ص: ۳۳۶، رقم الحاشية: ۱، ۲)

(۲) "(وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) .... وجميع أوقات العمر وقت للقضاء إلا الثلاث المنهية عنها". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۴۱، رشيديه)

"قوله: (ولم تقض إلا تبعاً): أي لم تقض سنة الفجر إلا إذا فاتت مع الفرض تبعاً للفرض......... وقيد بسنة الفجر ؛ لأن سائر السنن لاتقضي بعد الوقت لاتبعاً ولا مقصوداً". (البحر الرائق، باب إدراك الفريضة : ۲/۱۳۱، ۱۳۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلوة، التراويح، نوع آخر في قضاء التراويح: ۱/۹۲، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، فصل في صلوة التراويح، ص: ۴۱۶، قديمي)

اطلاق ہوگا یا نہیں؟

۲......شبینہ کی تعریف اور اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر امام اطمینان سے اخلاص کے ساتھ پڑھے اور مقتدی شوق کے ساتھ ثواب کے لئے سنیں تو ممنوع نہیں اور شبینہ متعارفہ میں یہ داخل نہیں (۱)۔

۲......ایک شب میں ایک قرآن کریم ختم کرنے کو عرفاً شبینہ کہتے ہیں، بعض جگہ تراویح میں اور بعض جگہ نوافل میں پورا قرآن شریف ایک ہی رات میں ختم کیا جاتا ہے (۲)، پھر سامعین اکثر بیٹھے رہتے ہیں (۳)، لیکن چائے وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے، کبھی کئی کئی حافظ ختم کرتے ہیں پھر کہیں مقابلہ اور مناظرہ ہوتا ہے کہ ہماری مسجد میں اتنے حافظوں نے پڑھا، اتنی دیر میں ختم ہوا (۴)، اتنے آدمیوں میں چائے اور مٹھائی تقسیم ہوئی وغیرہ وغیرہ (۵) یہ طریقہ سنت سے ثابت نہیں، اس سے پرہیز کیا جائے (۶)۔ تنہا آدمی اپنے ذوق وشوق سے جس قدر چاہے

---

(۱) "عن أبي أمامة قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ما أذن الله لعبد في شيء أفضل من ركعتين يصليهما، وإن البر ليذرّ على رأس العبد ما دام في صلاته، و ماتقرب العباد إلى الله عزوجل بمثل ما خرج منه". قال أبو النضر: يعني القرآن". (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن، باب بلا ترجمة: ۱۱۹/۲، سعيد)

(۲) "عن عبد الله بن عمرو عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "لم يفقه من قرأ القرآن في أقل من ثلاث". (جامع الترمذي، المصدر السابق)

(۳) "ويكره للمقتدي أن يقعد في التراويح، فإذا أراد الإمام أن يركع، يقوم؛ لأن فيه إظهار التكاسل والتشبه بالمنافقين". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، فروع، ص: ۴۱۰، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون، الذين هم يرآء ون﴾ الآية (الماعون: ۴،۶)

(۵) "وعن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "طعام أول يوم حق، وطعام اليوم الثاني سنة، و طعام يوم الثالث سُمعة، و من سمّع سمّع الله به". الترمذي". (مشكوة المصابيح، باب الوليمة، ص: ۲۷۹، قديمي)

(۶) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في=

پڑھے ایک دو مقتدی اس کے ساتھ ہوں تو مضائقہ نہیں، نوافل کی جماعت چار آدمیوں سے زائد نہ کی جائے (۱)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۴/۱۰/۱۶ھ۔

لیلۃ القدر میں تنہا عبادت افضل ہے یا شبینہ میں شرکت کرنا

سوال[۳۴۲۷]: رمضان المبارک کی شبِ قدر افضل ہے، ۲۷/شب کو عبادت کرنا تلاوتِ قرآن، نفل نماز، درود واستغفار وغیرہ یا شبینہ میں جا کر ختم قرآن میں شرکت کرنا، ان دو عملوں میں سے کون سا عمل بہتر ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آج کل شبینہ میں اس قدر مفاسد پیدا ہو گئے ہیں کہ اس کے جواز ہی میں کلام ہے، چہ جائے کہ افضل ہو، لہٰذا تنہا عبادت افضل ہے (۲)، مثلاً اس کے لئے چندہ کرنا جس میں حدود کی رعایت نہیں ہوتی، روشنی وغیرہ

= أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

"أي جدد وابتدع، وأظهر واخترع (في أمرنا هذا): أي في دين الإسلام .... قال القاضي: المعنى: من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سندٌ ظاهرٌ أو خفيٌّ، ملفوظٌ ومستنبطٌ، فهو مردودٌ عليه .... اهـ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۵، ۳۶۶، رقم الحديث: ۱۴۰، رشيديه)

(۱) "وحكي عن شمس الأئمة السرخسي أن التطوع بالجماعة على سبيل التداعي مكروه، أما لو اقتدى واحد بواحد أو اثنان بواحد لا يكره. وإن اقتدى ثلاثة بواحد، ذكر هو رحمه الله تعالىٰ أن فيه اختلاف المشايخ، قال بعضهم: يكره، وقال بعضهم: لا يكره. وإذا اقتدى أربع بواحد، كره بلا خلاف". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، التراويح، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۶۷۰، إدارة القرآن كراچي)۔

(وكذا في الحلبي الكبير. فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) "عن زيد بن ثابت رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "أفضل صلوتكم في

میں اسراف ہے(۱)، تداعی واہتمام(۲)، قرأت کے وقت امام کا اتنا تیز پڑھنا کہ حروف بھی صحیح ادا نہ ہوں، ارکانِ صلوٰۃ وواجبات کو بھی اطمینان سے ادا نہ کرنا، چہ جائیکہ سنن ومستحبات(۳)، بعض لوگوں کا لیٹے بیٹھے رہنا، بعض کا باتوں میں مشغول رہنا اور امام کے رکوع کے وقت شریک ہونا(۴)، بعض کا شور وشغب کرنا وغیرہ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔

ختمِ قرآن کے موقع پر پانی وغیرہ دم کرانا

سوال[۳۴۲۸]: رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر امام صاحب سے پانی، سونپ، نمک، سرمہ،

= البیت: ۱/۱۰۲، سعید)

(۱) "عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". رواه البیهقی فی شعب الإیمان والدار قطنی فی المجتبی".

(مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۲) "قال شمس الأئمة الحلوانی: "إن اقتدی به ثلاثة لا یکون تداعیاً، وإن اقتدی به أربعة فالأصح الکراهة". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب الإمامة، ص: ۲۸۶، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۹، سعید)

(۳) "ویجتنب المنکرات هذرمة القراءة، وترک تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح واستراحة".

(الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۷، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح علی نور الإیضاح، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة التراویح، ص: ۴۱۶، قدیمی)

(۴) "ویکره للمقتدی أن یقعد فی التراویح، فإذا أراد الإمام أن یرکع یقوم". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، فصل فی التراویح، ص: ۴۱۶، قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشیدیه)

تیل وغیرہ پر نمازی دم کراتے ہیں اور تبرک سمجھ کر اس کو استعمال کرتے ہیں، اس وقت خاص برکت ہوتی ہے یا ہمیشہ ختم کرا کے دم کرائے؟ اس رسم کو جاری رکھنے میں حرج ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

قرآن کریم کی برکت ہمیشہ ہوتی ہے، رمضان شریف کی برکت رمضان کے ساتھ خاص ہے، ختم کی برکت ختم کے ساتھ خاص ہے، تراویح کی برکت تراویح کے ساتھ، اس لئے اس وقت دم کرانے میں مضائقہ نہیں مگر اس کو رسم بنانا اور التزام کرنا نہیں چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ ھ۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ختم تراویح پر مٹھائی وغیرہ کے لئے چندہ دینا

سوال [۳۴۲۹]: ختم شریف کی خوشی میں اللہ نام کا پیسہ اکٹھا کر کے مٹھائی چالیس کلو بنوانا اور اس میں روشنی کرنا، سجانا، خاص کر غیر مسلم کو دعوت دینا، کیا یہ سب ہمارے مذہب میں جائز ہے یا صرف مٹھائی بانٹنا جائز ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً :

ختم قرآن شریف پر مٹھائی کے لئے چندہ کرنے میں عامۃً حدود کی رعایت نہیں کی جاتی، اس کو لازم سمجھا جاتا ہے، چندہ لینے میں زور ڈالا جاتا ہے، عار دلائی جاتی ہے کہ فلاں نے کم کر دیا، تفاخر کیا جاتا ہے، بعض آدمی مجبوراً قرض لیکر دیتے ہیں، ان خرابیوں کی وجہ سے اس کو منع کیا جاتا ہے، روشنی اور سجاوٹ اسراف تک کی جاتی ہے، اس کی اجازت نہیں (۲)۔ ختم کو خاندانی شادی کی تقریب قرار دے کر اس میں مدعو کرنا خاص کر غیر مسلم

---

(۱) "ولا بأس بالمعاذات إذا كتب فيها القرآن أو أسماء الله تعالىٰ............ قالوا............ وأما من القرآن أو شئ من الدعوات، فلا بأس به". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۳۵۶/۵، رشيديه)

(۲) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفسٍ منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان، والدار قطني في المجتبىٰ".=

کو ہرگز نہیں چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۹/۹۰ھ۔

ختمِ تراویح میں چراغاں اور امام صاحب کی خدمت کے لئے چندہ دینا

سوال[۳۴۳۰]: رمضان میں ختم کے سلسلہ میں جو لوگ چندہ دیتے ہیں حافظ کو دینے کے لئے شیرینی و چراغاں کرنے کے لئے، آیا وہ لوگ ثواب کے مستحق ہیں یا نہیں؟ یا اپنے گناہوں میں چندہ دیکر اضافہ گناہوں کا کرتے ہیں، جیسا کہ حافظ کو اجرت دینا حرام ہے، روشنی زیادہ بدعت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بدعت اور ناجائز کام کے لئے چندہ دینا ناجائز ہے؛ لقولہ تعالیٰ: ﴿و لا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ الایة (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ ذیقعدہ/ ۶۱ھ۔



= (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

قال الله تعالىٰ: ﴿و لا تسرفوا إنه لا يحب المسرفين﴾ (الأعراف: ۳۱) وقال الله تعالىٰ: ﴿ولا تبذر تبذيراً﴾ لما أمر بالإنفاق، نهى عن الإسراف فيه ...... ﴿إن المبذرين كانوا إخوان الشياطين﴾: أى أشباههم في ذلك. قال ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: التبذير الإنفاق في غير الحق .... و قال قتادة: التبذير النفقة في معصية الله تعالىٰ، و في غير الحق والفساد". (تفسير ابن كثير، سورة الإسراء: ۵۳/۳، مكتبه دار السلام الرياض)

(۱) ﴿و لا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ ......" و ينهاهم عن التناصر على الباطل، والتعاون على المأثم والمحارم". (تفسير ابن كثير، الجزء السادس، سورة المائدة: ۲، ۲/۱۰، مكتبه دار السلام رياض)

"نهى عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى". (أحكام القرآن للجصاص، الجزء السادس، سورة المائدة: ۲/۴۲۹، قديمي)

الفصل الرابع فی الترویحة وتسبیحها

(ترویحہ اوراس کی تسبیح کا بیان)

ہر ترویحہ کے ختم پر کیا پڑھے؟

سوال[۳۴۴۱]: تراویح میں ہر دو رکعت کے بعد تسبیح اور چار رکعت کے بعد تسبیح اور دعاء، کیا شریعت کے مطابق ہے یا بدعت ہے؟ تراویح کے ختم ہونے پر کچھ آدمی مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر سلام وغیرہ انبیاء کرام پر بآواز بلند فرماتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

دو رکعت کے بعد جلسۂ استراحت نہیں، چار رکعت کے بعد ہے۔ اس جلسۂ استراحت میں تسبیح، درود شریف، استغفار، تلاوت دعاء سب باتوں کا اختیار ہے، کسی ایک چیز پر اصرار نہیں چاہئے (۱)۔ یہاں سے انبیاء کرام علیہم السلام پر صلوۃ پڑھنا بھی دعاء ہے اور دعاء میں إخفا افضل ہے، لہذا بلند آواز ترک کر کے آہستہ پڑھیں اور کھڑے ہونے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ بیٹھے بیٹھے جیسے ہر شخص آہستہ آہستہ پورے خشوع کے ساتھ دل لگا کر دعا کرتا ہے (۲)، اسی طرح ہر شخص صلوۃ وسلام بھی پڑھے اور جب تک توفیق ہو، دن میں رات میں اس مبارک

---

(۱) "(یجلس) ندباً (بین کل أربعة بقدرها، وکذا بین الخامسة والوتر) و یخیّرون بین تسبیح و قراء ة وسکوت وصلاة فرادیٰ، نعم! تکره صلاة رکعتین بعد کل رکعتین". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۴۶/۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۲/۲، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ادعوا ربکم تضرعاً و خفیةً﴾ قیل معناه تذللاً واستکانةً و خفیة کقوله: ﴿واذکر ربک فی نفسک﴾ الآیة. و فی الصحیحین عن أبی موسی الأشعری رضی الله تعالیٰ عنه قال: رفع الناس أصواتهم بالدعاء، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أیها الناس! اربعوا علی أنفسکم، فإنکم لا تدعون أصمّ و لا غائباً، إن الذی تدعون سمیعٌ قریبٌ". ﴿تضرعاً و خفیةً﴾ قال: السر، و قال=

وظیفے میں مشغول رہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد اجتماعی دعاء

سوال[۳۴۳۲]: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہر نماز کے بعد دعاء مانگنا ثابت ہے اس لئے تراویح میں بھی ہر چار رکعت کے بعد دعا مانگ سکتے ہیں اور اسی طرح وتر کے بعد بھی اجتماعی دعا ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ہر نماز کے بعد دعا مانگنا درست ہے، مجموعۂ تراویح بمنزلہ ایک ہے، اس لئے اس کے ختم پر دعاء مانگتے ہیں(۲)، ہر چار رکعت پر بھی اختیار ہے کہ ذکر، دعاء، درود، تلاوت جو چاہیں کریں، اجتماعی دعاء کا اہتمام ثابت

= ابن جرير: ﴿تضرعاً﴾ تذللاً و استكانةً لطاعته ﴿وخفية﴾ يقول: بخشوع قلوبكم وصحة اليقين بوحدانيته و ربوبيته فيما بينكم و بينه، لاجهراً مُراءاةً". (تفسير ابن كثير، الجزء الثامن، سورة الأعراف: ٢/٢٩٦، دار الفيحاء)

(١) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى عليّ واحدةً، صلى الله عليه عشراً". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، باب الصلوة على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و فضلها، ص: ٨٦، قديمي)

"وعن أبي طلحة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جاء ذات يوم والبشرى في وجهه، فقال: "إنه جائني جبرئيل فقال: إن ربك يقول: (أما يرضيك يا محمد! أن لا يصلي عليك أحدٌ من امتك إلا صليت عليه عشراً، و لا يسلم عليكم أحد من أمتك إلا سلمت عليه عشراً)". رواه النسائي والدارمي". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

(٢) قال الله تعالىٰ: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ .... و قال قتادة: "فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلى ربك في الدعاء". (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح: ٣/٧١٣، قديمي كتب خانه)

"وعن علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: إذا سلم من الصلوة قال: "أللهم اغفر لي ما قدمت و ما أخرت و ما أسررت و ما أعلنت وما أسرفت، و ما أنت أعلم به مني، أنت المقدم والمؤخر، لا إله إلا أنت". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذا سلم: ١/٢١٩، مكتبه إمداديه ملتان)

نہیں، اس سے احتیاط کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

ہر ترویحہ میں دعاء

سوال[۳۴۳۳]: ما تقولون فی حق المناجاة فی کل ترویحة برفع الیدین، هل ترکها أولیٰ اتباعاً بخیر القرون أو فعلها أولیٰ استحساناً؟ لکن من لم یفعلها یذمّ ویلقب بالوهابیة، ویقال: هو خارج من أهل السنة والجماعة، و لا تجوز خلفه الصلوة، و أیضاً بینوا ما العمل فیها للحرمین والهند؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

المناجاة المسئولة عنها لم تثبت عن أحدٍ لمن یقتدیٰ به، بل هی بدعة ینبغی ترکها:

"و ینبغی له أن یتجنّب ما أحدثوه من الذکر بعد کل تسلیمتین من صلوة التراویح، و من رفع أصواتهم بذلك إلی قوله: والحدث فی الدین ممنوعٌ، و خیر الهدی هدی محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، ثم الخلفاء بعده، ثم الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم، و لم یذکر أحد من السلف فعل ذلك فیسعنا ما وسعهم، اهـ". المدخل (۲).

---

(۱) "(ویجلس) ندباً (بین کل أربعة بقدرها، و کذا بین الخامسة والوتر)، و یخیرون بین تسبیح و قراءة و سکوت و صلوة فرادی". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

(۲) "من أحدث فی الإسلام رأیاً لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود علیه". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۱/۳۶۶، رقم الحدیث: ۱۴۰، رشیدیه)

قال العلامة الشاطبی: "البدعة طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشریعة، یقصد بالسلوک علیها ما یقصد بالطریقة الشریعة" .... وفی الحد" تضاهی الشریعة" منها التزام الکیفیات و الهیئات المعینة کالذکر بهیئة الاجتماع علی صوت واحد، واتخاذ یوم ولادة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عیداً، و ما أشبه ذلک". (الاعتصام، باب فی تعریف البدع و بیان معناها الخ، ص: ۲۴، ۲۵، دار المعرفة بیروت)

ایضاً

الاستفتاء [۳۴۳۴] : تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد امام بلند آواز سے اجتماعی دعاء مانگے یا نہ مانگے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

آہستہ دعاء مستحب ہے مگر اجتماعی نہیں بلکہ انفراداً جس کا دل چاہے دعاء مانگے، جس کا دل چاہے تسبیح وغیرہ میں مشغول رہے، اہل مکہ کا ہر چار رکعت کے بعد طواف کا بھی معمول رہا:

"ویجلس ندباً بین کل أربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر، و يخيرون بين تسبيح وقرأة و سكوت و صلوة فرادى، وأهل مكة يطوفون و أهل المدينة يصلون أربعاً، اهـ". شامی: ١/٤٧٤(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۸۵ھ۔

ہر ترویحہ کے بعد دعاء

سوال [۳۴۳۵] : ہمارے یہاں تراویح کے ہر چہار رکعت کے بعد جلسہ استراحت کرتے ہیں اور ہر جلسہ استراحت میں امام اور تمام مقتدی بآوازِ بلند درود اور کلمۂ توحید و استغفار پڑھتے ہیں، ایسے پڑھنا کیسا ہے؟ کتبِ فقہ سے جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

دعاء درود آہستہ پڑھنا افضل ہے: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً و خفية﴾. الآية (٢). فقط.

---

(١) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ٢/٤٦، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ٢/١٢٢، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ١/٤٤٦، دار الكتب العلمية بيروت)

(٢) (الأعراف: ٥٥)

قال الله تعالىٰ: ﴿ادعوا ربكم تضرعاً وخفيةً﴾ قيل معناه تذللاً واستكانةً و خفيةً كقوله: ﴿واذكر ربك في نفسك﴾ الآية، و في الصحيحين عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالىٰ عنه قال: =

ایضاً

سوال[۳۴۳۶]: تراویح کی ہر چہار رکعت پڑھنے کے بعد دعاء کرنا اور عیدین کی نماز کے بعد دعاء کرنا واجب ہے یا سنت؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر چہار رکعت تراویح کے بعد استراحت مستحب ہے اور اس وقت اس کو اختیار ہے کہ چاہے تلاوت کرے، چاہے تسبیح وتہلیل، درود پڑھے، چاہے دعاء کرے، چاہے نوافل پڑھے، لیکن دعاء کا التزام کرنا اور مجموعی حیثیت سے دعاء پر اصرار کرنا، تارک پر ملامت کیا جانا منع ہے کیونکہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں (۱):

أما الاستراحة فی أثناء التراویح، فیجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحة، و لیس المراد حقیقة الجلوس، بل المراد الانتظار وهو المخیر إن شاء جلس، وإن شاء هلل أو سبح أو قرأ أو صلی نافلةً منفرداً، اهـ". کبیری(۲)۔

اور عیدین کی نماز کے بعد خصوصیت سے دعاء یا عدم منقول نہیں، لیکن مطلقاً ہر نماز کے بعد دعاء روایات

= رفع الناس أصواتهم بالدعاء، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم : "أیها الناس! اربعوا علی أنفسکم، فإنکم لا تدعون أصمّ و لا غائباً، إن الذی تدعون سمیعٌ قریبٌ". ﴿تضرعاً و خفیةً﴾ قال: السرّ، و قال ابن جریر ﴿تضرعاً﴾: تذللاً و استکانةً لطاعته ﴿وخفیةً﴾ یقول: بخشوع قلوبکم وصحة الیقین بوحدانیته و ربوبیته فیما بینکم و بینه لاجهراً مُراء اةً". (تفسیر ابن کثیر، الجزء الثامن، سورة الأعراف : ۲/۲۹۶، دار الفیحاء)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الحج، قبیل مطلب الثناء علی الکریم دعاء: ۲/۵۰۷، سعید)

(۱) "الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة". (السعایة، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبیل فصل فی القراءة : ۲/۲۶۵، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی المرقاة ، کتاب الصلاة، باب فی الدعاء فی التشهد : ۳/۳۱، رشیدیه)

(۲) (الحلبی الکبیر، فصل فی النوافل، التراویح، ص: ۴۰۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل : ۲/۱۲۲، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب الوتر والنوافل : ۱/۴۴۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

سے ثابت ہے، پس عیدین کے بعد بھی دعاء کرنا مسنون ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

ہر ترویحہ میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا

سوال[۳۴۳۷]: بعد چار رکعتِ تراویح مناجات کردن چہ حکم دارد؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بعد ہر چہار تراویح جلسۂ استراحت مستحب است، و دریں اختیار است، خواہ تسبیح و درود خواند، و خواہ در نوافل و تلاوت مشغول ماند، خواہ ایں وقت در دعاء ومناجات گزارند، کذا فی سکب الأنهر: ۱/۲۳۶(۲)۔ ودست برداشتہ در ترویحہ دعاء کردن ثابت نیست(۳). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ ربیع الثانی/ ۵٦ھ۔

---

(۱) قال تعالیٰ: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ .... و قال قتادة: فإذا فرغت من صلاتک فانصب إلى ربک فی الدعاء". (أحکام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح: ۳/۴۱۳، قدیمی)

"وعن علی بن أبی طالب رضی الله تعالیٰ عنه قال: کان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إذا سلم من الصلاة قال: "اللهم اغفر لی ما قدمت و ما أخرت و ما أسررت وما أعلنت و ما أسرفت و ما أنت أعلم به منی، انت المقدم والمؤخر، لا إله إلا أنت". (سنن أبی داؤد، کتاب الصلاة، باب ما یقول الرجل إذا سلم: ۱/۲۱۹، إمدادیه ملتان)

(۲) "(عشرون رکعةً بعشر تسلیمات، و جلسة بعد کل أربع بقدرها) .... و یخیّرون بین تسبیح و قراءة و سکون و صلاة فرادیٰ". (سکب الأنهر (الدر المنتقی شرح ملتقی الأبحر) علی هامش مجمع الأنهر، باب الوتر والنوافل، فصل: التراویح سنة مؤکدة: ۱/۱۳٦، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴٦، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشیدیه)

(۳) "من أحدث فی الإسلام رأیاً لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر أو خفی، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود علیه". (مرقاة المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الاعتصام بالکتاب والسنة: ۱/۳٦٦، رشیدیه)

ہر دو رکعت پر تسبیح

سوال[۳۴۳۸]: بعض جگہ تراویح کی ہر دو رکعت کے بعد تسبیح پڑھتے ہیں، کیا اس کی کوئی اصل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو رکعت کے بعد جلسۂ استراحت نہیں چار رکعت کے بعد ہے، اس جلسۂ استراحت میں تسبیح، درود شریف، استغفار تلاوت ودعاء سب باتوں کا اختیار ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

تراویح میں تسبیحات

سوال[۳۴۳۹]: تراویح میں تسبیحات پڑھتے ہیں وہ آپ کی خدمت میں روانہ کی ہے اس لئے ان کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

"الصلوة سنة التراويح رحمكم الله". ہر تراویح کے دوگانہ کے بعد اس دعا کو ایک بار پڑھیں: "فضل من الله و نعمته و مغفرته و رحمته و عافيته والسلام، لا إله إلا الله، و الله أكبر" إلى آخره۔

بعد میں تراویح کے تین بار پڑھیں: "أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له" إلى آخره۔ امام کے دعاء مانگنے کے بعد یہ پڑھیں: "اللهم صل على سيدنا الخ". دعاء مانگنے کے بعد اس کو ایک بار پڑھیں "خليفة رسول الله بالتحقيق" اور چوتھی کے بعد پڑھیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے جو تسبیحات کاغذ پر لکھیں ہیں ان کا پڑھنا نہ حدیث شریف سے ثابت ہے، نہ کتب فقہ میں ہے(۲)، اس لئے جو تسبیح فقہائے کرام نے لکھی ہے اس کو پڑھیں یا درود شریف پڑھیں اور استغفار میں

---

(۱) (وقد مر تخريجه تحت عنوان: ''ہر ترویحہ کے ختم پر کیا پڑھے؟'')

(وسيأتي أيضاً تحت عنوان: ''ترویحہ کی تسبیح جہراً'')

(۲) "من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهراً وخفي مَلفوظ أو مستنبط فهو مردود عليه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۶، رشيديه)

مشغول رہیں (۱) جہاں تک ہو سکے آہستہ پڑھیں جو طریقہ رواج پکڑ چکا ہے وہ ثابت نہیں، اس کی اصلاح کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جہراً ترویحہ کی تسبیح

سوال [۳۴۴۰] : ماہ رمضان المبارک میں تراویح میں ہر ترویحہ پر تسبیح جو پڑھی جاتی ہے، شریعت میں کیا حکم ہے؟ اگر ایک شخص تسبیح کو بلند آواز سے پڑھے اور شرکاء بلند آواز سے کہیں تو کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلياً:

اس ترویحہ میں اختیار ہے کہ چاہے تو کوئی تلاوت کرے چاہے، درود شریف یا استغفار یا تسبیح پڑھے، اس میں بھی سب کو بلند آواز سے آواز ملا کر نہیں پڑھنا چاہیے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۶/۸۷ھ۔

---

(۱) "(ويجلس) ندبا (بين كل أربعة بقدرها، وكذا بين الخامسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلاة فرادى. .... قال القهستاني: فيقال ثلاث مرات: سبحان ذی الملک والملکوت، سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملک الحیّ الذی لاینام ولایموت، سبّوح، قدّوسٌ، ربنا وربّ الملائكة والروح، لا إله إلا أنت، نستغفر الله، نسألک الجنة، ونعوذبک من النار". (ردالمحتار، باب الوتر والنوفل: ۲/۴۶، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشیدیه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "(قوله: ودعا جهراً) أماالأدعية والأذكار، فبالخفية أولى". (رد المحتار، قبيل مطلب: الثناء على الكريم دعاء: ۲/۵۰۷، سعید)

"(وقوله: ورفع صوت بذكر الخ) "خيرالذكر الخفي" لأنه حيث خيف الرياء أو تأذى المصلين أوالنيام". (رد المحتار، مطلب في رفع الصوت بالذكر: ۱/۶۶۰، سعید)

(۳)"و قد قالوا: إنهم مخيّرون في حالة الجلوس، إن شاؤا سبحوا، وان شاؤا قرأوا القرآن، وإن شآء =

بلند آواز سے ترویحہ کی تسبیح

سوال[۳۴۴۱]: ترویحہ پر تسبیح سب مقتدیوں کا اتنی بلند آواز سے پڑھنا کہ آواز محلہ بھر میں جائے، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح زور سے پڑھنا بھی ثابت نہیں، اس کو بھی ترک کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ترویحات میں کیا پڑھے

سوال[۳۴۴۲]: ا...... بعض ثقہ اور مشہور اشتہاروں میں تراویح کے ترویحہ کی مسنون دعاؤں کے عنوان سے منتخب از احادیثِ صحیحہ یہ دعا لکھی ہے: "سبحان الملك القدوس، سبحان ذی الملك والملكوت، سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة ...... و الكبرياء والجبروت، سبحان الملك الحی الذی لا ينام و لا يموت، سبوحٌ، قدوسٌ، ربنا و رب الملائكة والروح ،لا إله إلا أنت، أستغفرك و أسئلك الجنة، وأعوذبك من النار، اللهم! أجرنی من النار، يا مجير، يا مجير، يا مجير".

اور بعض اشتہاروں میں بڑی لمبی قدرے لایعنی دعاء درج ہے، خلفائے اربعہ کے نام اور ان کے القاب کلمات جن سے دعاء، دعا نہیں رہتی۔ تراویح میں بعض جگہ تو سب مل کر پڑھتے ہیں اور بعض جگہ مؤذن کے ذمہ ہے کہ وہ تنہا، یا دو چار آدمیوں کو شریک کرکے بڑے زور کی آواز سے یہ لمبی دعاء پڑھے وہ عبارت یہ ہے کہ:

"تراویح میں پڑھنے کی تسبیحات تراویح سے پہلے پکار کر، مؤذن کے ذمہ ہے کہ یوں پکارے:

= صلوا أربع ركعات فرادى، وان شاء وا قعدوا ساكتين الخ". (البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۱۲۲/۲، رشيديه)

(وكذا فی التبيين للزيلعی: باب الوتر والنوافل: ۴۴۶/۱. دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا فی حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی صلوة التراويح، ص: ۴۱۴، قديمی)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "جہراً ترویحہ کی تسبیح")

"الصلوة سنة التراويح رحمكم الله"۔

پھر لکھا ہے کہ "پہلے دوگانہ تراویح کے بعد اس دعاء کو یکبار پڑھیں: "فضل من الله ونعمة ومغفرة ورحمة و عافية و سلامة، لا إله إلا الله، ولله الحمد خواجه عالم صلوة" کے بعد پہلی تراویح کے یہ تسبیح تین بار پڑھیں، کلمۂ شہادت پڑھیں، دعاء مانگنے کے بعد یوں کہے: "البدر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لا إله إلا الله والله أكبر، خواجه عالم صلوة"۔

۲-دوسری تراویح کے بعد یہ تسبیح تین بار پڑھیں: "اللهم صل على سيدنا محمد، وعلى جميع الأنبياء والمرسلين، والملئكة المقربين، و على كل ملك برحمتك ياأرحم الراحمين" دعاء مانگنے کے بعد یہ دعا ایک بار پڑھے: "خليفة رسول الله، خير البشر بعد الأنبيآء بالتصديق والتحقيق: أمير المؤمنين حضرت أبو بكر الصديق رضي الله تعالىٰ عنه، لا إله إلا الله، والله أكبر الله أكبر، ولله الحمد، ولا حول و لا قوة إلا بالله"۔

غرض اسی طرح سب خلفاء کے نام تسبیحات میں ملے ہوئے ایک لمبی عبارت دعاء وتسبیحات کے نام سے مروج ہے۔ تراویح ختم ہونے کے بعد استغفار غیر ثابت لفظوں میں پڑھنے کو بتلایا ہے۔ پھر خاتمہ پر، ان اشتہاروں میں سب پڑھنے کے بعد مثل سابق ایک بار بتلایا، یہ پڑھنے کو: أسد الله الغالب، مظهر العجائب، والغرائب، إمام المشارق والمغارب، علي بن أبي طالب، لا إله إلا الله والله أكبر" وغیرہ۔

شرعی حساب سے جواب عطا ہو، تراویح کے ترویحہ میں وہ ماثورہ الفاظ کی اور کیا ان الفاظ میں تسبیح ترویحہ صحیح العلم لوگوں سے ثابت ہے اور کیا ترویحہ میں یہ عبارت دعاء کے نام سے ثواب ہے۔ یہاں صورتِ تنازع ہے۔ مطلع فرمائیں یہ مروجہ عبارت ترویحہ میں جو پڑھے اور ماثورہ کلمات کے بجائے اس کے ہی پڑھنے پر۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اختیار ہے کہ خاموش بیٹھے یا تلاوت کرے یا درود شریف پڑھے یا تسبیح واستغفار پڑھے۔ مکہ مکرمہ کے حضرات کا معمول تھا کہ وہ ہر چار رکعت کے بعد ایک طواف کرتے اور دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے حضرات ہر چار رکعت تراویح کے بعد جداگانہ چار چار رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ کلماتِ ذیل شامی میں مذکور ہیں:

"قال القهستاني: فيقال ثلاث مرات: سبحان ذى الملك والملكوت، سبحان ذى العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحانٌ الملك الحى الذى لا ينام و لا يموت، سبّوح قدوس، ربنا و رب الملائكة والروح، لا إله إلا الله، نستغفر الله، نسئلك الجنة، و نعوذبك من النار". شامی: ۱/۴۷٤ (۱).

تراویح کے بعد پڑھنے والے کلمات وتسبیحات کا جو طریقہ سوال میں مذکور ہے وہ کتبِ شرعیہ متندہ میں نہیں ہے، بلکہ خصوصی مقامات پر کچھ لوگوں سے غالباً روافض وغیرہ کی تردید کے لئے ایجاد کیا ہے اور اس کو ماثور ومنقول کی حیثیت دے دی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

دوترویحوں کے درمیان کیا کرے؟

سوال[۳۴۴۳]: یہاں رمضان المبارک میں تراویح میں ہر دو رکعت ختم کر کے اٹھتے ہیں، تو مؤذن بآواز بلند حسبِ ذیل کلمات کہتا ہے:

---

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

وفي التبيين: "والسادس في الجلسة بين ترويحتين، والمستحب أن يجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة، وكذا بين الخامسة، والوتر ...... ثم هم مخيّرون فى حالة الجلوس إن شاؤوا سبحوا، وإن شاؤوا قرؤوا، وإن شاؤوا صلوا أربع ركعات فرادىٰ، وإن شاؤوا ساكتين. وأهل مكة يطوفون أسبوعاً ويصلون ركعتين، و أهل المدينة يصلون أربع ركعات فرادى". (تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل فى التراويح: ۱/۱۱۵، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضى الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد" (صحيح البخارى، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمى)

"من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفى، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه". (مرقاةالمفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۳۶۶، رشيديه)

"فضل من الله و رحمته و نعمته ومغفرته، لا إله إلا الله، الله أكبر ولله الحمد"

اور ہرایک ترویحہ میں امام اور مقتدی بآواز بلند پڑھتے ہیں: "سبحان ذی الملك والملكوت الخ". اور بعد تسبیح کے امام بآواز بلند دعاء مانگتا ہے اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں اور پہلے ترویحہ مؤذن بآواز بلند "نبينا محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم" کہتا ہے اور دوسرے ترویحہ میں "سيدنا أبو بكر صديق خليفة رسول الله –رضي الله عنه–" اور تیسرے میں سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی بلند آواز سے لیا جاتا ہے اور چوتھے میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور پانچویں میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی بلند آواز سے لیا جاتا ہے اور یہ طریقہ ایک مدت دراز سے جاری ہے۔

عموماً ملک گجرات میں اور افریقہ کے تمام شہروں وقصبوں میں بھی یہ طریقہ جاری ہے، اگر اس طریقہ کے خلاف کوئی کرے تو اس کو برا بھلا اور لعن طعن کیا جاتا ہے اور فساد ہوتا ہے۔ تو کیا یہ طریقہ کتاب وسنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جو طریقہ کتاب وسنت سے ثابت ہو بحوالہ کتب تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تراویح کی نماز میں ہر دو رکعت ختم کرکے اٹھتے وقت مؤذن کا کلماتِ مذکورہ کہنا میری نظر سے کسی دینی کتاب (حدیث، تفسیر، فقہ، تصوف کی) میں نہیں گزرا نہ بلند آواز سے، نہ آہستہ سے، اگر یہ چیز ثابت (مسنون یا مستحب ہوتی) تو کتبِ دینیہ میں جہاں چھوٹے بڑے سب مستحبات ومسنونات مذکور ہیں اس کا بھی ذکر ہوتا۔ ان کلمات کا مطلب کچھ برا نہیں بلکہ ان میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعظیم اور اس کا مبارک ذکر ہے جو یقیناً موجبِ برکت اور باعثِ ثواب ہے، لیکن ان کلمات پر التزام اور اصرار کرنا منع ہے(۱)۔ نیز بلند آواز سے کہنے سے ان

---

(۱) "إن الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لاأصل لها في الشرع" (السعاية في كشف ما في شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، قبيل فصل في القرآءة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

"قال الطيبي: وفيه أن من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، و جاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: "إن الله عزوجل يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الدعاء في التشهد: ۳۱/۳، رشيديه)

نمازیوں کو تشویش ہوتی ہے جو درود شریف یا دعاء یا تسبیح وغیرہ میں مشغول ہوں کیونکہ ہر شخص کو اس وقت (اگرچہ یہ وقت نہایت قلیل ہوتا ہے) ان سب چیزوں درود شریف وغیرہ میں مشغولی کی شرعاً اجازت ہے، لہٰذا نہ ان کلمات پر اصرار والتزام کیا جائے (کیونکہ ثبوت نہیں) نہ ان کو بلند آواز سے کہا جائے (کیونکہ دوسرے نمازیوں کے حق میں مشوش ہے)، بلکہ ہر شخص آہستہ آہستہ جو دعاء چاہے پڑھے(۱)۔

ہر ترویحہ کے بعد اختیار ہے خواہ امام ومقتدی خاموش بیٹھے رہیں خواہ ذکر، درود، تسبیح، دعاء، تلاوت میں مشغول رہیں یا نوافل (علیحدہ علیحدہ بلا جماعت) پڑھیں اور "سبحان ذی الملك والملكوت الخ" بھی پڑھنا منقول ہے۔ اہلِ مکہ کا معمول لکھا ہے کہ وہ اس وقت میں ایک طواف کرتے ہیں اور دو رکعت طواف پڑھتے ہیں۔ اہلِ مدینہ کا معمول لکھا ہے کہ وہ چار رکعت پڑھتے ہیں:

"أما الاستراحة في أثناء التراويح، فيجلس بين كل ترويحتين مقدار ترويحة: أى بين كل أربع ركعات مقدار أربع ركعات، وكذا بين الآخرة والوتر، وليس المراد حقيقة الجلوس، بل المراد الانتظار، وهو مخيّر فيه إن شاء جلس ساكتاً، وإن شاء هلل أو سبح أو قرأ وصلى نافلةً منفرداً. وهذا الانتظار مستحب لعادة أهل الحرمين، فإن عادة أهل مكة أن يطوفوا بعد كل أربع أسبوعاً، ويصلوا ركعتي الطواف، وعادة أهل المدينة أن يصلوا أربع ركعات. وقد روى البيهقي بإسناد صحيح أنهم كانوا يقومون على عهد عمر رضى الله تعالىٰ عنه يعني بين كل ترويحتين، فثبت من عادة أهل الحرمين الفصل بين كل ترويحتين ومقدار ذلك الفصل وهو مقدار ترويحة، فكان مستحباً؛ لأن ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن، اهـ". غنية المستملي(۲).

"ويخيّرون بين تسبيح وقراءة وسكوت وصلاة فرادىٰ، نعم! تكره صلاة ركعتين بعد كل ركعتين، اهـ". در مختار۔ "(قوله: بين تسبيح) قال القهستاني: فيقال ثلاث مرات: سبحان ذي الملك والملكوت، سبحان ذي العزة والعظمة والقدرة والكبرياء والجبروت، سبحان الملك

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "ہر ترویحہ کے بعد دعاء")

(۲) (غنية المستملي (الحلبي الكبير)، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

الحی الذی لا ینام ولا یموت، سبوح، قدوس، رب الملائکة والروح، لا إله إلا الله، نستغفر الله، نسألك و نعوذبك من النار، کما فی منهج العباد، اهـ". رد المحتار: ۱/۷۳۹(۱).

تسبیح، دعاء وغیرہ جو کچھ بھی پڑھا کریں آہستہ آہستہ پڑھیں تا کہ آوازوں میں تصادم اور پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو، اگر کوئی نماز پڑھے تو اس کا خیال نماز سے ہٹ کر اس طرف متوجہ نہ ہو جس سے نماز میں خلل آئے اور غلطی بھول وغیرہ واقع ہو۔ ہر ترویحہ کے ختم پر امورِ مذکورہ بالا کا شرعاً ثبوت اور اختیار ہے جیسا کہ عباراتِ منقولہ میں تصریح ہے۔

آپ نے "سبحان ذی الملك الخ" کے بعد ہر ترویحہ کے لئے جو کلمات لکھے ہیں، کتبِ فقہیہ متداولہ میں کہیں ان کا ثبوت نہیں، پس ان کو پڑھنا، امورِ ثابتہ منقولہ کو چھوڑ کر غیر منقولہ کلمات کو اختیار کرنا ہے، جو غیر مناسب اور قابلِ ترک ہے(۲) تاہم ایسے لوگوں کو نرمی اور شفقت سے سمجھانا چاہئے سختی اور تشدد سے نہیں نیز فتنہ اور فساد سے اجتناب ضروری ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۷/۵۸ھ

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/رجب/۵۸ھ۔

تراویح کی دو رکعت پر درود شریف اور چار پر تسبیح

سوال[۳۴۴۴]: رمضان کے مہینہ میں ہمارے یہاں مسجد میں ایک واقعہ پیش آیا کہ پہلے ہم لوگ حسبِ معمول رمضان کے مہینہ میں تراویح کی دو رکعت کے بعد درود شریف دو مرتبہ پڑھتے ہیں اور دو رکعت کے

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشیدیه)

(۲) "عن عائشة قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد" قال ابن عیسی: قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من صنع أمراً علی غیر أمرنا، فهو رد".

(سنن أبی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة: ۲/۲۸۷، إمدادیه ملتان)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ادع إلی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة، و جادلهم بالتی هی أحسن﴾

(الجزء الرابع عشرة، سورة النحل آیة رقم: ۱۲۵)

بعد یعنی چار رکعت کے بعد تسبیح "یا مقلب العباد" پڑھتے ہیں، اس طرح روزانہ دونوں وِرد پانچ مرتبہ پڑھ لیتے ہیں، لیکن اس کے بعد مقتدیوں نے گزارش کی کہ نماز میں جلدی کی جائے کیونکہ گرمی کی شدت ہے اور مچھر کاٹتے ہیں۔ امام صاحب حالات پر مدنظر رکھ کر دو رکعت کے بعد درود شریف بند کردیا اور فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تراویح کی چار رکعت کے بعد ایسے کلمات یا درود شریف پڑھے جائیں تاکہ اس میں اتنا وقت لگ جائے جتنا ان تراویح کی چار رکعت پر لگتا ہے، اس لئے مقتدیوں کی سہولت کے لئے دو رکعت کے بعد درود شریف پڑھنا بند کرتا ہوں۔ مقتدی امام کے کہنے پر چلے۔

چند دن اَور گزر گئے یعنی بدھ کی شام ماہ رمضان کی ساتویں تاریخ شام کو دو اَور مقتدی آگئے جنہوں نے تراویح کی نماز پڑھتے وقت امام سے کہا کہ آپ درود شریف کیوں نہیں پڑھتے؟ امام صاحب نے خاموشی اختیار کی اور نماز پڑھاتے چلے گئے، نماز جب ختم ہوئی تو انہی دو مقتدیوں نے دوبارہ امام صاحب سے سوال کیا، امام صاحب کے بھائی جو مسائلِ حدیث سے واقف ہیں، نے حصہ لیا، انہوں نے فرمایا اگر دو رکعت کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو ثواب ملے گا اور اگر نہیں پڑھا جائے تو گناہ بھی نہیں ہوگا۔ ایک مقتدی نے کہا کہ آج اتنا کم کیا اور پتہ نہیں کل سب کم کیا جائے، ایک تیسرے مقتدی نے جلد بازی سے کام لیا اور کہا کہ آپ کیا کہتے ہیں گناہ نہیں ہوگا، ثواب ہوگا۔ امام صاحب نے بارہا سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس نے ایک نہ مانا اور مسجد شریف سے باہر نکل گئے۔

بہرحال! امام صاحب کے بھائی نے مقتدیوں سے کہا کہ میں آپ کو کتابوں سے ثابت کردوں گا اور دکھادوں گا کہ کتابوں میں نماز تراویح کے متعلق کیا بیان کیا گیا ہے، اس کے جواب میں ایک صاحب نے کہا کہ آپ کتابوں کو کیا پڑھنا جانتے ہیں؟ دوبارہ امام صاحب کے بھائی نے کہا کہ میں فقہ سے ثابت کردوں گا کہ فقہ میں تراویح کی نماز کے متعلق کیا مسئلہ بیان کیا گیا ہے لیکن جواب میں اس مقتدی نے کہا کہ آپ نانی کا فقہ دکھاتے ہیں۔

بہرحال! یہ سراسر امام صاحب کی شان کے خلاف ہے، خاص امام جو کہ نائب رسول ہے اور ایک امام صاحب جس کے پیچھے نماز پڑھی جاتی ہے اور مسائلِ دین میں اس کے بھائی کو نانی کا فقہ دکھانے کو کہا، اس پر امام صاحب نے مسجد آنا ترک کردیا۔ بعد میں امام صاحب نے محلّہ کے ممبروں کو تحقیقات کرنے کے لئے کہا، وہ

مقتدی جو کہ دیکھنے میں عابد لگتے ہیں، سفید لمبی چوڑی داڑھی رکھے ہوئے ہیں، چند برسوں سے امام کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور گالیاں دے دے کراب تک تین امام کونکال دیا ہے، مقتدی اس کے رویہ سے بہت تنگ آ گئے ہیں۔ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ اس کے شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً :

تراویح کی بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں، ہر چار رکعت پر کچھ دیر بیٹھنا چاہئے، اس وقت جس کا دل چاہے قرآن کریم کی تلاوت کرے، جس کا دل چاہے تسبیح واستغفار کرے، جس کا دل چاہے خاموش بیٹھا رہے، کسی بات کی شرعاً کوئی پابندی نہیں، کسی پر کوئی اعتراض نہیں (۱)۔ دو رکعت پر بیٹھنا یا کچھ پڑھنا ثابت نہیں، کسی غیر ثابت چیز پر اصرار کرنا شرعاً غلط ہے (۲)۔ ایک شخص نے چھینک کی اس پر کہا "الحمد لله والسلام على رسول الله" ۔دوسرے بڑے عالم فقیہ صحابی نے فرمایا: "میں بھی کہتا ہوں، والسلا م على رسول الله لیکن چھینک پر الحمد لله ہی ثابت ہے والسلام على رسول الله ثابت نہیں، اسی طرح اس "الحمد لله" کے جواب میں "یرحمك الله" ثابت ہے، یہاں بھی والصلوة والسلام على رسول الله ثابت نہیں (۳)۔

---

(۱) "(وهي عشرون ركعةً بعشر تسليمات يجلس) ندباً (بين كل أربعة بقدرها و كذا بين الخامسة والوتر) ويخيرون بين تسبيح و قراء ة و سكوت و صلاة فرادى". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب الوتر والنوافل : ۴۶/۲، سعيد)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل : ۴۴۶/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، فصل في التراويح : ۱۱۵/۱، رشيديه)

(۲) "قال الطيبي : و فيه أن من أصر على أمر مندوب، و جعله عزماً، و لم يعمل بالرخصة ، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلاة باب الدعاء في التشهد : ۳/۳۱، رشيديه)

(و كذا في السعاية في كشف مافي شرح الوقاية، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة ، قبيل فصل في القراء ة: ۲۶۳/۲، ۲۶۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) "عن نافع أن رجلا عطش على جنب ابن عمر فقال الحمدلله والسلام على رسول الله قال ابن عمر: وأنا أقول: الحمدلله والسلام على رسول الله ، وليس هكذا، علّمنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم =

شریعت میں جو چیز جس جگہ متعین کردی گئی نہ اس پر زیادتی کی جائے (۱) نہ اس پر کمی کی جائے اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو اہل علم سے دریافت کرلیا جائے (۲)۔ اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی غلط عمل کیا جارہا ہے تو واقف ہونے کے بعد اس غلطی سے رجوع کرکے اصلاح کرلینا چاہئے اور صاف صاف کہہ دینا چاہئے کہ یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا اس لئے غلط عمل ہوتا رہا، آئندہ صحیح عمل کیا جائے گا۔ صحیح کتابوں کی مخالفت کرنا بہت غلط طریقہ ہے اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۹۹ھ۔

ہر ترویحہ پر "صلوۃ بر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

سوال[۳۴۴۵]: بعد چار رکعت نماز تراویح کے جو شخص "صلوۃ بر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ

= أن نقول الحمدلله على كل حال". (مشكوة المصابيح، كتاب الأداب، باب العطاس و التثاؤب، ص: ۴۰۵، قديمي)

(۱) "من أحدث": أي جدّد وابتدع، واظهر واخترع "في أمرنا هذا": أي في دين الإسلام.......... قال القاضي: المعنى: من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سندٌ ظاهرٌ أو خفيٌّ، ملفوظٌ أو مستنبطٌ، فهو مردودٌ عليه. قيل: في وصف الأمر "بهذا" إشارةٌ إلى أن أمر الإسلام كمل، وانتهى، وشاع، وظهر ظهور العسوس، بحيث لايخفى على كل ذي بصرٍ وبصيرةٍ، فمن حاول الزيادة، فقد حاول أمراً غير مرضيٍّ؛ لأنه من قصور فهمه رآه ناقصاً.......... فذلك الشخص ناقصٌ مردودٌ عن جنابنا، مطرودٌ عن بابنا، فإن الدين اتباع آثار الآيات والأخبار، واستنباط الأحكام منها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۳۶۵، ۳۶۶، رقم الحديث: ۱۴۰، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير للعلامة المناوي: ۱۱/۵۵۹۴، رقم الحديث: ۸۳۳۳، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز مكة المكرمة)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ (النحل: ۴۳)

﴿فاسئلوا أهل الذكر﴾ .... وقال الرماني والزجاج والأزهري: المراد بأهل الذكر علماء أخبار الأمم السالفة كائناً من كان، فالذكر بمعنى الحفظ، كأنه قيل: اسئلوا المطلّعين على أخبار الأمم يعلّموكم بذلك". (روح المعاني: تفسير قوله تعالىٰ: ﴿وما أرسلنا من قبلك إلا رجالاً﴾ الخ: ۱۴/۱۴۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وسلم" پر جہر کر کے نہ پڑھے، بلکہ تسبیح اور درود شریف جو نماز میں تشہد کے بعد ہے اس کو آہستہ پڑھ لے اس شخص کو برا کہنا اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا کیسا ہے؟ کیا یہ شخص قابلِ ملامت ہے یا نہیں؟ کیا "الصلوة بر محمد صلى الله تعالىٰ عليه وسلم" کو ضروری جاننا اور کہنا کہ یہ شریعت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد اختیار ہے، کہ خاموش بیٹھے یا تسبیح و درود و تلاوت و ذکر وغیرہ پڑھے، یا تنہا نفل پڑھے، کسی چیز کی پابندی نہیں، اہلِ مکہ اس وقت طواف کرتے ہیں:

"ويجلس ندباً بين كل أربعة بقدرها، وكذا بين الخامسة والوتر، و يخيّرون بين تسبيح وقراءة و سكوت و صلوة فرادىٰ، وأهل مكة يطوفون، وأهل المدينة يصلون أربعاً، اهـ". شامی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ

ہر ترویحہ میں خلفائے راشدین کے نام

سوال [۳۴۴۶]: اکثر مساجد میں تراویح کی ہر چہار رکعت کے بعد دعاء کی جاتی ہے اور بعد دعاء خلفائے راشدین کا نام لیا جاتا ہے کیا ایسا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ چیز حدیث وفقہ میں میری نظر سے نہیں گزری، جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان سے دریافت کرنے کی ضرورت ہے کہ کس کتاب میں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) البتہ تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد جلسۂ استراحت مستحب ہے، اس میں اختیار ہے خواہ تسبیح و درود پڑھے خواہ نفل وتلاوت میں مشغول رہے خواہ دعاء ومناجات میں مصروف رہے یا سکوت اختیار کرے:

"(ويجلس) ندباً) بين كل أربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر) و يخيّرون بين تسبيح وقراءة و سكوت و صلاة فرادى". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

چار ترویحوں پر خلفاء کے نام

سوال[۳۴۴۷]: ہمارے پورے حیدرآباد دکن میں دو رکعت تراویح کے بعد بیٹھ کر تسبیح پڑھتے ہیں، پھر چار رکعت پر بیٹھ کر تسبیح اور امام دعاء پڑھتا ہے، مقتدی آمین کہتے ہیں اور چار رکعت پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام نامی اور اسی طرح چار چار رکعتوں کے ختم پر ایک ایک خلیفہ کا نام لیکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم کر دیتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں (۱)، کتبِ فقہ میں تمام مسائل لکھے ہیں ان میں یہ کہیں مذکور نہیں، صرف چار رکعت پر کچھ دیر کے لئے بیٹھ کر تسبیح، درود شریف، استغفار اور تلاوت میں مشغول رہیں، جیسا کہ شامی میں لکھا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۹/۸۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ترویحہ میں احادیث سنانا

سوال[۳۴۴۸]: یہاں مسجد میں نماز تراویح میں ہر ترویحہ کے بعد کچھ حدیثیں سنائی جاتی ہیں غرض اصلاح وتعلیم ہے، کچھ لوگ پسند کرتے ہیں اور بعض لوگ اس کو بدعت قرار دیتے ہیں اور بند کرانے کو کہتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شریعتِ مطہرہ میں مداخلت سمجھا جائے گا، یا پسندیدہ؟ یہ طریقہ اس طرف دیگر مقامات میں

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فهو رد: ۱/۳۷۱، قديمي)

(البدعة) "ما أحدث على خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة و استحسان، و جعل ديناً قويماً و صراطاً مستقيماً". (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب: البدعة على خمسة أقسام: ۱/۵۶۰، سعيد)

(۲) (راجع ص: ۳۶۲، رقم الحاشية: ۱)

بھی چل رہا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ بہت اچھا طریقہ ہے، اس سے بہت معلوماتِ دین میں اضافہ ہوگا، کاش! کہ سب لوگ اس پر متفق ہوجائیں، لیکن ان کو مجبور نہ کیا جائے (۱)، اگر وہ انکار کریں اور مسجد چھوڑنے پر آمادہ ہوجائیں تو پھر یہ طریقہ بند کردیا جائے (۲) اور تراویح ووتر ختم ہونے کے بعد یا کسی دوسرے وقت حدیثیں سنائی جائیں جس کا دل چاہے بیٹھے اور سنے اور فائدہ حاصل کرے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۶/۸۷ھ۔

ختمِ تراویح پر دعاء

سوال[۳۴۴۹]: ۱...... تراویح کی بیس رکعت ختم ہونے پر دعاء مانگنا کیسا ہے؟

۲...... بعد وتر ونفل تمام مقتدیوں اور امام کامل کر دعاء مانگنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱...... مستحب ہے (۴)۔

---

(۱) "(ويجلس) ندباً بين كل أربعة بقدرها وكذا بين الخامسة والوتر) و يخيرون بين تسبيح وقراءة و سكوت و صلاة فرادى". (الدر المختار). "(قوله: وصلاة فرادى) وأهل مكة يطوفون، و أهل المدينة يصلون أربعاً". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۶، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب الوتر والنوافل: ۱/۴۴۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "يسّروا و لا تعسروا، و بشّروا و لا تنفروا". (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب ما كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولهم بالموعظة والعلم كي لا ينفروا: ۱/۱۶، قديمي)

(۳) "عن ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتخولنا بالموعظة في الأيام كراهة السامة علينا". (صحيح البخاري، المصدر السابق)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿فإذا فرغت فانصب﴾ وقال قتادة: فإذا فرغت من صلاتك فانصب إلى ربك في الدعاء". (أحكام القرآن للجصاص، سورة ألم نشرح: ۳/۸۱۳، قديمي) .... =

۲......ہر شخص اپنی نفل کے بعد دعا کرے، اس میں ایک دوسرے کا پابند کیوں کیا جائے (۱)، جو نماز یں مل کر جماعت سے پڑھی ہے اس کے بعد مل کر دعاء کریں (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔



= "و عن علی بن أبی طالب رضی الله تعالیٰ عنه قال: كان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إذاسلم من الصلاة قال: "اللهم اغفرلی ماقدمت و ما أخرت و ما أسررت و ما أعلنت و ما أسرفت، و ما أنت أعلم به منی، أنت المقدم والمؤخر، لا إله إلا أنت". (سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب ما يقول الرجل إذاسلم: ۱/۲۱۹، مكتبه إمداديه ملتان)

(۱) "ان الإصرار علی أمر مندوب يبلغه إلی حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التی لاأصل لها فی هذا، فلاشک فی الكراهة". (السعاية شرح شرح الوقاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل فی القراء ة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "(ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين) بالأدعية المأثورة .... (رافعی أيديهم) حذاء الصدر، .... ثم يختمون بقوله تعالیٰ: ﴿سبحان ربک رب العزة عما يصفون﴾ اهـ.......... (ثم يمسحون بها وجوههم فی آخره)". (نور الإيضاح مع مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فی الأوراد الواردة بعد الفرض، ص: ۳۱۶، ۳۱۸، قديمی)

باب قضاء الفوائت

(قضاءنمازوں کا بیان)

قضانمازوں کوادا کرنے کا طریقہ

سوال[۳۴۵۰]: ایک شخص کے ذمہ بہت سی نمازیں قضاء ہیں مگران کی تعداد یادنہیں وہ ان کوادا کرنا چاہتا ہے تو اس کوکیا کرنا چاہیئے؟ وہ کس طرح ادا کرسکتا ہے؟ کیاایک وقت میں کئی اوقات کی نمازادا کرسکتا ہے یا ایک وقت کے ساتھ ایک وقت ہی کی نمازادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک ایک وقت میں کئی کئی نمازیں پڑھے(۱)، بلکہ نوافل کی جگہ بھی قضاءنماز پڑھے(۲)، یہاں تک کہ اس کا قلب گواہی دینے لگے کہ اب کوئی قضاءنماز اس کے ذمہ باقی نہیں رہی (۳)، ہر قضاءنماز کے وقت اس

(۱)"عن أبي عبيدة بن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه قال:قال عبد الله: إن المشركين شغلوا رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم عن أربع صلوات يوم الخندق، حتى ذهب من الليل ماشاء الله، فأمر بلالاً، فأذن، ثم أقام، فصلى الظهر، ثم أقام فصلى العصر ثم أقام فصلى المغرب، ثم أقام فصلى العشاء".
(جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في الرجل تفوته الصلوات بأيتهن يبدأ: ۱/۴۳،سعيد)

(۲)"وأما النفل، فقال في المضمرات:الاشتغال بقضاء الفوائت أولى وأهم من النوافل إلا سنن المفروضة". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت : ۲/ ۷۴، سعيد)
(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب قضاء الفوائت، ص:۴۴۷، قديمي)

(۳)"خاتمة: من لايدري كمية الفوائت يعمل بأكبر رأيه، فإن لم يكن له رأي يقض حتى يتيقن أنه لم يبق عليه شئ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب قضاء الفوائت ،ص:۴۴۷،قديمي)
(وكذا في حاشية الشيخ الشلبي على الزيلعي، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت : ۱/۴۶۸،دار الكتب العلمية، بيروت)

7

طرح نیت کرے، مثلاً ظہر کی سب سے پہلی قضاء نماز جو میرے ذمہ باقی ہے اس کو پڑھتا ہوں (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١٠/٢/١٣٦٨ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ١١/٢/١٣٦٨ھ۔

قضاء نمازوں کے پڑھنے کا طریقہ

سوال [٣٤٥١]: ایک شخص کے ذمہ فرض قضاء نمازیں باقی ہیں، تقریباً بارہ سال کی نماز اس سے قضاء ہوئی ہے، اب وہ ان کو پڑھنا چاہتا ہے، اس کو دن اور تاریخ اور ماہ یاد نہیں، اب وہ ان بقایا نمازوں کی کس طرح نیت کرے اور ادا کیلئے کیا نیت کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح نیت کرے کہ سب سے پہلے ظہر کی نماز جو مجھ پر فرض ہوئی ہے اور میں نے ادا نہیں کی اس کو پڑھتا ہوں اسی طرح سب نمازوں کی نیت کرے اور وتروں کی بھی قضا کرے: "وإذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلوٰة يقضيها،.......... فإذا أراد تسهيل الأمر عليه نوىٰ أول ظهرٍ عليه أدرك وقته ولم يصله، فإذا نواه كذلك فيما يصليه يصير أ ولافيصح بمثل ذلك، وهكذا إذا نواه آخره، فيقول: أصلي آخر ظهرٍ أدركته ولم اصله بعد،اهـ". مراقی الفلاح، ص: ٣٣٨ (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٧/١١/١٣٥٦ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ٩/١١/١٣٥٦ھ۔

---

(١) "كثرت الفوائت، نوى أول ظهر عليه أو آخره". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ٧٦/٢، سعيد)

"إذا أراد أن يقضي الفوائت ذكر في "فتاوى أهل سمرقند": "أنه ينوي أول ظهر لله عليه، وكذالك كل صلاة يقضيها، وإذا أراد ظهر آخر ينوي أيضًا أول ظهر لله عليه؛ لأنه لما قضى الأول صار الثاني أول ظهر لله عليه". (المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفائتة، من مسائل المتفرقة: ٩٩/٢، المكتبة الغفارية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، قضاء الفائتة: ٧٦٦/٢، إدارة القرآن، كراچی)

(٢) (مراقی الفلاح، كتاب الصلاة باب قضاء الفوائت، ص: ٤٤٦، قديمي) .... =

وتر کی قضاء کا طریقہ

سوال[۳۴۵۲]: ایک شخص پر عشاء کی نمازیں باقی ہیں یعنی کئی سال کی قضاء ہوگئیں تو اب وہ عشاء کی نماز کے فرض اور وتر دونوں کی قضاء کرے یا محض فرضوں کی قضاء پڑھے، اگر وتر قضاء کرے تو اس کی نیت کس طرح کرے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

وتر کی بھی قضاء کرے اور جس طرح فرض میں اول فرض یا آخر فرض کی نیت کرے اسی طرح وتر میں بھی اول وتر یا آخر وتر کی نیت کرے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۱۱/۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳۵۶/۱۱/۹ھ۔

قضاء اور ادا نماز میں فرق

سوال[۳۴۵۳]: قضاء اور ادا میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنا، مثلاً کسی نے چار وقت کی قضاء نماز پانچویں وقت ادا کی، یا کسی نے آٹھ وقت کی قضاء نمازیں نویں وقت ادا کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس نماز کو وقت پر پڑھا جائے تو ادا ہے اور جسے بعد وقت کے پڑھا جائے تو وہ قضاء ہے(۲)۔

= (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۷۶/۲،سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفائتة: ۹۹/۲،المكتبة الغفارية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، قضاء الفائتة: ۷۶۲/۲،ادارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشي)

(۱) وكذا حكم الوتر تنوير". (تنوير الأبصار). وقال ابن عابدين: "لأنه فرض عملي عنده خلافاً".

(ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۷۳/۲، سعيد)

(۲)"والقضاء فعل الواجب بعد وقته". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۶۵/۲،سعيد)

"والقضاء له تعريفان: أحدهما على المذهب الصحيح من أن القضاء يجب بما يجب به الأداء، هو فعل الواجب بعد وقته، فيقال: هو فعل العبادة بعد وقتها". (البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۱۳۹/۲،رشيديه)

صاحب ترتیب کو ترتیب لازم ہے جب قضاء نماز ذمہ میں لازم ہو اور وقت میں گنجائش بھی ہو تو وقتیہ نماز پڑھنا درست نہیں، ہاں! اگر کم از کم چھ قضا نمازیں ذمہ میں ہوں تو پھر ترتیب لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۸/۹۰ھ۔

قضاء بہ نیتِ ادا

سوال[۳۴۵۴]: کسی شخص نے ظہر کی نماز بہت دیر سے پڑھی لیکن اس کا خیال تھا کہ ابھی ظہر کا وقت (بحسابِ مثلین) باقی ہے، اس لئے قضاء کی نیت نہیں کی تھی۔ نماز پڑھنے کے بعد اوقات کی جنتری دیکھی تو معلوم ہوا کہ جنتری کے حساب سے ایک منٹ قبل ظہر کا وقت ختم ہو چکا تھا یعنی جنتری میں چار بجکر گیارہ منٹ پر ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے، اس شخص نے ۴/ بجکر ۱۲/ منٹ پر نیت باندھی تھی، تو آیا اس کی نماز ہوگئی یا پھر قضاء کی نیت سے اعادہ ضروری ہے۔

عمید احمد بوہرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی، اعادہ ضروری نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ۔

---

(۱) "قال: "(ویسقط) الترتیب (بضیق الوقت والنسیان وصیرورتها ستًا): أی بصیرورة الفوائت ستًا، وبکل واحد من هذه الثلاثة یسقط الترتیب، بخلاف ما إذا کان في الوقت سعة، وقدم الوقتیة حیث لایجوز؛ لأنه أداها قبل وقتها". (تبیین الحقائق، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۲۶۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی فتح القدیر، باب قضاء الفوائت: ۱/۴۸۸، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصلاة، فصل في الترتیب وقضاء المتروکات، ۱/۱۰۹، رشیدیه)

(۲) (لصحة القضاء بنیة الأداء کعکسه هو المختار". (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت، سعید))

"لو نوی الأداء علی ظن بقاء الوقت، فتبین خروجه، أجزأه، وکذا عکسه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۲، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۶۲، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث في شروط الصلاة: ۱/۶۶، رشیدیه)

ایضاً

سوال[۳۴۵۵]: ایک شخص نے ظہر کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھی کہ حالتِ نماز میں عصر کی اذان ہوگئی اور اپنی نماز کو اس نے پورا کرلیا، لیکن ادا کی نیت سے شروع کی تھی۔ تو کیا دوبارہ قضاء کی نیت سے پڑھے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ نماز درست ہوگئی: "لو نوی الأداء علی ظن بقاء الوقت، فتبین خروجه، أجزأه".

شامی: ۱/۲۸۳ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۸/۶/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۸/۶/۹۲ھ۔

جس نماز کی ادا کرتے وقت خبر نہ ہو اس کی قضاء

سوال[۳۴۵۶]: اوقاتِ نماز میں بمشکل محمد قاسم نماز پڑھتا ہے، مگر محمد قاسم کو خبر بھی نہیں ہوتی، کیا ان نمازوں کی قضاء کرنی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن نمازوں کی محمد قاسم کو خبر بھی نہیں ہوتی اور وقت گذر جاتا ہے اس کی قضاء کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۴/۳/۹۰ھ۔

مغرب و وتر کے اعادہ کے وقت چار رکعت پڑھنا

سوال[۳۴۵۷]: بعض کتب میں دیکھا کہ اگر مغرب یا وتر میں سجدۂ سہو واجب ہوا اور ادا کرنا یاد نہ

---

(۱) (ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۲، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۶۲، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النیة: ۱/۶۶، رشیدیه)

(۲) "والقضاء فعل الواجب بعد وقته". (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۲، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۳۹، رشیدیه)

رہاتواعادہ کے وقت پوری ۴/ رکعت پڑھے۔پس اس کی کوئی اصل ہے یا صرف اغلاط سے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ کسی کتاب میں ہے تو اس کا منشا یہ ہوگا کہ ترکِ واجب سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اور فرض ادا ہوجاتا ہے، اگر سجدۂ سہو کرلیا تو جبرِ نقصان ہوگیا ورنہ اعادہ وقت کے اندر لازم ہوتا ہے اور بعد الوقت اعادہ کا وجوب ساقط ہوکر ندب باقی رہ جاتا ہے تو اس پر ایسی نماز مندوب ونفل ومستحب ہوئی اور متنفل بالثلاث غیر مشروع ہے، لہٰذا ۴ رکعت بثلاث قعدات پڑھے(۱)۔ شامی اور بحروغیرہ میں اس پر بحث کی ہے کہ ترکِ واجب سے اعادہ بعد الوقت واجب رہتا ہے یا محض مندوب ہوجاتا ہے۔ باب قضاء الفوائت (۲) ، باب سجود السهو(۳) ، واجبات الصلوات (٤) ،تینوں جگہ اس کا ذکر ہے اور حکم مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ اعادہ بعد الوقت کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۵/ ۱۳۶۷ھ۔

کئی سالوں سے غلط پڑھی ہوئی نمازوں کا اعادہ

سوال[۳۴۵۸]: کچھ لوگ کافی دنوں سے نماز پڑھ رہے تھے مگر انہیں غلط یادتھیں،اب امام صاحب سے صحیح کرلی ہیں،توسوال یہ ہے کہ پچھلی دس بیس تیس سال کی غلط نمازوں کی قضاء ہوگی یانہیں؟

---

(۱)(سياتي تخريجه تحت عنوان: ''دارالعلوم کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب'')

(۲)''(قوله: أي وجوبًا في الوقت الخ) فالحاصل أن من ترك واجبًا من واجباتها أو ارتكب مكروهاً تحريميًا، لزمه وجوبًا أن يعيد في الوقت، فإن خرج، أثم، ولايجب جبر النقصان بعده، فلوفعل فهو أفضل اهـ .... قلت: أي لأنه يشمل وجوبها في الوقت وبعده: أي بناء على أن الإعادة لاتختص بالوقت''. (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت : ۲/ ۶۴،سعيد)

(۳)''(قوله: لأنه لإصلاح مافات): أي ماترك من الواجبات في محله ،كما أن قضاء الفوائت لإصلاح مافات وقته بفعله بعده''. (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۷۷،سعيد)

(۴)(رد المحتار، باب صفة الصلاة مطلب :كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ۱/ ۴۵۷، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

ابتداء سے نماز کو صحیح نہ کرنا بہت بڑی کوتاہی ہے، تاہم جیسی نماز ان کو آتی تھی انہوں نے پابندی سے ادا کی، جو کوتاہی اور غلطی ہوئی حق تعالیٰ معاف فرمائے، اب دس، بیس، تیس سال کی نمازوں کو دوبارہ پڑھنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وقت کے اندر بالغ ہو جانے کے بعد پڑھی ہوئی نماز کی قضاء

سوال[۳۴۵۹]: زید صبح صادق سے قبل بالغ ہوا تو اس پر عشاء کی نماز پڑھنا ضروری ہوگی یا نہیں اور اگر عشاء کی نماز پڑھ کر سویا تھا تو عشاء کی نماز کا اعادہ کرنا ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

احقر محمد شفیع الہ آباد۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید پر صورتِ مسئولہ میں عشاء کی نماز فرض ہوگی، لہٰذا اگر بلوغ سے پہلے پڑھ چکا ہے تو اس کا اعادہ کرے کیونکہ بلوغ سے پہلے جو نماز اس نے پڑھی ہے وہ نفل ہے اور اگر نہیں پڑھی تو بعد بلوغ اس فرض کو ادا کرے، اگر وقت کے بعد بالغ ہوا ہے تو قضاء ضروری ہے:

"صبيٌّ احتلم بعد صلوة العشاء واستيقظ بعد الفجر، لزمه قضائها". درمختار۔ قال الشامي: لأنها وقعت نافلةً، ولما احتلم في وقتها، صارت فرضاً عليه؛ لأن النوم لا يمنع الخطاب، فيلزمه قضائها في المختار، ولذا لو استيقظ قبل الفجر، لزمه إعادتها إجماعاً"(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۶/۱/۵۴ھ۔

(۱) (ردالمحتار، کتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۱/۷۶، سعید)

"غلامٌ احتلم بعد ماصلى العشاء ولم يستيقظ حتى طلع الفجر، ليس عليه قضاء العشاء، والمختار أن عليه قضاء العشاء. وإذا استيقظ قبل الطلوع، عليه قضاء العشاء بالإجماع، وهي واقعة محمد بن الحسن سألها أبا حنيفة، فأجابه بما ذكرنا، فأعاد العشاء". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۵۹، رشيديه) =

احتلام یاد نہیں تو نماز کب سے لوٹائے؟

سوال[۳۴۶۰]: امام مسجد کو احتلام ہوتا ہے، صبح کو احتلام یاد نہیں اور نہ کسی قسم کا اثر معلوم ہوا، دو تین روز کے بعد اتفاقاً پائجامہ پر نشان منی کا دکھلائی دیا، اب سوچتا ہے کہ یہ کب سے ہے تو فکر کے بعد معلوم ہوا کہ غالباً دوسری تیسری رات کا واقعہ ہے اور اس اثناء میں وہ امام جتنی نمازیں پڑھاتا رہا اور گاہے گاہے دوسرا شخص بھی نمازیں پڑھاتا رہا۔

اب سوال یہ ہے کہ دو تین روز میں جن لوگوں نے اس جنبی امام کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں وہ مقررہ خاص متعین نمازی نہیں ہیں بلکہ کوئی کسی جگہ کا اور کوئی کسی جگہ کا.......... نامعلوم الاسم، نامعلوم المکان ہیں اور مقررہ متعین نمازی تو چند ہیں۔ اب ان نمازوں کا اعادہ کس طرح کیا جائے اور وہ لوگ جو نامعلوم الاسم ہیں ان کی نمازیں ہوگئیں یا نہیں؟ وہ نمازیں امام کو یاد نہیں کہ میں نے جنابت کی حالت میں کتنی پڑھائی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض احتمال اور شک سے تو اعادۂ نماز کا حکم نہیں دیا جاتا، بلکہ شک کی صورت میں یہ حکم ہے کہ جس وقت کپڑے پر منی کو دیکھا ہے اس سے قبل جو سویا تھا اس وقت سے جنابت کا حکم ہوگا اور بیدار ہوکر جس قدر نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ واجب ہے، لیکن اگر قرائن سے غلبۂ ظن حاصل ہوگیا کہ مثلاً تیسری شب میں احتلام ہوا تھا تو پھر جب ہی سے حکم اعادہ کیا جاوے جب سے غلبۂ ظن حاصل ہو(۱)۔ اور جہاں تک اپنے امکان میں ہو تحقیق کر کے نمازیوں کو اطلاع کردے، خواہ زبانی خواہ تحریری، خود یا کسی اور کے ذریعہ، اس کے بعد بھی اگر کوئی

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في قضاء الفوائت، ص: ۵۳۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱، رشيديه)

(۱) "قوله: أعاد من آخر احتلام .. الخ". .... وفي بعض النسخ: من آخر نوم، وهو المراد بالاحتلام؛ لأن النوم سببه". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الطهارة، فصل في البئر، مطلب: فرق بين الروث والخثى والبعر والخرء: ۱/۲۲۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۲۲۱، رشيديه)

بغیر اطلاع رہ گیا، لاعلمی کی وجہ سے تو انشاء اللہ معافی کی توقع ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ ربیع الثانی/۱۳۶۴ھ۔

دارالعلوم کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب

سوال[۳۴۶۱]: فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، عزیز الفتاویٰ جلد چہارم (۲)، ص: ۳۰ میں ہے: ''سوال: ۵۹۷، اگر مغرب کے فرض تہجد کے وقت تین رکعت پڑھی کہ دو نفل ہوگئی اور ایک رکعت اکارت ہوگئی، مگر اس میں یہ عرض ہے کہ بعد دوسری رکعت کے جو تیسری کے لئے کھڑا ہوا تو تاخیر سلام پھیرنے میں ہوئی دیگر جب تیسری رکعت کو کھڑا ہوا تو دوگانہ نفل کا واجب ہوگیا اور پھر تیسری پر سلام پھیر دیا اس صورت میں کچھ گناہ ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

''حالتِ توہّم میں تین رکعت نہ پڑھے، بلکہ ۴/ پوری کرے ۳/ قعدے سے، جیسا کہ امام صاحب کے قولِ قضاء کی تاویل کی گئی ہے درمختار میں ہے: "وما نقل أن الإمام قضى صلوة عمره، فإن صح نقول كان يصلي والمغرب الوتر أربعًا بثلاث قعدات، الخ". انتهى(۳)۔

---

(۱) "وإذا ظهر حدث إمامه بطلب، يلزم إعادتها كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهو محدث أو جنب أو فاقد شرط أو ركن (بالقدر الممكن) بلسانه أو (بكتاب أو رسول على الأصح) لو معينين، وإلا لايلزمه، بحر عن المعراج". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب الإمامة: ۱/۵۹۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الإمامة: ۱/۶۴۱، رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح على نور الايضاح، باب الامامة، ص: ۲۹۷، قديمى)

(۲)(فتاوى دار العلوم ديوبند يعني عزيز الفتاوى مبوب مكمل، كتاب الصلاة، فصل في قضاء الفوائت: ۱/۲۶۶، دار الاشاعت)

(۳)(الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۷، سعيد)

"إذا كان على غالب ظنه فساد ماصلى لوُرود النهي عنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وما حكى عن أبي حنيفة أنه قضى صلاة عمره، فإن صح النقل فنقول: كان يصلي المغرب والوتر أربع ركعات بثلاث قعدات، انتهى". (البحرالرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۰۹، رشيديه)

اس سوال میں یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ مغرب کے تین فرض تہجد کے وقت قضاء کرنے سے نفل کیوں ہوگئی اور جواب میں اس کو حالتِ توہم پر محمول کیوں کیا گیا؟ نیز تیسری رکعت شروع کرنے سے وجوبِ دوگانہ اور تاخیرِ سلام کا کوئی جواب نہیں دیا، اس کا جواب بھی تحریر فرمادیں۔ اور جواب میں جو درمختار کی عبارت ہے وہ کونسی اور کس باب اور کس صفحہ پر ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ کتابت کی غلطی ہے، سوال کا مقصود یہ ہے کہ اگر کوئی شخص توہم کے وقت مغرب کے ۳/ فرض کا اعادہ کرے یعنی مغرب کے فرض اس کے ذمہ یقینی نہیں بلکہ محض کسی وہم کی بناء پر پڑھتا ہے کہ شاید پہلے جو وقت پر پڑھ چکا ہے وہ صحیح نہ ہوا ہو تو ایسی حالت میں دو رکعت نفل ہوگئی کیونکہ فریضہ پہلے ادا ہو چکا اور ایک رکعت بیکار گئی تو اس کی تدبیر جواب میں بتائی ہے کہ ایسے وقت میں تین نہ پڑھے بلکہ ۴/ پوری کرے اور تین قعدے کرے۔ اور عبارتِ منقول باب النوافل میں صلاۃ علی الدابۃ سے چند سطر پہلے ہے:

”ولا یصلی بعد صلوة مفروضة مثلها فی القراءة، أو فی الجماعة، ولاتعاد عند توهم الفساد للنهی، وما نقل أن الإمام قضی صلوة عمره، صح“. درمختار۔

نہی کے تین محمل بیان کئے، ثالث پر امام صاحب کے فعل سے اشکال ہوا تو اس کی توجیہ کی کہ اگر یہ نقل صحیح تسلیم کی جائے تو:

”نقول: کان یصلی المغرب والوتر أربعًا بثلاث قعدات، اھ“۔ ”(قوله: ولا یصلی الخ) هذا اللفظ رواه ابن أبی شیبة الخ. قال فخر الإسلام: لو حمل علی تکرار الجماعة فی مسجدٍ له أهل أو علی قضاء الصلوٰة عند توهم الفساد لکان صحیحًا (وقوله): وما نقل الخ) جوابٌ عن سوال وارد علی الوجه الثالث، فإن هذا المنقول ینافی حمل النهی علیه إذ یبعد أن یکون ماصلاه أولا مشتملاً علی خلل محقق من مکروه أو ترک واجب، بل الظاهر أنه أعاد ماصلاه لمجرد الاحتیاط وتوهم الفساد، فینافی حمل النهی فی مذهبه علی وجه الثالث، الخ“. ۱/۶۵۳(۱)۔

تاخیرِ واجب اگر سہواً ہو تو سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، عمداً میں سہو نہیں۔ اگر یہ صلاۃِ معادۃ نفل مانی جائے

(۱) (رد المحتار، باب الوتر والنوافل قبیل مطلب فی الصلاۃ علی الدابۃ: ۲/۳۸، سعید)

تو اس میں ایک قعدہ کی زیادتی ہوئی اور اگر فرض مانی جائے تو ایک رکعت کی زیادتی ہوئی، اس کا مدار اول نماز کی صحت اور عدمِ صحت پر ہے:

"فعلى احتمال صحة ماكان صلاه أو لاتقع هذه الصلوٰة نفلاً وزيادةالقعدة على رأس الثالثةلاتبطلها، وعلى احتمال الزيادة تقع هذه فرضاًمقضياً زيادة ركعة عليها لاتبطلها، اهـ". شامي: ١/٦٥٤(١)۔

جس نفل کو قصداً بہ نیتِ نفل شروع کرے اس کا اتمام لازم ہوتا ہے۔ صورتِ مسئولہ اس میں داخل نہیں:

"ولوسها عن القعود الأخير، عاد مالم يقيّد بالسجدة، وإن قيد تحوّل فرضه نفلاً برفعه، وضم سادسةً ولو في العصروالفجر إن شاء لاختصاص الكراهة والإتمام بالقصد اهـ". درمختار۔

"(قوله: لاختصاص الكراهة الخ) جواب عما قد يقال: إن تنفل بعد العصر والفجر مكروه، وفي غيرهما وإن لم يكره، لكن يجب إتمامه بعد الشروع فيه، فكيف قلت: ولو بعد العصر والفجر؟ قلت: إنه فجرٌ إن شاء ضمّ، وإلا فلا؟ والجواب أنه لم يشرع في هذا النفل قصداً، وماذكرته من الكراهة ووجوب الإتمام خاص بالتنفل قصداً اهـ".

قال في الدر: "ولاعهدة لو قطع". وقال الشامي رحمه الله تعالىٰ: "أي لايلزمه القضاء لولم يضم وسلم؛ لأنه لم يشرع به مقصوداً كما مرّ، اهـ". ردالمحتار: ١/٧٠٠، باب سجود السهو(٢) باب النوافل، میں "لزم نفلٌ شرع فيه قصداً" (٣) کے تحت میں شروع کو مقید کیا ہے، مطلقاً ہر شروع سے لزوم کا حکم نہیں کیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یو۔ پی۔

وقت کے اندر نابالغ کا بالغ ہونا اور بہشتی گوہر کی ایک عبارت

سوال [۳۴۶۲]: بہشتی گوہر حصہ یازدہم، مطبوعہ کتب خانہ اختری متصل مدرسہ مظاہر علوم کے صفحہ:

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، ۸۷، سعيد)

(۲) (ردالمحتار على الدرالمختار، باب سجود السهو: ۲/۸۵-۸۷، سعيد)

(۳) (الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۹، سعيد)

۰۷، پرنماز قضاء ہو جانے کے مسائل کے تحت مسئلہ:۲ کی عبارت غالباً نظر ثانی سے رہ گئی، مطبوعہ عبارت یہ ہے:

''اگر کوئی لڑکا نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کرسوئے اور بعد طلوعِ فجر بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہوگیا ہے تو بقولِ راجح اس کو چاہیئے کہ عشاء کی نماز کا اعادہ کرے، اور اگر قبل طلوعِ فجر بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضا پڑھے'' (۱)۔

قدیم وجدید متعدد نسخے دیکھے، سب میں یہی عبارت طبع ہوئی ہے جس کی تصحیح نہ ہوسکی، شامی صفحہ: ۵۰۹، مصری کو دیکھا اس کے اعتبار سے اس مسئلہ کی عبارت یہ ہونی چاہیئے:

''اگر کوئی نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کرسوئے اور بعد طلوعِ فجر کے بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ احتلام ہوگیا ہے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضاء پڑھے۔ اور اگر قبل طلوعِ فجر بیدار ہوکر منی کا اثر دیکھے تو بقولِ راجح عشاء کی نماز کا پھر اعادہ کرے''۔

چونکہ عبارت کی یہ غلطی برسوں سے چلی آرہی ہے اس کی تصحیح دارالعلوم دیوبند کی طرف سے جس طرح مناسب ہو، ہوجانی ضروری ہے: "صبي احتلم بعد صلوٰة العشاء واستيقظ بعد الفجر، لزم قضاؤها، ولو استيقظ قبل الفجر، لزمه إعادتها إجماعاً". شامی: ۱/۵۰۹ (۲)۔

الجواب حامداًومصلياً:

نماز بالغ ہونے پر فرض ہوتی ہے، اس سے پہلے ادا کی ہوئی (نماز) فرض متصور نہ ہوگی۔ جس نابالغ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سوگیا اور اس کو احتلام ہو جس سے وہ بالغ شمار کیا گیا اور اس پر نماز فرض قرار دی گئی اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر وہ طلوعِ فجر سے پہلے اس نوم سے بیدار ہو تو اس پر بالاجماع عشاء کی نماز دوبارہ پڑھنا لازم ہے، اس لئے کہ وہ وقتِ عشاء ختم ہونے سے پہلے بالغ اور مکلّف ہوگیا اور اس کی عشاء کی پڑھی ہوئی نماز ''فرض'' نہیں تھی۔ اگر طلوعِ فجر کے بعد بیدار ہوا تو اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس کو طلوعِ فجر کے بعد میں احتلام ہوا ہو تو اس کے ذمہ عشاء کی نماز کا اعادہ لازم ہوگا، یہ دوسرا قول مختار ہے:

"صبيٌّ احتلم بعد صلوة العشاء، واستيقظ بعد الفجر، لزمه قضاؤها". درمختار۔ "(قوله:

(۱) (بهشتی زیور، حصه یاز دهم، نمازقضاء ہوجائے کے مسائل، ص: ۷۸۶، دارالاشاعت، کراچی)

(۲) (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۸۶، سعید)

لزمه قضاء ها)؛ لأنها وقعت نافلةً. ولما احتلم في وقتها صارت فرضاً عليه؛ لأن النوم لايمنع الخطاب". فيلزمه قضاء هافي المختار، ولذا لواستيقظ قبل الفجر، لزمه إعادتها إجماعاً، الخ".

ردالمحتار: ۱/ ٤٩٤، قبيل باب السجود(۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ بہشتی گوہر کی عبارتِ مسئولہ صحیح ہے اس پر نظرِ ثانی کی ضرورت نہیں، چہ جائیکہ تصحیح کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۹۴ھ۔

ایک دووقت کی نماز قضاء ہوجانے سے آدمی صاحبِ ترتیب رہ جاتا ہے یانہیں؟

سوال[۳۴۶۳]: زید کی ایک دووقت کی نماز بعداز بلوغ قصد سے یابلاقصد، تساہل یاعذر کی وجہ سے فوت ہوگئی، اس حال میں کیا عندالشرع صاحبِ ترتیب شمار کیا جائے گا اور جب تک اس کوادا نہیں کرلے گا بعد کی نمازیں درست ہونگی اور اگر بعداز بلوغ وہ بے نمازی تھا اور کچھ مدتِ مکلفہ گذرجانے کے بعد تائب ہوکر نمازی ہوا، اس حالت میں بھی وہ صاحبِ ترتیب ہوسکتا ہے یانہیں؟ اور فوائتِ نماز کا ترتیب سے ادا کرنا ضروری ہوگا یا بلاترتیب؟ پھر غیر صاحبِ ترتیب کی طرح مقدم مؤخر کیف ماشاء ادا ہوجائیں گی۔ مفصل شرح سے شرحِ صدر فرمایا جائے۔

محمد عاشق شہر سہارنپور۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ترتیب فرائضِ خمسہ اور وتر میں لازم اور ضروری ہے، ادا میں بھی قضاء میں بھی، ایک دووقت کی نماز قضاء ہوجانے کی وجہ سے ترتیب ساقط نہیں ہوجاتی، لہذا جس صاحبِ ترتیب کے ذمہ ایک نماز فائتہ موجود ہے

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۸۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/ ۱۵۹، رشيديه)

(وكذا في سكب الأنهر في شرح الملتقى، باب قضاء الفوائت، قبيل سجود السهو: ۱/ ۱۴۷، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

اس کو بلا عذر وتنگی وقت ونسیان وقتیہ نماز پڑھنا درست نہیں جب تک اس فائتہ کو پہلے نہ پڑھ لے، اگر ایسی حالت میں وقتیہ کو پڑھے گا تو وہ وقتیہ موقوف رہے گی، اگر چھ وقتیہ نمازیں پڑھنے سے پہلے فائتہ پڑھی ہے تو وہ نمازیں نفل ہوں گی، فرائض ذمہ سے ساقط نہ ہوں گے۔ اگر چھ کے بعد فائتہ پڑھی ہے تو وہ سب فرض نمازیں صحیح ہوگئیں اور فائتہ بھی صحیح ہوگئیں اور سب فائتہ نمازیں پڑھ کر پھر صاحب ترتیب بن جائے گا:

"الترتيب بين الفروض الخمسة أداءً وقضاءً لازمٌ .... فلم يجز فجرُ من تذكر أنه لم يؤتر إلا إذا ضاق الوقت أو نسيت الفائتة .... وفساد الصلوٰة بترك الترتيب موقوف، فإن كثرت وصارت الفوائت مع الفائتة ستًا، ظهر صحتها، وإلالا تظهر صحتها، بل تصير نفلاً"(۱). فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، ۲۰/ جمادی الاول/۱۳۵۴ھ۔

غیر صاحبِ ترتیب کا وقت معین کر کے قضاء نماز پڑھنا

سوال[۳۴۶۴]: غیر صاحب ترتیب کیلئے صاحب ترتیب ہونے سے پہلے وقت معین کر کے نماز جائز ہے یا نہیں، مثلاً عمر صاحب ترتیب نہیں، اس وجہ سے دو سال سے نامعلوم کتنی نمازیں قضاء کی ہیں، اب ان

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۵تا۶۷، سعيد)

"الترتيب بين الفائتة والوقتية، وبين الفوائت مستحق، كذافي الكافي .... وكذابين الفروض والوتر، هكذا في شرح الوقاية .... ثم الترتيب يسقط بالنسيان، وبما هو النسيان كذا في المضمرات .... ويسقط الترتيب عندضيق الوقت، كذا في محيط السرخسي .... ويسقط الترتيب عند كثرة الفوائت، وهو الصحيح، هكذا في محيط السرخسي. وحدّ الكثرة أن تصير الفوائت ستاً بخروج وقت الصلاة السادسة .... في الأصل: رجل صلى العصر وهو ذاكر أنه لم يصل الظهر، فهو فاسدٌ، إلا أن يكون في آخر الوقت .... ثم عند أبي حنيفة فرضية العصر تفسد فساداً موقوفًا حتى لو صلى ست صلوات أو أكثر ولم يُعد الظهر، عاد العصر جائزاً، لايجب عليه إعادته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۱-۱۲۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۴۰ - ۱۵۱، رشيديه)

دوسالوں کی نماز قضاء کرنے سے پہلے عمر نے یہ چاہا کہ آج یکم محرم سے جونماز قضاء ہوگئی ہے اسے ادا کرلوں تو یہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح درست ہے، کذافی ردالمحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

صاحبِ ترتیب نمازِ جمعہ پڑھے یا فوت شدہ پڑھے؟

سوال [۳۴۲۵]: صاحبِ ترتیب اگر قضاء پڑھے تو جمعہ فوت ہو جائے، اس صورت میں راجح قول کے مطابق پہلے قضا پڑھے یا جمعہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صاحبِ ترتیب پہلے قضاء پڑھے، پھر اگر جمعہ مل سکے تو بہتر ورنہ ظہر پڑھے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۴/۱۵ھ۔

---

(۱) "(قوله: كثرت الفوائت الخ) لوفاته صلاة الخميس والجمعة والسبت فإذا قضاها، لابد من التعيين؛ لأن فجر الخميس مثلاً غير فجر الجمعة .... ولايضره عكس الترتيب لسقوطه بكثرة الفوائت، وقيل: لايلزمه التعيين أيضًا". (ردالمحتار، قبيل باب سجود السهو: ۲/۷۶، سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على هامش حاشية الطحطاوي، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۶، قديمي)

(۲) "ولو أن مصلي الجمعة تذكر أن عليه الفجر، فإن كان بحيث لوقطعها واشتغل بالفجر، تفوته الجمعة ولايفوته الوقت، فعند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالىٰ يقطع الجمعة ويصلي الفجر، ثم يصلي الظهر. وعندمحمد رحمه الله تعالىٰ يتمّ الجمعة ولو كان بحيث أنه إذا قضى الفجر أدرك الجمعة مع الإمام، فإنه يشتغل بالفجر إجماعًا، وإن كان بحيث إذا قطع الجمعة واشتغل بالفجر يفوت الوقت، أتمّ الجمعة إجماعًا، ثم يصلي الفجر بعدها، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفوائت: ۱/۷۵۶، إدارة القرآن، كراچي) =

فوائتِ قدیمہ اور فائتہ جدیدہ میں ترتیب

سوال[۳۴۶۶]: زید اپنی عمر کے بیسویں سال میں آکر توبہ کرتا ہے اس عرصہ میں وہ کبھی نماز پڑھتا تھا اور کبھی نہیں پڑھتا تھا اس لئے اندازاً نمازوں کا حساب لگالیا اور قضائے عمری پڑھنے لگا۔ اتفاق سے اس کی کوئی نماز قضاء ہوگئی تو اب وہ اس نماز کو جواب قضاء ہوئی ہے پہلے ادا کرے یا جب ادا کرے جب اس کی پچھلی نمازیں سب ادا ہو جائیں اگر وہ نئی قضاء نماز پہلے ادا کرے تو یہ ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نئی قضا نماز کو بھی پڑھ لے، گذشتہ مدتوں کی نمازوں کا انتظار نہ کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۱/۱۳۶۸ھ۔

فائتہ یاد ہوتے ہوئے وقتی فرض پڑھنے کے متعلق مفتی بہ قول

سوال[۳۴۶۷]: امام صاحب اور صاحبینؒ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، فتویٰ کس کے قول پر ہے:

"لو صلی فرضًا ذاکراً أن علیه فائتة قبله، فسد فرضه فساداً موقوفًا عند أبي حنیفة، الخ"(۲)۔ اس مسئلہ میں صاحبین کا قول کیا ہے؟ فقط۔

= (وکذا فی ردالمحتار، باب قضا الفوائت: ۲/۶۷، سعید)

(۱) "فالحدیثة تسقط الترتیب اتفاقًا، وفی القدیمة اختلاف المشایخ، وذالک کمن ترک صلوات شهر، ثم صلی مدةً ولم یقض تلک الصلوات حتی لو ترک صلاةً صلی أخریٰ ذاکراً للفائتة الحدیثة، لم یجز عند البعض، وقیل: یجوز، وعلیه الفتویٰ، کذا فی الکافی". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱/۱۲۳، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۰، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۵۳، رشیدیه)

(۲) (الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، فصل فی قضاء الفوائت، ص: ۵۳۰، سهیل اکیڈیمی، لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام صاحب کا قول استحسان پر مبنی ہے اور صاحبین کا قول قیاس پر، کما فی القنیة(۱) والبحر (۲) والمجمع(۳)، والأول أرجح من الثانی إلافیما استثنیٰ، کذا قال ابن عابدین فی شرح عقود

---

(۱) "ولوفاتت صلوٰة واحدة، ثم صلی بعدها خمس صلوٰة ذاکراً للفائتة، کان الخمس فاسدةً فساداً موقوفًا حتی أنه إذا صلی السادسة قبل الفائتة، انقلبت الخمس جائزةً. وإذا قضی الفائتة قبل السادسة، وجب إعادتها، فواحدة تصح خمساً وواحدة تفسد خمساً علی ماقال أبوحنیفة کما فی المبسوط وغیره: إن الفساد فی کلٍ من الست عنده لیس بمتقدر فیما أدی، بل هو شئ یفتی به فی الوقت حتی یعیدها ثانیًا فی الوقت، فإذا خرج الوقت تنقلب المؤدات صحیحةً. وأما عندهما ففساد الخمس باق لم تنقلب جائزةً بکل حال". (جامع الرموز، کتاب الصلاة، فصل: قضاء الفوائت: ۱/۲۲۷، مطبعه کرعیه قزان)

(۲) "قوله: (فلو صلی فرضاً ذاکرًا فائتة ولو وتراً، فسد فرضه موقوفًا .... وهذا عند أبی حنیفة، وعندهما: الفساد متحتم لایزول، وهو القیاس؛ لأن سقوط الترتیب حکم، والکثرة علة له، فإنهما یثبت الحکم إذا ثبتت العلة فی حق مابعدها، فأما فی نفسها فلا. وهذا لأن العلة ماتحل بالمحل، فیتغیر لحلوله المحل، فلایجوز أن یکون نفس العلة محلاً للعلة للاستحالة. ولأبی حنیفة أن الحکم مع العلة یقترنان لما عرف فی الأصول، والکثرة صفة هذا المجموع، وحکمها سقوط الترتیب، فإذا ثبت صفةالکثرة بوجود الأخیرةاستندت الصفة إلی أولها بحکمها فیجوزالکل لمرض الموت لماثبت له هذا الوصف استند إلیه بحکمه، ولهذا لو أعادها بلاترتیب، جازت عندهما أیضًا. وهذا لأن المانع من الجواز قلتها، وقد زالت فیزول المنع". (البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۵۶ رشیدیه)

(۳) "(فلو صلی فرضًا ذاکراً فائتة، فسدفرضه موقوفًا عنده) لایحکم بصحته وفساده، حتی لو صلی بعده ست صلوات أو أکثر ولم یقض الفائتة، انقلب الکل جائزًا عند الإمام. (وعندهما) فسد فرضه فساداً (باتا): أی قطعیاً (فلوقضاها): أی الفائتة (قبل أداء ستٍ) من الصلوات (بطلت فرضیة ماصلی، وإلا): أی وإن لم یقض الفائتة حتی أدی سادساً (صحت عنده)؛ لأن الکثرة صفةٌ لهذه الجملةمن الصلوات، فإذا ثبت صفة استندت إلی أولها بحکمها، وهو سقوط الترتیب، فسقط الترتیب فی آحادها کما سقط فی أعیانها.......... (لاعندهما)؛ لأن سقوط الترتیب حکم الکثرة، وکل ماهو حکم العلة یتأخر عن علته، فسقوط الترتیب إنما یکون فیما یقع من الصلوات بعد الکثرة لافیما قبلها، وهو القیاس". (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، کتاب الصلوٰة، باب قضاء الفوائت: ۱/۱۴۴، ۱۴۵، دارإحیاء التراث العربی)

7

رسم المفتی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۳۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۳۸۷ھ۔

جہل سے ترتیب ساقط ہوجاتی ہے یا نہیں؟

سوال[۳۴۶۸]: ترتیب کے ساقط کرنے میں جہل کا اعتبار ہے یا نہیں؟ غایۃ الاوطار: ۱/۳۳۴، میں تو اعتبار کیا ہے: "من جهل فريضة الترتيب، يُلحق بالناسي، واختاره جماعة من أئمة بخاری"(۲)، لیکن مراقی الفلاح میں بیان کیا ہے کہ جہل کا اعتبار نہیں: "ولا يعتبر الجهل، وعبارة النقاية في حق الترتيب: ولوجاهلا به. مراقی الفلاح، ص: ۲۱۵ (۳)۔ مفتی بہ کون سا قول ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ظاہر روایت میں تو جہل مسقطِ ترتیب نہیں ہے، لیکن ایک روایت میں امام صاحب سے بواسطۂ حسن بن زیاد اس کے خلاف بھی منقول ہے اور اس کو بہت سے مشائخ نے اختیار بھی فرمایا ہے، کذا في البحر الرائق: ۲/۸٤، ومنحة الخالق: ۲/۸٤(٤)، وطحطاوی علی مراقی الفلاح: ۱/٤٤٠(٥)،

(۱) قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "الرابعة مافي عامة الكتب من أنه إذا كان في مسئلة قياسٌ واستحسانٌ، ترجّح الاستحسان على القياس إلافي مسائل". (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۸۱، میر محمد کتب خانه، کراچی)

(۲) (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۰ سعید)

(۳) (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۳، قديمی)

(۴) "في المجتبیٰ: "من جهل فريضة الترتيب لايجب عليه كالناسي وهو قول جماعة من أئمة بلخ". (البحر الرائق).

"قوله: (وفي المجتبىٰ: من جهل) نقله قاضيخان في شرحه عن الحسن بن زياد وقال: وكثيرمن المشائخ اخذوا بقوله، ومثله في التاتارخانية". (منحة الخالق، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۴۹، رشيديه)

(۵) "عند أئمتنا الثلاثة، وعن الحسن عنه أنه إذا لم يعلم به، لم يجب عليه، وبه أخذ الأكثرون، كما في التمرتاشي". (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۳، قديمی)

والدر المختار: ۱/۶۸۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

نفل نماز باجماعت قضائے عمری کیلئے

سوال[۳۴۲۹]: ۱..... کیا قضائے عمری اس خیال سے پڑھنا کہ تمام سال کی نمازیں جوفوت شدہ ہیں اس کے پڑھنے سے معاف ہوجاتی ہیں۔ قضائے عمری اس صورت سے پڑھی جاتی ہے: دو رکعت نماز نفل باجماعت۔ یہ نماز شریعت اسلامی میں ثابت ہے یا نہیں فقہ کی کونسی کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور حدیث کی کسی کتاب میں ہے یا نہیں؟

۲..... دو رکعت نماز نفل صبح یعنی دو رکعت نماز نفل پڑھنا باجماعت اور لوگوں کو اس کی ترغیب دینا اور اس کا اہتمام کرنا کیسا ہے اور یہ کہنا کہ اس سے حج کا ثواب مل جاتا ہے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ نماز شرعاً ثابت نہیں، نوافل کو جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے، دو رکعت اس طور سے پڑھ کر یہ اعتقاد کرنا کہ اس سے عمر بھر کی فوت شدہ نمازیں معاف ہوجاتی ہیں بالکل اصولِ شرع کے خلاف ہے۔ جو فرض نماز فوت ہوتی ہے، اس کی قضا فرض ہے، جو واجب نماز فوت ہوتی ہے اس کی قضا واجب ہے، جو سنت نماز فوت ہوتی ہو اس کی قضا بھی سنت ہے:

"قضاء الفرض والواجب والسنة فرضٌ وواجبٌ وسنةٌ –لف و نشر مرتب– وجميع أوقات العمر وقتٌ للقضاء، اهـ". در مختار(۲)۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے قضائے عمری کے بطلان میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے(۳)۔

(۱) "وفي المجتبى: من جهل فريضة الترتيب، يُلحق بالناسي، واختاره جماعةٌ من أئمة بخارىٰ، وعليه يخرج مافي القنية". (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۰، سعید)

(۲) (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۶، سعید)

(۳) "(رسالہ ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان، مجموعة رسائل اللكنوى: ۲/۳۴۹، إدارة القرآن كراچی)

۲...... یہ لغو اور باطل ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

رمضان میں جماعت کے ساتھ قضائے عمری

سوال [۳۴۷۰]: ایک شخص رمضان کے آخری جمعہ کو قضائے عمری باجماعت ہر ایک نماز کو اذان دیتے ہوئے پڑھتا ہے، اگر کوئی نہیں پڑھتا تو اس کو ملامت کرتا ہے اور سخت گنہگار بتلاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا جائز نہیں، دلائلِ شرعیہ کے خلاف ہے، اس کے تارک کو گنہگار کہنا سخت گناہ ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

= ''انسان سے جو نمازیں چھوٹ گئی ہوں ان کی قضاء اس کے ذمہ لازم ہے۔ صرف توبہ کر لینے سے وہ معاف نہیں ہوتیں.......... البتہ وہ اگر روزانہ پانچ نمازوں کی قضاء کرنا شروع کردے اور ساتھ ہی یہ وصیت بھی کردے کہ جو نمازیں میں اپنی زندگی میں ادا نہ کرسکوں ان کا فدیہ میرے ترکہ سے اداء کیا جائے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اس کی کوتاہی کو معاف فرمادیں گے''۔ (فقہی مقالات: ۴/ ۱۵-۲۸، قضاء عمری کی حقیقت، میمن اسلامک پبلشرز)

وأیضاً راجع للتفصیل: (فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴/ ۳۳۰، و کفایت المفتی: ۳/ ۳۸۲، ۳۸۴، فتاوی حقانیه: ۳/ ۳۰۱، وغیره)

(۱) اس لئے کہ صبح صادق سے لیکر طلوعِ شمس تک کسی قسم کے نوافل پڑھنا جائز نہیں، دوسری خرابی یہ ہے کہ نفل کی جماعت مکروہ ہے: "عن حفصة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: كان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم إذا طلع الفجر لا يصلی إلا ركعتين خفيفتين". (الصحيح للإمام مسلم، باب استحباب ركعتي الفجر والحث عليهما: ۱/ ۲۵۰، قديمی)

"عن علي رضي الله تعالیٰ عنه قال: كان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم يصلي في أثر كل صلوة مكتوبة ركعتين إلا الفجر والعصر". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة: ۱/ ۱۸۸، إمداديه، ملتان)

(وأيضاً تقدم تخريجه تحت عنوان المسئلة: ''نفل کی جماعت'')

(۲) "اعلم أنهم قد أحدثوا في آخر جمعة شهر رمضان أموراً مما لا أصل لها، و التزموا أموراً لا أصل =

قضائے عمری کی نیت

سوال[۳۴۷۱]: قضائے عمری میں نماز کی نیت کس طرح کی جائے جب کہ دن، تاریخ، مہینہ اور سال معلوم نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ فجر کی جوسب سے پہلی نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں، یا اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ فجر کی جوسب سے آخر کی نماز باقی ہے وہ پڑھتا ہوں، یہی حال دوسری نمازوں کا ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ۔

نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری پڑھنی چاہیے

سوال[۳۴۷۲]: ایک انسان خاص عمر میں نماز شروع کرے اور اشراق وتہجد وغیرہ پڑھے تو کیا اس کو ثواب ملے گا یا نہیں جبکہ قضائے عمری بھی پڑھ رہا ہو۔

= للزومها ...... فمنها: القضاء العمرى، حدث ذلک في بلاد خراسان و أطرافها، و بعض بلاد اليمن وأكنافها، و لهم في ذلک طرق مختلفة و مسالک متشتة: فمنهم من يصلي في آخر جمعة رمضان خمس صلوات قضاءً بأذان وإقامة مع الجماعة، و يجهرون في الجهرية، و يسرون في السرية، و ينوون لها بقولهم: نويت أن أصلي أربع ركعات مفروضة قضاءً لمافات من الصلوات في تمام العمر مما مضى، و يعتقدون أنها كفارة لجميع الصلوات الفائتة فما مضى". (مجموعه رسائل اللكنوى ،رساله "ردع الإخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان" : ۳۴۹/۲، إدارة القرآن، كراچی)

(راجع للتفصيل: عزيز الفتاوى باب قضاء الفوائت : ۲۶۷/۱، دارالاشاعت)

(۱) "(قوله: كثرت الفوائت الخ.)......... فإن أراد تسهيل الأمر يقول: أوّل فجر مثلاً، فإنه إذا صلاه، يصير مايليه أولاً، أو يقول: آخر فجر، فإن ماقبله يصير آخراً، ولايضره عكس الترتيب لسقوطه بكثرة الفوائت". (الدر المختار مع ردالمحتار، باب قضاء الفوائت : ۷٦/۲،سعيد)

(وكذا في مراقي الفلاح على نورالايضاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴٦، قديمي)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، قضاء الفائتة: ۷٦٦/۲، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية ،كراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری ہی پڑھا کرے، کیونکہ اگر موت آ گئی اور فرض نمازیں ذمہ رہیں تو پکڑ ہوگی، اگر نفلیں نہ پڑھیں تو ان پر پکڑ نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ۔

جس کی قضاء نمازیں باقی ہوں کیا وہ نوافل نہ پڑھے؟

سوال[۲۴۷۳]: نوافل کے جو فضائل بیان کئے گئے ہیں وہ فرائض واجبات کی مکمل پابندی کے بعد میں ہے، چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب تک قضائے عمری نماز ادا نہ کی جائے جب تک نوافل کی جگہ بھی قضائے عمری پڑھے، چاشت وغیرہ یا پنجگانہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص کے ذمہ فرض نمازیں قضاء باقی ہوں اس کو چاہیئے کہ قضاء نماز پڑھنے کا اہتمام کریں، ایسی حالت میں نوافل کا اہتمام کرنا اور قضاء کو نہ پڑھنا پسندیدہ نہیں، خلافِ دانشمندی بھی ہے اگر چہ یہ حکم نہیں لگایا جائے گا کہ نفلیں فاسد ہوگئیں، ایسے شخص کو چاہیئے کہ رات اور دن کی نفلیں اشراق، چاشت، اوابین، تہجد وغیرہ ظہر وعصر کے اوقات میں بجائے ان کی نفلوں کے قضاء نمازیں پڑھا کریں، اس کو ان اوقات میں نوافل پڑھنے کا بھی انشاء اللہ تعالیٰ اجر وثواب ملے گا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "الاشتغال بقضاء الفوائت أولیٰ وأهم من النوافل إلاسنن المفروضة". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۴، سعید)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۷، قديمي)

(۲) "وفي الحجة: والاشتغال بالفوائت أولىٰ وأهم من النوافل". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۴، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب قضاء الفوائت، ص: ۴۴۷، قديمي)

قضاء نمازوں کیلئے ایک موضوع دعاء

سوال[۳۴۷۴]: کیا مندرجہ ذیل دعاء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جس کے راوی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور کیا اسکے پڑھنے سے قضاء نمازیں خواہ کتنی زیادہ ہوں معاف ہوجاتی ہیں؟ دعا یہ ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم، يا الله، يارحمن، اللهم يا عظيم من كل عظيم، يا كريم من كل كريم، اللهم ياأجل من كل جليل، اللهم يا أعزمن كل عزيزٌ يا قديم من كل قديم، اللهم يا موجود من كل موجود اخلصنا من النار يا مجير يامجير يا مجير، وصلى الله على خير خلقه محمد وآله أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين"۔ یہ دعا آثارِ سعید، بابِ ذکر میں مذکور ہے۔ یہ کتاب معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ بات کہ "اس دعاء کے پڑھنے سے قضاء نمازیں معاف ہوجاتی ہیں" قطعاً اس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کہنا جھوٹ ہے، حرام ہے، سخت وبال کا باعث ہے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح سند کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "من كذب علی متعمداً فليتبوّأ مقعده من النار"(۱)۔ شراحِ بخاری اور مسلم نے اس کی اسناد کو تفصیل سے ذکر کیا ہے(۲)، شارحِ مشکوٰۃ نے

---

(۱)(صحيح البخاری، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبی صلی الله عليه وسلم: ۱/۲۱، قديمی)

(صحيح الإمام مسلم، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۷، قديمی)

(۲) "واعلم أن الجمهور على أن الكذب على النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عمداً من أشد الكبائر، وذهب أبومحمد الجوينی من كبار الفقهاء إلى أنه كفر .... قال العينی: من ذكر حديثًا موضوعاً بدون ذكر وضعه أوغلط فی الإعراب، فهو أيضًا تحت هذا الوعيد. قال الحافظ فی الفتح: إن هذا الحديث ثابت عن ثلاثين من أصحاب النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم. قلت: وهو عندی عن خمسين منهم. والحاصل أنه حديث متواترٌ قطعاً". (فيض الباری على صحيح البخاری، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۲۰۱، خضر راہ بک ڈپو دیوبند)

اس کو معنیً متواتر لکھا ہے(۱)۔

جو شخص حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات منسوب کرے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمائی اس کا ٹھکانا جہنم ہے، موضوعاتِ کبیر میں کئی صفحات میں اس کے حوالہ نقل کئے ہیں(۲)۔ پس سوال میں لکھی ہوئی دعاء کے پڑھنے سے قضاء نمازوں کی معافی کا اعتقاد رکھنا اور یہ سمجھنا کہ بس یہ دعاء ہی کافی ہے ہرگز درست نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۱۴ھ۔

شکار کی وجہ سے نماز قضاء کرنا

سوال[۳۴۷۵]: شکار میں اکثر نماز قضا کرنا اور تنگ وقت پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۸ھ۔

= "ولأجل كثرة طرقه أطلق عليه جماعة أنه متواتر". (فتح الباري، شرح صحيح البخاري: ۱/۲۷۱، قديمي)

قال النووي: "اما من الحديث فهو حديث عظيم في نهايته من الصحة، وقيل: إنه متواتر". (شرح الكامل للنوويّ على مسلم، باب تغليظ الكذب على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ۱/۸، قديمي)

(۱) "من كذب عليّ". من المتواتر، وليس في الأحاديث مافي مرتبته من المتواتر، فإن ناقليه من الصحابة جمّ غفيرٌ قيل اثنان وستون من الصحابة فيهم العشرة المبشرة". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الأول: ۱/۴۲۸، الرشيديه)

(۲) (الموضوعات الكبرىٰ للملا علي القاري، ما أخرجه الشيخان والحاكم عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: "من كذب عليّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار". ص: ۱۲-۲۹، قديمي)

(۳) "قال القاسم بن محمد: كل ما ألهى عن ذكر الله، وعن الصلاة، فهو من الميسر". (تفسير ابن كثير: ۲/۹۱، مكتبه سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في فتح القدير، مسائل متفرقه: ۱۰/۶۵، بيروت)

"عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم -وقال مرةً سفيان: ولا أعلمه إلا عن النبي صلى الله عليه وسلم- قال: "من سكن البادية جفا، ومن اتبع الصيد غفل، ومن أتى السلطان افتتن". (سنن أبي داؤد، كتاب الضحايا، باب في اتباع الصيد: ۲/۳۹، سعيد)

فصل فی فدیة الفوائت

(قضاء نمازوں کے فدیہ کا بیان)

فدیۂ نماز کی تفصیل

سوال[۳۴۷۶]: ایک شخص کی وفات ہوئی اور اس کے ورثاء کو یہ معلوم ہے کہ اس کی اتنے دن کی نماز قضا ہوئی ہے تو اس کا کفارہ کس طرح ادا کیا جائے؟ کیا اتنے دن کا کھانا ایک آدمی کو اتنے دن میں دیا جاسکتا ہے یا اتنے آدمیوں کو ایک ساتھ کھانا کھلانا چاہیئے اور ایک دن میں کتنے وقت شمار ہوں گے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ورثہ کے ذمہ اس کا کفارہ ادا کرنا واجب نہیں، تاہم اگر بالغ ورثہ اپنے مال سے-خواہ وہ مال ان کو اسی میت سے بصورتِ ترکہ ملا ہو-فدیہ ادا کرنا چاہیں تو ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار فقیر کو دیدیں اور وتر کو مستقل نماز شمار کریں یعنی ہر دن رات میں چھ نمازوں کا فدیہ دیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ ایک فقیر کو چند نمازوں کا فدیہ دیدیں، ایک دن میں دیں یا چند ایام میں، ایک شخص کو دیں یا متعدد کو، ہر طرح درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۱۳۶۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۱۳۶۸ھ۔

---

(۱) "ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بُرّ كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وإنما يعطى من ثلث ماله .... ولو أدى للفقير أقل من نصف صاع لم يجز، ولو أعطاه الكل، جاز". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲-۷۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱۶۰، ۱۶۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

نماز اور روزہ کا فدیہ

سوال[۳۴۷۷]: ایک شخص کی بحالتِ بیماری دووقت کی نمازیں قضاء ہوئیں اور چھ رمضان کے روزے قضاء ہو گئے اور اس شخص کا انتقال ہو گیا، اب ان روزوں اور نمازوں کا کفارہ کس حساب سے ادا کرنا ہے یعنی فی نماز روزہ کیا فدیہ دیا جاوے اور کفارہ ایک ہی محتاج کو دیا جائے یا کئی کو؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداًومصلیاً:

"یعطی لکل صلوٰۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ، وکذا حکم الوتر والصوم". درمختار: ۱/۱۰۱(۱)۔ وفی الشامی: ۲/۷۶٦: "أی أومن دقیقه أو سویقه أوصاع تمر أوزبیب أوشعیر أوقیمته، وھی أفضل عندنا لإسراعھا بسدّ حاجة الفقراء"(۲)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز ہر روزہ کے فدیہ میں وہی مقدار دی جاتی ہے جو صدقۃ الفطر میں دیجاتی ہے اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے۔ یہ تمام فدیہ ایک کو دینا بھی جائز ہے اور کئی کو بھی، لیکن ایک فدیہ سے کم دینا جائز نہیں:"وأدی إلی الفقیر أقل من نصف صاع، لم یجز، ولو أعطاہ الکل، جاز". درمختار علی الطحطاوی ۱/۳۰۸(۳) "ولو أعطی فقیرًا واحدًا جملةً، جاز". بحر:۲/۹۱(٤)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۷/۳/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۹/ذی الحجہ/۹۰ھ۔

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱٦۰، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشیدیه)

(۲) (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۳، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح علی نور الایضاح، کتاب الزکوة، باب صدقة الفطر، ص: ۷۲۲، قدیمی)

(۳) (باب قضاء الفوائت، دارالمعرفة، بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱٦۱، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشیدیه)

(٤) (البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱٦۰، رشیدیه) .... =

نماز اور روزہ کے فدیہ کی ادائیگی

سوال[۳۴۷۸]: ہندہ بحالتِ ضعیفی پانچ ماہ از جمادی الآخر تا نصفِ شوال بمرضِ فالج، بخار بیمار رہ کر فوت ہوگئی، اس عرصہ میں کسی وقت افاقہ نہیں ہوا، ان ایام کی نمازیں اس کی فوت ہوئیں اور روزے بھی نہ رکھ سکی البتہ اول الذکر دو ماہ پورے ہوش باقی رہے اور اس عرصہ میں ہوش کی یہ حالت تھی کہ بیمار پرسی کرنے والوں کو پہچانتی تھی، کھانا پانی طلب کرتی تھی اور بول و براز کے اخراج کا اس کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا اور جس وقت تیماردار وضو کرا کر چارپائی قبلہ رخ کرکے نماز کی کہہ کر نیت بندھواتے تو اس وقت رفع یدین کرا کے ہاتھ بندھوانے کے بعد پھر ایک دومنٹ کے بعد دعاء کیلئے ہاتھ خود بخود اٹھالیتی تھی، گویا نسیان تھا، ہوش قائم نہ تھے، بتانے پر کہ نماز پوری کرلی تو کہہ دیتی کہ ہاں نماز پڑھتی ہوں۔

کیا ان ایام کی نمازیں، روزے اس کے ذمے ہیں یا نہیں؟ پھر کہہ کر نماز کے فدیہ کی وصیت کرائی تھی کہ میرے بعد میری فوت شدہ نمازوں کا فدیہ دیدینا اور روزوں کے فدیہ کی کوئی وصیت نہیں کی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مذکورہ میں روزوں کی قضاء اس کے ذمہ واجب نہیں تھی، لہٰذا فدیہ بھی واجب نہیں ہوا، جن نمازوں کے پڑھنے کا وقت پایا اور اس قدر حواس باقی رہے کہ اشارہ کرکے نماز پڑھ سکے اور پھر نہیں پڑھی نہ ادا، نہ قضاء، اور ان کے متعلق وصیت کی ہے تو ورثہ کے ذمہ ایک تہائی ترکہ سے وصیت کو پورا کرنا واجب ہے، حساب کرکے ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت ادا کریں وتر مستقل نماز ہے(۱)۔ اگر تہائی

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(وكذا في التاتار خانية، الفصل العشرون في قضاء الفائتة: ۱/۷۷۱، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "(قوله: وعليه صلوات فائتة .الخ): أي بأن كان يقدر على أدائها ولو بالإيماء ،فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلايلزمه وإن قلّت ......وكذا حكم الصوم في رمضان إن أفطر فيه المسافر والمريض وماتا قبل الإقامة والصحة، وتمامه في الإمداد. (قوله: نصف صاع من بر): أي أومن دقيقه أو سويقه أو صاع تمر أو زبيب أو شعير أوقيمته، وهي أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقير. مراد .... (قوله: وكذا حكم الوتر)؛ لأنه فرض عملي خلافاً لهما .(قوله: وإنما يعطي من ثلث ماله)، فلوزادت الوصية على الثلث، لايلزم الولي إخراج الزائد إلاباإجازة الورثة". (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، ۷۳،سعيد)

ورثہ سے یہ وصیت پوری نہ ہوسکے تو پھر ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے، اگر ورثہ بالغ ہوں اور وہ سب رضا مند ہوں تو زیادہ میں وصیت پوری کردی جائے ورنہ نہیں، نابالغ کی اجازت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ اور جن نمازوں کا وقت ایسی حالت میں پایا کہ اس قدر حواس باقی نہیں تھے اور بعد میں حواس اس قدر درست نہیں ہوئے کہ ان کی قضاء کرسکے تو ان کا فدیہ واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

قضاء نماز اور اس کا فدیہ اور حیلہ

سوال [۴۴۷۹]: اگر کوئی شخص بے فکری کی وجہ سے یا دوسری اغراض کی وجہ سے اپنی نماز قضاء کرتا ہو، یا تو بے فکر ہے کیونکہ دل کا مالک خدا ہے کہ اس نے کیوں قضاء کیا تو بظاہر اس کو کیا کہا جائے گا؟ اور اگر وہ اپنی طاقت کے موافق تو اس کو ادا کرتا ہے مگر پھر بھی عمر بھر کے اندر پانچ سو، ہزار وقت کی باقی رہ جائے تو اس کا فدیہ کیا ہوگا؟ اور فدیہ کے اندر کوئی ترکیب یعنی حیلہ بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ فدیہ غریب اور امیر دونوں کے واسطے ایک ہے یا الگ؟ ایسے ہی حیلہ کا حکم دونوں قسم کے آدمیوں کے واسطے ایک ہوگا یا الگ؟ اس تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ عالمگیری میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی کی کچھ نماز ذمہ میں رہ جائے اور اس کو ادا نہ کرسکے تو چاہے امیر ہو یا غریب کہ اتنا فدیہ اگر دیا جائے تو یا تو کل مال ختم ہوجائے گا تو وہ اس کو ادا کردے گا۔

تیسرا طبقہ یہ ہے کہ وقت محدود ہو تو وہ اس کو آسانی کے ساتھ ادا کردے گا تو کیا ان تینوں صورتوں کے اندر عالمگیری کا حیلہ کارگر ہوگا؟ کہ صرف ایک قرآن شریف پانچ روپیہ کا خرید کر کوئی غریب کو یہ کہتا ہے کہ میری میت کے ذمہ جو اتنی نماز ہے کہ اس کا فدیہ ادا نہیں کرسکتا، ایسے ہی اس قرآن شریف کا اتنا ہدیہ کہ دینے والا بھی اس کو ادا نہیں کرسکتا، اس نے ان تمام نمازوں کے عوض بھی یہ قرآن شریف تم کو ان تمام فدیہ کے عوض میں دینا چاہتا ہوں، کیا تم اس کو قبول کرتے ہو؟ تو وہ قرآن خواں اس کو کہتا ہے کہ ہاں میں نے ان تمام فدیہ کے عوض میں اس قرآن شریف کو قبول کیا۔ کیا یہ عالمگیری کا حوالہ صحیح ہے؟ پھر یہ زمانہ حال کے لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر پھر وہ کلی طور پر نماز کو ختم ہی کردے گا اور ایک قرآن شریف ہدیہ کردے گا۔

سائل: کوثر علی مدنا پور۔ بنگال۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلوة، فصل فی إسقاط الصلاة والصوم، ص: ۴۳۶، ۴۳۸، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز فرضِ عین ہے اس کو ترک کرنا خطرناک اور کبیرہ گناہ ہے(۱)، پھر اس کی قضاء پڑھنا فرض ہے، جتنی نمازیں بھی ذمہ میں ہوں سب کی قضاء جلد از جلد پڑھے، ہرگز غفلت نہ کرے، پانچ سو ہوں یا ہزار ہوں سب کی قضاء پڑھے(۲)، پوری کوشش کے باوجود اگر کچھ نمازیں ذمہ میں باقی رہ جائیں تو ان کے متعلق فدیہ کی وصیت کردے۔ ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کے برابر دینا لازم ہے، یہ وصیت ایک تہائی ترکہ سے لازم ہوگی۔ جب تک اتنا مال ہو کہ ایک تہائی ترکہ سے ہر نماز کے عوض صدقۃ الفطر دیا جاسکے، کوئی حیلہ کرنا درست نہیں (۳)۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأقيموا الصلوٰة﴾ (البقرة:۴۳)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿إن الصلاة كانت على المؤمنين كتابًا موقوتًا﴾ (النساء:۱۰۳)

"وعن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: فرضت على النبی ﷺ ليلة أسرى به الصلاة خمسين، ثم نقصت حتى جعلت خمساً، ثم نودى "يامحمد! إنه لايبدّل القول لدىّ، وإن لک بهذا الخمس خمسين".

(سنن الترمذی، أبواب الصلاة، باب ماجاء كم فرض اللہ على عباده من الصلوات : ۱/۱ ۵،سعید)

"(قوله: هى): أى الصلاة الكاملة،وهى الخمسين المكتوبة (قوله: على كل مكلف): أى بعينه. (قوله: بالاجماع): أى بالكتاب والسنة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة: ۱/۱ ۳۵،سعید)

"وعن بريدة قال :قال رسول اللہ ﷺ :"العهدالذی بينناوبينهم الصلوٰة، فمن تركها، فقد كفر". رواه أحمد". (مشكوٰة، كتاب الصلاة، الفصل الثانی، ص: ۵۸، قديمی)

(۲) "(وقضاء الفرض والواجب والسنة فرض وواجب وسنة) -لف ونشر مرتب-، وجميع أوقات العمر وقتٌ للقضاء إلا الثلاثة المنهية". (الدرالمختار). "(قوله: وقت للقضاء): أى لصحته فيها وإن كان القضاء على الفور إلا لعذر". (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت :۲/۶۲، سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت :۲/۱۴۱،رشيديه)

(۳) "(ولومات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة، يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر) كالفطرة، وكذا حكم الوتروالصوم، وإنما يعطى (من ثلث ماله)". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲،سعید)

(وكذا فی البحر الرائق، باب قضاء الفوائت :۲/۱۶۰،رشيديه)

(وكذا فی الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت : ۱/۱۲۵،رشيديه)

یہ کہنا کہ امیر وغریب سب کیلئے یہ حیلہ ہے، غلط اور بے اصل ہے۔ایک تہائی ترکہ سے زیادہ میں فدیہ کی وصیت پورا کرنا ضروری نہیں، بلکہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے(۱)۔

ایک قرآن شریف خرید کر دینے کو سب فرض نمازوں کا بدلہ سمجھنا جہالت اور ضلالت ہے، عالمگیری کی طرف اس کو منسوب کرنا غلط اور بہتان ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررهٗ العبد محمود غفرلہ،۲۳/۶/۹۰ھ۔

مرض الموت کی نمازوں کے فدیہ کا حکم

سوال[۳۴۸۰]: اگر کوئی شخص مرض الموت میں مبتلا ہو اور موت سے کچھ دن قبل ہوش وحواس باقی نہ رہے تو جو نمازیں اس بے ہوشی کے عالم میں قضاء ہو جائیں، تو کیا ان قضاء نمازوں کا فدیہ دینا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر چوبیس گھنٹے سے زیادہ چھ نماز کے وقت تک بے ہوشی رہی تو ان نمازوں کا فدیہ لازم نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررهٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۱/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۱۱/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "(قوله: وإنما يعطى من ثلث ماله): أى فلوزادت الوصية على الثلث، لايلزم الولي إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة". (رد المحتار، باب قضاء الفوائت : ۲/۷۳،سعيد)

(۲) "حدثنا أحمد بن يونس، ثنا زائدة، عن عبيد الله عن نافع قال: أغمى على عبد الله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما يومًا وليلةً، فأفاق، فلم يقض مافاته واستقبل". كذا في نصب الراية : ۱/۳۰۵". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب المغمى عليه: ۷/۱۹۱، إدارة القرآن، كراچی)

قال العلامة الحصكفي: "(ومن جن أو اغمي عليه) ولوبفزع من سبع أو آدمي (يومًا وليلةً، قضى الخمس، وإن زاد وقت صلاة) سادسة (لا) للحرج ولو أفاق في المدة". (الدر المختار، باب صلاة المريض: ۲/۱۰۲،سعيد)

"(قوله: وعليه صلوات فائتة): أى بأن كان يقدر على أدائها ولو بالإيماء، فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلا يلزمه وإن قلّت". (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعيد)

صوم وصلوٰۃ کا فدیہ، اس کی مقدار اور اس کا مستحق

سوال[۳۴۸۱]: ۱......ایک شخص کا انتقال ہوا جس کی چند نمازیں ایسی حالت میں قضاء ہوئیں کہ اس کو ہوش تھا مگر طاقت اتنی نہ تھی کہ اشارہ ہی سے نماز پڑھتا، ایسی صورت میں ان نمازوں کا فدیہ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہو تو کس طرح ادا کرے اور فی نماز کس مقدار میں؟

۲......مندرجہ بالا شخص کے رمضان کے کچھ روزے بھی قضاء ہو گئے ہیں جس کے بعد بیماری نے اس کو اتنی مہلت نہ دی کہ قضاء ادا کر سکے۔ ان کا فدیہ کس طرح اور فی روزہ کس مقدار سے ادا کرے؟

۳......ایک نماز کا فدیہ ایک ہی آدمی کو دے یا کئی آدمیوں کو بھی دے سکتا ہے اسی طرح کئی نمازوں یا کئی روزوں کا فدیہ چند مساکین کو دے یا ایک ہی مسکین کو دے سکتا ہے اور گیہوں وغیرہ کی قیمت بھی ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

۴......اس فدیہ کے مستحق کون ہیں؟ مسجد کی مرمت میں خرچ کرنا، یا کھانا پکا کر طلبہ کو کھلانا، یا کپڑے بنا کر طلبہ کو پہنانا جائز ہے یا محض فقیروں کو دینا چاہیئے؟

۵......اگر کسی میت کے ورثاء غریب ومفلس ہوں اور وہ میت کی فوت کردہ نمازوں کا فدیہ ادا نہ کر سکتے ہوں تو میت کی برأت کی اور کیا صورت ہو سکتی ہے۔ فقط

عبدالکریم سوداگر، زیر جامع مسجد، معرفت حافظ

عبداللہ صاحب، مدرس درجہ قرآن شریف جامع مسجد سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر ایسی حالت میں نمازیں قضاء ہوئیں کہ مریض میں سر سے اشارہ کرنے کی بھی طاقت نہیں تھی اور مرض سے صحت نہیں پائی بلکہ اسی حالت میں انتقال ہو گیا تو اس پر ان نمازوں کی قضاء فرض نہیں، نہ اس کی طرف سے ان نمازوں کا فدیہ دینا ضروری ہے:

"وإن تعذر الإيماء برأسه، وكثرت الفوائت بأن زادت على يوم وليلة، سقط القضاء عنه وإن كان يفهم، في ظاهر الرواية، وعليه الفتوى". درمختار۔ قال الشامي: ۱/۷۹۵: "فلومات

ولم يقدر على الصلوٰة، لم يلزمه القضاء، حتى لايلزمه الإيصاء بها". شامی: ۱/۵۱۰(۱)۔

۲......ایسی حالت میں روزہ کی قضا بھی ضروری نہیں، لہذا فدیہ بھی ضروری نہیں: "لاقضاء للصوم على المريض والمسافر إذا ماتا قبل الصحة أو الإقامة". بحر: ۲/ ۲۸۳(۲)۔

ایک روزہ کا فدیہ نصفِ صاع گیہوں ہے فطرہ کی طرح، اسی طرح ہر نماز کا فدیہ نصفِ صاع ہے اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے: "يعطى لكل صلوٰة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم". درمختار: ۱/۷٦٦(۳)۔

۳......ایک نماز کا فدیہ ایک ہی کو دیا جائے، کئی کو نہ دیا جائے: "ولو أدى الفقير أقل من نصف صاع، لم يجز". درمختار: ۱/۷٦٨(٤)۔ البتہ کئی نمازوں کا فدیہ ایک کو دینا جائز ہے: "ولو أعطاه الكل جاز"(۵)۔

---

(۱)(الدرالمختار مع ردالمحتار، باب صلاة المريض: ۲/۹۹، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب صلاة المريض: ۲/۲۰۳، ۲۰۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/۱۳۷، رشيديه)

(۲) (البحر الرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۴۹۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتا ب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصوم، فصل في الأعذار المبيحة للإفطار ومايتعلق بها: ۱/۳۴۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱٦۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادى عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(۴)(الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۴سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب قضاء الفوائت: ۲/۱٦۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة في قضاء الفائتة: ۱/۷۷۱، إدارة القرآن، كراچی)

(۵) (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الحادى عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

اسی طرح کئی روزوں کا فدیہ بھی ایک کو دینا جائز ہے: "ویجوز إعطاء فدیة صلوٰة وصیام أیام ونحوها لواحدٍ من الفقراء جملةً". مراقی الفلاح، ص: ۲۵۵(۱)، اور ایک روزہ کا فدیہ کئی کو دینا جائز نہیں۔

گیہوں وغیرہ کی قیمت دینا بھی جائز ہے بلکہ بہتر ہے، قال الشامی: ۱/ ۷۶۶، تحت قول الدر: "(نصف صاع من بر): أی أومن دقیقه أو سویقه أوصاع تمر أو زبیب أو شعیر أو قیمته، وهی أفضل عندنا لإسراعها بسد حاجة الفقیر"(۲)۔

۴.....غریب، مسکین لوگ اس فدیہ کے مصرف ہیں، مسجد کی مرمت میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں(۳)۔ کھانا پکا کر غریب طلبہ کو بطورِ تملیک دیدینا جائز ہے، اسی طرح کپڑے، اسی طرح کپڑے بنا کر دینا بھی جائز ہے بشرطیکہ طلبہ مستحق ہوں مالدار نہ ہوں(۴)، فقیروں کو دینا بھی جائز ہے(۵)۔

---

(۱)(مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاة، فصل فی إسقاط الصلاة والصوم، ص: ۴۳۹، قدیمی)

(۲) (رد المحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۳، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح شرح نورالإیضاح، کتاب الزکوٰة، باب صدقة الفطر، ص: ۷۲۴، قدیمی)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب الصوم، الفصل الثالث عشر فی صدقة الفطر: ۲/۵۹۰، المکتبة الغفاریة)

(۳)"ویشترط أن یکون الصرف (تملیکاً) لاإباحةً کما مرّ(لا) یُصرف (إلی بناء)نحو(مسجدٍ) ولا إلی (کفن میت وقضاء دینه)". (الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/۳۴۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب المصرف : ۲/۴۲۴، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر علی ملتقی الأبحر، کتاب الزکاة، باب فی بیان أحکام المصرف : ۱/ ۲۲۲، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۴)"فلو أطعم یتیمًا ناویًا الزکاة، لایجزیه، إلاّ اذا دفع إلیه المطعوم، کمالو کساه بشرط أن یعقل القبض". (الدرالمختار، کتاب الزکاة: ۲/۲۵۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الزکاة، باب المصرف : ۲/۴۲۴، رشیدیه)

(۵)"مصرف الزکاة العشرهو فقیر، وهو من له أدنی): أی دون نصاب.(ومسکینٌ من لاشیٔ له)علی المذهب .... وصدقة الفطر کالزکاة فی المصارف". (الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب المصرف: ۲/ ۳۳۹، ۳۶۹، سعید) ...... =

۵......اگر ورثہ میت کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا چاہیں تو نصفِ صاع کسی فقیر کو دیدیں اور قبضہ کرادیں اس کے بعد وہ فقیر نصف صاع بطورِ ہبہ اس کو دیدے اور ورثہ اس پر قبضہ کرلیں، اسی طرح لیتے دیتے رہیں مگر قبضہ ضرور ہوتا رہے، ہر مرتبہ میں ایک نماز کا فدیہ ادا ہوتا رہے گا۔ جب حساب لگا کر دیکھ لیں کہ پوری نمازوں کا فدیہ ہوگیا تو نصفِ صاع اگر فقیر کو دینا تھا تب تو اسی کو دیدیں اگر کسی سے قرض لیا تھا اس کو واپس کردیں، انشاء اللہ امید ہے کہ میت کی برأت ہوجاوے گی اور ورثہ کا یہ معاملہ بطورِ احسان وتبرع ہوگا کیوں کہ ان پر مفلس ہونے کی حالت میں ایسا کرنا واجب نہیں اور صورتِ مسئولہ میں تو میت سب کے نزدیک بالکل بری ہے کیوں کہ نماز قضاء کرنے کا اسے موقع ہی نہیں ملا، هكذا في كتب الفقه ،نحو مراقي الفلاح، ص: ٢٥٤ (١)، وشامي: ١/٧٦٧ (٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہُ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ۷/ ۱۳۵۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۷/ ۱۳۵۲ھ۔

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في صدقة الفطرة: ۱/ ۱۹۴، رشيديه)

(۱) "(وإن لم يف ما أوصى به)الميت (عما عليه) أولم يكف ثلث ماله أولم يوص بشئ، وأراد أحدٌ التبرع بقليل لايكفي، فحيلته لإبراء ذمة الميت عن جميع ما عليه أن (يدفع ذلك المقدار اليسير بعد تقديره لشئ من صيام، أوصلاة او نحوه ويعطيه (للفقير)بقصد إسقاط مايريد عن الميت (فيسقط عن الميت بقدره، ثم بعد قبضه (يهبه الفقير للولي) أو للأجنبي (ويقبضه)لتتمّ الهبة وتملك، (ثم يدفعه) الموهوب له(للفقير)بجهة الإسقاط متبرعًا به عن الميت (فيسقط) عن الميت بقدره، ثم يهبه الفقير للولي) أو للأجنبي (ويقبضه ثم يدفعه الولي للفقير)متبرعاً عن الميت، وهكذا يُفعل مراراً (حتى يسقط ماكان) بظنه (على الميت من صلاة وصيام، ونحو هما مما ذكرنا من الواجبات، وهذا هو المَخلص في ذلك إن شاء الله بمنه وكرمه". (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، فصل في إسقاط الصلاة والصوم، ص: ۴۳۹، قديمي)

(۲)"ولولم يترك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ويدفعه لفقير، ثم يدفعه الفقير للوارث، ثم وثم حتى يتم". (الدرالمختار، باب قضاء الفوائت : ۲/ ۷۳، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب قضاء الفوائت : ۲/ ۱۶۰، رشيديه)

فدیہ صوم وصلوۃ

سوال[۳۴۸۲]: ۱......کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

ہمارے یہاں عام رواج ہے کہ سنِ بلوغ کے بعد کسی کا انتقال ہوجائے تو آدھامن پانچ سیر گیہوں اور ایک قرآن شریف بطورِ صدقہ نکالتے ہیں، متوفی خواہ امیر ہو یا غریب فاقہ کش سب کے لئے یہی دستور رائج ہے۔ گیہوں کے ٹوکرے فقیر کے سر پر چڑھا کر جنازہ کے آگے کردیتے ہیں، بعد نمازِ جنازہ گیہوں کے ڈھیر کر کے دس بارہ فقیر اور ملاں بیٹھ کہ حیلہ کرتے ہیں، حیلہ کے وقت ملاں صاحب اس طرح فرماتے ہیں: صوم وصلوۃ واجبات جو اس مردے سے قضاء ہوئے ہیں اس کی طرف سے یہ کفارہ میں نے قبول کر کے تم کو بخشا" دائرے والے بھی یکے بعد دیگرے اسی طرح کہتے ہیں، پندرہ بیس مرتبہ یہ الفاظ دائرے میں دہراتے ہیں، پھر گیہوں بانٹ لیتے ہیں، ملاں صاحب کا حصہ مع قرآن شریف ان کے مکان پر پہونچادیتے ہیں۔

حیلہ میں قرآن شریف لانا لازمی ہے بلکہ ضروری سمجھا جاتا ہے، بغیر قرآن شریف کے ملاں صاحب حیلہ نہیں شروع کرتے اور اس حیلے کو متوفی کے فوت شدہ صوم وصلوۃ وغیرہ کا نعم البدل مانتے ہیں، متوفی غریب ہو اور اس کی جانب سے گیہوں وغیرہ نہ نکالے جاویں تو بعد میں طعنہ تشنیع کی جاتی ہے۔ بس صورتِ مسئولہ کا جواب مع حوالۂ کتب وعبارتِ فقہ مرحمت فرماکر عند اللہ ماجور ہوں وعند الناس مشکور ہوں تاکہ ان بدعات سے باز آئیں۔

۲......ہبہ میں قبضہ شرط ہے یا اشارہ بھی کافی ہے، جائیداد متقوم کا حیلہ کیسا ہے؟

۳......موافقِ شرع حیلہ کیا جائے تو کیا اس میں فوت شدہ صوم وصلوۃ کا حساب ضروری ہے؟

۴......ولی میت فقیر کے سر پر ٹوکرا چڑھا کر قبرستان پہونچادیتا ہے وہ خود حیلہ میں نہیں بیٹھتا تو کیا یہ ہبہ سمجھا جاوے گا اور حیلہ درست ہوگا؟

۵......دینے والے کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ اس ڈھائی من پانچ سیر گیہوں اور ایک قرآن سے کتنی عبادات کا کفارہ ہوا؟ بصورت ہذا کفارہ صحیح ہوا کہ نہیں؟ بینوا وتوجروا۔ فقط والسلام۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

مذکورہ طریقہ بدعت وناجائز ہے اصل بلکہ خلاف اصول شرع ہے(۱)۔ نفس ایصال ثواب بغیر التزام تاریخ وروزہ وہیئت وغیرہ مستحسن اور باعث راحتِ میت ہے، خواہ کچھ قرآن کریم پڑھ کر یا نماز روزہ عبادات کرکے، یا غرباء مساکین کو نقد غلہ کپڑا وغیرہ دیکر، یا مسجد، مدرسہ، کنواں وغیرہ بنا کر ہو(۲) اور طریقہ مذکورہ میں چند خرابیاں ہیں:

اول: یہ کہ اس کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے حتی کہ اگر اس کو کوئی ترک کرے تو اس پر طعن تشنیع کی جاتی ہے، حالانکہ جس شیء کا استحباب شریعت سے ثابت ہو اس پر بھی اصرار کرنا ممنوع ہے، اصرار سے وہ شیء ممنوع ہو جاتی ہے چہ جائے کہ بدعت پر اصرار کرنا:

" الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة "(۳)۔ "من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، و لم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر اهـ". سعاية (٤)۔

دوم: یہ کہ اس میں قرآن شریف کا ہونا بھی لازم سمجھا جاتا ہے حالانکہ نفسِ غلہ کا ثواب پہونچانا شرعاً قرآن شریف کے ساتھ ہونے پر موقوف نہیں، بلکہ بغیر قرآن شریف ساتھ ہوئے بھی پہونچ جاتا ہے، یہ ایک حکم شرعی کی تغییر ہے۔

سوم: یہ کہ یہ حیلہ بغیر ترکہ کے تقسیم کئے ہوتا ہے حالانکہ بسا اوقات بعض ورثہ نابالغ ہوتے ہیں، نابالغ کا

---

(۱) "حیلۂ اسقاط مفلس کے واسطے علماء نے وضع کیا تھا، اب یہ حیلہ تحصیلِ چند فلوس کا ملاؤں کے واسطے مقرر ہو گیا ہے۔ حق تعالیٰ نیت سے واقف ہے، وہاں حیلہ کارگر نہیں، مفلس کے واسطے بشرط صحتِ نیت ورثہ کے کیا عجب ہے کہ مفید ہو، ورنہ لغو اور حیلہ تحصیل دنیا ترنیہ کا ہے"۔ (فتاوی رشیدیه، کتاب البدعات، ص: ۱۴۰، إدارہ اسلامیات لاهور)

(۲) "والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاةً أو صوماً أو صدقةً أو قراءة قرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرةً أو غير ذلك عند أصحابنا للكتاب والسنة". (البحر الرائق، باب الحج عن الغير: ۱۰۵/۳، رشیدیه)

(۳) (السعاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القرآءة: ۲۶۵/۲، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۴) (السعاية، المصدر السابق: ۲۶۳/۲، سهيل اكيڈمی، لاهور)

حصہ صَرف کرنا ہرگز جائز نہیں، اگر وہ اجازت دے تو اجازت بھی معتبر نہیں (۱)۔

چہارم: اس میں قبضہ نہیں ہوتا، حالانکہ صدقہ کے لئے قبضہ شرط ہے (۲)۔

پنجم: غلے کی یہ مقدار بھی شرعاً متعین نہیں۔

ششم: یہ مقدار کافی و لازم سمجھی جاتی ہے حالانکہ بعض اوقات صوم، صلوۃ میت کے ذمے کچھ بھی نہیں ہوتا اور بعض اوقات اتنی مقدار ہوتی ہے کہ حساب کے اعتبار سے یہ غلہ ناکافی ہوتا ہے کیونکہ ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ واجب ہوتا ہے اور یہی مقدار ہر روزے کے عوض میں ہے (۳)۔

ہفتم: عام طور پر یہ حیلہ ریاکاری اور فخر کے لئے کیا جاتا ہے اسی لئے حساب نہیں کیا جاتا ہے بلکہ مقدارِ مقررہ اور قرآن کریم کے دینے پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اسی کو ضروری سمجھا جاتا ہے خواہ میت کے ذمہ صوم و صلوۃ کچھ فوت شدہ باقی ہو یا نہ ہو، نیز اگر ہو تو کم ہو یا زیادہ ہو، قرآن شریف کو خدا جانے کس قدر کفارہ سمجھتے ہیں، حالانکہ اس میں قیمت کا اعتبار ہوتا ہے:

"و فی البزازیة: ویکره نقل الطعام فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن، و جمع الصلحاء، والقراء للختم، وأطال ذلك فی المعراج، و قال: وهذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيحترز عنها؛ لأنهم لا يريدون بهاوجه الله تعالىٰ، و لا سيما إذا كان فی الورثة صغار أو غائب، اهـ". رد المحتار (٤)۔

---

(۱) "ولا (أی لا تصح الوصية) لوارثه وقاتله مباشرة .... إلا بإجازة ورثته .... و هم كبار عقلاء، فلم تجز إجازة صغير". (الدرالمختار، كتاب الوصايا: ۶۵۶/۶، سعيد)

(۲) "و تمامها كرهن و صدقة؛ لأن القبض شرط تمامها". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۶۹۱/۵، سعيد)

(۳) "و لو مات وعليه صلوات فائتة، و أوصى بالكفارة، يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر كالفطرة، وكذا حكم الوتر والصوم، و إنما يعطى من ثلث ماله". (الدر المختار، باب قضاء الفوائت، عند مطلب فی إسقاط الصلوة عن الميت: ۷۲/۲، ۷۳، سعيد)

(۴) (رد المحتار، باب صلوة الجنازة، مطلب فی كراهة الضيافة من أهل الميت: ۲۴۰/۲، ۲۴۱، سعيد)

" فیحترز تقسیم کردن نقد غله وغیره بعد میت از ترکۂ آن بمحتاجان به نیتِ ثواب جائز است، بشرطیکه وارثانش کبار باشند و راضی باشند بدادن. و اگر ورثۂ میت صغار اند، بدونِ تقسیمِ ترکہ تصدق جائز نیست. وبدونِ این چیز ها همراهِ جنازه رسمِ جاهلیت است، از شرع شریف ثابت نیست، وچیزے که نظیرش در اصل شرع یافته نمی شود کردنِ آن چیز مکروه است یا حرام. اَما دادنِ تصدق بفقراء و مساکین برائے ثوابِ میت بے آنکه همراهِ جنازه برند، جائز است، زیرا که برائے ثوابِ میت چیزیکه بمحتاجان میدهند، مستحب آنست که بے روی و ریا و بے تعینِ وقت و روز باشد اِلاّ بدعت می گردد، و درین صورت دادنِ ایشان خالی از کراهت نخواهد شد. واللّٰہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم "۔ رسائلِ اربعین، ص:۵۱،۵۰،مطبوعہ درمطبع محمدی ماہ صفر۱۲۶۱ھ(۱)۔

کفارۂ صوم وصلوۃ میت کا مشروع طریقہ یہ ہے کہ اگر اس نے مرنے سے پہلے وصیت کی تو ایک ثلث ترکے میں ہر نماز کے عوض ایک صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت کسی فقیر کو دے دی جائے اسی طرح ہر روزہ کے عوض، اور وتر بھی شرعاً مستقل نماز ہے۔ اگر ایک ثلث ترکے میں سے پورا ہوجائے تب تو خیر ورنہ سب ورثہ کی اجازت سے بشرطیکہ وہ بالغ ہوں، ایک ثلث سے زائد سے بھی وصیت کو پورا کیا جاسکتا ہے، بغیر وصیت صدقہ دینا جائز نہیں، تاہم اگر بالغ ورثا اپنے حصہ میں سے دے دیں تب بھی درست ہے اور نابالغ کا حصہ صدقہ کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۰/۱۲/۱۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، ۶۰/۱۲/۱۸ھ۔

نماز کا فدیہ شیعہ کو دینا

سوال [۳۲۸۳]: زید اپنے بہنوئی اور بہن کو اپنی زوجہ کی نمازوں کا فدیہ (جس کا انتقال ہوچکا ہے) دے سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ انہوں نے شیعہ مذہب اختیار کرلیا ہے۔

---

(۱) (لم أطلع علی هذا الکتاب)

(۲) (راجع، ص: ۴۰۰، رقم الحاشیة: ۱)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کونہیں دینا چاہیے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۹/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح :بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۲۰/۱۰/۸۸ھ۔

ایک نماز نفل سے نمازوں کی قضاء وکفارہ

سوال[۳۴۸۴]: زید اپنی تصنیف میں لکھتا ہے کہ نماز کفارہ قضائے عمری اس طرح پڑھے کہ بعداز نماز جمعہ چار رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ کے آیۃ الکرسی ایک بار،سورۂ کوثر پندرہ بار اور بعد نماز سلام دس دس بار، استغفار ودرود پڑھے کفارہ قضاء شدہ نمازوں کا ہوجائے گا

زید کا یہ کہنا کتبِ احادیث ودیگر کتبِ متبرک سے ثابت ہے یا نہیں؟ شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟حکم شرعی سے مطلع فرمایا جائے۔

والسلام۔احقر الناس محمد احسن۔

الجواب حامداًومصلیاً:

کفارہ کی شرعاً کوئی اصل نہیں،نہ اس سے قضاء شدہ نمازوں کا کفارہ ہوتا ہے،زندگی میں ان نمازوں کا خود پڑھنا فرض ہے،بغیر اس کے بَریُ الذمہ نہ ہوگا(۲)،اگر نہیں پڑھ سکا تو مرتے وقت وصیّت کرنا ضروری

---

(۱) "(قوله: إلا في جواز الدفع إلى الذمي)في فتاویٰ قاضي خان: جاز ويكره،وعند الشافعي وإحدیٰ الروايتين عن أبي يوسف: لايجوز، تاتارخانية. وقدم عن الحاوي أن الفتوى على قول أبي يوسف، ومرّ الكلام فيه". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر :۲/۳۶۹،سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الزكاة، باب المصرف :۲/۱۲۰،دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر على ملتقى الأبحر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصرف: ۱/۲۲۳، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وأقيموا الصلوة﴾ (سورة البقرة: ۴۳)

وقال الله تعالیٰ: ﴿إن الصلوة كانت على المؤمنين كتاباً موقوتاً﴾ (سورة النساء: ۱۰۳)

ہے، مرنے کے بعد ہر نماز کے عوض ایک صدقہ فطر کی مقدار صدقہ کرنے سے نماز کا صدقہ ادا ہوگا اور وتر مستقل نماز کے حکم میں ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۶/۱۳۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۶/۱۳۵۶ھ۔



(۱) "ولو مات وعليه صلوات فائتة وأوصىٰ بالكفارة، يعطىٰ لكل صلوٰة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر .... الخ". (تنوير الأبصار، باب قضاء الفوائت : ۲/۷۲،سعيد)

"إذامات الرجل وعليه الصلوات فائتة وأوصىٰ بأن يعطىٰ كفارة صلاته، يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر، للوتر نصف صاع ،ولصوم يوم نصف صاع، وإنما يعطى من ثلث ماله". (البحر الرائق، كتاب الصلاة ،باب قضاء الفوائت : ۲/۱۶۰، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل العشرون في قضاء الفائتة : ۱/۷۷۰، إدارة القرآن والعلوم الاسلامية ،كراتشي)

باب سجود السهو

(سجدۂ سہو کا بیان)

تکبیر تحریمہ آہستہ کہنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں

سوال[۳۴۸۵]: امام صاحب نے تکبیر تحریمہ بآواز بلند نہ کہا، اِسماعِ غیر نہیں ہوا اور دوسری تکبیرات بآواز کہا تب سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں؟ نیز اگر امام صاحب پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوا پھر بھی سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ امام صاحب نماز میں ترکِ مستحبات پر بھی سجدۂ سہو کر سکتا ہے ،نماز میں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تکبیرات آہستہ کہنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، مستحب کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا (۱)، اگر اس گمان سے سجدۂ سہو کر لیا کہ واجب ہوگیا تھا تب بھی نماز فاسد نہیں ہوئی:

"لوظن الإمام للسهو فسجد له، فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد لا قتدائه في موضع الانفراد". درمختار۔ "(قوله: فالأشبه الفساد) وفي الفيض: وقيل: لاتفسد، وبه يفتي. وفي البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبوالليث: في زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل في القرّاء غالب". شامي، ص:۴۰۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۹۳ھ۔

---

(۱)"ولايجب إلا بترك واجب، أو تأخيره أو تأخير ركن .... ولايجب بترك التعوذ والبسملة في الأولىٰ وتكبيرات الانتقال". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۲۶/۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص:۴۵۵، سهيل اكيڈمي)

(۲)(الدر المختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۹۹/۱، سعيد) ....=

ہاتھ باندھنے اور چھوڑنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا یانہیں؟

سوال[۳۴۸۶]: دورکعت نفل بیٹھ کر پڑھ رہاہوں، دوسری رکعت میں بجائے زانو پر ہاتھ رکھنے کی نیت باندھ لی مگرفوراًیادآ گیا، کیاسجدۂ سہوکرنا چاہیے، جب کہ وقفہ تین تسبیح سے کم لگا ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ سہولازم نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سرّی نماز میں سورۂ فاتحہ کو جہراًاور جہری میں سراًپڑھنے کاحکم

سوال[۳۴۸۷]: اگرامام جہری نماز میں سورۂ فاتحہ بالکل خاموش پڑھ جائے، یاسرّی نماز میں بلند آواز سے پڑھ جائے تواب یادآنے پر جہاں تک پڑھ لی ہے وہیں سے صحیح کرے یاشروع سے پھر پڑھے؟ایسی غلطی سے نماز ہوجائے گی یانہیں؟یاسجدۂ سہولازم ہوگا؟اور کہاں تک پڑھنے پرسجدۂ سہولازم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہری نماز میں تین آیات کی مقدار سہواًسراًپڑھنے سے سجدۂ سہولازم ہوگا،اسی طرح سری نماز میں جہراً پڑھنے کاحکم ہے،اگراس کوجہراًنہیں پڑھابلکہ صرف سورت کوجہراًپڑھ کرسجدۂ سہوکرلیا تب بھی نماز درست

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۵،سهيل اكيڈمی)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۷۴۳، إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه، كراتشي)

(۱)"ولايجب السجود إلا بترک واجب أو تأخيره، أو تأخير ركن أو تقديمه، أو تكراره أو تغير واجب بأن يجهر فيما يخافت، وفي الحقيقة وجوبه بشئ واحد، وهو ترک الواجب، كذا في الكافي".

(الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱، قديمی)

ہوجائے گی(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

یادآنے یالقمہ دینے کے بعد جہر کہاں سے شروع اور سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۴۸۸] : اگر جہری نماز میں امام دوتین آیتیں آہستہ پڑ گیا، بعد کولقمہ دینے سے، یاخوداس کو یادآ گیااب وہ سب کو جہرسے پڑھے یاجہاں سے یادآیاوہیں سے جہرشروع کردے سجدۂ سہوتو کرے گا ہی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جہاں سے یادآیاوہیں سے جہرشروع کردے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

منفرد کا جہری نماز کی تیسری وچوتھی رکعت میں جہراً سورۂ فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۴۸۹] : منفرد شخص نے اپنی جہری نمازوں میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کو قصداً زور سے پڑھاتو نماز ہوگی یانہیں؟اسی طرح اگر سنتوں میں قصداً قرأت زور سے پڑھےتو کیاحکم ہے؟اورکیاسہواً

---

(۱)"(والجهر فيما يخافت فيه) للإمام (وعكسه) لكل مصل في الأصح ،والأصح تقدير ه (بقدر ماتجوز به الصلاة في الفصلين .وقيل:) -قائله قاضي خان- (يجب السهو) (بهما): أي بالجهر والمخافتة (مطلقًا): أي قلّ أو كثر(وهوظاهر الرواية)". (الدرالمختار). "(قوله: والأصح الخ)صححه في الهداية والفتح والتبيين والمنية؛ لأن اليسير من الجهر والإخفاء لايمكن الاحتراز عنه ،وعن الكثير يمكن ،وماتصح به كثير، غير أن ذالك عنده آية واحدة، وعندهما ثلاث آيات، هداية. (قوله: وهو ظاهر الرواية)......... وقال في شرح المنية :والصحيح ظاهر الرواية ،وهو التقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة؛ لأن القليل من الجهرفي موضع المخافتة عفو أيضًا". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/ ۸۱، ۸۲،سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۷، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/ ۱۷۰، رشيديه)

(۲)"سهاالإمام، فخافت بالفاتحة في الجهرية، ثم تذكر، يجهر بالسورة، ولا يعيد، ولوخافت بآية أوأكثر يتمها جهراً ولا يعيد". (الحلبي الكبير، مسائل شتى، ص: ۶۱۸،سهيل اكيڈمی)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو : ۱/ ۳۲۵،مكتبه امداديه ملتان)

قرأت زور سے کرنے کی صورت میں سجدۂ سہو کافی ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جگہ سراً پڑھنا واجب ہے وہاں قصداً سورۂ فاتحہ زور سے پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن ترکِ واجب کی وجہ سے مکروہ ہوگی اور اعادہ لازم ہوگا اور ایسے موقع میں سہواً زور سے پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا(۱) اور سجدۂ سہو سے نماز صحیح ہوجائے گی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تیسری رکعت میں الحمد جہراً پڑھ دی

سوال[۳۴۹۰]: ایک امام صاحب نے تیسری رکعت میں کھڑے ہوکر "الحمد" بالجہر پڑھ دی، دوتین آیت پڑھنے کے بعد امام کو یاد آیا وہ خاموش ہوگیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ سجدۂ سہو واجب ہوگا یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تین آیت بالجہر پڑھے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "عن إبراهيم النخعي رحمه الله تعالیٰ، قال: سجد إذا أسر فيما يجهر فيه، أو جهر فيما يسرّ فيه. ذكره سحنون في المدونة بلاسند جزماً". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب في بقية أحكام السهو: ۱۶۷/۷، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) "(والجهر فيما يخافت فيه) للإمام (وعكسه) لكل مصل في الأصح. والأصح تقديره بقدر ماتجوز به ماتجوز به الصلاة في الفصلين (وقيل)– قائله قاضيخان: يجب السهو (بهما): أي بالجهر والمخافتة (مطلقًا): أي قلّ أو كثر (وهو ظاهر الرواية)". (الدر المختار).

"(قوله: وهو ظاهر الرواية)......... وقال في شرح المنية: والصحيح ظاهر الرواية، وهو تقدير بما تجوز به الصلاة من غير تفرقة؛ لأن القليل من الجهر في موضع المخافتة عفوٌ أيضًا". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/ ۸۱، ۸۲، سعید)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۷، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۳) "ومنها جهر الإمام فيما يجهر فيه، والإسرار في محله مطلقًا، واختلف في القدر الموجب للسهو،=

نماز میں سجدہ تلاوت کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

سوال[۳۴۹۱]: امام نے "الحمد" کے بعد ایسی سورت پڑھی جس میں آیتِ سجدہ آ گئی اور سجدہ تلاوت کیا، پھر کھڑے ہوکر "الحمد" پڑھی یعنی ایک رکعت میں "الحمد" دودفعہ پڑھی گئی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں سجدۂ واجب نہیں، اگر "الحمد" دودفعہ مسلسل پڑھتا یعنی درمیان میں کسی اور قرأۃ کا فصل نہ ہوتا تب سجدۂ سہو واجب ہوتا، فتاویٰ قاضی خان، ص:۶۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تکرارِ فاتحہ سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۴۹۲]: اگر نماز میں کسی رکعت میں بھول کر یا قصداً سورۂ فاتحہ ایک سے زائد دفعہ پڑھی جاوے تو کیا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پہلی دورکعت میں سہواً مسلسل مکرر پڑھا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے، اگر اخیر کی دورکعت میں مکرر

= والأصح أنه قدر ماتجوز به الصلاة في الفصلين؛ لأن اليسير من الجهر والاخفاء لايمكن الاحتراز عنه". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۱، قديمي)

وقال ابن النجيم: "من واجبات الصلوة الحادى عشر والثاني عشر الجهر على الإمام فيما يجهر فيه، والمخافته فيما يخافت فيه.............. اهـ". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۰، رشيديه)

(وكذا في التنوير مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۸۱، سعيد)

(۱) "وسجود السهويتعلق بأشياء: .... ومنها إذا قرأ في الأولين أو أحدهما الفاتحة، ثم الفاتحة، ثم السورة. ولو قرأ الفاتحة، ثم السورة، ثم الفاتحة، لاسهو عليه". (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصلاة، فصل فيما يوجب السهو ومالايوجب السهو: ۱/۱۲۱، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۰، سعيد)

پڑھا ہے یا پہلی ہی دو میں مکرر پڑھا ہے مگر مسلسل نہیں بلکہ ایک دفعہ سورت سے پہلے فاتحہ کو پڑھا ہے دوبارہ پھر سورت کے بعد پڑھا ہے تو سجدۂ سہو لازم نہیں ۔عمداً پڑھنے سے بھی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا، البتہ ایسی صورت میں نماز مکروہ ہوگی:"ولو كررها: أى الفاتحة فى الأولیین، يجب عليه سجود السهو، بخلاف مالو أعاد ها بعد السورة أو كررها فى الأخريين، فى التبيين، الخ". عالمگیری:۱/۱۲۶(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ایضاً

سوال[۳۴۹۳]: اگر بھول کر دو مرتبہ "الحمد" پڑھ جائے سجدۂ سہو کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسلسل دو مرتبہ پڑھے گا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱)(الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱/۱۲۶،رشيديه)

(وكذا فی تبيين الحقائق، باب سجودالسهو: ۱/۴۷۳، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا فی رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۰،سعيد)

(۲) "ويسجد للسهو كما لو كرر الفاتحة، ثم قرأ السورة". (مراقی الفلاح). وقال الطحطاوی: "قوله: (ويسجد للسهو) إذا كان ساهياً، وإلا كره تحريمًا؛ لأن فيه تأخير الواجب، وهو الفاتحة عن محله، وهو العلة فی وجوب السهو بتكرار الفاتحة". (حاشية الطحطاوی، كتاب الصلاة، فصل فی بيان واجب الصلاة، ص: ۲۴۹،قديمی)

"(قوله: وكذا ترك تكريرها ، الخ)فلو قرأها فی ركعة من الأولیین مرتين، وجب سجود السهو لتأخير الواجب، وهو السورة كما فی الذخيرة وغيرها ". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۰، سعيد)

(وكذا فی الحلبی الكبير، فصل فی سجود السهو،ص: ۴۶۰، سهيل اكيڈمی، لاهور)

"الحمد" کی جگہ "التحیات" پڑھ لی

سوال[۳۴۹۴]: ۱...... "الحمد" کی جگہ "التحیات" پڑھی۔

۲...... یاد آنے پر "الحمد" پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... کس رکعت میں؟

۲...... سجدۂ سہو واجب ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/ ۷/ ۸۸ھ۔

قرأت میں تشابہ کی وجہ سے سجدۂ سہو

سوال[۳۴۹۵]: نماز میں کوئی سورت شروع کی اور کسی جگہ سے درمیان میں دوسری سورت پر پہنچ گیا اب اس کو کیا کرنا چاہیے، پہلی سورت کی طرف مراجعت یا دوسری سورت جاری رکھے اور کیا سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اتنی مقدار پڑھ چکا ہے کہ اس کے بعد رکوع کر دینا چاہیے تب رکوع کردے ورنہ اگر ایک دو لفظ پڑھ کر یاد آ گیا ہو تو جو سورت اول شروع کی تھی اس کی طرف لوٹ جائے اگر زیادہ پڑھ کر یاد آئے تو نہ لوٹے بلکہ

---

(۱) اگر کسی شخص نے پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد "التحیات" پڑھ لی تو اس پر سجدۂ سہو کرنا واجب ہے، اور اگر سورۂ فاتحہ سے پہلے "التحیات" پڑھی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں:

"ولو قرأ التشهد في القيام، إن كان في الركعة الأولىٰ، لايلزمه شيء، وإن كان في الركعة الثانية، اختلف المشايخ فيه، والصحيح أنه لايجب، كذا في الظهيرية. ولو تشهد في قيامه قبل قرأة الفاتحة، فلاسهو عليه وبعدها، يلزمه سجود السهو، وهو الأصح". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/ ۱۲۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/ ۴۷۴، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/ ۱۷۲، رشيديه)

جس سورت پر پہنچ گیا ہے اسی کو پڑھے سجدہ سہو ایسی صورت میں نہیں ہے۔

تنبیہ: اگر ایک سورت سے دوسری سورت میں چلے جانے سے معنیٰ بگڑ جائیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قیام میں تشہد سے سجدۂ سہو

سوال[۳۴۹۶]: فرض نماز کی پہلی دوسری رکعت میں "الحمد" شریف پڑھنے کے بعد بھول کر بجائے سورت پڑھنے کے اگر "التحیات" پڑھ دی جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سجدۂ سہو واجب ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

پہلی رکعت میں بیٹھ کر فوراً کھڑا ہو گیا

سوال[۳۴۹۷]: ایک شخص پہلی رکعت کے دونوں سجدے کرنے کے بعد التحیات پڑھنے کیلئے تھوڑی دیر بیٹھ گیا، کچھ بھی نہیں پڑھا کہ اسے یاد آ گیا فوراً دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا۔ سجدۂ سہو کی ضرورت تھی یا نہیں؟

---

(۱) "فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يَصِلُ إلى أذنه، وبه قال الشافعي، ولم يشترط الكرخي وأبوبكر البلخي السماع، واكتفيا بتصحيح الحروف. واختار شيخ الإسلام وقاضيخان وصاحب المحيط والحلواني قول الهندواني، وكذا في معراج الدراية. ونقل في المجتبى عند الهندواني أنه لايجزيه مالم تسمع أذناه ومَن بقربه". (ردالمحتار، فصل في القراءة: ۱/۵۳۴، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۳۲۸، بيروت)

(۲) "وذكر الناطفي في الأجناس عن محمد: لو تشهد في قيامه قبل قرآءة الفاتحة، فلا سهو عليه، وبعدها يلزم". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۰، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۲، رشيديه)

اگر وہ اتنی دیر بیٹھا کہ تین مرتبہ "سبحان اللّٰہ" کہا جاسکتا تھا تب ضرورت تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر تین مرتبہ "سبحان اللّٰہ" کہنے کی مقدار بیٹھا ہے تو سجدۂ سہو واجب ہے اس سے کم میں سجدہ واجب نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملالی

سوال [۳۴۹۸]: اگر چار رکعت والی فرض نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص کو آخری رکعت میں بھول کر پڑھ لی تو سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله: وجب عليه سجود السهو) إذا شغله التفكر عن أداء واجب بقدر ركن .... وهو مقدر بثلاث تسبيحات، ثم إن محل وجوب سجود السهو إذا لم يشتغل حالة الشك بقرآءة ولا تسبيح، اهـ". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۷۴، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۴، سعيد)

(۲) "ولو قرأ في الأخريين الفاتحة والسورة، لايلزمه السهو، وهو الأصح". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۴، دار الكتب العلمية)

7

پہلی دو رکعتوں میں سورت بھول جانے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۴۹۹]: "وإن قرء الفاتحة (فی صلوٰة العشاء فی الأولیین) ولم یزد علیها، قرأفی الأخریین الفاتحة والسورة وجهر". هدایہ(۱) اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ نفسِ قرأت سورت فوت ہونے سے بعد والی رکعات میں فرض نمازوں میں تلافی ہوسکتی ہے تو کوئی شخص پہلی ایک رکعت یا دونوں رکعت میں ضمِ سورت کی تلافی کرسکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح مغرب کی تیسری رکعت میں تلافی ہوسکتی ہے؟ اگر پہلی یا دوسری رکعت میں ضم سورت بھول جائے اور جہری طور پر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص کوئی اَور سورت علاوہ فاتحہ کے پڑھ لے (ایک یا دونوں رکعت میں) تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی دونوں رکعتوں میں اگر ضمِ سورت بھول جائے، یا مغرب کی پہلی رکعت میں بھول جائے تو اخیر کی دو میں اور مغرب کی تیسری میں فاتحہ کے بعد ضمِ سورت کرے اور جہر بھی کرے: "لوترك السورة فی ركعة من أولیی المغرب أو فی جمیع أولیی العشائین، قرأها: أی السورة وجوبًا علی الأصح فی الأخریین من العشاء والثالثة من المغرب مع الفاتحة، جهر بهما علی الأصح، ویقدم الفاتحة، ثم یقرأ السورة، وهو الأشبه". مراقی الفلاح(۲)۔

اگر مواقعِ مذکورہ میں فاتحہ کو بھول گیا تو بعد والی رکعتوں میں فاتحہ کو مکرر نہ پڑھے: "ولو ترك الفاتحة فی الأولیین، لایکررها فی الأخریین". مراقی الفلاح(۳)۔ ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)(الهدایة، كتاب الصلاة، فصل فی القرأة: ۱/۱۱۶، مكتبه شركت علمیه ملتان)

(۲)(مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، كتاب الصلاة، فصل فی بیان واجب الصلاة، ص: ۲۵۴، ۲۵۵، قدیمی)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكیریة، الباب الرابع فی صفة الصلاة، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة: ۱/۷۱، رشیدیه)

(وكذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۸۹، رشیدیه)

(۳) (مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، كتاب الصلاة، فصل فی بیان واجب الصلاة، ص: ۲۵۴، ۲۵۵، قدیمی)

قرأت کی غلطی سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۰۰]: اگر امام تراویح میں غلط پڑھے اور مقتدی صحیح بتلائے تو امام کو سجدۂ سہو کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام نے تراویح میں قرأت کی غلطی کی ہے تو اس کی وجہ سے سجدۂ سہو کا حکم نہیں، سجدۂ سہو کرنا اس مقصد کیلئے غلط ہے، امام لقمہ لے یا نہ لے اس سے سجدۂ سہو نہیں آتا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

رکوع کے بجائے سجدہ میں جانے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۰۱]: اگر کوئی شخص رکوع میں جانے کے بجائے بھولے سے سجدہ میں چلا جائے تو وہ کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لوٹ کر آئے رکوع کرے اور سجدۂ سہو بھی کرے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "ولایجب السهو إلا بترک واجب، أو تأخيره، أو تأخير ركن، أو تقديمه، أو تكراره، أو تغير واجب بأن يجهر فيما يخافت، وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد، وهو ترک الواجب، كذا في الكافي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني في سجود السهو: ۱/۱۲٦، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴٦۱، قديمی)

(۲) "فيجب بتقديم ركن نحو أن يركع قبل أن يقرأ، ويسجد قبل أن يركع) هذا التمثيل غير واقع في محله؛ لأن الركوع قبل القراءة والسجود قبل الركوع غير معتد به حتى يفترض عليه إعادة الركوع بعد القراءة وإعادة السجود بعد الركوع على ما مر من أن الترتيب بين مالايتكرر في الركعة الواحدة وبين غيره فرض، وإذا لم يقع ذلک معتدًا به، لايكون فيه تقديم الركن، نعم! إذا فعل ذلک يجب عليه سجود السهو لتأخير الركن بسبب الزيادة التي زاد ها، فليتأمل". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵٦، سهيل اكيڈمی لاهور) .... =

سجدۂ تلاوت مؤخر کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۰۲]: تراویح میں حافظِ قرآن نے آیتِ سجدہ پڑھی اور سجدہ اس مقام پرنہیں کیا بلکہ رکوع دورکوع کے بعد پھر سجدہ مع مقتدیوں کے کیا تو کیا سجدۂ قرآن درست ہوایانہیں؟ بعد سلام کے مع مقتدیوں کے سجدہ کرلیا تو درست ہوایانہیں؟ اگر سجدۂ سہو کرے تو ادا ہوگا یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں سجدہ ذمہ سے ساقط ہوگیا لیکن تاخیر کی وجہ سے ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور جو سجدہ حالتِ نماز میں امام پر تلاوت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے وہ خارج نماز میں ادا کرنا درست نہیں بلکہ نماز ہی میں ادا کیا جائے:

"المصلی إذا نسی سجدة التلاوة فی موضعها، ثم ذکر ها فی الرکوع أو السجود أو فی القعود، فإنه یخرلها ساجدًا، ثم یعود إلی ما کان، ویعیده استحسانًا، وإن لم یعد، جازت صلوته، کذا فی الظهیریة". عالمگیری: ۱/۱۳٤(۱)۔

"لو أخر سجدة التلاوة عن موضعها، فإن علیه سجودالسهو، کما فی الخلاصة". شامی: ۱/۷۷٤(۲)۔

"والسجدة التی وجبت للتلاوة فی الصلاة، لاتقضیٰ إلا فی الصلوة". رسائل الأرکان، ص: ۱٦۲ (۳)۔

= (وکذا فی البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۲۰، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/٤٦۱، سعید)

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة: ۱/۱۳٤، رشیدیه)

(۲) (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۰، سعید)

(وکذا فی منحة الخالق علی البحر الرائق، باب سجودالسهو: ۲/۱٦۷، رشیدیه)

(۳) "(قوله: وإذا لم یسجد أثم الخ) أفاد أنه لایقضیها .قال فی شرح المنیة: وکل سجدة وجبت فی الصلاة ولم تؤدفیها، سقطت: أی لم یبق السجود لها مشروعاً لفوات محله". (رد المحتار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۱۰، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، القرأة خارج الصلاة، ص: ۵۰۱، سهیل اکیڈمی لاهور)

بغیر رکوع کیے ہوئے سجدہ میں جانا، پھر اٹھنا

سوال[۳۵۰۳]: ہمارے امام صاحب نے فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھی، پھر بغیر رکوع کیے ہوئے سجدہ میں چلے گئے، سجدہ میں کسی مقتدی نے زور سے کہا کہ رکوع نہیں ہوا تو پھر رکوع میں آ گئے اور پھر سجدہ کیا اور قدرے تشہد کے بعد پھر سجدۂ سہو کیا۔ تو کیا اس طرح کرنے سے نماز ادا ہوگی اور جس مقتدی نے یہ کہا کہ رکوع نہیں ہوا، اس کی نماز بھی درست ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مقتدی نے امام کو اس طرح کہا ہے اس کی نماز نہیں ہوئی (۱)، اس کے اس طرح کہنے سے اگر امام کو خود بھی یاد آ گیا کہ رکوع نہیں ہوا اور وہ اپنی یاد پر اٹھا اور رکوع وغیرہ کر کے سجدۂ سہو کر لیا تو امام کی نماز ہوگئی اور بقیہ سب مقتدیوں کی بھی ہوگئی۔ اگر امام کو یاد نہیں آیا محض اس کے کہنے پر کھڑا ہوگیا تو کسی کی نماز نہیں ہوئی، سب کو لوٹانا ضروری ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

رکوع، سجدہ کی تسبیح بدلنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۰۴]: چند روز قبل نماز عشاء میں ایک رکعت کے اندر جب میں پہلے سجدہ میں گیا تھا تو

---

(۱)"إذا تكلم في صلاته ناسيًا أو عامدًا، خاطئًا أو قاصدًا، قليلاً أو كثيراً، تكلم لإصلاح صلاته بأن قام الإمام في موضع القعود. فقال له المقتدى: اقعد، أو قعد في موضع القيام فقال: له قم، أولا لإصلاح صلاته، ويكون الكلام من كلام الناس، استقبل الصلاة عند نا، كذا في المحيط". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۹۸/۱، رشيديه)

(۲)"(قوله: إلا إذا تذكر الخ) قال في القنية: ارتج على الإمام، ففتح عليه مَن ليس في صلاته وتذكر، فإن أخذ في التلاوة قبل تمام الفتح، لم تفسد، وإلا تفسد؛ لأن تذكره يضاف إلى الفتح .... قلت: والذي ينبغي أن يقال: إن حصل التذكر بسبب الفتح، تفسد مطلقًا .... وإن حصل تذكره من نفسه لابسبب الفتح، لاتفسد مطلقًا". (ردالمحتار، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۶۲۲/۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها: ۱۱/۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۹۹/۱، رشيديه)

تین مرتبہ بجائے "سبحان ربی الأعلیٰ" پڑھنے کے، "سبحان ربی العظیم" پڑھ کر سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے پھر "سمع الله لمن حمده" اور پھر "ربنالك الحمد" پڑھا اور "الله أكبر" کہہ کر دوسرے سجدہ میں چلا گیا، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بھول کر ایسا کر لینے سے نہ نماز فاسد ہوئی نہ سجدۂ سہولازم ہوا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۶/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۸۸ھ۔

دعائے قنوت بھول کر رکوع کرنے سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۰۵]: رکوع میں یاد آیا کہ دعائے قنوت نہیں پڑھی تو اب کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر دعائے قنوت نہیں پڑھی اور رکوع میں پہنچ کر یاد آیا تو اب اس کو کھڑے ہو کر یا رکوع میں دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں بلکہ نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کرے، طحطاوی، ص: ۲۵۰ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) تسبیحات اور تکبیراتِ انتقال سننِ صلاۃ میں سے ہیں نہ کہ واجبات میں سے، لہٰذا اس کے ترک یا تبدیلی ترتیب سے کچھ فرق نہیں پڑتا: "ولا يجب السجود إلا بترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن .... ولا يجب بترك التعوذ والبسملة في الأولىٰ وتكبيرات الانتقال". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/ ۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/ ۵۰۲، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۲) "لو تذكر القنوت في الركوع، فإنه لايعود، ولا يقنت فيه لفوات محله ...... ويسجد للسهو على كل حال، لترك الواجب أو تأخيره". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۱، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱/ ۱۶۹، رشيديه) .... =

سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت "سمع الله لمن حمده" کہنا

سوال[۳۵۰۶]: امام سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت بجائے "الله اکبر" کے "سمع الله لمن حمده" کہتے ہوئے اٹھے تو سجدۂ سہو کی ضرورت ہے یا نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سجدۂ سہو سے اٹھتے وقت بجائے "الله اکبر" کے سہواً "سمع الله لمن حمده" کہہ دیا تو بھی سجدۂ سہو لازم نہیں، نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۵/ ۹۲ھ۔

سجدہ میں " بسم الله "

سوال[۳۵۰۷]: سجدہ میں تسبیح سے پہلے تسمیہ نکل گیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کوئی حرج نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= (وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۱، سهيل اكيڈمی)

(۱) قال العلامة الحلبي: "فلايجب بترك السنن والمستحبات كا لتعوذ والتسمية والثناء والتأمين وتكبيرات الانتقال والتسبيحات". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/ ۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/ ۵۰۲، مصطفیٰ البابي الحلبي، مصر)

(۲) قال الحلبي: "(أوقرأ التشهد مرتين) في القعدة الآخيرة أو تشهد قائماً أو راكعاً أوساجداً، لا سهو عليه.......... وأما التشهد، فلأنه ثناء والقيام والركوع والسجود محل للثناء". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۰، سهيل اكيڈيمی)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب سجود السهو: ۱/ ۱۴۹، بيروت)

ایک سجدہ بھول گیا تو اس کو کب ادا کرے؟

سوال[۳۵۰۸]: اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس نے پہلی رکعت میں ایک سجدہ غلطی سے کیا ہو، دوسری رکعت میں یاد آجائے تو کیا حکم ہے؟

عبدالحق گیاوی، متعلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب یاد آئے جب ہی سجدہ کرلے، اگر دوسری رکعت کے سجدہ کے بعد یاد آئے اس وقت کرے، ورنہ اگر قیام قعود وغیرہ میں یاد آئے، تو اس وقت کرکے جس رکن کو وسط میں چھوڑ کر سجدہ کیا ہے اس کا اعادہ کرے:

"ولو ترك سجدةً من ركعته فتذكرها في آخر صلوٰة سجدها، سجد للسهو لترك الترتيب فيه، وليس عليه إعادة ماقبلها". البحر الرائق: ۲/۹٤(۱)۔

"وإن كان إمامًا وصلى ركعةً وترك منها سجدةً، فصلى ركعةً أخرىٰ وسجد لها، فتذكر المتروكة في السجود، فإنه يرفع رأسه من السجود، ويسجد المتروكة، ثم يعود ماكان فيها؛ لأنها ارتفعت فيعيدها استحسانًا" (۲)۔ اور سجدۂ سہو کرکے نماز ختم کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/۲/۵۳ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد، ۱۵/صفر/۵۳ھ، صحیح: عبداللطیف ناظم مدرسہ، ۱۵/صفر/۵۳ھ۔

---

(۱)(البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۷، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۲، سعيد)

(۲)(التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع آخر في المتفرقات: ۱/۷۴۴، ادارة القرآن)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو، نوع آخر من هذا الفصل المتفرقات: ۲/۷۹، المكتبة الغفارية)

ایک سجدہ بھول گیا، کیا سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی؟

سوال[۳۵۰۹]: نماز میں ایک سجدہ بھول گیا پھر آخر میں سجدۂ سہو کرلیا، کیا نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ ایک فرض ہے، دوسرا واجب، خیال رہے کہ جو سجدہ بھولا ہے وہ دوسرا سجدہ ہے، کیا دونوں سجدے فرض ہیں، یا ایک فرض ہے دوسرا واجب؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فقہ کی کتابوں میں "سجدتان" کا لفظ نہیں آیا ہے، دونوں کیسے فرض ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں سجدے فرض ہیں، ترکِ فرض سے نماز فاسد ہو جاتی ہے، اعادہ ضروری ہے، سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا(۱)، کتب فقہ میں سجدہ ثانیہ کی تصریح موجود ہے، کبیری، ص: ۳۱۳(۲)، البحر الرائق: ۱/۲۹۳(۳)، ردالمحتار: ۱/۳۰۰(۴)، وغیرہ جملہ کتب میں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

قومہ کی دعاء کے بجائے جلسہ کی دعا سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۱۰]: قومہ میں "ربنا لك الحمد" کے بعد "حمداً طيبًا مباركاً فيه" کے بجائے اگر جلسہ میں پڑھنے والی دعاء منفرد سہواً پڑھ جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی، یا سجدۂ سہو سے درست ہوگئی، یا سجدۂ

---

(۱) "(سجدة السهو واجبة، انه لايجب إلابترك الواجب) ...... ولابترك الفرائض؛ لأن تركها لاينجبر بسجود السهو، بل هو مفسد، إن لم يتدارك، فيعاد". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۵۵، سهيل اكيڈمی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(۲) "وتكلموا في تكرار السجود، فقيل: هو تعبد لايطلب فيه المعنى كأعداد الركعات...الخ". (الحلبي الكبير، فصل في صفة الصلاة، ص: ۳۲۲، سهيل)

(۳) "والمراد من السجود السجدتان، فأصله ثابت بالكتاب والسنة والإجماع، وكونه مثنى في كل ركعة بالسنة والإجماع، وهو أمرٌ تعبديٌ لم يعقل له معنى على قول أكثر مشائخنا تحقيقًا للابتداء". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفه الصلاة: ۱/۵۱۱، رشيديه)

(۴) "(قوله: وتكراره تعبد): أي تكرار السجود أمر تعبدي: أي لم يعقل معناه على قول أكثر المشايخ تحقيقًا للابتلاء". (رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۷، سعيد)

سہو کی ضرورت نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

سجدۂ سہو لازم نہیں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۳/۷/۹۲ھ۔

قعدۂ اولیٰ بھولنے اور تیسری رکعت میں جہر کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۱۱]: امام سہواً قعدۂ اولیٰ کے بجائے رکعتِ ثالثہ کیلئے کھڑا ہوگیا اور فاتحہ بالجہر شروع کر دی دیر بعد یاد آیا کہ یہ تیسری رکعت ہے اس لئے جہر بالقرأۃ کے بجائے بالسّر شروع کر دی اور سجدۂ سہو بھی کر لیا۔آیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جس وقت یاد آیا تھا اسی وقت سلام پھیر دینا افضل ہے۔آیا زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

سائل: فرخ احمد، چاٹگامی، متعلم مدرسہ مظاہر علوم۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی،قعدۂ اولیٰ واجب ہے اور تیسری رکعت میں اسرار واجب ہے، دو واجب بھول کر ترک کرنے سے ایک سجدۂ سہو کافی ہوجاتا ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۲۰/۷/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف،۲۶/رجب/۵۶ھ۔

---

(۱)قال الحلبي: "فلايجب بترك السنن والمستحبات كا لتعوذ، والتسمية، والثناء، والتأمين، وتكبيرات العيدين، والتسبيحات". (الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص:۴۵۵،سهيل اكيڈمی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶،رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/۵۰۲، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۲)"(قوله: وإن تكرر) حتى لو ترك جميع واجبات الصلاة سهواً، لايلزمه إلا سجدتان، بحر". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۸۰،سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۴،رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۰،دار الكتب العلمية، بيروت)

قعدۂ اولیٰ ترک کرنے سے نماز کا حکم

سوال[۳۵۱۲]: ایک امام مسجد چار رکعت فرض نماز کی امامت کرا رہے تھے، سہواً دو رکعت کے بعد بلا "التحیات" پڑھے اٹھ کر کھڑے ہوگئے باوجود لقمہ کے واپس نہیں لوٹے، چار رکعت نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دیا تو ایسی صورت میں نماز سجدۂ سہو سے ہوگئی یا نماز دہرانی پڑے گی؟ اگر نماز ہوگئی تو کس ثبوت سے اور اگر نہیں تو کس ثبوت سے؟ برائے مہربانی جواب کتاب وسنت کی روشنی میں دیجئے مشکور ہوں گا۔ بینوا توجروا۔

محمد عبدالغنی، شہر کانپور، محلہ میتھفل گنج، ۱۳/ جون/ ۱۹۵۸ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں، کذا فی الدر المختار (۱) وصحیح البخاری: ۱/۱۶۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

قعدۂ اولیٰ بھول کر کھڑا ہونا پھر بیٹھ جانا

سوال[۳۵۱۳]: کسے اگر قعدۂ أولیٰ فراموش کردہ باستادباز، چونکہ یاد آمد،

(۱) "(سها عن القعود الأول من الفرض، ثم تذكره، عاد إليه) وتشهد ،ولا سهو عليه في الأصح (مالم يستقم قائماً)في ظاهر المذهب، وهو الأصح (وإلا): أي وإن استقام قائمًا (لا، وسجد للسهو) (الدر المختار) "قوله: في ظاهر المذهب ....الخ)مقابله في الهداية :إن كان إلى القعود أقرب، عاد ولا سهو عليه في الأصح، ولو إلى القيام أقرب فلا، وعليه السهو، وهو مروی عن أبي يوسف رحمه الله عليه، واختاره مشايخ بخاری وأصحاب المتون". (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۳، ۸۴،سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "عن عبد الله بن بحينة رضي الله تعالىٰ عنه أنه قال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قام من اثنتين من الظهر ولم يجلس بينهما، فلما قضىٰ صلاته، سجد سجدتين، ثم سلّم بعد ذلك". (صحيح البخاری، كتاب التهجد، باب ماجاء في السهو إذا قام من ركعتي الفريضة : ۱/۱۶۳ ،قديمی)

بنشست، درفسادِ نمازش چه حکم دارد؟ مع حوالۂ کتب وصفحات واضح فرمانید۔
المستفتی: محمد عبدالمعبود عفی عنہ، متعلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دریں مسئله فقهاء را دوقول است: دریکے نمازِ أو فاسد شد، وایں قول را زیلعی رحمه الله علیه تصحیح نموده است. ودر دیگر نمازِ أو فاسد نشد، اگرچه ازیں فعل گنه گار شد، وبذمۂ أو سجدۂ سهو لازم گشت، واین قول را شیخ ابن همام وابن نجیم وحلبی وغیرهم ترجیح داده اند:

"فلوعاد إلى القعود بعدذلك، تفسد صلوته لرفض الفرض لما ليس بفرض، وصححه الزيلعي. وقيل: لاتفسد، لكنه يكون مسيئًا، ويسجد لتأخير الواجب، وهو الأشبه كما حققه الكمال، وهو الحق بحر، الخ". درمختار۔ قال الشامي: "(قوله: بعد ذلك): أي بعد مااستقام قائمًا، الخ. (قوله: لكنه يكون مسيئًا): أي ويأثم، كما في الفتح، الخ". ردالمحتار: ۱/۷۷۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ پڑھنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۱۴]: چار رکعت نماز سنتِ مؤکدہ پڑھ رہا ہوں، دوسری رکعت میں "التحیات" کے بعد درود پڑھ گیا، اس کے بعد یاد آیا، چاروں رکعت پوری کرلیں، کیا سجدۂ سہو کرنا چاہیئے؟

---

(۱)(الدر المختار مع ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۴، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۸، ۱۷۹، رشیدیه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

کرنا چاہیے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سنت ووتر کے قعدۂ اولیٰ میں درود کا حکم

سوال[۳۵۱۵]: چار رکعت والی نماز سنت ووتر میں دو رکعت کی "التحیات" کے بعد درود شریف پڑھنا افضل ہے یا نہیں یا سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت سنتِ مؤکدہ اور وتر میں اگر دو رکعت پر بھول کر قعدۂ اخیرہ سمجھتے ہوئے درود شریف پڑھا گیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سنن ونوافل میں قعدۂ اولیٰ کے ترک سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۱۶]: چار رکعت والی سنت کے قعدۂ اولیٰ یا دو رکعت والی سنت ونفل کے اندر "التحیات" بھول جائے پھر اس حالت میں بیٹھ کے سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے تو اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چار رکعت والی سنت میں قعدۂ اولیٰ اور تشہد واجب ہے اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہے اور نفل میں

---

(۱) "ولا یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القعدة الأولیٰ فی الأربع قبل الظهر والجمعة وبعدها، ولو صلی ناسیاً، فعلیه السهو". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل ۲/۱۶، سعید)

"ولو کرر فی القعدة الأولیٰ، فعلیه السهو، وکذا لو زاد علی التشهد الصلاة علی النبی صلی اللہ علیه وسلم، کذا فی التبیین: وعلیه الفتوی، کذا فی المضمرات" (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثانی عشر فی سجود السهو: ۱/۱۲۷، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو ۲/۱۷۲، رشیدیه)

(۲) رتقدم تخریجه تحت عنوان: "قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد کچھ پڑھنے سے سجدۂ سہو"

دورکعت پرقعدہ فرض ہے اس کے ترک سے نماز درست نہ ہوگی، پس اگر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوگا تو سجدہ سے پہلے پہلے جب یاد آئے فوراً بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے، اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو چوتھی رکعت بھی اس کے ساتھ ملائے اور سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کردے لیکن اس صورت میں دورکعت معتبر ہوں گی اور پہلی دورکعت قعدہ ترک ہونے کی وجہ سے فاسد ہوں گی اور اسی تحریمہ پر شفعۂ ثانیہ کی بناء صحیح ہوگی (۱)۔ مگر سجدۂ سہو ضروری ہوا، تشہد بہر حال واجب ہے اس کے ترک سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

قعودِ واجب اگر سہواً چھوڑ دیا اور تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوگیا اس کے بعد یاد آیا تو بیٹھنا نہیں چاہئے، اگر بیٹھے گا تو اس میں فقہاء کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ نماز فاسد ہوجائے گی، کیونکہ فرض کو ترک کر کے واجب کی طرف عود کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہاں فرض کو ترک نہیں کیا بلکہ مؤخر کیا ہے:

"سها عن القعود الأول من الفرض ولوعملياً، أماالنفل فيعودمالم يقيدبالسجدة، ثم تذكره، عاد إليه وتشهد، ولا سهو عليه في الأصح مالم يستقم قائمًا في ظاهر المذهب، وهو الأصح، فتح. وإلا أي وإن استقام قائمًا لايعود لاشتغاله بفرض القيام، وسجد للسهو لترك الواجب. ولو عاد إلى القعود بعد ذلك، تفسد صلوته لرفض الفرض لما ليس بفرض، وصححه الزيلعي، وقيل: لاتفسد لكنه يكون مسيئاً، ويسجد لتأخير الواجب، وهو الأشبه، كما حققه الكمال، وهو الحق، الخ". درمختار ۱/ ۷۷۹(۲)۔

اور ایک قول پر نفل میں قعدۂ اولیٰ واجب ہے، فرض نہیں: "والقعدة الأولى ولوفي نفل في الأصح،

---

(۱) قال الحلبي: "(وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة، وأنه لم يقعد على ركعتين، تجزئ عن تسليمة واحدة، وهو المختار ....لأن القعدة على رأس الثانية فرض في التطوع، فإذا تركها، كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً، كما هو قول محمد و زفر بالقياس، وإنماجازعلى قول أبي حنيفةوأبي يوسف استحساناً فأخذنا بالقياس في فساد الشفع الاول وبالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت صح شروعه في الشفع الثاني، وقدأتمه بالقعدة، فجاز عن تسليمة واحدة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمي، لاهور)

(۲) (الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/ ۸۳، ۸۴، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب السهو: ۱/ ۴۷۹، دار الكتب العلمية، بيروت)

خلافاً لمحمد رحمه الله تعالیٰ فی افتراضه قعدة کل شفع نفل، اه". شامی: ۱/۴۸۵(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،۱۴/شوال/۵۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

دو رکعت پر بجائے بیٹھنے کے بھول کر کھڑا ہونے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۱۷]: تراویح میں اگر امام دو رکعت کے بعد نصف سے زائد کھڑا ہو جائے اور کچھ مقتدی کھڑے ہوگئے اور کچھ بیٹھ گئے تو امام کے نصف سے زائد کھڑا ہونے کے بعد پھر بیٹھنا چاہیے یا کھڑا ہو کر پڑھتا ہی رہے، یا امام کے کھڑا ہونے کے بعد بیٹھنا فوراً ضروری ہے، یہ چار رکعت دو رکعت ہی سمجھی جائیں گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امام ایسی حالت میں بیٹھ جائے جبکہ قیام کے قریب ہو چکا تھا اور بعد میں سجدۂ سہو کرے: "ولو سها عن القعود الأخير كله أو بعضه، عاد مالم يقيد ها بسجدة، وسجد للسهو لتأخير القعود"۔ "(قوله: ولو سها عن القعود الأخير) أراد به القعود المفروض". شامی: ۱/۷۹(۲)۔

اگر بغیر دو رکعت پر قعدہ کئے ہوئے چار رکعت پڑھ لی تو یہ دو ہی شمار ہونگی، کذا فی الکبیری، ص: ۳۹۰(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۶۵، سعید)

(وکذا فی سکب الأنهر شرح الملتقی، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۸۹، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(۲) (الدر المختار مع ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۱، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۰، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۳) "ولو لم يقعد على رأس كل ركعتين قدر التشهد، لم يجز إلا عن تسليمة واحدة عند أبي حنيفة وأبي يوسف، وأما عند محمد وزفر رحمه الله عليهما، فلا تجوز عن تسليمة أيضًا، بل يفسد على مامر، من أن ترك القعدة على الركعتين من النفل فيما إذا صلى أربعًا، تفسده، فكذا مازاد على الأربع". =

قعدۂ اُولیٰ یا اُخریٰ بھول کر کھڑے ہونے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۱۸]: اگر قعدہ اخیرہ بھول کر کھڑا ہونے لگے اور قبل پورا کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا کہ نہیں؟ طحطاوی، ص:۲۷۱، پر لکھتے ہیں: "سجد للسهو سواء كان إلى القيام أقرب أو إلى القعود أقرب، بخلاف السهو عن القعود الأول، ففيه التفصيل على أحد القولين"(۱)۔ یہ قول مفتی بہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شامی نے ہر دو قعود میں ایک ہی حکم لگایا ہے جیسا کہ قعودِ اول میں تفصیل ہے کہ اقرب الی القعود ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو نہیں اور اقرب الی القیام ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے، اسی طرح قعدہ اخیرہ کا حکم ہے۔ صاحبِ نہر نے فرض اور واجب ہونے کا فرق ظاہر کیا ہے (۲) اور علامہ طحطاوی رحمہ اللہ علیہ نے حاشیہ درمختار میں اس فرق کا انکار کر کے قعود اول وثانی کا ایک ہی حکم تحریر فرمایا ہے:

"لم يفصل هنا بين ما إذا كان مستفتحا للقيام أولا، وينبغي أن لا يسجد في الثانية كما مرّ في التشهد الأول ....الخ" ۱/۳۱۳ (۳)۔ "وينبغي أن لا يسجد فيما إذا كان إليه: أي إلى القعود أقرب كما في الأول ....الخ". شامی: ۱/۷۸۰ (٤)۔

= (الحلبي الكبير، فصل في النفل، فروع: لوترك، ص: ۴۰۵، سهيل اكيڈمی، لاهور)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "لو صلى التطوع ثلاثاً أو ستاً أو ثمانيةً بقعدة واحدة، فالأصح أنه يفسد استحساناً وقياساً، وقد منا وجهه.

"فقد اختلف التصحيح في الزائد على الأربعة بتسليمة وقعدة واحدة، هل يصح عن شفع واحد أو يفسد؟ فليتنبه". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۴۵، سعيد)

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۸، قديمی)

(۲) (النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۱/۳۲۸، مكتبه امداديه)

(۳) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب سجود السهو: ۱/۳۱۳، دار المعرفة بيروت)

(۴) (رد المحتار على الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۸۵، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۱، رشيديه)

نہر کا حال عقود رسم المفتی میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ وہ کتب معتبرہ میں سے نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۰/صفر/۶۱ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۲/صفر/۶۱ھ۔

قعدہ اخیرہ میں "التحیات" کے بعد کھڑے ہونے کا حکم

سوال[۲۵۱۹]: قعدۂ اخیرہ میں "التحیات" پڑھ کر بھول کر کھڑا ہوگیا، کچھ پڑھا نہیں تو بغیر "التحیات" پڑھے داہنی طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کریں گے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ کتنی مقدار بھر پڑھ لیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تین آیات کی مقدار ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱)"قال: ومن الكتب الغريبة ملامسكين شرح الكنز، والقهستاني، لعدم الإطلاع على حال مؤلفيهما .... والنهر، والعيني شرح الكنز. قال شيخنا الجنيني: إنه لايجوز الإفتاء من هذه الكتب إلا إذا علم المنقول عنه والإطلاع على مأخذها، هكذا سمعته منه، وهو علّامة في الفقه مشهور، والعهدة عليه، انتهى". (شرح عقود رسم المفتي لابن عابدين الشامي، بُعَيد الطبقة السابعة: طبقة المقلدين، ص: ۳۶، مير محمد كتب خانه)

(۲)"إذا جهر فيما يخافت أوخافت فيما يجهر ساهياً، يجب عليه السهو عندنا ...... إن وقع هذا في سورة أخرى، إن خافت ثلاث آيات أو آيةً طويلةً عند الكل، أو قصيرةً، عند أبي حنيفة، فعليه السهو، وإلا فلا......وذكر ابن سماعة عن محمد فيما إذا جهر أو خافت فيما يجهر أنه فعل مقدار ماتجوز به الصلاة من فاتحة الكتاب وغيرها، فعليه السهو، وما لا فلا". (التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشرفي سجود السهو: ۷۱۹/۱، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱۷۰/۲، رشيديه) .... =

7

قعدۂ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہونا

سوال[۳۵۲۰]: زید قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر بھول کر کھڑا ہو گیا اور فوراً ہی یاد آ گیا تو بیٹھ گیا، اب اس کو سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟ اگر کرنا ہوگا تو تشہد پڑھ کر کرے یا بغیر تشہد پڑھے ہی کرلے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو سجدۂ سہو کرنا ہوگا اور اس کیلئے ایسی صورت میں تشہد لازم نہیں بلکہ جو تشہد پڑھ چکا ہے وہی کافی ہے، شامی: ۱/۵۰۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

قعدۂ اخیرہ کے بعد قیام سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۲۱]: ایک شخص قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنے کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا، پھر جب یاد آیا بیٹھ گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس شخص کو سجدۂ سہو کیلئے پھر تشہد پڑھنا پڑے گا یا نہیں؟ نیز سجدۂ سہو کے بعد درود شریف کافی ہے یا "التحیات" بھی پڑھنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو سے پہلے تشہد کی ضرورت نہیں، بلکہ جو تشہد پڑھ کر کھڑا ہوا تھا وہی کافی ہے، البتہ سجدۂ سہو کے بعد تشہد واجب ہے کیونکہ سجدۂ سہو کی وجہ سے پہلے پڑھا ہوا تشہد مرتفع ہو گیا:

"وإن قعد الأخير، ثم قام، عاد، وسلم من غير إعادة التشهد لعدم بطلانه بالقيام.

=(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۷۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۱) "(وإن قعد في الرابعة) مثلاً قدر التشهد (ثم قام، عاد وسلم) ولو سلم قائمًا صح. (الدر المختار).

قال ابن عابدين رحمه الله تعالیٰ: "(قوله: عاد وسلم): أي عاد للجلوس لما مر أن مادون الركعة محل للرفض، وفيه إشارة إلى أنه لايعيد التشهد ...... والعود للتسليم جالسًا سنة". (ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۸۴، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/۵۱۱، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

.... : وسجد للسهو .... الخ". مراقي الفلاح، ص:١٤٦، مختصرًا(١)۔ "إنه (أي سجود السهو) يرفع الواجب من قرأة التشهد والسلام.........الخ". مراقی۔ "أي فيعادان بعد فعله ....الخ، يجب سجدتان بتشهد وتسليم .... الخ". نورالإيضاح۔ "هما بعد واجبان بعد سجود السهو؛ لأن الأولين ارتفعا بالسجود .... الخ". طحطاوي، ص:٢٦٨(٢)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، جامع العلوم کانپور۔

چار رکعت والی نماز میں پانچویں کیلئے کھڑا ہونے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۲]: چار رکعت والے فرض میں چار رکعت کے بعد تشہد پڑھ کر امام غلطی سے کھڑا ہو گیا تو اب کیا چھ رکعت پوری کر کے سلام پھیرے یا کیا کرے؟ اور اگر تشہد نہیں پڑھا تو کیا حکم ہے اور ایسی حالت میں جو لوگ امام کے ساتھ دوسری یا تیسری رکعت میں شریک ہوئے ہیں ان کو کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے اگر یاد آ گیا تو بیٹھ جائے ورنہ چھ پوری کرے اور ہر صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ اگر قعدۂ اخیرہ نہیں کیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو فرض نماز درست نہیں ہوئی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱)(مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص ۴۷۰، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب سجود السهو ۲/۸۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو : ۲/۱۸۳، رشيديه)

(۲)(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، شرح نور الإيضاح، باب سجود السهو، ص:۴۶۰، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود السهو : ۱/۴۹۸، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، باب سجود السهو: ۱/۴۹۸، مصطفى البابي الحلبي)

(۳)"(ولو سها عن القعود الأخير) كله أو بعضه (عاد مالم يقيد ها بسجدة) .... وسجد للسهو، لتأخير القعود (وإن قيدها) بسجدة ....، (تحول فرضه نفلاً برفعه .... (وإن قعد في الرابعة) مثلاً قدر التشهد (ثم قام، عاد وسلم .... وإن سجد للخامسة سلموا، وضم إليها سادسةً .... لتصير=

پانچویں رکعت کیلئے کھڑے ہوجانے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۳]: زید عصر کی نماز پڑھ رہا ہے کہ سہواً چوتھی رکعت میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہوگیا، پھر رکوع میں اس کو خیال آیا کہ میں پانچویں رکعت پڑھ رہا ہوں، یہ سوچ کر وہ اسی وقت بیٹھ گیا اور سہو کا سجدہ کر کے نماز پوری کر لی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مغرب کی تیسری رکعت میں قعدہ کے بعد چوتھی کیلئے کھڑا ہونا

سوال[۳۵۲۴]: زید نماز مغرب پڑھ رہا تھا، تیسری رکعت کے بعد بجائے سلام پھیرنے کے کھڑا ہونے لگا، مگر مقتدی بیٹھے رہے اور زید بھی کھڑا ہونے کے قریب ہوگیا تھا کہ فوراً بیٹھ گیا، پھر سلام پھیر دیا اور سجدۂ سہو نہیں کیا۔ آیا نماز ہوگئی یا نہیں، یا دوبارہ لوٹانا چاہیے؟ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں، اگر سجدۂ سہو کر لیا ہو:

"وإن قعد في الرابعة قدر التشهد، ثم قام، عاد وسلم، ولو سلم قائمًا، صح". درمختار۔

= الركعتان له نفلاً........، وسجد للسهو)". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب سجود السهو: ۸۵/۲، ۸۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱۸۱/۲، ۱۸۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۴۸۰/۱، ۴۸۱، دار الكتب العلمية)

(۱) "(ولو سها عن القعود الأخير........، عاد مالم يقيدها بسجدة)، وسجد للسهو لتأخير القعود". (الدر المختار، باب سجود السهو: ۸۵/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱۸۱/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۴۸۰/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

قال الشامی: "(قوله: مثلًا) أی أو قعد فی ثالثة الثلاثی أو فی ثانیة الثنائی". طحطاوی: ۱/۳۱٤(۱)، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو اعادہ واجب تھا، فرض ادا ہوگیا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ ربیع الاول/ ۵٦ھ۔

تیسری رکعت میں بیٹھنے سے سجدۂ سہو

سوال [۳۵۲۵]: اگر امام تیسری رکعت میں ظہر یا عصر کی بیٹھا قعدہ...... کی نیت سے، لیکن مقتدیوں نے فوراً لقمہ دیا کہ ابھی بیٹھ کر کچھ بھی پڑھنے نہیں پایا تھا کہ "سبحان اللہ" کہہ کر متنبہ کر دیا، امام فوراً کھڑا ہوگیا۔ اس صورت میں سجدۂ سہو کرنا پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب سجود السهو: ۱/۳۱۴، دار المعرفة، بیروت)

(۲) "وإنما تجب الإعادة اذا ترک واجباً عمداً جبراً لنقصانه". (البحر الرائق، کتاب الصلوة، باب سجود السهو: ۲/۱۶۱، رشیدیه)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۲، قدیمی)

"والاعادة فی العمد والسهو إذا لم یسجد، لتکون مؤدّاة علی وجه النقص فیه ،فإذا لم یُعدها، کانت مؤداةً أداءً مکروهاً کراهة تحریم،وهذا هو الحکم فی کل واجب ترکه عامدًا أو ساهیًا".

(البحر الرائق، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵،رشیدیه)

(وکذا فی الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۶، سعید)

(۳)"ویکبر للنهوض علی صدور قدمیه بالإعتماد وقعود السراحة". (الدر المختار). "ولاینافی هذا ماقدمه الشارح فی الواجبات حیث ذکر منها ترک قعود قبل ثانیة ورابعة؛ لأن ذاک محمول علی القعود الطویل، ولذا قیدت الجلسة هنا خفیفة". (ردالمحتار، الباب الحادی عشر فی سجود السهو، فصل فی بیان تالیف الصلوة إلی انتهائها: ۱/۵۰۶، سعید)

چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد امام کا سجدۂ سہو کرنا

سوال[۳۵۲۶]: چار رکعت والی نماز میں امام کو سجدۂ سہو لاحق ہوگیا، امام نے دو رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کیلئے سلام پھر دیا، پھر یاد آیا کہ چار رکعت والی نماز ہے، پھر دو رکعت ادا کی تو وہ ہی سجدہ کافی ہوگیا یا اور کرنا پڑے گا؟

احقر: عبدالعلی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختمِ نماز پر دوبارہ سجدۂ سہو کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۱/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ذیقعدہ/۵۷ھ۔

دعائے قنوت یا "التحیات" سے پہلے "بسم اللّٰہ" پڑھنا

سوال[۳۵۲۷]: اگر کوئی شخص التحیات یا دعائے قنوت سے پہلے پوری "بسم اللّٰہ" سہواً پڑھ لے تو تاخیرِ واجب کی بناء پر سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اور اگر قصداً پڑھے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا(۲)، قصداً میں سجدۂ سہو کا سوال ہی نہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= وأنظر (فتاوی دار العلوم دیوبند: ۴/۴۱۴، إمدادیه ملتان)

(وكذا في البحرا الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۵۶۲، رشيديه)

(۱) "(قوله: ولو سجد السهو في شفع التطوع، لم يَبْنِ شَفعاً آخر عليه)؛ لأنَّ السجود يبطل لو قوعه في وسط الصلوة، وهو غير مشروع .... كالمسافر إذا نوى الإقامة بعد ماسجد للسهو، ويلزم الأربع، ويعيد السجود". (البحر الرائق: ۲/۱۸۶، ۱۸۷، كتاب الصلوة، باب سجود السهو، رشيديه)

(۲) بعض روایات میں التحیات اور دعائے قنوت سے پہلے بسم اللہ کا ثبوت ہے: "عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلّمنا التشهد كما يعلمنا السورة من القرآن. "باسم الله،=

قیام سے قعود کی طرف رجوع کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۸]: چار رکعت فرض میں امام صاحب قعدۂ اولیٰ کرنا بھول گئے اور تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوگئے پھر بیٹھ گئے، اس میں رجوع من الأعلیٰ إلی الأدنی ہوا، اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے، صحیح ہوئی یا نہیں؟ امام صاحب گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا مسلک کیا ہے اور مفتی بہ قول کیا ہے؟

ولی محمد یوسف۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ارجح یہ ہے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی، سجدۂ سہو لازم ہوگا، یہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف رجوع ہونا اعلیٰ کو ترک کرنے کیلئے نہیں بلکہ اعلیٰ کو کامل طریقہ پر ادا کرنے کیلئے ہے:

"وإن عاد الساهی عن القعود الأول إليه بعدما استتم قائمًا، اختلف التصحيح فی فساد صلوته، وأرجحهما عدم الفساد، قد بالغ فی المنتقی فی رد القول بالفساد، وجعله غلطاً؛ لأنه

= وبا لله، التحيات لله والصلوات والطيبات لله الحديث". (سنن ابن ماجة، كتاب اقامة الصلاة، والسنة فيها باب ماجاء فی التشهد: ۱/۴۸۸، عباس احمد الباز)

راجع للتفصيل: (امداد الأحكام، كتاب الصلاة، فصل فی سجود السهو: ۱/۶۷۹، مكتبه دار العلوم كراچی)

قال الطحطاوی: "قوله: (أن يقول: اللّهم ......الخ) ذكر السيوطی أن دعاء القنوت من جملة الذی أنزله الله علی النبی صلی الله عليه وسلم وكانا سورتين: كل سورة ببسملة وفواصل، أحدهما تسمی سورة الخلع، وهی: بسم الله الرحمن الرحيم اللّهم إنا نستعينک .... من يكفرک، والأخری تسمی سورة الحفد، وهی: بسم الله الرحمن الرحيم إياک نعبد –إلی– ملحق". (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، كتاب الصلاة، باب الوتر وأحكامه، ص: ۳۷۸، قديمی)

(۳) "أن الواجب إذا تركه عمداً، لاينجبر بسجدتی السهو". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۶۱، رشيديه)

(وكذا فی رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۸۰، سعيد)

تاخیر لارفض، الخ"مراقی الفلاح وطحطاوی، ص: ۲۵٤ (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

تشہد مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۲۹]: تکرار تشہد سے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے، آپ نے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ یہ عمل ثنا اور دعا ہے، مگر خلجان یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلام کے ذریعہ سے نماز سے باہر ہونا واجب ہے، اس میں تاخیر ہوئی اس وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہونا چاہئے، اس خلجان کو رفع فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعاء ماثور ہے، دعائیں متعدد وارد ہوئی ہیں، ایسا نہیں کہ اقل قلیل پر کفایت کرے اور سلام پھیرنا اور نماز سے باہر ہوجانا فوراً واجب ہوجائے، اس لئے طویل دعاء سے تکرار تشہد سے ایسی تاخیر نہیں ہوتی جس سے سجدۂ سہو لازم آئے (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سجدۂ سہو کے بعد قیام کرلیا

سوال[۳۵۳۰]: ایک شخص نے فرض نماز میں سجدۂ سہو کرنے کے بعد "التحیات" بیٹھ کر نہیں پڑھی اور سیدھا غلطی سے کھڑا ہوگیا، اب قیام کی حالت میں یاد آیا کہ مجھے بیٹھ کر "التحیات" درود شریف اور دعاء پڑھ

---

(۱)(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة باب فی سجود السهو، ص:۴٦٧، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود السهو: ۸۴/۲، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱۷۸/۲، رشیدیه)

(۲)"ولو کرر التشهد فی القعدة الأخیرة، فلا سهو علیه". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱۷۲/۲، رشیدیه)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴٦١، قدیمی)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل فی سجود السهو، ص: ۴٦٠، سهیل اکیڈیمی، لاهور)

کرسلام پھیرنا تھا، تو نماز ہوگی یا نہیں؟ التحیات، درود اور دعاء نہ پڑھے اور صرف کھڑے ہوتے ہی سلام پھیر دے تو کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو چاہیئے کہ بیٹھ کر "التحیات" پڑھ کر پھر سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے: "السجدة المتقدمة لاترفع النقصان المتأخر(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۱۲/۸۹ھ۔

سجدۂ سہو کے بعد درود بھی پڑھا جائے یا نہیں؟

سوال[۳۵۳۱]: سجدۂ سہو آخر رکعت میں کیا جاتا ہے، اس میں صرف تشہد پر ہی سلام پھیر دیں یا اس کے علاوہ درود بھی پڑھا جائے، افضل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درود، دعاء بھی پڑھیں، تب ختم صلوٰۃ کا سلام پھیریں، سجدۂ سہو سے پہلے جو سلام ہے، وہ صرف تشہد پڑھ کر پھر دیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہٗ دار العلوم دیوبند، ۱۰/۹/۹۱ھ۔

سجدۂ سہو کے بعد والے قعدہ میں شرکت کرنے والے کی اِقتداء درست ہے

سوال[۳۵۳۲]: امام پر سجدۂ سہو واجب ہوا، سجدۂ سہو کے بعد اور سلام سے پہلے اگر کوئی مسبوق نیت باندھ کر امام کے ساتھ شریک ہوگیا، تو کیا اس کی اقتداء درست ہے؟ ہمارے یہاں بعض مفتی نے فتویٰ دیا کہ

---

(۱) (البحر الرائق، باب سجود السهو : ۱۷۵/۲، رشیدیه)

(۲) "ویأتي بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، والدعاء في القعود الأخير في المختار".

(الدر المختار، باب سجود السهو: ۷۹/۲، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو : ۱۲۵/۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو : ۴۷۲/۱، دار الكتب العلمية)

اقتداء درست ہے اور بعض نے کہا کہ اقتداء درست نہیں۔ صحیح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس حالت میں بھی اقتداء درست ہے:"والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقًا، سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده .... الخ". درمختار۔

"وشمل أيضًا ما إذا سجد الإمام واحدةً ثم اقتدى به، قال في البحر: فإنه يتابعه في الأخرى ولا يقضي الأولى كما لايقضيها لو اقتدىٰ بعد ما سجد هما .... الخ". شامی، ص:٦٩٦ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۱/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴۰۱/۱/۱۴ھ۔

دو رکعت کی نیت کے بعد تین یا چار رکعت پڑھنے کی مختلف صورتیں

سوال[۳۵۴۴]: ۱...... اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۲...... اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۳...... اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۴...... اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری اور چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۵...... اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو

(۱)(الدر المختار مع رد المحتار، باب سجود السهو: ۸۲/۲، ۸۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱۷۵/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۴۷۷/۱، دار الكتب العلمية)

کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۶......اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بیٹھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۷......اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں بیٹھ کر بغیر سجدۂ سہو کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۸......اگر کسی شخص نے دو رکعت تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۹......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۰......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنت مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۱......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۲......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری و چوتھی رکعت پڑھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۳......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۴......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ کر کے تیسری رکعت میں بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۵......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں بیٹھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

۱۶......اگر کسی شخص نے دو رکعت سنتِ مؤکدہ، غیر تراویح کی نیت کی اور قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت میں

بیٹھ کر بغیر سجدۂ سہو کئے سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......نماز ہوگئی اور اخیر کی دو رکعت ہوگئیں، پہلی دو رکعت فاسد ہوگئیں (۱)۔

۲......پہلی دو رکعت فاسد ہوگئیں دوسری دو رکعت ترکِ سجدہ کی بناء پر واجب الاعادہ ہیں (۲)۔

۳......اس حالت میں سجدۂ سہو واجب نہیں تھا، بلاضرورت سجدۂ سہو کے اضافہ کی وجہ سے کراہت آ گئی (۳)۔

۴......صحیح ہوگئی اور چاروں رکعت درست ہوگئیں (۴)۔

---

(۱) "(وإن صلى أربع ركعات بتسليمة واحدة وأنه لم يقعد على ركعتين، تجزى) أربع (عن تسليمةواحدة، وهو المختار)......لأن القعدة على رأس الثانيةفرض في التطوع، فإذا تركها كان ينبغي أن تفسد صلاته أصلاً كما هو قول محمد وزفر، وهو القياس، وإنما جاز على قول أبي حنيفة وأبي يوسف استحساناً، فأخذنا بالقياس في فساد الشفع الأول، وبالاستحسان في حق بقاء التحريمة، وإذا بقيت صح شروعه في الشفع الثاني، وقد أتمه بالقعدة، فجاز عن تسليمة واحدة". (الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی)

(۲) "وإنما تجب الإعادة إذا ترك واجباً عمداً جبراً لنقصانه". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب سجود السهو: ۲/۱۶۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۲، قديمی)

(۳) "ولا يجب السجود الا بترك واجب أو تأخيره أو تأخير ركن أو تقديمه أو تكراره أو تغيير واجب بأن يجهر فيما يخافت وفي الحقيقة وجوبه بشيء واحد وهو ترك الواجب، كذا في الكافي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، البابِ الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۶، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان، فصل فيما يوجب السهو مما لايوجب السهو: ۱/۱۲۰، رشيديه)

(۴) "وإن قعد على الثانية قدر التشهد، اختلفوا فيه قال: بعضهم لايجوز إلا عن تسليمة واحدة، وعلى قول العامة يجوز عن تسليمتين، وهو الصحيح". (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصوم، فصل في السهو: ۱/۲۴۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في النوافل، التراويح، ص: ۴۰۸، سهيل اكيڈمی لاهور)

۵......ایک اخیر کی رکعت درست نہیں ہوئی، پہلی دو رکعت صحیح ہوگئیں(۱)۔

۶......ترکِ سجدۂ سہو کی بناء پر واجب الاعادہ ہے(۲)۔

۷......کوئی رکعت صحیح نہیں ہوئی (۳)۔

۸......ایضاً(۴)۔

۹......اخیر کی دو رکعت صحیح ہوگئیں(۵)۔

۱۰......اخیر کی دو رکعت کا اعادہ واجب ہے(۶)۔

۱۱......سجدۂ سہو کی وجہ سے کراہت پیدا ہوگئی۔

۱۲......سب صحیح ہوگئی۔

۱۳......ایک اخیر کی رکعت درست نہیں ہوئی، پہلی دو رکعتیں ہوگئیں۔

---

(۱)''وإن صلى ثلاث ركعات بتسليمة واحدة، فهو على وجهين: إما إن قعد في الثانية أو لم يقعد، فإن قعد جاز عن تسليمة واحدة ويجب عليه قضاء ركعتين؛ لأنه شرع في الشفع الثاني بعد إكمال الشفع الأول، فإذا أفسد الشفع الثاني بترك الرابعة، كان عليه قضاء ركعتين''. (فتاویٰ قاضی خان، کتاب الصوم، فصل في السهو: ۱/۲۴۰، رشیدیه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث عشر في التراويح، نوع آخر فيما إذا صلى ترويحةً واحدةً بتسليمة واحدة: ۱/۶۶۴، إدارة القرآن، كراچی)

(۲) (راجع، ص: ۴۳۹، رقم الحاشية: ۲)

(۳)''وإن صلى ثلاث ركعات بتسليمة واحدة، فهو على وجهين......وإن لم يقعد في الثانية ساهياً أو عامداً لاشك أن في القياس وهو قول محمد وزفر رحمه الله عليه، واحدى الروايتين عن أبي حنيفة رحمه الله عليه تفسد صلاته، ويلزمه قضاء ركعتين لاغير''. (فتاویٰ قاضی خان، فصل في السهو: ۱/۲۴۱، رشیدیه)

(وكذا في التاتارخانية، نوع آخر فيما إذا صلى ترويحةً واحدةً بتسليمة واحدة: ۱/۶۶۴، إدارة القرآن، كراتشي)

(۴) (راجع الحاشية السابقة آنفاً)

(۵)(راجع، ص: ۴۳۹، رقم الحاشية: ۱)

(۶)(راجع، ص: ۴۳۹، رقم الحاشية: ۲)

۱۴......دو رکعت کا اعادہ واجب ہے۔

۱۵......کوئی رکعت صحیح نہیں ہوئی۔

۱۶......ایضاً۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۹ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ مظاہر علوم، صحیح: عبداللطیف۔

نفل کو فرض کے ساتھ ملانے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۳۴]: "ولو صلى أربعًا بتسليمة ولم يقعد في الثانية، ففي الاستحسان لاتفسد، وهي أظهر الروايتين عن أبي حنيفة وأبي يوسف، وإذا لم تفسد قال محمد بن الفضل: تنوب الأربع عن تسليمة واحدة، وهو الصحيح، كذا في السراج الوهاج، وهكذا في فتاوىٰ قاضي خان. وعن أبي بكر الإسكاف أنه سئل عن رجل قام إلى الثالثة في التراويح ولم يقعد في الثانية؟ قال: إن تذكر في القيام، ينبغي أن يعود ويقعد ويسلم، وإن تذكر بعد ما سجد للثالثة، فإن أضاف إليها ركعةً أخرىٰ كانت هذه الأربع عن تسليمة واحدة، وإن قعد في الثانية قدر التشهد اختلفوا فيه، فعلى قول عامة يجوز عن تسليمتين، وهو الصحيح، هكذا في فتاوىٰ قاضي خان". عالمگیری: ۱/۷۵(۱) از امداد الفتاویٰ(۲)۔

اس پر قیاس کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر صلوٰۃ فجر میں قعدہ بھول گیا اور ثالثہ کا سجدہ کرلیا تو رابعہ ملانے سے ۴/ نفل نہ ہوں بلکہ دو ہوں۔ اسی طرح ظہر میں خامسہ کے ساتھ سادسہ ملانے سے بجائے چھ کے چار نفل نہ ہوں حالانکہ جہاں تک بندہ کا خیال ہے فجر میں ۴/ اور ظہر میں ۶/ کا نفل ہونا مذکور ہے، جو تحقیق ہو مطلع فرماویں۔ نیز جس طرح فرض میں قعدۂ ثانیہ چھوٹ گیا اور دو نفل ملائے تو سجدۂ سہو نہیں اسی طرح نوافل میں بھی نہ ہونا چاہئے حالانکہ سجدۂ سہو کا وجوب اس صورت میں ظاہر ہے اگرچہ عالمگیریہ میں اس کو ذکر نہیں کیا۔

اور اگر ثالثہ کے سجدہ سے پہلے قعدہ کی طرف لوٹ آئے تو بھی سجدۂ سہو ضروری ہے، حالانکہ عالمگیریہ کی

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب التاسع في النوافل، فصل في التراويح: ۱/۱۱۸، رشيديه)

(۲) (امداد الفتاویٰ، كتاب الصلوة، فصل في التراويح: ۱/۳۳۰، مكتبه دارالعلوم، كراچی)

عبارت:"ینبغی أن یعود ویسلم". سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے اس کی کیا وجہ ہے؟ نیز عالمگیریہ میں جو حکم محرر ہے اس میں اگر چار رکعت تراویح یا نوافل کی نیت کی اور قعدۂ اُولیٰ یاد نہ رہا، یا دو رکعت کی نیت کی اور ثانیہ پر قعدہ بھول کر قعدۂ اولیٰ پر سلام پھیر دیا، بعدہ جدید تکبیر کے بغیر باقی دو رکعت پڑھی یا دو رکعت کی نیت کی اور قعدہ بقدر تشہد بیٹھ کر بھول کر تیسری اور چوتھی بھی ملالی تو ہر دو صورت میں سجدۂ سہو ہوگا یا نہ؟ اور قدر تشہد بیٹھنے کے بعد کھڑا ہوا تو تیسری کے سجدہ سے پہلے اگر یاد آ گیا تو عود کر کے سلام پھیرنا زیادہ افضل ہے یا کہ تیسری اور چوتھی کا پورا کرنا؟ فقط والسلام۔

رشید احمد عفی عنہ، مدرس مدرسہ مدینۃ العلوم بھینڈ ہ، ضلع حیدرآباد، سندھ، ۲۱/ ربیع الاول/ ۶۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سوال میں متعدد جزئیات کو دریافت کیا گیا ہے اس لئے ان جزئیات پر احقر نے نمبر لگا دیئے تاکہ جواب کے انطباق میں سہولت ہو۔

۱......فتاویٰ عالمگیری کا یہ جزئیہ دیگر کتب میں بھی مذکور ہے جس کا یہ مطلب نہیں کہ دو رکعت صحیح ہوئی اور دو فاسد، اگر یہ مطلب ہوتا تو قیاس کی گنجائش نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ دو رکعت تراویح (سنت مؤکدہ) اور دو نفل اسی وجہ سے: "تنوب الأربع عن تسلیمة واحدة" کہا، (ورنہ کہتے "صحت الرکعتان فقط"): یعنی یہ قائم مقام ۴/ تراویح کے نہیں ہونگی بلکہ دو تراویح ہوں گی جیسا کہ ظہر کی صورت میں خامسہ وسادسہ قائم مقام دو رکعت سنتِ مؤکدہ بعدیہ نہیں ہوتی، یہ مطلب نہیں کہ ان کی نفلیت بھی باطل ہوگئی: "وضم إلیها سادسةً لتصیر الرکعتان له نفلاً وسجد للسهو، ولا تنوبان عن السنة الراتبة بعد الفرض في الأصح........ الخ". درمختار، باب سجود السهو(۱)، حالانکہ اس صورت میں قعدۂ اخیرہ کر کے کھڑا ہوا ہے کہ ۴/ فرض بھی صحیح ہو گئے اور دو نفل بھی، مگر چونکہ سننِ بعدیہ کو تحریمۂ مستقلہ کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اس لئے

---

(۱) (الدر المختار، باب سجود السهو: ۸۷/۲، ۸۸، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۲۹/۱، رشیدیه)

(وکذا في التاتارخانیة، کتاب الصلاة، سجود السهو، نوع آخر في من صلی الظهر خمسًا، وفیه السهو عن القعدة: ۷۲۶/۱، ۷۲۷، إدارة القرآن، کراچی)

یہ دورکعت ان کے قائم مقام نہیں ہوں گی۔

۲..... فرض میں قعدۂ ثانیہ چھوڑ کر نفل ملانے سے سجدۂ سہو واجب نہ ہونے کی وجہ درمختار میں موجود ہے: "ولا يسجد للسهو على الأصح؛ لأن النقصان بالفساد لا ينجبر.........الخ". علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "(قوله: لأن النقصان): أى الحاصل بتركه القعدة لاينجبر بسجود السهو "۔

اس پر اشکال فرماتے ہیں: "فإن قلت: إنه وإن فسد فرضاً فقد صح نفلاً، ومن ترك القعدة فى النفل ساهياً، وجب عليه سجود السهو، فلما ذا لم يجب عليه السجود نظراً لهذا الوجه، الخ؟ اس کا جواب دیا ہے: "قلت: إنه فى حال ترك القعدة لم يكن نفلاً، إنما تحققت النفلية بتقييد الركعة بسجدة والضم، فالنفلية عارضة، الخ". ردالمحتار، ص: ۷۰۰(۱)۔

اس سوال سے معلوم ہوا کہ نفل میں ترکِ قعدہ کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہونا چاہئے، یعنی جب وہ چار فرض ترکِ قعدہ کی وجہ سے نفل ہوگئے اور ان میں قعدہ چھوٹ گیا تو اس کی مکافات کیلئے سجدۂ سہو لازم ہو؟ جواب کا حاصل یہ ہے: سجدۂ سہو کا وجوب اس وقت ہوتا ہے جب کہ یہ نماز ابتداءً نفل ہوتی حالانکہ یہ ابتداءً فرض تھی اور ترکِ قعدہ اور ضمِ خامسہ کے بعد نفل ہوئی، لہٰذا سجدۂ سہو ساقط ہے۔ نفل کے متعلق شیخین رحمہما اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ کا اختلاف ہے امام محمد ترکِ قعدہ سے فساد کے قائل ہیں اور شیخین ضمِ ثالثہ کے وقت درمیانی قعدہ کے وجوب کے قائل ہیں۔

مشائخ کی تصحیح بھی مختلف ہیں لہٰذا قولِ شیخین کے موافق تو سجدۂ سہو کا لزوم اصل ہے اور امام محمد کے قول کے موافق نفل فاسد ہوگئی، پھر آپ کا یہ تحریر کرنا کہ نوافل میں بھی سجدۂ سہو نہیں ہونا چاہیے، یہ کس قول کے موافق ہے:

"أوصلى أربعًا فأكثر ولم يقعد بينهما استحسانًا؛ لأنه بقيامه جعلها صلوةً واحدةً، فتبقى واجبةً، والخاتمة هى الفرضية. وفى التشريح: صلى ألف ركعة، ولم يقعد إلا فى آخرها، صح خلافاً لمحمد رحمه الله عليه، وسجد للسهو، الخ". درمختار۔ "(فتبقى واجبةً): أى كمافى نظيره من الفرض الرباعى، فإن قعدة الأولىٰ فيه واجبة لايبطل بتركها، إنما هى الأخيرة، (قوله:

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب سجود السهو: ۸۸،۸۷/۲، سعيد)

صح خلافًا لمحمد رحمة الله عليه)؛ لأنه بفساد الشفع يترك قعدةً كما هو القياس، وقد مرّ، لكن (قوله: صح) مبنيّ على أن مازاد على الأربع كالأربع في جريان الإحسان فيه، وهو قول بعض المشايخ، وقد علمت اختلاف التصحيح فيه. (قوله: وسجد للسهو) سواء ترك القعدة عمداً أو سهواً، نعم! في العمد يسمّى سجود عذر، عن النهر، وسيأتي أن المعتمد عدم السجود في العمد .... الخ". ردالمحتار: ۱/ ٦٥٢، باب النوافل (۱)۔

۳......عالمگیری کی اس عبارت میں اگر چہ سجدۂ سہو کا ذکر نہیں، لیکن اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا اور یہاں ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بحثِ سجدۂ سہو میں خود عالمگیری میں ایک کلیہ بیان کردیا ہے:" وحكم السهو في الفرض والنفل سواء، كذا في المحيط، الخ". ص: ۱۲٦ (۲) اور جس مسئلہ میں فرق ہے اس کو ذکر کردیا۔

۴......دونوں صورتیں اس حکم میں برابر ہیں کہ کوئی فرق نہیں، جب دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو شفعۂ اُولیٰ تام ہوگیا اگر چہ ۴/ کی نیت کی تھی اس نیت کا اعتبار نہیں بلکہ شروع کرنے سے دو ہی لازم ہوتی ہیں، جب ثالثہ کیلئے کھڑا ہوا تو یہ شفعہ ثانیہ متصلہ ہوگا، بوقتِ قیام اگر تکبیر کہی ہے تو وہی تحریمہ ہے اگر چہ بنیتِ قیام إلی الثالثہ کہی ہو، اس کے بعد جو شفعہ پڑھے گا وہ صحیح ہوگا۔ اگر نہیں کہی تو شفعۂ ثانیہ کا شروع صحیح نہیں ہوا، فقہ میں اس کی نظیریں موجود ہیں کہ نفسِ تکبیر کو اگر چہ تحریمہ کے علاوہ کسی اَور نیت سے کہی ہو بمنزلہ تکبیر تحریمہ کے قرار دیا گیا ہے اور نیت کا اعتبار نہیں کیا گیا، یہ پہلی صورت کا حکم ہے۔ دوسری صورت بالکل ظاہر ہے کہ شفعۂ اولیٰ پر ثانیہ کی بناء صحیح ہے اگر چہ بوقتِ شروع ایک ہی شفعہ کی نیت کی تھی۔

"كل شفع منه صلوٰة .... الخ". درمختار۔ "كأنه والله أعلم لتمكنه من الخروج

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار باب الوتر والنوافل: ۲/ ۳٦، سعيد)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/ ۱۲٦، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب السابع عشر في سجود السهو: ۱/ ۷۱۴، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو: ۲/ ٥٦، المكتبة الغفارية كوئٹه)

7

علی رأس الرکعتین، فإذا قام إلی شفع آخر، کان بانیاً صلوۃً علی تحریمة صلوة، ومن ثمة صرحوا بأنه لو نوی أربعًا، لایجب علیه بتحریمتها سوی الرکعتین فی المشهور عن أصحابنا، وأن القیام إلی الثالثة بمنزلة تحریمة مبتدأة فی أن فساد الشفع الثانی لایجب فساد الشفع الأولیٰ.......... الخ". شامی: ۱/۴۲۸، باب صفة الصلوٰۃ (۱)۔ لہٰذا دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔

۵...... بظاہر چوتھی کا پورا کرنا افضل ہے کیونکہ شفعۂ ثانیہ کی بناء صحیح ہے، قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ولا تبطلوا أعمالکم﴾ الآیة(۲)، آیت کا تقاضا یہ ہے کہ عود جائز نہ ہو جیسا کہ "لزم النوافل بالشروع" کا تقاضا ہے:

قال فی الدر المختار: "ولزم نفلٌ شرع فیه بتکبیرة الإحرام أوبقیام الثالثة شروعًا صحیحًا قصداً .... الخ". "(قوله: أو بقیام الثالثة): أی وقد أدی الشفع الأول صحیحًا، فإذا أفسد الثانی، لزمه قضائه فقط، ولا یسری إلی الأول؛ لأن کل شفع صلوٰۃ علیحدة. بحر الخ". شامی: ۱/۶۴۵، باب النوافل(۳)، لیکن چونکہ شفعۂ ثانیہ کی بناء قصداً نہیں کی بلکہ بھول کر کی ہے اس لئے عود کی بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ ھکذا یفهم۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۵/۶۷ھ۔

پہلی رکعت کا سجدہ بھول کر دوسری رکعت میں کرنے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۳۵]: کسی نے نماز پڑھی اور رکعتِ اُولیٰ میں سجدہ بھول گیا، رکعت ثانیہ میں اس نے تین سجدے کر لئے تو کیا اس کی نماز درست ہوئی؟ اسی طرح سورۂ فاتحہ بھول گیا تو کیا کرے؟ اگر سہو کرے گا تو

---

(۱)(الدر المختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب: کل شفع من النفل صلاة: ۱/۴۵۹، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۹۹، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب سجود السهو: ۱/۴۳۳، دار الکتب العلمیة)

(۲)(سورة محمد: ۳۳)

(۳)(الدر المختار مع رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۲۹، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۰۱، رشیدیه)

کیوں؟ بادلیل۔

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر ایک رکعت میں ایک ہی سجدہ کیا دوسرا بھول گیا اور دوسری رکعت میں تین سجدے کر لئے پھر سجدۂ سہو بھی کر لیا تو نماز صحیح ہوگئی، پہلی دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ بھول جانے کی وجہ سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

"ويجب مراعاة الترتيب فيما بين السجدتين، وهوالإتيان بالسجدة الثانية في كل ركعة من الفرض وغيره قبل الانتقال لغيرها: أى لغير السجدة في باقي أفعال الصلوٰة ......لمواظبة، فإن فات، يسجدها بعد القعود الأخيرة .... الخ". مراقى الفلاح۔ "طريق الإتيان بها أنه إذا تذكرها بعد السلام أو قبله بعد القعود أن يسجد المتروكة، ثم يعيد القعود والتشهد، ثم يسلم، ثم يسجد للسهو، ثم يقعد ويتشهد........... الخ". طحطاوى (۱)۔

"وإذا ترك الفاتحة في الأوليين أو إحدا هما، يلزمه......السجود .... الخ". هندية(۲)۔

نفل نماز کی کسی بھی رکعت میں فاتحہ بھول جانے سے سجدۂ سہو لازم ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)(حاشية الطحطاوى مع مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۴۹،قديمى)

(وكذا في الحلبي الكبير، واجبات الصلاة،ص: ۲۹۷،سهيل اكيڈمى)

(وكذا في الدرالمختار، باب صفة الصلاة : ۱/۴۶۳، سعيد)

(۲)(الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو : ۱/۱۲۶،رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو : ۱/۴۷۲،دار الكتب العلمية)

(۳)"وفى المجتبى :إذا ترك من الفاتحة آيةً، وجب عليه السجود، وإن تركها فى الأخريين، لايجب إن كان فى الفرض ،وإن كان فى النفل أو الوتر، وجب عليه لوجوبها فى الكل". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۲،رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثانى عشر فى سجود السهو : ۱/۱۲۶،رشيديه)

نماز میں کوئی واجب ترک ہو گیا تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال[۳۵۳۶]: ایک شخص نے نماز میں واجب ترک کر دیا، اس نے سلام پھیرنے کے بعد سجدہ ادا کیا، واجب نماز کے اندر چھوٹا تھا اور سجدۂ سہو نماز کے بعد کیوں ادا کیا، کیا اس کی نماز ہو گئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کی کوئی رکعت چھوٹ گئی اور بھول کر سلام پھیر دیا پھر جب ہی یاد آ گیا اور کھڑے ہو کر نماز پوری کر لی اور سجدۂ سہو کر لیا تب بھی نماز ہو گئی، شامی وغیرہ کتب فقہ میں موجود ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۵/۳/۶ھ۔

ترکِ واجب میں شبہ

سوال[۳۵۳۷]: کسی شخص کو یہ وہم یا شک ہو جاتا ہے کہ قعدۂ اولیٰ رہ گیا، یا سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی یا دعائے قنوت رہ گئی تو ایسی صورت میں کیا کرے؟ اور غلبۂ ظن اور مساواتِ طرفین میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلبۂ ظن پر عمل کرے، وہم کا اعتبار نہیں، مساوات بعد الوقت غیر معتبر ہے، وقت کے اندر دوبارہ پڑھ لے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۶۴/۹/۲ھ۔

---

(۱) "(سلم مصلي الظهر) مثلاً (على) رأس (الركعتين توهماً) إتمامها، (أتمها) أربعًا (وسجد للسهو)؛ لأن السلام ساهياً لايبطل؛ لأنه دعاء من وجه". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، باب سجود السهو: ۹۱/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب سجود السهو: ۱۹۶/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب سجود السهو: ۴۸۷/۱، دار الكتب العلمية)

(۲) "وإذا شك في صلاته، قال في فتح القدير: قيد به؛ لأنه لوشك بعد الفراغ منها أو بعدما، قعد قدر التشهد لايعتبر .... الخ". (ردالمحتار، باب سجود السهو، قبيل صلاة المريض: ۹۲/۲، سعيد) =

واجب اور سنت کے عدمِ اہتمام سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۳۸]: جیسے نماز میں فرائض کا اہتمام کرتے ہیں اور کوئی فرض کسی وجہ سے ادا نہیں ہوتا تو وہ نماز بھی نہیں ہوتی اعادہ کرتے ہیں۔ اسی طرح واجبات اور سنت کا بھی اہتمام کیا جائے آیا ضرورت نہیں؟ اور اگر ضرورت ہے تو اس کی مقدار برائے کرم تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

واجبات وسنن کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، سہواً ترکِ واجب سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، سجدۂ سہو نہ کیا، یا عمداً واجب ترک کردیا تو نماز کا اعادہ لازم ہے(۱)، سنت کے ترک سے شفاعت سے محرومی کا خطرہ ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سہو ہونے کے گمان پر سجدۂ سہو کرنا

سوال[۳۵۳۹]: اگر منفرد یا امام نے اپنے گمان کی بناء پر سجدۂ سہو کرلیا اور بعد فراغت معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو واجب نہ تھا تو ایسی صورت میں نماز کا اعادہ ہوگا یا نہیں؟ اور اگر اعادہ ہوگا تو فرض کے درجہ میں یا واجب

= (وكذا في فتح القدير: ۱/۵۱۸، باب سجود السهو، مصر)

(والتاتارخانية: ۱/۷۴۷، كتاب الصلاة، الفصل الثامن عشر في مسائل الشك ......الخ، إدارة القرآن، كراتشي)

(۱) "(ولها واجبات) لاتفسد بتركها، وتعاد وجوبًا في العمد والسهو إن لم يسجد له". (الدرالمختار).

"(قوله: وتعاد وجوبًا): أي بترك هذه الواجبات أو واحد منها......(قوله: إن لم يسجد له): أي للسهو...... إذلاسجود في العمد". (الدرالمختار مع رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، رشيديه)

(۲) "قال عليه الصلاة والسلام: "من ترك الأربع قبل الظهر، لم تنله شفاعتي". (نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب الصلاة، باب إدراك الفريضة: ۲/۱۲۲، رقم الحديث: ۲۵۶۴، مؤسسة الريان، بيروت)

(وكذا في الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۴، سعيد)

کے درجہ میں، عبارات ذیل سے عدمِ اعادہ معلوم ہوتا ہے، والعبارات الفقہیۃ ھذہ:

"ولوظن الإمام السھو فسجد له، فتابعه (أي المسبوق) فبان أن لاسھو، فالأشبه الفساد، لاقتدائه في موضع الانفراد"۔ وفي شرحه: "وفي الفيض: وقيل: لاتفسد، وبه يفتیٰ، وفي البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل في القرّاء غالب، الخ"(۱)۔

"وقيل: لاتفسد، وبه يفتي" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس مسبوق کی نماز کا حکم ہے، جس نے امامِ مذکور کی متابعت کی ہے اور آخر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود امام کی نماز کا حکم بیان ہو رہا ہے جس نے بر بنائے ظن سجدۂ سہو کر لیا ہے اس لئے کہ قراء سے مراد غالباً ائمہ ہیں، بہر حال جو مطلب ہو تحریر فرمایا جائے۔

"ولوظن الإمام أن عليه سهواً، فسجد وتابعه المسبوق، ثم علم أن لاسهو عليه، ففيه روايتان: وبناءً عليها اختلف المشائخ، وأشبههما فسادصلوٰة المسبوق، وقال أبوحفص الكبير: لا، وبه أخذ صدر الشهيد، والأول بناءً على أن زيادة سجدتين كزيادة الركعة مفسدٌ، والحق أنها لا تفسد بزيادة سجدتين؛ لأن اللاحق لو سجد مع الإمام للسهو لاتفسدمع أنه زاد سجدتين غير معتبرتين؛ لأنه لايجزئ بهما، بل عليه أن يسجد لذالك السهو في آخر صلوته، بل الموجب للفساد الاقتداء في موضع لزمه الانفراد". كبيري، ص:٤٦٦ (٢).

اس عبارت سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ سجدۂ سہو کی زیادتی کی وجہ سے امام کی نماز فاسد نہ ہوگی، کیونکہ زیادتیٔ سجدتین میں لاحق کی نماز درست ہونے کی نظیر موجود ہے، البتہ مسبوق نے مقامِ انفراد میں اقتداء کی ہے اس لئے صرف مسبوق کی نماز فاسد ہوگی، لیکن اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ لاحق امام کی اقتداء میں ہے اس لئے اس کیلئے سجدتین کی زیادتی کا تحمل امام کرے گا، لیکن امام منفرد کی زیادتی کا کون متحمل ہوگا، اس طرح فتاویٰ دارالعلوم مدلل، ص:۳۷۸، میں سوال وجواب اس طرح سے مذکور ہے:

سوال: "بعض مرتبہ نماز میں سہو ہونے میں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں، ایسی صورت میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، قبيل باب الإستخلاف: ۱/۵۹۹، سعيد)

(۲)(الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۵، سهيل اكيڈمي، لاهور)

الجواب: ’’اور جب کہ علم نہ ہو اس سہو سے سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں تو سجدۂ سہو کر لینا احوط ہے‘‘(۱)۔

فتاویٰ دار العلوم کا نام تو مدلل ہے مگر اس میں مسئلہ پر دلیل مذکور نہیں، امید ہے کہ اس مسئلے پر جلد غور فرما کر جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک شخص نے اس گمان پر سلام پھیرا کہ اس کے ذمہ سجدۂ سہو ہے اور سلام کے ذریعہ خروج عن الصلوٰۃ کی نیت نہیں کی یعنی اس سلام کو سلام قاطع صلاۃ قرار نہیں دیا تو اس کی نیت پر اعتماد کیا جائے گا اور اس سلام کو قطعِ صلوٰۃ کا سلام قرار نہیں دیا جائے گا(۲)۔

نیت پر اعتماد کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں تھا، اس نے ایک مرتبہ ’’اللہ أکبر‘‘ کہا اور رکوع میں چلا گیا اور نیت یہ تھی کہ یہ تکبیرِ رکوع ہے اور تکبیرِ تحریمہ کی نیت نہیں کی تو ضابطہ کے تحت اس کا شروع فی الصلوٰۃ صحیح نہ ہونا چاہیئے: ’’تحریمها التكبير، و تحليلها التسليم‘‘(۳)۔

فقہاء نے لکھا ہے اس نے جو تکبیر بحالت قیام بہ نیت رکوع کہی ہے اس کو تکبیر تحریمہ قرار دیا جائے گا، تصحیحاً للصلوٰۃ(٤)۔

اس تقریر کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص نے اس سجدۂ سہو میں یا اس کے بعد اقتداء کی، اس کی اقتداء صحیح

---

(۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، کتاب الصلاۃ، الباب الحادی عشر فی سجود السهو: ۴/۴۷۸، إمدایه، ملتان)

(۲) ’’(ويسجد للسهو) وجوبًا (وإن سلم عامدًا) مريدًا (للقطع)؛ لأن مجرد نية تغيير المشروع لا يبطله، ولا تعتبر مع سلام غير مستحق، وهو ذكر، فيسجد للسهو لبقاء حرمة الصلاة‘‘. (مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، باب سجود السهو، ص: ۴۷۲، قدیمی)

(و كذا فی الدر المختار، باب سجود السهو: ۲/۹۱، سعيد)

(۳) (عن علی عن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم‘‘. جامع الترمذی: ۱/۲، ابواب الطهارة، باب ماجاء مفتاح الصلوة الطهور، سعيد)

(۴) ’’ولو أدرك الإمام راكعًا، فكبر قائمًا، وهو يريد تكبير الركوع جازت صلاته؛ لأن نيته لغت فبقی التكبير حالة القيام‘‘. (البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۰۸، رشیدیه)

(و كذا فی رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۸۱، سعيد)

نہ ہونی چاہئے مگر حسب تصریح فیض وابی اللیث مفتی بہ یہ ہے کہ اس کی نماز صحیح ہوجائے گی اور یہ صحت اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ امام کے سلامِ سہو کو سلامِ قطع نہ قرار دیا جائے ورنہ لازم آئے گا کہ امام کی نماز غلط مقتدی کی نماز صحیح، اس لئے غلبۂ جہل کو عذر قرار دے کر امام، منفرد، لاحق، مسبوق کسی کی نماز کو واجب الاعادہ قرار نہیں دیا جائے گا اور قولِ ابواللیث میں ''قراء'' سے مراد ائمہ ہی ہیں، مسبوق کی نماز کے صحیح ہونے کی بنیاد امام ہی کا جہل ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم کی ترتیب تو اسی نظریہ کے تحت ہوئی ہے اور ہورہی ہے کہ جن مسائل کے ساتھ دلائل مذکور نہیں، ان کے ساتھ بھی دلائل کو نقل کردیا جائے، مگر جس مسئلہ کا صراحۃً تذکرہ نہ ملے اور اصول سے اشاراتِ فقہیہ کے ذریعہ حکم سمجھ میں آئے تو ان اشاراتِ خفیہ کو صفحۂ قرطاس پر کیسے جلوہ گر کیا جائے، یہ عذر قوی ہے "والعذر عند كرام الناس مقبول"۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند۔

گمان سے سجدۂ سہو کرنا

سوال[۳۵۴۰]: اگر زید کو وتر کی آخری رکعت میں (بحالتِ تشہد) غالب گمان ہوا کہ اس نے دعائے قنوت نہیں پڑھی ہے، تشہد کے بعد زید نے سلام پھیرا اور سجدۂ سہو کی نیت سے سجدہ میں گیا، ابھی سجدۂ اُولیٰ میں پہنچا تھا کہ اچانک یقین ہوگیا کہ دعائے قنوت پڑھی تھی، اس نے سجدۂ سہو کو پورا کرلیا اس کے بعد اپنی نماز پوری کرلی۔ زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی، اس میں زائد از زائد یہ ہوا کہ سلام اور دو سجدے اور ایک قعدہ وتر سے زائد ادا کیا تو کہا جائے گا کہ جب سجدۂ سہو کیلئے سلام پھیرا تو وہی سلام قطعِ صلوٰۃ کا سلام تھا اور اسی پر نمازِ وتر ختم ہوگئی تھی، پھر جو کچھ کیا وہ نماز سے خارج کیا اس کی وجہ سے نماز پر اثر نہیں پڑے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد لاقتدائه في موضع الانفراد". (الدر المختار). " (قوله: فالأشبه الفساد) وفي الفيض :وقيل: لاتفسد، وبه يفتي، وفي البحر =

بھول کرسلام پھیرنے کے بعد تکمیلِ صلوٰۃ

سوال[۳۵۴۱]: اگرصلوٰۃ رباعیہ میں بھول کردو پرسلام پھیردے اورقبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر چلدے اور پھریادآجائے تواس پربنا کرسکتے ہیں یانہیں؟طحطاوی میں لکھتے ہیں کہ جب تک مسجد سے خارج نہ ہوجائز ہے(۱)۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اَورکتب میں بھی یہی لکھا ہے ملاحظہ ہو:البحر(۲) ،وطحطاوی علی هامش الدرالختار(۳)، ومنیه وغنیه وغیره(٤) ۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی غفرلہ،معین مفتی مظاہرعلوم سہارنپور،۲۰/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح:عبداللطیف مدرسہ مظاہرعلوم۲۲/صفر۶۱ھ، الجواب صحیح:سعیداحمد غفرلہ۲۰/۲/۶۱ھ۔

= عن الظهيرية: قال الفقيه أبو الليث: في زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل في القراء غالب". (ردالمحتار، قبيل باب الإستخلاف: ۱/۵۹۹، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص:۴۶۵،سهيل)

(وكذا في التاتارخانية، الفصل السابع عشر في سجود السهو: ۱/۷۴۴،ادارة القرآن،كراتشي)

(۱)"إذا سلم ساهياً على الركعتين مثلاً ،وهو في مكانه ولم يصرف وجهه عن القبلة،ولم يأت بمناف عاد إلى الصلاة من غير تحريمة، وبنى على مامضى ،وأتم ماعليه. ولو اقتدىٰ به إنسان في هذه الحالة صح. وأما إذا انصرف وجهه عن القبلة، فإن كان في المسجد ولم يأت بمناف ،فكذلک؛ لأن المسجد كله في حكم مكان واحد؛ لأنه مكان الصلوة، وإن كان قد خرج من المسجد، ثم تذكر، لايعود، وفسدت صلاته". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو،ص:۴۷۳،قديمي)

(۲)"قوله :(وإن توهم مصلي الظهر أنه أتمّ فسلم، ثم علم أنه صلى ركعتين، أتم وسجد للسهو)......وحكمه أنه إن كان في المسجد ولم يتكلم، وجب أن يأتي به وإن انصرف عن القبلة؛ لأن سلامه لم يخرجه عن الصلاة". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۹۲،رشيديه)

(۳)"(ولو مع سلامه) ناويًا (للقطع مالم يتحول عن القبلة أو يتكلم) ......مادام في المسجد". (حاشيةالطحطاوي على الدر المختار، باب سجود السهو: ۱/۳۱۵،دار المعرفة)

(۴)قال الحلبي :"(وإن سلم على رأس الركعتين في الظهر على ظن أنه أتمها، ثم تذكر) أنه صلى ركعتين فقط (يتمها ويسجد للسهو)؛ لأنه سلم على ظن إتمام الأربع، فيكون سلامه سهواً". (غنية المستملي لإبراهيم الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص:۴۶۲،سهيل اكيڈمي لاهور)

بجائے "السلام" کے "اللّٰہ اکبر" کے ذریعہ نماز ختم کرنے سے سجدۂ سہو

سوال[۳۵۴۲]: سلام پھرتے وقت سہواً "السلام علیکم" کی جگہ "اللّٰہ أکبر" کہہ دے تو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لفظ "السلام" واجب ہے اس کے چھوٹنے سے سجدۂ سہو واجب ہوگا(۱)، اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو اعادہ واجب ہوگا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

امام کو سجدۂ سہو میں سہو ہوگیا تو مقتدی کیا کریں؟

سوال[۳۵۴۳]: امام کو سہو ہوا، اس نے سجدۂ سہو کرلیا اور اس کے بعد پھر یہ بھول جاتا ہے کہ اس نے سجدۂ سہو ادا کیا یا نہیں، بالآخر اس کو یقین ہوتا ہے کہ نہیں کیا اور پھر سجدۂ سہو کرتا ہے۔ ایسی حالت میں مقتدیوں کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب وہ دوسری دفعہ سجدۂ سہو کیلئے سلام پھیرائے تو مقتدی دونوں طرف سلام پھیر کر اپنی نماز پوری کردیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) "الثامن لفظ السلام ..... قال في التجنيس: والسهو عن السلام يوجب سجود السهو". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۶۹، رشيديه)

"فرع: "لو أتى بلفظ آخر لايقوم مقام السلام، ولو كان بمعناه كما في مجمع الأنهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في بيان واجب الصلاة، ص: ۲۵۳، قديمي)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۸۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "(ولها واجبات) لاتفسد بتركها، وتعادوجوبًا في العمد، والسهو إن لم يسجدله". (ردالمحتار على الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/۴۵۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة: ۱/۵۱۵، رشيديه)

(۳) "وأربعة لايتبع فيها: زيادة تكبير عيد، أوجنازة وركن، وقيام لخامسة". (الدر المختار). "(قوله: =

امام سے پہلے مقتدی کا سجدۂ سہو

سوال[۳۵۴۴]: ایک شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے امام کو سجدۂ سہو لاحق نہیں ہوا اور مقتدی نے کوئی ایسی غلطی کی جس سے سجدۂ سہو لازم آ گیا، اور مقتدی نے امام کے پیچھے بوجہ جہالت کے سجدۂ سہو کیا تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے ذمہ سجدۂ سہو لازم نہیں تھا، اگر امام کے سلام سے پہلے اس نے مستقلاً سجدۂ سہو کیا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سجدۂ سہو کیا، پھر معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو واجب نہیں تھا

سوال[۳۵۴۵]: نماز میں ایسی غلطی ہوئی کہ جس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہے، اگر لاعلمی میں سہو سمجھ کر سجدۂ سہو کر لیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ نماز نہیں ہوئی نماز لوٹالی جائے، اس لئے اعادہ کی گئی اگر موصوف کے کہنے کے مطابق نماز نہیں ہوئی تو پھر کیا کیا جائے؟

= لایتبع): أی إذا فعلها الإمام لایتبعه فیها القوم، والأصل فی هذا النوع أنه لیس له أن یتابعه فی البدعة والمنسوخ، وما لاتعلق له بالصلاة ،شرح المنیة...... (قوله: ورکن) کزیادة سجدة ثالثة". (ردالمحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۱۲، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، فصل الإمامة، الثامن فیما یتابع المقتدی فیه الإمام، ومالایتابعه فیه، ص: ۵۲۸،سهیل اکیڈیمی)

(۱)"(وإنما لم یلزم المأموم سهو نفسه؛ لأنه لو سجد وحده، کان مخالفًا لإمامه إن سجد قبل الإمام، وإن أخره إلی ما بعد سلام الإمام یخرج من الصلاة بسلام الإمام؛ لأنه سلام عمد ممن لاسهو علیه ،ولو تابعه الإمام ینقلب التبع أصلاً." (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۷، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، باب سجود السهو : ۱/۴۷۸،بیروت)

(وکذا فی مراقی الفلاح حاشیة الطحطاوی، باب سجود السهو ،ص. ۴۶۴،قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نماز ہوگئی، لوٹانے کی ضرورت نہیں تھی، اب کسی مکافات کی ضرورت نہیں:

"ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه، فبان أن لا سهو، فالأشبه الفساد، لاقتدائه في موضع الانفراد .... الخ". درمختار۔ "وفي الفيض: وقيل: لاتفسد؛ لأن الجهل في القرّاء غالبٌ .... الخ". شامی: ۱/۴۰۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲۵ھ۔

جماعتِ کثیرہ ہوتو سجدۂ سہو ساقط ہے

سوال[۳۵۴۶]: اگر نماز جمعہ یا تراویح میں واجب ترک ہوجائے تو وہاں بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا یا معاف ہے؟ جیسے نمازِ عیدین میں بسببِ کثرتِ ہجوم کے سجدۂ سہو معاف ہے، جیسے اور نمازوں میں قعدہ میں بیٹھا تھا، کھڑا ہوگیا، یا مقدارِ تین تسبیح خاموش رہا وغیرہ، تو یہاں پر سجدۂ سہو لازم ہے۔۱۴/ رمضان/ ۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جمعہ، عیدین، تراویح میں اگر جماعت زیادہ ہو اور مقتدیوں کی تشویش کا خیال غالب ہو تو سجدۂ سہو نہ کرنا اُولیٰ ہے اور اگر مقتدیوں کی تشویش کا غالب خیال نہیں مثلاً جماعت مختصر ہے کہ سب کو سجدۂ سہو کا علم ہوجائے گا اور تشویش نہ ہوگی تو جس صورت میں کہ کوئی واجب سہواً ترک ہوجائے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا:

"ولا يأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعيدين دفعاً للفتنة بكثرة الجماعة، وبطلان صلاة من يرى لزوم المتابعة، وفساد الصلوٰة بتركه، الخ". مراقی الفلاح۔ "(قوله: بكثرة الجماعة) الباء للسببية، وهي متعلقة بقوله: للفتنة، وأخذ العلامة الداني من هذه السببية أن عدم

---

(۱)(الدر المختار مع رد المحتار، باب الامامة: ۱/۵۹۹، سعید)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص: ۴۶۵، سهيل اكيڈيمی)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، الفصل السابع عشر في سجود السهو نوع آخر في المتفرقات: ۱/۷۴۳، إدارة القرآن)

الجواز مقيدبما إذا حضر جمع كثير، أما لم يحضروا فالظاهر السجود لعدم الداعي إلى الترك، وهو التشويش.......... الخ". طحطاوی(۱)۔ وقال الشامي: "الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذلك كما بحثه، .... ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه، لئلا يقع الناس في فتنة .... الخ". رد المحتار، ص:۷۸۷)(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۶/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

نمازِ جمعہ میں سجدۂ سہو

سوال[۳۵۴۷]: نمازِ جمعہ میں اگر امام کو سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہیں، یہ جو مسئلہ مشہور ہے کہ نماز جمعہ وعیدین میں بوجۂ کثرتِ ازدحام سجدۂ سہو ساقط ہے، کثرتِ ازدحام کی کیا تعریف ہے؟ اگر امام کے ساتھ اس قدر آدمی ہوں کہ امام کی آواز ہر ایک کو یا اکثر کو سنائی دے تو ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرے یا نہیں؟ اگر اس حالت میں سجدۂ سہو کرے گا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نمازِ جمعہ میں اگر امام کو سہو ہو جائے اور ازدحام اس قدر ہو کہ مقتدیوں کو معلوم نہ ہو سکے کہ یہ سلام ختم نماز کا ہے یا سجدۂ سہو کیلئے ہے اور اس سے مقتدیوں میں تشویش پیدا ہو جائے تو امام کو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہئے:

"ولا يأتي الإمام بسجود السهو في الجمعة والعيدين دفعًا للفتنة بكثرة الجماعة". مراقي الفلاح، ص: ۲۷۹(۳)۔

---

(۱)(حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، ۴۶۶ قديمي)

(۲)(رد المحتار، باب سجود السهو: ۹۲/۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱۲۸/۱، رشيديه)

(۳) (حاشية الطحطاوي مع مراقي الفلاح، شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، ۴۶۶، قديمي)

اگر ازدحام اس قدر نہ ہو، بلکہ امام سمجھتا ہے کہ مقتدیوں کو تشویش نہ ہوگی اور سب کو بسہولت معلوم ہوجائے گا کہ یہ سلام سجدۂ سہو کے لئے ہے، تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہیے:

قال الطحطاوی: "(قوله: بكثرة الجماعة) الباء للسببية وهي متعلقة بقوله: للفتنة، وأخذ العلامة الداني من هذه السببية أن عدم السجود مقيد بما إذا حضر جمع كثير، أما إذا لم يحضروا فالظاهر السجود لعدم الداعي إلى الترك، وهو التشويش"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۱۷/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ ۲۰/ جمادی الثانیہ/۵۲ھ۔

جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو

سوال[۳۵۴۸]: اگر جمعہ یا عیدین کی نماز میں کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے، تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر مجمع کم ہے کہ مقتدی سب سمجھ جائیں گے کہ امام نے سجدۂ سہو کیا ہے تب تو سجدۂ سہو کرلیا جائے، اگر مجمع زیادہ ہے کہ مقتدیوں کو پتہ نہیں چلے گا بلکہ وہ سمجھیں گے کہ امام نے نماز ختم کرنے کیلئے سلام پھیر دیا ہے تو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہیے (۲) طحطاوی، ص:۲۵۳ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي مع مراقي الفلاح، شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص:۴۶۵، ۴۶۶، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۲ سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۸، رشيديه)

(۲) "وفي جمعة حاشية أبي السعود عن العزمية: أنه ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه، لئلايقع الناس في فتنة (قوله: وبه جزم في الدر) لكنه قيده محشيها الواني بها إذا حضر جمع كثير، وإلا فلاداعي إلى الترك". (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۲، سعيد)

(۳) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو، ص:۴۶۶، قديمي) =

سجدۂ سہو نماز عید میں

سوال[۳۵۴۹] : اگر امام سے کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے تو نمازِ عید میں سجدۂ سہو کرنا چاہیے یا نہیں؟ پہلی صورت میں مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے خلفشار ہوگا اور اکثر نمازیوں کو سجدۂ سہو کی خبر بھی نہ ہو سکے گی، بہت سے تو سجدۂ سہو کے سلام کو ختمِ نماز کا سلام سمجھ کر اپنی نماز ختم کر دیں گے، ان کی نماز امام کی نماز سے پہلے ختم ہونے کی وجہ سے خراب ہو جائے گی اور بہت سے مسبوق سلام کی آواز سُن کر اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے، ان کی نماز اس وجہ سے خراب ہوگی۔ تو دوسری صورت میں سجدۂ سہو نہ کرنے کی وجہ سے ترکِ واجب کی وجہ سے جو نقصان آچکا ہے اس کی مکافات کی کوئی صورت نہیں ہوگی، تو کیا ایسی صورت میں اس نماز کا اعادہ لازم ہوگا، امید کہ جواب مدلل باحوالہ عنایت فرمائیں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں سجدۂ سہو ساقط ہے: "ولا یأتی الامام بسجود السهو فی الجمعة والعیدین دفعاً للفتنة بکثرة الجماعة، اهـ". مراقی الفلاح۔ "(قوله: دفعاً للفتنة): أی افتتان الناس وکثرة الهرج، اهـ". کذا فی الطحطاوی، ص: ۲۵۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

نمازِ عید میں اگر تکبیرات بھول جائے تو کیا کیا جائے

سوال[۳۵۵۰] : ۱..... نماز عیدین میں اگر تکبیراتِ واجبہ امام بھول گیا، یہاں تک کہ رکوع میں چلا گیا، تو رکوع میں آہستہ یا بلند آواز سے تکبیریں کہہ سکتا ہے، یا نہیں؟

نماز عید میں تکبیر زائد کہنے سے سجدۂ سہو کا حکم

سوال[۳۵۵۱] : ۲..... اگر امام نے تکبیریں چھ سے زائد کہہ لیں تو کیا سجدۂ سہو ہوگا؟

= (وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثانی عشر فی السجود السهو: ۱۲۸/۱، رشیدیه)

(۱) (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب سجود السهو، ص: ۴۶۵، ۴۶۶، قدیمی)

(وکذا فی الدر المختار، باب سجود السهو: ۹۲/۲، سعید)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......آہستہ رکوع ہی میں کہہ لے(۱)۔

۲......عیدین میں عامۂ مجمع کثیر ہوتا ہے اور سجدۂ سہو کرنے سے انتشار ہو جاتا ہے، لوگوں کو پتہ نہیں چلتا، اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ سجدۂ سہو ساقط ہے، اگر کوئی تکبیر بھول کر زائد کہی یا کم کردی، تو سجدۂ سہو نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱/۸۸ھ۔

تکبیراتِ عید بھول گیا

سوال[۳۵۵۲]: اگر امام نمازِ عید کی پہلی رکعت میں تکبیراتِ زوائد کہنا بھول جائے اور رکوع میں پہنچ کر یاد آئے تو اس کو اب کیا کرنا چاہیئے؟ آیا رکوع میں تکبیراتِ زوائد کہے اور رکوع کی تسبیحات کو ترک کرے یا رکوع سے اٹھ کر کھڑا ہو کر تکبیراتِ زوائد کہے اور پھر رکوع کا اعادہ کرے، یا کچھ بھی نہ کرے بلکہ رکوع کے بعد سجدہ وغیرہ کر کے سجدۂ سہو کرے یا سجدۂ سہو بھی نہ کرے اور نمازِ عید دوبارہ پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی صورت میں نہ تکبیراتِ زوائد رکوع میں کہے نہ رکوع سے لوٹ کر کہے، نہ سجدۂ سہو کرے کہ ہر

---

(۱) فقہی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام تکبیراتِ عیدین بھول کر رکوع میں چلا جائے، تو قیام کی طرف لوٹ کر تکبیرات کہے اور پھر رکوع کرے، لیکن متاخرین کے فتویٰ کے مطابق جمعہ وعیدین میں اگر سہو ہو جائے تو ازدحامِ کثیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا کما سیاتی تحت عنوان: ''تکبیراتِ عید بھول گیا''۔

"وذكر في كشف الأسرار أن الإمام إذا سها عن التكبيرات حتى ركع، فإنه يعود إلى القيام؛ لأنه قادر على حقيقة الأداء فلايعمل بشبهة". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۰، رشيديه)

(۲) "(قوله: عدمه في الأوليين) الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذالك كما بحثه بعضهم ط، وكذا بحثه الرحمتي، وقال: خصوصًا في زماننا، وفي جمعة حاشية أبي السعود عن العزمية: أنه ليس المراد عدم جوازه، بل الأولى تركه لئلا يقع الناس في فتنة". (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۲، سعيد)

(وكذا في 'الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۸، رشيديه)

صورت میں تشویش ہے اور نمازیوں کی نماز خراب ہونے کا قوی مظنہ ہے، ایسی حالت میں سجدۂ سہو ساقط ہوجاتا ہے اور نماز کا اعادہ بھی واجب نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ میں فقہاء کے دوسرے اقوال بھی ہیں جو کہ بحر(۱)، بدائع (۲)، فتح القدیر(۳) وغیرہ میں مذکور ہیں، لیکن ردالمحتار:۱/۵۶۱ میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے جو یہاں درج کیا گیا (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

سجدۂ سہو واجب ہونے کی صورت میں سجدہ نہ کیا جائے تو اعادۂ نماز کا حکم

سوال[۳۵۵۳] : ۱......امام تراویح کی رکعت اول پوری کرنے کے بعد بیٹھ گیا، مقتدیوں نے لقمہ

---

(۱)"العاشر في تكبيرات العيدين ،قال في البدائع :إذا تركها، أو نقص منها، أو زاد عليها، أو أتى بها في غير موضعها، فإنه يجب عليه السجود ،وذكر في كشف الأسرار أن الإمام إذا سها عن التكبيرات حتى ركع، فإنه يعود إلى القيام؛ لأنه قادر على حقيقة الأداء، فلايعمل بشبهة بخلاف المسبوق إذا أدرك الإمام في الركوع، فإنه يأتي بالتكبيرات في الركوع؛ لأنه عجز عن حقيقة فيعمل بالشبهة". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱۷۰ ،رشيديه)

(۲) (بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان سبب الوجوب : ۱/۲۹۹،دار الكتب العلمية،بيروت)

(۳)"(أو القنوت أو التشهد أو تكبيرات العيدين)؛ لأنها واجبات، فإنه عليه الصلاة والسلام واظب عليها من غير تركها مرةً، وهي أمارة الوجوب، ولأنها تضاف إلى جميع الصلاة فدل أنها من خصائصها، وذالک بالوجوب .... وفيها سجدة السهو هو الصحيح". (الهداية، باب سجود السهو: ۱/۱۵۷، ۱۵۸، مكتبه شركت علميه)

(۴)"(قوله: عدمه في الأوليين) الظاهر أن الجمع الكثير فيما سواهما كذالک، كما بحثه بعضهم ط، وكذا بحثه الرحمتي ،وقال: خصوصًا في زماننا، وفي جمعة حاشية أبي السعود عن العزمية: أنه ليس المراد عدم جوازه ،بل الأولىٰ تركه لئلايقع الناس في فتنة". (رد المحتار، باب سجود السهو: ۲/۹۲،سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۸ ،رشيديه)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نورالإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو ، ص:۴۶۵،قديمي)

7

دے کر امام کو کھڑا کیا، امام نے کھڑے ہو کر دوسری رکعت پوری کرنے کے بعد سلام پھیر کر نماز پوری کی، سجدۂ سہو نہیں کیا، آیا اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہے یا نہیں اور نماز ہوئی یا نہیں؟

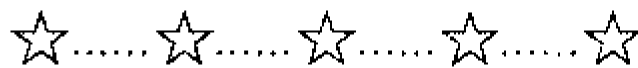
۲......امام تراویح کی نماز میں دو رکعت پوری کرنے کے بعد بغیر قعدہ کئے کھڑا ہو گیا، مقتدیوں نے لقمہ دیا تو امام نے بیٹھ کر بلا سجدۂ سہو کئے سلام پھیر دیا نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر بیٹھتے ہی فوراً بلا تاخیر لقمہ دے کر اس کو کھڑا کر دیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اگر تاخیر ہوگئی ہو تو سجدۂ سہو واجب ہے (۱)۔

۲......اس صورت میں سجدۂ سہو واجب تھا لیکن اب اس نماز کا اعادہ واجب نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند۔



---

(۱) "ولا یجب إلا بترک واجب أو تأخیره أو تأخير ركن". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني في سجود السهو: ۱/۱۲٦، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو، ص:۴۵۵، سهيل)

(وكذا في مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، باب سجود السهو، ص: ۴٦۱، قديمي)

(۲) "اعلم أن الوجوب مقيد بما إذا كان الوقت صالحاً حتى أن من عليه السهو في صلاة الصبح إذا لم يسجد حتى طلعت الشمس بعد السلام الأول، سقط عنه السجود". (البحر الرائق، باب سجود السهو: ۲/۱٦۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، باب سجود السهو: ۲/۷۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو: ۱/۱۲۵، رشيديه)

باب سجود التلاوۃ

(سجدۂ تلاوت کے احکام کا بیان)

آیتِ سجدہ کی تفصیل

سوال[۳۵۵۴]: یہ دونوں آحادیث مسلم وترمذی سے مروی ہیں جن کو ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر پارہ: ۱۷، اور ۲۲ میں لائے ہیں: (الف) ''سورۂ حج کو دو سجدوں سے فضیلت دی گئی ہے، جو ان پر سجدہ نہ کرے وہ اسے پڑھے ہی نہیں'' (۱)۔ (ب) ''اہلِ جہنم پانچ قسم کے ہیں، وہ بے وقعت کمینے لوگ جو بے زر اور بے گھر ہیں اور جو تمہارے دامنوں سے لپٹے رہتے ہیں''۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) آیتِ سجدہ پڑھ کر مستحب یہ ہے کہ جلدی سجدہ کرلیا جائے (۲)، جو شخص بے وضو ہو وہ حفظ تلاوت تو کرسکتا ہے مگر سجدہ نہیں کرسکتا (۳)، اسلئے باوضو تلاوت کرنا اعلیٰ بات ہے، تاکہ آیتِ سجدہ جب آئے تو

---

(۱)''قال الإمام أحمد رحمة الله عليه: .... ''حدثنا مشرح بن هاعان أبو مصعب المعافری قال: سمعت،عقبةبن عامر رضی الله تعالیٰ عنه قال :قلت: يا رسول الله! أفُضّلت سورة الحج على سائر القرآن بسجدتين؟قال: ''نعم، فمن لم يسجدبهمافلايقرأ هما''. رواه أبو داؤد، والترمذی ،من حديث عبد الله بن لهيعة به، وقال الترمذی: ليس بقوی''. (تفسير ابن كثير، الجزء السابع عشر، سورةالحج: ۲۸۴/۳، مكتبه دار السلام الرياض)

(۲)''وإن قرأ آية السجدة فی الصلاة، فإن كانت في وسط السورة، فالأفضل أن يسجد، ثم يقوم ويختم ويركع''. (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثالث في سجود السهو: ۱/ ۱۳۳، رشيديه)

(۳)''وأمابيان من تجب عليه فكل من كان أهلاً لوجوب الصلاةعليه، إما أداء أو قضاء فهومن أهل وجوب السجدة عليه، ومن لا فلا،وتجب على المحدث والجنب''. (البحر الرائق، باب سجود =

فوراً سجدہ کرلے۔ جوشخص بے وضو ہو وہ ایسی سورت تلاوت کرے جس میں سجدہ نہ ہو۔ یہ محض استحبابی حکم ہے وجوبی نہیں، نیز اس حدیث کی سند میں کلام ہے، اس کے مقابلہ میں دوسری حدیث قوی اور راجح ہے(۱)۔

(ب) یہ حدیث کہاں ہے پوری مع حوالہ نقل کریں، تشریح کی جائے گی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۹۱ھ۔

بھول کر سجدۂ تلاوت کی بجائے رکوع کرنا

سوال[۳۵۵۵]: سجدۂ تلاوت کرنا ہے اور بھول کر رکوع کرلیا تو اب کیا کرنا چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر نماز میں آیتِ سجدۂ تلاوت کرکے قصداً یا بھول کر رکوع میں چلا گیا اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت

= التلاوة: ۲/۱۱۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، سجدة التلاوة، نوع آخر في بيان من يجب عليه هذه السجدة: ۱/۷۷۵، إدارة القرآن، كراچى)

(۱)"حدثه أن عقبة بن عامر حدثه قال :قلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم في سورة الحج سجدتان؟ (بتقدير الاستفهام)قال: "نعم، ومن لم يسجد هما فلايقرأهما": أى آيتي السجدة .قال أبو عيسىٰ الترمذى رحمة الله عليه: هذا حديث ليس إسناده بالقوى، واختلف أهل العلم في هذا ......وقال الشوكاني: وفي إسناده ابن لهيعة ومشرح بن هاعان، وهما ضعيفان، وقد ذكر الحاكم أنه تفرد به ".

.... (بذل المجهود، تفريع أبواب السجود، وكم سجدة في القرآن : ۲/۳۱۵،مكتبه امداديه)

(وأخرجه الترمذى في أبواب السجود، باب ماجاء في السجدة في الحج : ۲/۱۲۸ ،سعيد)

"وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال فيسجود الحج: الأول عزيمة و الآخرتعليم. أخرجه الطحاوى ورجاله كلهم ثقات.....قوله :حدثنا أبوبكرة وابن مرزوق ؟...... ثلث فيه دليلٌ صريحٌ لما قاله علماء نا الحنفية: إن الثانية من الحج سجدة الصلاة دون التلاوة؛ لأن السجدة متى قرنت بالركوع كانت عبارةً عن سجدة الصلاة، كما في قوله تعالىٰ: ﴿فاسجدى واركعى﴾. (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة وما يتعلق بها: ۷/۲۱۲، إدارة القرآن كراتشى)

کرلی، یااس میں نیت نہیں کی بلکہ حسبِ معمول رکوع کے بعد سجدہ کیااوراس میں تلاوت کی نیت کرلی، یااس میں نیت نہیں کی بہرصورت سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

رکوع میں سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۵۶]: تراویح میں آیتِ سجدہ آئی، اسی آیت پر یاایک دوآیت کے بعدرکوع کرے اور اس میں سجدہ کی نیت بھی کرلے تو پھر کیا سجدۂ تلاوت کرنے کی ضرورت نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اس سے سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا،لیکن جومقتدی اس رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے اس کا سجدہ ادا نہیں ہوگا اس لئے امام کو چاہیئے کہ رکوع میں سجدہ کی نیت نہ کرے بلکہ رکوع کے بعدنماز کے سجدہ کرنے سے بہرصورت سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا،خواہ سجدۂ تلاوت کی نیت کرے یانہ کرے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ۔

---

(۱)"وتؤدى بركوع وسجود في الصلاة .... لها، وبركوع صلاة على الفور .... إن نواه.........، وبسجودها كذلك وإن لم ينو بالإجماع". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب سجود السهو: ۲/ ۱۱۱،سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة نوع آخر فيما إذا تلا آية السجدة وأراد أن يقيم الركوع مقام السجدة: ۱/ ۷۸۶،ادارة القرآن)

(وكذا في الحلبي الكبير، القراءة خارج الصلاة، اما سجدة التلاوة، ص: ۵۰۵،سهيل اكيڈيمى)

(۲)"(و) تؤدى (بركوع صلاة) إذا كان الركوع (على الفور من قرأة آية) أو آيتين، وكذا الثلاث على الظاهر، كما في البحر (إن نواه): أى كون الركوع (لسجود) التلاوة على الراجح، (و) تؤدى (بسجودها كذالك): أى على الفور (وإن لم ينو) بالإجماع. ولو نواها في ركوعه ولم ينوها المؤتم، لم تجزه، ويسجد إذا سلم الإمام ويعيد القعدة، ولو تركها فسدت صلاته". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/ ۱۱۱، ۱۱۲، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، سجود التلاوة، نوع آخر: ۱/ ۷۸۶، إدارة القرآن، كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱/ ۱۳۳،رشيديه)

سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنا

سوال[۳۵۵۷]: زید نے نماز میں "سورۂ" "اقرأ" یا "نجم" یا "سورۂ فرقان" پڑھی اور سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا گیا اور نماز پوری کر لی، سلام کے بعد کسی صاحب نے یہ دریافت فرمایا کہ آپ نے سجدہ کیوں نہ کیا، جب کہ واجب ہے؟ زید جواب دیتا ہے کہ اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع ہی میں سجدہ کے ادا ہونے کی نیت کر لے تو ادا ہو جاتا ہے اور اگر نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد جو نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اس میں ادا ہو گیا۔ زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا قول صحیح ہے آیت سجدہ پڑھ کر اگر فوراً سجدہ کیا جائے اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی جائے تو اس سے ہی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے ورنہ پھر سجدۂ صلوٰۃ سے بغیر نیت بھی ادا ہو جائے گا، اگر چہ افضل یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کیا جائے اور امام سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے کیوں کہ اگر امام نے رکوع میں تو نیت کی اور کسی مقتدی نے نہیں کی تو اس مقتدی کا سجدہ ادا نہ ہوگا بلکہ اس کو سلام امام کے بعد سجدہ کرنا ہوگا اور پھر قعدہ کا اعادہ بھی لازم ہوگا، لہٰذا امام کو چاہیئے کہ رکوع میں نیت نہ کرے اور سجدہ میں نیت کرے نہ کرے، بہر صورت سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، ۱۷/ رمضان المبارک/ ۱۳۵۶ھ۔

---

(۱) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "وتؤدى بركوع وسجود في الصلوة لها، وبركوع صلوة على الفور من قرأة آية إن نواه، وبسجودها كذالك وإن لم ينو بالإجماع، ولو نواها في ركوعه ولم ينوها المؤتم، لم تجزه، ويسجد إذا سلم الإمام، ويعيد القعدة، ولو تركها، فسدت صلاته، كذا في القنية". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۱/ ۱۱۱، ۱۱۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في سجود السهو: ۱/ ۱۳۳، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۱/ ۷۸۶، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراتشي)

ایضاً

سوال[۳۵۵۸]: اگر کوئی شخص ﴿اقرأ باسم ربك الذی خلق﴾ فرض نماز میں پڑھتا ہے یعنی جہری نماز میں مثلاً عشاء یا سرّی نماز میں مثلاً ظہر، وہ شخص اس سورت کے اخیر میں سجدۂ تلاوت ادا نہیں کرتا تو کیا وہ سجدۂ نماز کے سجدہ سے ادا ہو جائے گا؟ یا سجدۂ تلاوت نماز کے اندر کرنا واجب ہوگا اور تارکِ سجدہ گنہگار قرار دیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس سورت کے ختم پر سجدہ نہیں کیا بلکہ رکوع کیا اور اس رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی ہے تو اس سے سجدۂ تلاوت ادا ہو گیا اور اگر نیت نہیں کی تو سجدۂ صلوٰۃ سے یہ سجدۂ تلاوت بلا نیت ہی ادا ہو جائے گا۔ اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی تو جس مقتدی نے اس میں نیت کی ہو اس کا سجدہ ادا ہو گیا اور جس نے نیت نہیں کی اس کا ادا نہیں ہوا، وہ نمازِ امام کے بعد سجدہ کرے، پھر قعدہ کرے ورنہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ صلوٰۃ جہری کا حکم ہے۔ صلوٰۃ سرّی میں اگر ایسا ہو کہ امام رکوع میں نیت کرے اور مقتدی کو معلوم ہی نہیں تو مقتدی کا بھی سجدہ ادا ہو جائے گا اور امام کی نیت کافی ہوگی، کذا فی ردالمحتار: ۱/۵۱۹ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۴/۱۲/۸۹ھ۔

آیتِ سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً رکوع وسجدہ کر دیا جائے

سوال[۳۵۵۹]: گذشتہ رمضان شریف میں تراویح کے دوران سورۃ النمل کی ۵۰ویں آیت پر جو "یؤمرون" پر ختم ہوتی ہے، سجدۂ تلاوت کرنے کے بجائے اس سے ایک آیت قبل یعنی ۴۹ویں آیت پر جو "یستکبرون" پر ختم ہوتی ہے، حافظ صاحب نے سجدۂ تلاوت فرمایا پھر قیام میں آ کر ۵۰ویں آیت کی تلاوت کی اور "یؤمرون" پر رکوع کیا۔ فرمائیے کہ سجدۂ تلاوت ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیتِ سجدہ پڑھ کر فوراً رکوع اور اس کے بعد سجدۂ صلوٰۃ کرنے سے بھی سجدۂ تلاوت ادا

---

(۱) (راجع، ص: ۴۶۵، رقم الحاشیۃ: ۱)

ہوجاتا ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۹/۹۱ھ۔

سجدۂ تلاوت سجدۂ نماز سے

سوال[۳۵۶۰]: ۱.....فرض نماز میں اگر سجدۂ تلاوت آجائے تو اس کو کیسے ادا کیا جائے؟

۲.....اور اگر سجدۂ تلاوت کی نیت سجدۂ فرض میں کرلی تو نماز ہوئی یا نہیں اور سجدہ ادا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....آیتِ سجدہ پڑھ کر ایک سجدہ مثل سجدۂ نماز کے ادا کرلیا جائے (۲)۔

۲.....اگر آیتِ سجدہ پڑھ کر فوراً سجدہ نہیں کیا بلکہ رکوع کردیا اس کے بعد سجدۂ نماز کیا تب بھی سجدۂ تلاوت ادا ہوگیا اور نماز درست ہوگئی:

"ویجزی عنها أيضًا سجودها: أی سجود الصلوٰة وإن لم ينوها، إذا لم ينقطع فور التلاوة، اهـ". مراقی الفلاح، ص: ۲۸۲ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، یکم/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

سجدۂ تلاوت میں تاخیر

سوال[۳۵۶۱]: سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھ کر فوری سجدہ نہیں کیا بلکہ دو تین آیتوں کے بعد دور جا کر یاد آیا، اب اس نے سجدۂ تلاوت کرلیا تو سجدہ تو ادا ہوگیا لیکن گنہگار رہوگا۔ آپ سے سوال یہ ہے کہ نماز بھی ہوگئی یا نہیں یا سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہوگئی یا کیا؟ اگر سجدۂ تلاوت کیا ہی نہیں نماز کے بعد یاد آیا تو نماز ہوئی یا نہیں

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "سجدۂ تلاوت رکوع میں ادا کرنا")

(۲) (راجع الحاشية الآتية)

(۳) (مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ص: ۴۸۷، قديمي)

(وكذا في الدرالمختار، باب سجود السهو: ۲/۱۱۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في سجود التلاوة: ۱/۱۳۴، رشيديه)

اور نماز کے اعادہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر آیتِ سجدہ پڑھ کر فوراً یاد نہیں آیا، بلکہ اس کے بعد تین آیت پڑھ کر یاد آیا اور سجدۂ تلاوت کرلیا تو سجدۂ سہو لازم نہیں، اگر اس سے زائد پڑھ کر یاد آیا اور پھر سجدۂ تلاوت کیا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ اگر سجدۂ تلاوت کیا ہی نہیں تو گنہگار رہوا، توبہ واستغفار لازم ہے، نماز کراہت کے ساتھ ہوگئی، اس کا اعادہ لازم نہیں (۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بوقت غروب سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۶۲]: جنازہ کی نماز یا سجدہ کی آیت اگر عصر کے بعد وقتِ ناقص میں ادا کی جائے اور ادا کرتے وقت سورج غروب ہو جائے تو وہ بھی عصر یوم کی طرح ناقص ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آیتِ سجدہ بھی اسی وقت پڑھی اور جب ہی سجدہ کرلیا تو یہ عصر یومہ کی طرح ناقص ادا ہو گیا اور اگر

---

(۱)"ویأثم بتأخیر ها ویقضیها مادام في حرمة الصلاة ولو بعدالسلام .... وإذا لم یسجد، أثم، فتلزمه التوبة......(و) تؤدی (برکوع صلاة) إذا کان الرکوع (علی الفور من قرأة آیة) أو آیتین وکذا الثلاث علی الظاهر کما في البحر (إن نواه): أی کون الرکوع (لسجود) التلاوة علی الراجح (و) تؤدی (بسجودها کذلک): أی علی الفور (وإن لم ینو) بالإجماع". (الدرالمختار). "(قوله: ویأثم بتأخیر هاالخ)؛ لأنها وجبت بما هو من أفعال الصلاة ، وهو القراء ة وصارت من أجزاء ها، فوجب أدائها مضیقًا کما في البدائع، ولذا کان المختار وجوب سجود السهو لو تذکرها بعدمحلها". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب سجود التلاوة: ۲/ ۱۱۰، ۱۱۱، سعید)

قال الطحطاوی: "قوله:(بأن یقرأ أکثر من آیتین) اعلم أن الفور لاینقطع بآیة بعد آیتها، أو آیتین اتفاقًا، وینقطع بأربع اتفاقًا. واختلف في الثلاث، فقیل: ینقطع، واختاره خواهر زاد ہ،وقیل: لا، واختاره الحلوانی، وهو أصح من جهة الروایة کما في الحلبی". (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب سجود السهو ، ص:۴۸۷،قدیمی)

وقتِ کامل میں آیت پڑھی اور سجدہ وقتِ غروب کیا تو عصر یومہ کی طرح نہیں، بلکہ یہ ادا ہی نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر جنازہ وقتِ ناقص میں آیا تو یہ عصر یومہ کی طرح ہے، اگر وقتِ کامل میں آیا تو نماز جنازہ وقت ناقص میں ادا ہی نہیں ہوئی:

"ومنع عن الصلوة وسجدة التلاوة المتلوة في غير هذه الأوقات وصلوات الجنازة حضرت قبلها؛ لأن ماوجب كاملاً لايتأدى بالناقص، وأما المتلوة أو الحاضرة فيها، لايكره: أي تحريمًا ؛لأنها وجبت ناقصةً أديت فيها كما وجبت، اهـ". سكب الأنهر: ۱/۷۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

سجدۂ تلاوت کی قضاء

سوال[۳۵۶۳]: ایک شخص کے ذمہ سینکڑوں کی تعداد میں سجدۂ تلاوت باقی ہیں ان کو کس طرح ادا کرے اور تلاوت کے فوراً بعد سجدہ نہ کرنا گناہ تو نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تلاوت کے فوراً بعد سجدہ کرنا مستحب ہے تاخیر بھی گناہ نہیں (۲)۔ جس کے ذمہ بہت سے سجدے ہوں

---

(۱)(سكب الأنهر (الدر المنتقى شرح الملتقى) على حاشية مجمع الأنهر، كتاب الصلاة: ۱/۷۲، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الفصل الثالث في بيان الأوقات التي لاتجوز فيها وتكره فيها: ۱/۵۲،رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳۷۲،سعيد)

(۲)"قوله: (على التراخي عند محمد الخ)الذى في النهر عكس ماهنا، حيث جعل القول بالفورية قول محمدوالقول بالتراخي قول أبي يوسف، قال: وينبغي أن تكون ثمرته في الإثم وعدمه، حتى لو أدّا ها بعد مدة كان مؤدياً اتفاقًا لاقاضياً، أفاده السيد ". (حاشية الطحطاوى على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود السهو،ص: ۴۸۰،قديمى)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۲/۱۰۹،سعيد)

وہ بلا تعیین سجدے کرتا رہے یہاں تک کہ اس کا دل گواہی دینے لگے کہ اب اس کے ذمہ کوئی سجدہ باقی نہیں رہا، اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ تلاوت کے بعد فوراً سجدہ کرلیا جائے ورنہ بھول جانے کا احتمال ہے جس سے واجب ذمہ میں رہ جائے گا اور گنہگار ہوگا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

آیتِ سجدہ دل میں پڑھنے سے سجدۂ تلاوت کا حکم

سوال[۳۵۶۴]: ایک شخص کلام اللہ کی تلاوت کررہا ہے اور دوسرے شخص بیٹھے ہیں اور دل ہی دل میں ورد ہے لیکن جب وہ شخص سجدہ کی آیت پر آتا ہے تو خاموش پڑھتا ہے، مگر سننے والے اس آیت کو دل میں پڑھ جاتے ہیں زبان سے کچھ نہیں پڑھتے، اب کیا سجدہ ہر ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ بحوالۂ کتب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

دل میں پڑھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا بلکہ زبان سے پڑھنے سے (خواہ بالجہر یا بالسر پڑھے) یا سننے سے واجب ہوتا ہے اور صورتِ مسئولہ میں پڑھنے والے پر واجب ہوا ہے، اگرچہ اس نے آہستہ ہی پڑھا ہے اور سننے والے نے اس کو سنا نہیں اور نہ زبان سے پڑھا ہے بلکہ دل میں پڑھا ہے اس لئے اس پر واجب نہیں ہوا:

"ویجب بسبب تلاوة آية، لو كتبها أوتهجاها، فلا سجود عليه، بشرط سماعها، فلاتجب على من لم يسمعها وإن كان في مجلس التلاوة، اهـ". درمختار وشامی: ۱/۸۰۰(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۶/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۶/ جمادی الثانیہ/ ۱۳۵۷ھ۔

---

(۱) "(وهو): أى سجود التلاوة (واجب على التراخي)عند محمد، وروايةً عن الإمام، وهو المختار، وعند أبي يوسف، وهو رواية عن الإمام يجب على الفور (إن لم تكن في الصلاة وكره تأخيره): السجود عن وقت التلاوة في الأصح إذا لم يكن مكروهاً؛ لأنه بطول الزمان قد ينساها فيكره تأخيرها". (مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة، ص: ۴۸۰، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، باب سجود السهو : ۲/۱۰۹، سعيد)

(۲)(رد المحتار، باب سجود التلاوة : ۲/۱۰۳، ۱۰۴، سعيد) .... =

سورۂ "ص" میں سجدہ کس آیت پر ہے؟

سوال[۳۵۶۵]: سورۂ "ص" میں آیت ۲۵ پر سجدہ ہے یا آیت ۲۴ پر؟ اگر کوئی آیت ۲۴ پر سجدہ کردے تو سجدہ ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیت ۲۵/ پر آیت سجدہ ہے، اگر آیت ۲۴ پر "اناب" پر سجدہ کرے گا تب بھی ایک قول پر ادا ہو جائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

ریڈیو پر تلاوت سے سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۶۶]: ریڈیو کی قرآن خوانی اور وعظ پر انصات (خاموشی) استماع (کان لگا کر سننا) سجدۂ تلاوت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ گراموفون کی تلاوت کے بارے میں فرماتے ہیں: "وہ تلاوت نہیں ہے

= (وكذا في الحلبي الكبير، القراءة خارج الصلاة، وأما سجدة التلاوة، ص: ۵۰۰، سهيل اكيڈمى)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۱/۳۲۲، دار المعرفة بيروت)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم سجد في "ص" و قال: "سجدها داود توبةً ونسجدها شكرًا". رواه النسائي وسكت عنه، وفي الدراية: رجاله ثقات".

"قوله: (عن ابن عباس رضي الله عنهما الخ) .... قال في البدائع: وما تعلق به الشافعي، فهو من دلائلنا، فإنا نقول: نحن نسجد ذلك شكراً لما أنعم الله على داود بالغفران والوعد بالزلفى وحسن مآب، ولهذا لايسجد عندنا عقيب قوله: "وأناب" بل عقيب قوله: "مآب" و هذه نعمة عظيمة في حقنا".

(إعلاء السنن، كتاب الصلاة، باب سجود السهو وما يتعلق بها: ۷/۲۰۲، ۲۰۳، إدارة القرآن، كراچى)

"أو "ص" عند قوله "فاستغفر ربه وخرّ راكعاً وأناب". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في سجود السهو: ۱/۱۳۲، رشيديه)

بلکہ نقل اور عکس ہے، تلاوت کا مشابہ صوت طیر اور صدا کا، اس استماع سے سجدہ واجب نہ ہوگا"۔فتاوی امدادیہ: ۱۸۲/۲(۱) میں ریڈیو کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ریڈیو اور ٹیپ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب

سوال[۳۵۶۷]: ٹیپ ریکارڈ یا ریڈیو میں اگر سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو کیا سجدۂ تلاوت واجب ہوگا؟ نیز مذکورہ صورتوں میں اگر سلام علیک سنا جائے تو جواب دینا بھی واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قاری یا متکلم کی قرأت وآواز کو کسی آلہ میں محفوظ کرلیا گیا تو اس میں آیتِ سجدہ سننے سے سجدۂ تلاوت لازم نہیں ہوگا، ٹیپ ریکارڈ کا بھی یہی حکم ہے، اس کے سلام کا جواب بھی ضرور نہیں (۲)، ریڈیو میں تقاضۂ احتیاط یہ ہے کہ آیتِ سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت کیا جائے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیا جائے بشرطیکہ اصل آواز اس سے سنائی دے رہی ہو، کوئی ریکارڈ نہ ہو(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۹/۵/۱۷ھ۔

---

(۱)(امداد الفتاویٰ: ۲۲۵/۴، کتاب الحظر والاباحۃ، غناومزامیر اور سہو واجب وتصاویر کے احکام، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

"بخلاف السماع عن الببغاء والصدی، فإن ذلک لیس (بتلاوۃ، وکذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذلک لیس) بتلاوۃ صحیحۃ، لعدم أھلیتہ، لانعدام التمییز". (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل في بیان من تجب علیہ: ۴۳۲/۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(وکذا في الدر المختار، باب سجود التلاوۃ: ۱۰۸/۲، سعید)

راجع للتفصیل: (آلات جدیدہ) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ریڈیو پر آیت سجدہ کی تلاوت ص: ۱۶۵، مکتبہ ادارۃ المعارف، کراچی)

(۲)"بخلاف السماع عن الببغاء والصدی، فإن ذلک لیس (بتلاوۃ، وکذا إذا سمع من المجنون؛ لأن ذلک لیس) بتلاوۃ صحیحۃ، لعدم أھلیتہ، لانعدام التمییز". (بدائع الصنائع، کتاب الصلاۃ، فصل في بیان من تجب علیہ: ۴۳۲/۱، دار الکتب العلمیۃ)

(وکذا في الدر المختار، باب سجود التلاوۃ: ۱۰۸/۲، سعید)

(۳)"وأما سبب وجوب السجدۃ: فسبب وجوبھا أحد شیئین: التلاوۃ أو السماع". (بدائع الصنائع، =

ریڈیو سے آیتِ سجدہ سن کر سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۶۸]: اگر قاری نے ریڈیو اسٹیشن پر سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور دنیا میں ہزاروں آدمیوں نے ریڈیو پر اس آیت کو سنا تو کیا سارے سامعین پر سجدۂ تلاوت ضروری ہوگیا ہے، جب کہ وہ ایک مشین کے ذریعہ سے آواز پہنچائی گئی ہے؟ گراموفون اور مشین میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ریڈیو پر آیتِ سجدہ سننے سے سامعین پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، کیونکہ یہ قاری کی ہی آواز قرار دی گئی ہے(۱)، گراموفون سے جو آواز نکلتی ہے اس کو نقل اور عکسِ تلاوت لکھا ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۵/۹۰ھ۔

کیسٹ کے ذریعہ قرآن پاک پڑھنا اور سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۶۹]: قرآن پاک صحیح پڑھنے کیلئے اگر کیسٹ چلائیں اور خود بھی قرآن مجید کھول کر ساتھ ساتھ پڑھتا ہے تو کیا ثواب ملے گا؟ دوسرے سجدہ آئے تو کیا ایک ہی سجدہ کافی ہے یا کیسٹ سے سننے کا الگ کرے؟

= كتاب الصلاة، فصل في سبب وجوب السجدة التلاوة: ۱/۷۳۰، دار الكتب العلمية)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة .... سجدة التلاوة، نوع آخر بيان من يجب عليه هذه السجدة: ۱/۷۷۵، إدارة القرآن)

راجع للتفصيل: (آلات جديده)، مفتی محمد شفيع صاحب رحمة الله عليه، ریڈیو پر آیت سجدہ کی تلاوت، ص: ۱۶۵، إدارة المعارف، كراچی)

(وكذا في أحسن الفتاوىٰ، كتاب الصلاة، باب سجود التلاوة: ۴/۶۵، سعيد)

(۱) مذکورہ صورت میں چونکہ قاری صاحب کی آواز براہِ راست سامعین تک پہنچ رہی ہے، اس لئے حضرت مفتی صاحب نے وجوبِ سجدہ کا فتویٰ دیدیا اور علت یہ بیان فرمائی کہ یہ قاری ہی کی آواز ہے۔ باقی ریکارڈ شدہ آیت سننے سے سجدہ لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ نقل اور عکس ہے (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''ریڈیو اور ٹیپ ریکارڈ پر پڑھی ہوئی آیت پر سجدۂ تلاوت اور سلام کا جواب'')

(۲) (راجع الحاشية السابقة)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر خود بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا اس مجبوری سے کیسٹ چلاتا ہے اور اس کے موافق پڑھتا ہے تو ضرور ثواب ملے گا (۱) اور سجدہ ایک ہی کافی ہوگا (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہٗ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۸/۶/۱۴۰۶ھ۔

گراموفون میں قرآن شریف سننے سے سجدۂ تلاوت

سوال[۳۵۷۰]: جو آیت سجدہ گراموفون میں پڑھی جائے تو کیا سامعین پر سجدہ واجب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

حوادث الفتاویٰ ص:۸۱، میں لکھا ہے کہ جو آواز اس سے نکلتی ہے وہ تلاوت نہیں بلکہ نقل اور عکس ہے تلاوت کا مشابہ صوتِ طیر اور صدیٰ کے، پس اس کا حکم بھی تلاوت کا سا نہ ہوگا۔ بنا بر روایت درمختار وغیرہ مثلاً اس کے استماع سے سجدۂ تلاوت واجب نہ ہوگا، لیکن قرآن شریف کا اس میں بھرنا اور سننا منع ہے (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ ربیع الثانی/ ۱۳۵۷ھ۔

---

(۱) "عن أيوب بن موسى قال: سمعت محمد بن كعب القرظي يقول: سمعت عبد الله بن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قرأحرفًامن كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر أمثالها، لاأقول: الٓمٓ حرف، ولكن الف حرف، ولام حرف،وميم حرف". هذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه". (سنن الترمذي، أبواب فضائل القرآن، باب ماجاء فيمن قرأ حرفاً من القرآن ماله من الأجر: ۲/۱۱۹، سعيد)

(۲) "وأما سبب وجوب السجدة، فسبب وجوبها أحد شيئين: التلاوة والسماع". (بدائع الصنائع، فصل في بيان وجوب سجدة التلاوة: ۱/۷۳۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الصلاة، سجدة التلاوة، نوع آخر في بيان من يجب عليه هذه السجدة: ۱/۷۷۵، إدارة القرآن، كراچي)

(۳) "و(لا) تجب (بسماعه من الصدى والطير)ومن كل تال حرفًا ولا بالتهجي، أشباه". (الدرالمختار، =

سجدۂ شکر

سوال[۳۵۷۱]: سجدۂ نماز وسجدۂ تلاوت کے علاوہ زائد سجدۂ شکر کرنا خارجِ صلوٰۃ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو کس درجہ میں اور اگر ناجائز ہے تو کس درجہ میں؟ جو شخص ناجائز ہونے کے باوجود تسلیم نہ کرے اور یہ کہے کہ شرعاً جائز ہو یا ناجائز، میرے نزدیک بہتر ہے، ہمیں کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں تو اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی نصر الدین عظیم آبادی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس وقت کوئی بڑی نعمت حاصل ہو یا کوئی بڑی مصیبت زائل ہو، بہتر یہ ہے کہ شکر یہ کیلئے دو رکعت ادا کرے، اگر یہ نہ ہو تو سجدہ کرنا بھی مفتی بہ قول کی بناء پر مستحب ہے لیکن نماز کے بعد کرنا مکروہ وممنوع ہے کہ ناواقف لوگ اس کو مسنون یا واجب اعتقاد کریں گے۔ اور یہ جواب کہ شرعاً جائز ہو یا ناجائز، میرے نزدیک بہتر ہے، ہمیں کسی سے فتویٰ لینے کی ضرورت نہیں، نہایت سخت اور خطرناک ہے، ایسے کلام سے توبہ اور آئندہ کو اجتناب لازم ہے:

"وسجدة الشكر مستحبة، به يفتي، لكنها تكره بعد الصلاة؛ لأن الجهلة يعتقد ونها سنةً أو واجبةً، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه، اهـ". (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۶/۱۳۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۶/۱۳۵۹ھ۔



= باب سجود التلاوة: ۱۰۸/۲، سعید)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل في بيان من تجب عليه: ۴۶۲/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

راجع للتفصيل: (آلات جدیدہ از مفتی محمد شفیع صاحب رحمة الله عليه ریڈیو پر آیت سجدہ کی تلاوت، ص: ۱۶۵، إدارة المعارف، کراچی)

(۱) (الدر المختار، باب سجود التلاوة: ۱۱۹/۲، ۱۲۰، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب سجود التلاوة: ۱۶۰/۱، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة: ۱۳۶/۱، رشيديه)

باب صلوۃ المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

سفر کی ابتداء وطن کے آخری گھر سے ہوگی

سوال[۳۵۷۲]: ایک شہر یا قصبہ سے دوسرے شہر یا قصبہ کا فاصلہ قصر ہونے کے لئے کس طرح جوڑا جائے گا؟ ایک صورت تو یہ ہے کہ جس محلّہ سے چلے اس سے دوسرے شہر کے جس محلّہ تک جانا ہو وہاں تک کا فاصلہ، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے وطن کی آخری سرحد پہونچنے والے مقام کی شروع کی سرحد۔ چونکہ دونوں طریقوں میں فاصلہ کا تفاوت میلوں کا ہوگا مثلاً: خطِ مستقیم کا فاصلہ الف، ب ۴۳/میل ہے اور ج، د ۵۰/میل ہے اور الف، س ۵۵/میل ہے، تو ج سے چلنے والا د س تک جانا چاہتا ہے، اب مسافر ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وطن کے آخری مکان سے سفر کی مسافت شروع ہوگی اور جس بستی میں جانا ہے اس کی ابتدائی سرحد تک مجموعی مسافت کو دیکھا جائے گا، پس صورتِ مسئولہ میں مسافتِ سفر ۴۳/ میل ہوگی اور قصر کا حکم نہیں ہوگا(۱)۔ فقط۔

آبادی بڑھنے کی وجہ سے مسافت سفر کا باقی نہ رہنا

سوال[۳۵۷۳]: ۱..... موضع فیروز پور دہلی الور روڈ کے متصل واقع ہے، پہلے آبادی اور سڑک کے

---

(۱) فقال الحنفية: أن يجاوز بيوت البلد التي يقيم فيها من الجهة التي خرج منها، وإن لم يجاوزها من جانب آخر وأن يجاوز كل البيوت، ولو كانت متفرقة متى كان أصلها من البلد، وأن يجاوز ماحول البلد من مساكن .... أن يقصد من ابتداء السفر موضعا معينا، ويعزم أن يقطع مسافة القصر من غير تردد.

(الفقه الإسلامي وأدلته. ۲/ ۱۳۵۰-۱۳۵۳، كتاب الصلوة، المبحث الثالث صلاة السفر، رشيديه)

درمیانی زمین میں کاشت ہوتی تھی، لیکن اب سڑک تک مکانات تعمیر ہو چکے ہیں اور کاشت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور سڑک کے دوسرے رخ پر قبرستان اور مویشی کے بٹھانے کی جگہ ہے، ایسی صورت میں ناس بستی کا رہنے والا دہلی سے الور، یا الور سے دہلی کو گزرے تو اس کی مسافرت ختم ہو جائے گی یا نہیں؟

۲......نیز قصبہ نوح سے پرانی دہلی ۴۸/میل تھی اور اب نئی دہلی بڑھتے بڑھتے نوح کے رخ پر تقریباً ۱۵/میل بڑھ چکی ہے، ایسی صورت میں نوح کا رہنے والا پرانی دہلی کو اگر سفر کرے تو مسافر ہوگا یا نہیں؟ جب کہ نئی دہلی اور پرانی دہلی دونوں کی کمیٹیاں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اب وہ سڑک آبادی سے خارج نہیں رہی، جو شخص بارادۂ سفر فیروز پور سے اس سڑک پر آئے وہ قصر نہیں کرے گا اور جب ایسا آدمی سفرِ شرعی سے چل کر اس سڑک پر پہونچ جائے جس کا وہ وطن ہے تو وہ قصر نہیں کرے گا بلکہ اتمام کرے گا اگرچہ اس کا ارادہ وہاں قیام کا نہ ہو۔

۲......آبادی دیکھنے میں اگر متصل ہو تو محض کمیٹی الگ الگ ہونے کی وجہ سے ان کو دو بستیاں نہیں کہیں گے، جب ۴۸/میل کی مسافت نہیں رہی بلکہ صرف ۳۳/میل کی مسافت رہ گئی تو یہ سفرِ شرعی کے لئے کافی نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۲۱/۹/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

مسافتِ شرعیہ

سوال [۲۵۷۴]: انگریزی میل کتنے پر مسافر قصر کرسکتا ہے اور شرعی مسافر کون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص تین منزل مسافت کی نیت سے اپنی آبادی سے باہر نکلا وہ شرعاً مسافر ہے، اس کے ذمہ قصر

---

(۱) "ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين وإلا لا يترخص أبداً". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۱۳۹، كتاب الصلوة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، رشيديه)

لازم ہے(۱)، ریل کی منزلیں معتبر نہیں بلکہ پیدل یا معتدل سواری کی منزلیں معتبر ہیں، خواہ یہ سفر پیادہ طے کرے خواہ سواری پر(۲)۔ اگر منزلیں متعین نہ ہوں تو اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں: بعض سولہ میل انگریزی کی ایک منزل قرار دیتے ہیں اور تین منزلیں اس اعتبار سے اڑتالیس میل کی ہوتی ہیں، بعض اس سے کم اور بعض اس سے زائد کے قائل ہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/صفر/۵۶ھ۔

---

(۱) "أخبرنا سعد بن عبيد الطائي .... قال: سألت عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما إلى كم تقصر الصلاة؟ فقال: أتعرف السويداء؟ قال: قلت: لا، ولكني قد سمعت بها، قال: هي ثلث ليال قواصد، فإذا خرجنا إليها قصرنا الصلاة" رواه الإمام محمد بن الحسن في الآثار له، و في آثار السنن: إسناده صحيح". (آثار السنن، ص: ۲۶۳، كتاب الصلوة، ابواب الصلوة المسافر، باب ماستدل به على أن مسافة القصر ثلاثة ايام، إمداديه، ملتان)

(۲) "عن عبد الرحمن بن أبي بكر، عن أبيه أن رسو ل الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وقّت في المسح على الخفين ثلاثة أيام و لياليهن للمسافر، و للمقيم يومٌ و ليلةٌ". رواه ابن حبان في صحيحه".

قوله: "عن عبد الرحمن بن أبي بكر الخ" .... و حاصله ما قال الشيخ: إن الحديث يدل على أن من أراد قطع مسيرة ثلثة أيام و لياليها، فهو مسافر حتماً عند الشارع ...... قلت: المراد بالمسافر في الحديث من يقطع المراحل بطريق العادة المعروفة في السفر بسير وسط مع الاستراحات التي اعتادها". (إعلاء السنن، كتاب الصلاة، أبواب صلاة المسافر، باب مسافة القصر: ۷/۲۳۶، ۲۳۸، إدارة القرآن كراچی)

"(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثةأيام و لياليها) من أقصر أيام السَّنَة، ولا يشترط سفر كل يوم إلى الليل بل إلى الزوال، و لا اعتبار بالفراسخ على المذهب (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) حتى لو أسرع، فوصل في يومين قصر (صلى الفرض الرباعيّ ركعتين) وجوباً، لقول ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما: إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعاً والمسافر ركعتين". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "ثم اختلفوا فقيل: أحد وعشرون، وقيل: ثمانية عشر، و قيل: خمسة عشر، والفتوى على الثاني؛ =

کیا ۴۸/ میل طے کرنے کے بعد قصر کا حکم ہے یا اس سے پہلے بھی قصر جائز ہے؟

سوال [۳۵۷۵]: زید نوگوان سے سنبھل کو چلا جو کہ ۴۸/ میل سے زیادہ ہے، اگر زید براہِ راست سنبھل کو جائے تو اس صورت میں تو قصر کرے گا، لیکن اگر اس شکل سے چلے کہ منتہائے سفر تو سنبھل رہے، لیکن درمیان کے مواضع میں دس میل کے فاصلہ سے رات کو قیام کرتا ہوا جاوے گا تو کیا ایسی صورت میں بھی قصر کرے گا؟ بنابریں اگر جماعت تو نوگوان سے چلے اور اسے تین دن قیام کرنا ہے، ایک دن تو امروہہ جو کہ دس میل ہے دوسرے مرادآباد جو کہ بیس میل ہے، تیسرے سنبھل جو کہ نوگوان سے اڑتالیس میل سے زائد ہے، تو اگر جماعت یہ قصد کر کے نوگوان سے چلے کہ مذکورہ تین جگہ قیام کرنا ہے اور ابتدائی قیام امروہہ ہوگا جو کہ صرف دس ہی میل ہے، پھر دوسرا مرادآباد ہوگا جو امروہہ سے دس بارہ میل پر ہے، پھر سنبھل۔ تو کیا مذکورہ جماعت کو ایسی حالت میں قصر کرنا ہوگا؟ نیز مقدارِ مسافت سنبھل کی نوگوان سے لگے گی یا مرادآباد سے؟

عبدالرحمٰن قاسمی، مدرسہ انصار العلوم نوگوان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

سفر شرعی کی مسافت کم از کم ۴۸/ میل ہے، جب اس مسافت کی نیت سے سفر شروع کیا جائے تو قصر لازم ہے اگر چہ درمیان میں تین چار جگہ ٹھہرتے ہوئے جانا ہو، مگر ٹھہرنے کی مدت پندرہ یوم سے کم ہو(۱)، پس نوگوان سے سنبھل کی نیت سے چلنا جس کی مسافت ۴۸/ میل سے زائد ہے، سفر شرعی ہے، اگر چہ نوگوان سے چل کر دس

= لأنه الأوسط، و في المجتبى: فتوى أئمة خوارزم على الثالث، وجه الصحيح أن الفراسخ تختلف باختلاف الطريق في السهل والجبل والبرد، والبحر، بخلاف المراحل، معراج". (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

تفصیل کے لئے رسالہ دیکھئے: (القول الأظهر في تحقيق مسافة السفر ' احسن الفتاوى، باب صلاة المسافر: ۴/۹۲، سعيد)

(وكذا في خير الفتاوى، ما يتعلق بصلوة المسافر "مسافتِ قصر کے بارے میں تحقیقِ انیق: ۲/۶۶۴، مكتبه امداديه ملتان)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "مسافتِ شرعیہ")

بیس میل پر ایک دوشب کا قیام بھی منوی ہو، اس سے سفر کے احکام میں فرق نہیں آئیگا۔ سفر کے لئے درمیان میں کچھ وقت کے لئے ٹھہرتے ہوئے جانا منع نہیں اور اس سے حکم سفر نہیں بدلتا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۵/۲۵ھ۔

پندرہ دن قیام کی نیت سے چلنے والا راستہ میں قصر کرے یا نہیں؟

سوال [۳۵۷۶]: اگر ایک آدمی سفر کرتا ہے تو اس کے بارے میں حکم ہے کہ وہ راستہ میں قصر کرے تو کیا ہر حال میں قصر کرے گا یا مخصوص وقت میں کہ جو شخص پندرہ دن کی نیت کر کے سفر کرے صرف وہی قصر کرے، مگر یہ تو اتفاقی مسئلہ ہے؟ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی پندرہ دن یا زائد کی نیت کر کے چلتا ہے تو وہ راستہ میں قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص تین منزل کی مسافت ۴۸/ میل کا ارادہ کر کے سفر کرے وہ راستہ میں قصر کرے گا (۲)، لیکن اگر راستہ میں ۴۸/ میل سے پہلے پندرہ روز یا زائد ایام ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو راستہ میں قصر نہیں کرے وہ شرعی

---

(۱) "قوله: (حتى يدخل مصره أو ينوى الإقامة نصف شهر في بلد أو قرية) .... و قيد بنصف شهر؛ لأن نية إقامة ما دونها لا توجب الإتمام، لما روى عن ابن عباس و ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهم أنهما قدرها بذلك، والأثر في المقدرات كالخبر، وأقام صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بمكة مع أصحابه سبعةً و هو يقصر". (البحر الرائق، باب صلاة المسافر: ۲/۲۳۲، رشيديه)

"(فيقصر إن نوى) الإقامة (في أقل منه): أى في نصف شهر (أو دخل بلدةً و لم ينوها): أى مدة الإقامة". (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، ۱۲۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعيّ ركعتين". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

مسافر نہیں (۱)۔ اسی طرح اگر ابتداءً ۴۸/میل سے کم کی نیت سے چلا اور کسی جگہ ٹھہر گیا، پھر وہاں سے ۴۸/میل سے کم کا ارادہ کرلیا تو یہ شخص مسافر نہیں ہوا، اگر چہ ساری دنیا میں گھوم جائے، یہ قصر نہیں کرے گا (۲) اگر چہ ۴۸/ میل یا اس سے زائد کا سفر تو کرتا ہے مگر درمیان میں ٹھہرتا ہوا جائے گا۔ اور یہ ٹھہرنا پندرہ روز سے کم ہوگا تو یہ شخص مسافر ہے، سفر میں قصر کرے گا (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

مسافتِ قصر کی مقدار

سوال [۳۵۷۷]: کس قدر مسافت ہے جس سے مسافر کو قصر کی اجازت ہوجاتی ہے؟

---

(۱) "حتى يدخل مصره أو ينوى إقامة نصف شهر ببلد أو قرية .... هذا إذا سار ثلاثة أيام فصاعداً، وأما إذا لم يسر ثلاثة أيام، فلا يشترط أن تكون الإقامة في بلد أو قرية بل تصح ولو في المفازة حتى إنه يصلى أربعاً أربعاً". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۱،۵۱۲ دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۴، سعيد)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً و لو كافراً، و من طاف الدنيا بلاقصد، لم يقصر، (وقوله: بلاقصد، بأن قصد بلدةً بينه و بينهايومان للإقامة بها، فلما بلغها بد اله أن يذهب إلى بلدة بينه و بينها يومان و هلم جراً .... فإنه يتم". (رد المحتار مع الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۳) "فيقصر أن ينوى الإقامة في أقل منه: أي في نصف شهر أودخل بلدةً و لم ينو ها: أي مدة الإقامة".

(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، ۱۲۶، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب صلوة المسافر: ۲/۲۲۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

متوسط رفتار سے تین روز کی مسافت پر شرعاً قصر کیا جاتا ہے(۱) اور تمام دن چلنا ضروری نہیں بلکہ صبح سے سردی میں زوال تک چلنا معتبر ہے اور ہر جگہ کے سفر میں اسی کے موافق رفتار معتبر ہوگی مثلاً خشکی میں پیدل یا معمولی اونٹ وغیرہ کی رفتار اور دریا میں کشتی کی متوسط رفتار معتبر ہوگی، اس مسافت کا اندازہ تقریباً ۴۸/ میل ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱۲/۵۳ھ۔

۴۸/ میل کی مسافت میں صرف جانے کا اعتبار ہے یا آنے جانے دونوں کا؟

سوال[۳۵۷۸]: یہاں سے ضلع صدر جانے کے دو راستے ہیں: ایک پچیس کوس کا دوسرا چوبیس کوس کا، چوبیس کوس والے راستہ سے جائے اور پچیس کوس والے راستہ سے واپس آئے تو اس پر واپسی میں قصر ہے یا نہیں؟ اور جو پچیس کوس والے راستہ سے جاوے اور چوبیس کوس والے راستہ سے آوے تو اس پر قصر ہے یا نہیں؟ ہمارے یہاں تین کوس چار میل کا ہوتا ہے

معتکف بخدمت شریف شاہ حبیب اللہ، از خانقاہ مانکپور، ۲۷/ جمادی الاولیٰ/ ۵۷ھ، ضلع پرتا بگڈھ۔

---

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها) من قصر أيام السّنة، ولا يشترط سفر كل يوم إلى الليل بل إلى الزوال، و لا اعتبار بالفراسخ على المذهب (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) حتى لو أسرع فوصل في يومين، قصر (صلى الفرض الرباعيّ ركعتين) وجوباً لقول ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما : إن الله فرض على لسان نبيكم صلاة المقيم أربعاً والمسافر ركعتين". (التنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر : ۲/۲۲۶، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في صلاة المسافر، ص: ۵۳۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) قال الدكتور وهبة الزحيلي: "والتقدير بثلاث مراحل قريب من التقدير بثلاثة أيام، لأن المعتاد من السير في كل يوم مرحلة واحدة، خصوصاً في أقصر أيام السنة، ولايصح القصر في أقل من هذه المسافة، كما لايصح التقدير عندهم بالفراسخ على المعتمد الصحيح". (الفقه الإسلامي وأدلته: ۲/۱۳۴۲، كتاب الصلوة، المبحث الثالث صلاة المسافر، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قصر نماز کے لئے تین یوم کی مسافت کا سفر ضروری ہے(۱) اور یہ مسافت صرف ایک طرف کی ہے، آنے اور جانے کی مجموعی مسافت نہیں، پس صورتِ مسئولہ میں دونوں راستوں میں سے کسی ایک سے آنا جانا ہو یا دونوں سے، دنوں صورتوں میں قصر جائز نہیں (۲)۔ البتہ اگر کسی جگہ کے دو راستے ہوں ایک مسافتِ قصر ہو اور دوسرا نہ ہو تو جس راستہ سے سفر اختیار کرے گا اس کا اعتبار ہوگا، آنے میں بھی جانے میں بھی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ جمادی الثانیہ/ ۵۷ھ۔

مسافتِ قصر

سوال[۳۵۷۹]: نماز میں قصر (کتنے) میل پر کرنا چاہئے، نیز باعتبار میل قصر ضروری ہے مگر وہاں برادری کا تعلق بھی ہے اور اکثر جانے کا اتفاق ہوا کرتا ہے ایسی جگہ پر قصر ضروری ہے یا نہیں؟

---

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته .... قاصداً .... مسيرة ثلاثة أيام .... صلى الفرض الرباعي ركعتين". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صلاة المسافر : ۱۲۱/۲، ۱۲۳، سعيد)

" وأما الثاني وهو بيان اشتراط قصر السفر، فلا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام، حتى يترخص برخصة المسافرين، و إلا لا يترخص أبداً". (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ۵۰۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر : ۱۳۹/۱، رشيديه)

(۲) (اشترط الفقهاء لصحة القصر الشروط الآتية: أن يكون السفر طويلا مقدرا بمسيرة مرحلتين أو يومين أو ستة عشر فرسخاً عند الجمهور، أو ثلاث مراحل أو ثلاثة أيام بلياليها عند الحنفية. (الفقه الاسلامي وأدلته: ۱۳۵۰/۲، كتاب الصلوة، المبحث الثالث صلاة المسافر، رشيديه)

(۳) "ولو لموضع طريقان: احدهما مدة السفر، والآخر أقل، قصر في الأول لاالثاني". (الدرالمختار، باب صلاة المسافر: ۱۲۳/۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین دن کی مسافت کا قصد کر کے جو شخص اپنی جائے اقامت سے نکلے گا وہ قصر کرے گا اور اس جگہ اگر پندرہ یوم سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو وہاں پہونچ کر بھی قصر کرلے گا، اگر پندرہ یوم یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو قصر نہیں کرے گا (۱)۔ رشتہ داری کا کوئی اثر قصر پر نہیں، البتہ اگر وہاں شادی کی ہے اور ہمیشہ کے لئے وہیں رہنا شروع کر دیا، یا بیوی کے یہاں رہنے کی شرط کرلی گئی ہے غرض کہ اس کو وطن بنالیا تو وہ بمنزلۂ وطن کے ہے وہاں قصر نہیں کرے گا، کذا فی الشامی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

آدمی کب مسافر شمار ہوگا؟

سوال [۳۵۸۰]: قصر کے احکام کیا تین منزل کی مسافت پوری ہونے پر شروع ہوتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں، بلکہ تین منزل کی مسافت کی نیت سے جب آدمی سفر شروع کرے اور آبادی سے باہر پہونچ جائے اسی وقت سے شروع ہوجاتے ہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته .... قاصداً.......... مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة.......... صلى الفرض الرباعيّ ركعتين .... حتى يدخل موضع مقامه.......... أو ينوى إقامة نصف شهر بموضع واحد (صالح لها) من مصر أو قرية.......... (فيقصر إن نوى) الإقامة (في أقل منه): أى فى نصف شهر". (الدر المختار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۱ - ۱۲۵، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۶، ۲۳۳، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر فى صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۲) "(قوله: أو توطنه): أى عزم على القرار فيه وعدم الارتحال و إن لم يتأهّل، فلو كان له أبوان ببلد غير مولده، وهو بالغ و لم يتأهل به، فليس ذلك وطناً له، إلا إذا عزم على القرار فيه و ترك الوطن الذى كان له قبله، شرح المنية". (رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، سعيد)

(وكذافى الحلبى الكبير، فصل فى صلاة المسافر، ص: ۵۴۴، سهيل اكيڈمى لاهور)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''مسافتِ قصر'')

۴۲/میل کا سفر شرعی سفر نہیں

سوال[۳۵۸۱]: اگر کسی نے ۴۲/میل کا سفر کیا تو اس کو نماز قصر پڑھنی چاہئے یا پوری؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا آدمی شرعی مسافر نہیں، وہ پوری نماز پڑھے گا قصر نہیں کرے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسافر قصر کب سے کرے؟

سوال[۳۵۸۲]: ایک شخص کسی شہر کا- جو تین دن اور تین رات کے فاصلے پر ہے- ارادہ کر کے گھر سے نکلا تھا، ساتھ ہی ساتھ یہ بھی نیت ہے کہ وہاں پندرہ روز یا زیادہ قیام کرے گا، اب یہ آدمی راستے میں قصر کرے گا یا نہیں؟ اگر قصر کا حکم ہے تو قاضی خان کی عبارت: "بخلاف ما إذا نوى الإقامة حيث يصير مقيماً بمجرد النية "(۲) کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قال قاضي خان: "إذا جاوز المقيم عمران مصره قاصداً مسيرة ثلثة أيام و لياليها بسير الإبل أو مشي الأقدام، يلزمه قصر الصلوة ويرخص له ترك الصيام، أما شرط مجاوزة الأقدام؛ لأن السفر فعل فلا يوجد بمجرد النية، فيشترط قران النية بأدنىٰ فعل بخلاف ما إذا نوىٰ الإقامة حيث يصير مقيماً بمجرد النية؛ لأن الإقامة ترك الفعل، و ترك الفعل لا يحتاج

---

(۱) "ولا بدّ للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام، حتى يترخص برخصة المسافرين، وإلا لا يترخص أبداً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۲، سعيد)

(۲) (فتاوىٰ قاضي خان، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱/۱۶۴، رشيديه)

إلی الفعل، اھ". فتاویٰ قاضی خان: ۱/ ۷٦ (۱)۔

اس سے معلوم ہوا کہ شخصِ مذکور صورتِ مذکورہ میں قصر کرے گا اور عبارتِ مسئولہ کا مطلب یہ ہے کہ لزومِ قصر کے لئے صرف نیتِ سفر کو شریعت نے کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کے لئے مجاوزۃِ عمران کو شرط قرار دیا ہے، اس لئے کہ سفر ایک فعل ہے جو مسافر سے صادر ہوتا ہے جس پر لزومِ قصر مرتب ہوتا ہے، پس تاوقتیکہ اس فعل کا ادنیٰ حصہ (جو مجاوزۃ عمران ہے) صادر نہ ہو، اس وقت تک مسافر کہلانے کا مستحق نہیں اور اس پر حکمِ سفر (لزومِ سفر) مرتب نہ ہوگا۔

اور جب کسی منزلِ صالح پر نیتِ اقامت کرلے تو اتمام لازم ہوتا ہے اور لزومِ اتمام کے لئے نیتِ اقامت کے بعد کسی اَور فعل کی حاجت نہیں تھی جس طرح کہ نیتِ سفر کے بعد مجاوزۃِ عمران کی ضرورت تھی کیونکہ اقامت کسی فعل کا نام نہیں کہ مقیم کے لئے اس کا صدور ضروری ہو جیسا کہ سفر فعل تھا اور مسافر کے لئے اس کا صدور ضروری تھا چونکہ اقامت ترکِ فعل (سفر) کا نام ہے جس کے لئے صرف نیت کافی ہے۔

یہ مقصد نہیں کہ شخصِ مذکور چونکہ وہاں پہونچ کر پندرہ روز یا زیادہ قیام کرنے کی نیت رکھتا ہے اور یہ نیت ابتدائے سفر میں کرلی ہے، لہٰذا ابھی سے مقیم ہوگیا اور اس سفر کو کالعدم قرار دے کر لزومِ اتمام کا حکم اس پر جاری کردیا جائے گا، کیونکہ اگر اس کو ابھی سے لزومِ نیت کی بنا پر مقیم کہہ دیا جائے گا تو اقامت ترکِ فعل کا نام نہ رہے گا، بلکہ اس فعل یعنی (سفر) کا نام ہوجائے گا، وھو خلاف المفروض۔ نیز اس کا فعل اس کی نیت پر فی الحال آثار مرتب ہونے سے مانع ہے:

"المسافر یصیر مقیماً إذا دخل قریةً أو مصراً، و نویٰ إقامة خمسة عشر یوماً فیه، و لا معتبر بالنیة وقت السیر قبل الدخول، اھ". رسائل الأرکان (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (فتاویٰ قاضی خان، المصدر السابق)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر: ۱/ ۱۳۹، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الصلاة، فصل فیما یصیر به المقیم مسافرا: ۱/ ۴۷۷، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) لم أجده، بلّ (وکذا فی البحرالرائق، باب صلوة المسافر: ۲/ ۲۳۰، رشیدیه)

(والدرالمختار، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۵، سعید)

مسافتِ سفر سے کم میں قصر نہیں

سوال[۳۵۸۳]: زید جواپنے کاروبار کی جگہ سے جہاں اس کی املاک بھی ہے یعنی شہر مدراس اپنے مکان آیا جایا کرتا تھا اور جس کے درمیان مسافتِ قصر بھی ہے، ایسی صورت میں زید کے لئے مدتِ قصر سے کم میں قصر صلوۃ جائز ہے یا نہیں؟

محمد اسماعیل۔

الجواب حامداً ومصلياً:

مسافتِ قصر سے کم کی نیت سے جو شخص سفر کرے اس کو قصرِ صلوۃ جائز نہیں، اتمام واجب ہے، هكذا في كتب الفقه (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۵/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

میرٹھ سے مظفر نگر تک مسافتِ سفر نہیں

سوال[۳۵۸۴]: ا......زید ٹیکسی ڈرائیور ہے اور میرٹھ میں مقیم ہے۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ مثلاً زید میرٹھ سے مظفر نگر کے لئے روانہ ہوا جب کہ یہ مسافت ۳۵/ میل ہے تو وہاں قصر نہیں ہوگا لیکن اگر وہاں سے دیوبند آنا پڑا تو مسافتِ قصر ہو جائے گی تو اس صورت میں قصر کرے یا نہیں؟ اگر اس طرح سہارنپور یا دہرہ دون جانا پڑے تو مسافتِ قصر ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته .... قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها". (الدر المختار).

"(قوله: قاصداً) أشار به مع قوله: خرج إلى أنه لو خرج و لم يقصد أو قصد و لم يخرج، لا يكون مسافراً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۲، سعيد)

"ولا بد للمسافر من قصد مسافة مقدرة بثلاثة أيام حتى يترخص برخصة المسافرين، وإلا لا يترخص أبداً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، دار الكتب العلمية بيروت)

۲......زید کی گاڑی آل یوپی ہے، ویسے مستقل چلتی ہے، ادھر دہلی لکھنؤ جانا پڑے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر میرٹھ زید کا وطنِ اصلی ہے یا وطنِ اقامت ہے اور وہاں سے صرف مظفرنگر کی نیت سے چلا جو کہ ۳۵/میل ہے تو وہ قصر نہیں کریگا، پھر مظفرنگر سے دیوبند کا ارادہ ہوگیا تو بھی قصر نہیں کرے گا، پھر دیوبند سے سہارنپور کا ارادہ ہوگیا تب بھی قصر نہیں کرے گا، اگر چہ میرٹھ سے سہارنپور تک مسافتِ قصر ہے مگر چونکہ ابتدائے سفر کے وقت مسافتِ قصر کی نیت نہیں تھی اور درمیان میں بھی کسی جگہ سے مسافتِ قصر کی نیت نہیں کی، جہاں سے بھی نیت کی، مسافتِ قصر سے کم کی نیت کی ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ جب سے پوری مسافتِ قصر کی نیت سے سفر ہوگا تب قصر لازم ہوگا، ورنہ تھوڑی تھوڑی مسافت کی نیت سے اگر تمام دنیا میں گھوم جائے گا تب بھی قصر نہیں کرے گا(۱)۔

۲......جواب نمبر:۱ کے ضابطہ کے موافق حکم ہوگا(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۶ھ۔

مسافتِ سفر پہاڑ میں

سوال[۳۵۸۵]: پہاڑ کے سفر میں کتنے فاصلے پر آدمی مسافر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جتنے وقت میں زمین پر چلنے سے ایک منزل طے ہوتی ہے جس کی مسافت تقریباً ۱۶/میل ہے، اور تین

---

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته .... قاصداً) ولو كافراً، و من طاف الدنيا بلا قصد لم يقصر (مسيرة ثلاثة أيام و لياليها) من أقصر أيام السنة .....(بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، .... صلى الفرض الرباعيّ ركعتين) وجوباً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۲/۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب صلوة المسافر : ۲/۲۲۶، رشيديه)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ۱/۵۰۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (راجع الحاشية رقمها: ۱)

منزل کی مسافت ۴۸/میل کے قریب سے اتنے وقت میں پہاڑی راستہ جس قدر طے ہو، اس کی مقدار کو ایک منزل قرار دیا جائے گا اور تین منزل کو مسافت سفر کہا جائے گا، وہاں ۴۸/میل کو مسافتِ سفر کہنا لازم نہیں ہوگا، ہوسکتا ہے کہ اس سے نصف ہو یا کم وزیادہ ہو(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔ محمود غفرلہ۔

ملاح مقیم ہیں یا مسافر؟

سوال[۳۵۸۶]: ایک جماعت ملاحوں کی ہے جس کا دستور ہے کہ کسی بڑی آبادی شہر کی پناہ میں بازار کے متصل ندی کے کنارے جگہ خرید لیتے ہیں، گورنمنٹ کو اس جگہ کا خراج ادا کرتے ہیں، ایک مکان خواہ کرایہ کا خواہ ذاتی لیتے ہیں جس میں ان کا سردار اور سامان رہتا ہے، وہیں ان کی مسجد ہوتی ہے جس میں نماز پنجگانہ جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں، اگر کوئی مرجاتا ہے اسی شہر میں دفن کفن کرتے ہیں اور ندی کے اندر کشتیاں باندھ دیتے ہیں، خود عموماً کشتیوں کے اندر رہتے ہیں اور آنے جانے والوں سے کرایہ لے کر کشتی میں بٹھلا کر آٹھ دس میل تک پہونچادیتے ہیں اور اسی جگہ واپس آجاتے ہیں، خط وکتابت بھی مکان سے اسی پتہ سے آتی جاتی ہے، اسی طرح دو چار برس یا زیادہ روزگار کر کے گھر واپس آتے ہیں۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو شرعاً مقیم کا حکم دیا جائے گا یا مسافر کا اور نماز پوری ادا کریں یا قصر کریں؟ یہاں پر علماء کا اختلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے لوگ اگر پندرہ یوم اس جگہ پر ٹھہریں وہ جگہ ان کے لئے وطنِ اقامت ہے، جب تک کم از کم تین

---

(۱) "ويعتبر في الجبل بما يناسبه من السير؛ لأنه يكون صعوداً و هبوطاً و مضيقاً و وعراً، فيكون مشي الإبل والأقدام فيه دون سيرهما في السهل". (ردالمحتار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

"والمراد بسير البر والجبل أن يكون بالإبل و مشي الأقدام، والمراد بالإبل إبل القافلة دون البريد. وأما السير في البحر فيعتبر ما يليق بحاله، وهو أن يكون مسافة ثلاثة، فيه إذا كانت تلك الرياح معتدلةً. وإن كانت تلك المسافة بحيث في البر في يوم كما في الجبل، يعتبر كونها من طريق الجبل بالسير الوسط ثلاثة أيام، و إن كانت تقطع من طريق السهل بيوم، فالحاصل أن تعتبر المدة من أیّ طريق أخذ فيه اهـ". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشيديه)

(و كذا في فتح القدير: ۲/۳۱، باب صلاة المسافر، مصر)

یوم کی مسافت کی نیت سے وہاں سے نہیں چلیں گے اس وقت تک اِتمام کریں گے، قصر نہیں کریں گے(۱)، البتہ اگر کسی جگہ ان کو جانا ہو جو کم از کم تین یوم کی مسافت پر ہے (یعنی کشتی ہوا معتدل ہونے کے وقت آرام کے ساتھ تین یوم میں وہاں پہونچتی ہے) تو یہ لوگ قصر کریں گے، اگر اتنی مسافت سے کم سفر کریں گے تو یہ شرعی سفر نہیں اس میں قصر نہیں کریں گے:

"وأقل مسافة تتغير فيها الأحكام مسيرة ثلاثة أيام، كذا في التبيين". عالم گیری، ص: ۱۳۶۔ وفيها بعد أسطر: "والمعتبر في البحر ثلثة أيام في ريح مستوية، غير غالبة ولا ساكنة"(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲۷/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۵/ ذی الحجہ/ ۵۳ھ۔

سفرِ غیر شرعی کے درمیان سے سفرِ شرعی کی نیت کرنا

سوال[۳۵۸۷]: مسافر حالتِ سفر میں ایسی صورت میں جب کہ وہ اپنے گھر سے چلا تو شرعی مسافر بننے کی نیت نہیں تھی مگر درمیانی سفر میں اس نے شرعی مسافر بننے کی نیت کر لی تو اب وہ کس وقت سے قصر کرے؟ آیا جس جگہ پر یا بستی میں ہے وہیں قصر پڑھ لے یا اس گاؤں کے باہر نکلنے کے بعد قصر شروع کرے؟ مثلاً ایک دہلی سے شاہدرہ آیا واپس ہونے کی نیت سے مگر شاہدرہ میں کوئی صورت ایسی پیش آئی کہ وہ کلکتہ جانے لگا تو اب وہ شاہدرہ سے باہر نکل کر قصر کرے یا شاہدرہ ہی میں قصر پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شاہ درہ میں یہ شخص مسافر نہیں بلکہ یہاں سے سفر شروع کرنے کے بعد، لہٰذا شاہدرہ سے نکل کر قصر کرے

(۱) "و لا يزال على حكم السفر حتى ينوي الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر، كذا في الهداية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، سعيد)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۷، ۵۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

اورشاہدرہ میں چونکہ بحکمِ مقیم ہے لہٰذا اتمام کرے: "و لا یصیر مسافراً بالنیة حتی یخرج، و یصیر مقیماً بمجرد النیة. کذا فی محیط السرخسي، اھ". ھندیہ: ۱/۱۳۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱/۶۱ھ۔

وطنِ اصلی کب باطل ہوتا ہے؟

سوال[۳۵۸۸]: زید کا وطنِ اصلی مدہول ہے، چند وجوہات کی بنا پر وہ مدہول چھوڑ کر نظام آباد میں مع اپنے والدین کے آکر مقیم ہوتا ہے، حالانکہ مدہول میں زید کا ایک مکان بھی ہے اور اس کا تعلق بھی مدہول سے ہے۔ اب زید کو نوکری ملنے پر وہ حیدرآباد آتا ہے جب کہ اس کے والدین نظام آباد میں مقیم ہیں، اب اگر زید اپنے والدین سے ملنے نظام آباد جائے اور اپنے آبائی وطن مدہول جائے تو کیا زید مسافر کہلائے گا؟ کیا اس کو قصر نماز ادا کرنی ہوگی، وہ پوری نماز پڑھے گا؟ جب کہ نظام آباد اور حیدرآباد کا درمیانی فاصلہ ۱۵۴/میل ہے اور مدہول اور نظام آباد کا درمیانی فاصلہ ۳۰/میل ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مدہول وطنِ اصلی ہے جب تک اس کی وطنیت کو بالکلیہ ترک کر کے (مکان وغیرہ فروخت کر کے یا کسی کو دیکر) دوسرے کسی مقام کو وطن مستقل نہیں بنالیا جائے گا اس کی وطنیت ختم نہیں ہوگی، وہاں پہونچ کر پوری نماز پڑھنے کا حکم ہوگا، خواہ دور سے پہونچے یا نزدیک سے۔ ملازمت کی وجہ سے نظام آباد وطنِ اصلی نہیں بنے گا جب تک مذکورہ بالا طریقہ پر اس کو مستقل وطن نہیں بنالیا جائے گا(۲) محض والدین کے وہاں موجود ہونے کی بنا

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، : ۱/۱۳۹، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر، رشیدیه)

(و کذا في رد المحتار علی الدر المختار : ۲/۱۲۱، باب صلاة المسافر، سعید)

(و کذا في البحر الرائق : /۲۲۷، باب المسافر، رشیدیه)

(و کذا في بدائع الصنائع : ۱/۴۷۷، باب صلاة المسافر، دار الکتب العلمية بیروت)

(۲) "(الوطن الأصلي یبطل بمثله) إذا لم یبق له بالأول أهل، فلو بقي لم یبطل بل یتم فیهما".

(الدرالمختار). "(قوله: إذا لم یبق له بالأول أهل): أي وإن بقي له فیه عقار. قال: في النهر : و لو نقل =

پروہاں اتمام (پوری نماز پڑھنے) کا حکم نہیں ہوگا جب تک کم از کم پندرہ روز وہاں قیام کی نیت نہ ہو، پس اگر ۴۸/ میل یا اس سے زیادہ کی مسافت سے چل کر نظام آباد پہونچا ہوا اور پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو وہاں قصر کرنا ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند

وطنِ اصلی دو جگہ

سوال [۳۵۸۹]: ایک شخص اپنے وطنِ اصلی سے بیوی، بچے اور سامان لے کر مستقل ارادہ کرکے دوسری جگہ رہنے لگا، لیکن پہلے وطن میں اس کا سامان و جائیداد بھی موجود ہے تو کیا دونوں جگہ اس کا وطن ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سامان اور جائداد سے اگر چہ خود ہی منتفع ہوتا ہے اس سے اپنی ملکیت کو ختم نہیں کیا تو بھی اس جگہ کی وطنیت ختم ہوگئی، چونکہ دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کرلی ہے، اب وہاں سے کلیۃً منتقل ہونے کا قصد نہیں ہے تو

= أهله و متاعه و له دور في البلد، لا تبقى وطناً له، و قيل: تبقى، كذا في المحيط وغيره". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲، ۱۳۲، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۹/۲، رشيديه)

(۱) "(قوله: أو توطنه) .... فلو كان له أبوان ببلد غير مولده، وهو بالغ و لم يتأهل به، فليس ذلك وطناً له إلا إذا عزم على القرار فيه، و ترك الوطن الذي كان له قبله، شرح المنية". (رد المحتار، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإقامة: ۱۳۱/۲، سعيد)

"(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثةأيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعيّ ركعتين) .... حتى يدخل موضع مقامه أو ينوي إقامة نصف شهر بموضع صالح لها، فيقصر إن نوى) الإقامة (في أقل منه): أي في نصف شهر". (تنوير الأبصار، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲ - ۱۲۵، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲۲۶/۲، ۲۳۳، رشيديه)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، رشيديه)

وہ دوسری جگہ وطنِ اصلی بن گئی (۱)، لیکن اگر پہلی جگہ بھی بلحاظ موسم آئے اور رہنے کا قصد ہے تو دونوں جگہ وطنِ اصلی ہوجائے گی، کذا فی البحرالرائق: ۲/۱۳٦، پاکستانی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

وطنِ اقامت

سوال[۳۵۹۰]: احقر کچھ عرصہ طویل قیام کے ارادہ پر ہردوئی مع اہل وعیال مقیم ہے، درمیان میں بعض ضروری کاموں کی وجہ سے وطن وغیرہ کا سفر بھی کرنا پڑتا ہے۔ بعض مرتبہ ہردوئی میں پندرہ دن سے زائد مستقل ٹھہرنا پڑتا ہے اور بعض دفعہ کم۔ ایک صاحب نے بتلایا ہے کہ آپ ہردوئی میں مسافر ہی ہیں۔ میں نماز کیسے ادا کروں؟ میری حیثیت ہردوئی میں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

موجودہ حالت میں جب کہ آپ نے ہردوئی کو وطنِ اصلی نہیں بنایا، اور نہ اپنے وطنِ اصلی کو ترک کیا تو

---

(۱) "أن يتوطن في بلدة أخرى، وينقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً، حتى لو دخله مسافراً، لايتم". (البحر الرائق: ۲/۲۳۹، رشيديه)

"فالوطن الأصلي ينتقض بمثله لاغير، وهو أن يتوطن الإنسان في بلدة أخرى، وينتقل الأهل إليها من بلدة، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً له، حتى لو دخل فيه مسافراً، لا تصير صلوته أربعاً". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة: ۱/۴۹۸، دارالكتب العلميه، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، باب صلوة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإقامة: ۲/۱۳۱، ۱۳۲، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۱/۳۴۹، إمداديه)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۲/۱۴۹، الفصل الثاني والعشرون في صلوة السفر، غفاريه)

(۲) "وكثيرٌ من المسلمين المتوطنين في البلاد، ولهم دوروعقار في القرى البعيدة منها، يصيفون بها بأهلهم ومتاعهم، فلا بدمن حفظها أنهما وطنان له، لايبطل أحدهما بالآخر". (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشيديه)

ہردوئی آپ کے لئے وطنِ اقامت ہے، جب تک کم ازکم پندرہ روز قیام کا ارادہ نہ ہو آپ یہاں مسافر ہی رہیں گے(۱) اور مسافر کے سب احکام آپ پر جاری ہوں گے، جن صاحب نے آپ کو مسافر تشخیص کیا ہے ان کی تشخیص صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند

وطنِ اقامت میں قصر

سوال[۳۵۹۱]: میرے خویش جناب شیروانی صاحب ڈائریکٹر بورڈ کے چیئرمین ہیں، ان کا وطن آبائی قدیمی جس میں انہوں نے کبھی سکونت اختیار نہ کی ضلع علی گڑھ میں ہے، غیر آباد ہے، فیکٹری کی ملکیت میں ایک کوٹھی آلہ آباد میں ہے، ایک نینی تال میں، ایک دہلی میں، اہل وعیال کا قیام آلہ آباد والی کوٹھی میں ہے اور بظاہر سکونت احباب میں ہے، اکثر سفر درپیش رہتا ہے، قیام کسی جگہ کم رہتا ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ چودہ روز قیام کا ارادہ نہ ہو، دہلی، نینی تال میں قصر کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے قدیمی وطن سے اگر کلیۃً ہجرت نہیں کی تو وہی وطنِ اصلی ہے، وہاں پہونچکر نماز پوری پڑھیں گے خواہ ایک ہی دن رہنا ہو۔ مقاماتِ مذکورہ سے اگر کسی جگہ مستقل سکونت کی نیت نہیں، تو جب تک کسی جگہ کم ازکم پندرہ روز قیام کی نیت نہ ہو، قصر کریں گے۔ اگر مستقل قیام کی نیت ہے تو وہ وطنِ اصلی ہے، وہاں پوری نماز پڑھیں گے، محض کوٹھی یا اسبابِ معیشت کا موجود ہونا وطنیت کے لئے کافی نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۹ھ۔

---

(۱) "ویبطل وطن الإقامة بمثله، وبالوطن الأصلي". (الدر المختار). "(وقوله: ویبطل وطن الإقامة) وهو ما خرج إلیه بنیة إقامة نصف شهر". (ردالمحتار، باب صلوة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي ووطن الإمة: ۲/۱۳۹، سعید)

(وكذا في التاتار خانية، كتاب الصلاة: ۲/۱۹، إدارة القرآن، كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشيديه)

(۲) "(صلى الفرض الرباعيَ ركعتين ..... حتى يدخل موضع مقامه أو ينوي إقامة نصف شهر .... =

وطنِ اقامت کیسے باطل ہوجاتا ہے؟

سوال[۳۵۹۲]: وطنِ اقامت کے بطلان کے لئے مطلق سفر کافی ہے یا کوئی خاص سفر؟ اسی طرح مطلق وطنِ اصلی کافی ہے یا کوئی خاص صورت؟ اگر کوئی اپنا سامان اپنے وطنِ اقامت میں چھوڑ کر لوٹ کر آنے کے ارادے سے سفر کرے یا وطنِ اصلی میں چلا جائے تو وطنِ اقامت باقی رہے گا یا باطل ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سفرِ شرعی سے وطنِ اقامت باطل ہوجاتا ہے، اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وطنِ اقامت سے ہجرت کرے اور پھر کبھی یہاں آنے کا ارادہ نہ ہو۔ جس جگہ سے گیا ہے اور سامان وہاں موجود ہے، پھر جب وہ وہاں آئے گا اور پندرہ روز قیام کا ارادہ کرے گا تو وطنِ اقامت بنے گا، اس سے کم کی نیت سے وہ وطنِ اقامت نہیں بنے گا بلکہ وہ بحکمِ سفر ہی رہے گا۔ وطنِ اصلی میں داخل ہوتے ہی آدمی مقیم ہوجاتا ہے، چاہے تھوڑی دیر ٹھہرے اس کے لئے پندرہ روز کی ضرورت نہیں:

"الوطن الأصلي يبطل بمثله لا غير، و يبطل و طن الإقامة بمثله و بالوطن الأصلي وبإنشاء الخ". در مختار علی رد المحتار: ۱/۵۳۲، نعمانیہ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۶ھ۔

داماد سسرال میں قصر کرے یا اتمام؟

سوال[۳۵۹۳]: ۱...... زید کا سسرال اتنی دور ہے جتنی دور میں آدمی شرعی مسافر ہوجاتا ہے یا اس سے

= فيقصر إن نوى في أقل منه". (تنوير الأبصار) "(قوله: حتى يدخل موضع مقامه): أي الذي فارق بيوته سواء دخله بنية الاجتياز أو دخله لقضاء حاجة؛ لأن مصره متعين للإقامة، فلا يحتاج إلى نية. جوهرة". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۴، ۱۲۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۰، ۲۳۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۹، رشيديه)

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صلوة المسافر: ۲/۲۳۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

بھی دور ہے، زید اگر اپنی سسرال جائے تو زید کو وہاں پہونچ کر قصر نماز پڑھنی ہوگی، اگر پوری نماز پڑھنی ہوگی تو اس کی کیا وجہ ہے؟ قاعدہ کی رو سے وہ مسافر ہو چکا اور پھر وہ پوری نماز پڑھے اور زید کا ارادہ بھی وہاں ٹھہرنے کا دو دن یا کم وبیش کا ہے یعنی پندرہ یوم سے کم، پھر بھی وہ مسافر نہیں ہوا۔ فتاویٰ دارالعلوم جلد۴/ ۴۷۱ (۱) پر تحریر ہے: ''اگر کسی آدمی کی زوجہ گھر پر ہو اور پھر وہ آدمی سسرال کو جائے جب کہ اس کی بیوی سسرال میں نہیں ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا بلکہ مسافر رہے گا''۔ اور۴/ ۴۸۸ (۲) پر تحریر ہے کہ'' سسرال میں پہونچ کر پوری نماز پڑھے، قصر نہ کرے''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقیم رہے گا اور اوپر کے مسئلہ سے معلوم ہوا کہ مسافر رہے گا، ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ کیا مسافر ہونے کے لئے سسرال میں عورت کا ہونا ضروری ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو اگر عورت سسرال میں ہو تو زوجہ کا میکہ آدمی کی سسرال نہ رہے گا۔ اور مسافر ہونے کی کیا کیا شرطیں ہیں، ایک شرط ۴۸/ میل ہے اور اس کے علاوہ جو شرائط ہوں تحریر فرمائیں؟ اور کیا محض نکاح کی وجہ سے زید کی سسرال وطن بن جاتا ہے، جب کہ زید نہ سسرال میں رہتا ہے اور نہ آئندہ کے لئے اس کا کوئی وہاں رہنے کا مقصد ہے؟

ایضاً

سوال[۳۵۹۴] : ۲......بہشتی زیور میں مسافرت کی نماز کے بیان میں یہ لکھا ہے کہ''بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنے سسرال رہنے لگے تو اس کا اصلی گھر سسرال ہے۔ تو اگر تین منزل چل کر میکہ گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافرت کے قاعدہ سے نماز وروزہ کرے۔ اور اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کے لئے نہیں ٹھانا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہ اب بھی رہے گا'' (۳)۔ عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ عورت بیاہ کے بعد سسرال ہی میں رہتی ہے لیکن رنج وخوشی کے موقعہ پر میکہ چلی جاتی ہے۔ کیا مسئلہ مذکورہ میں یہی صورت مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......ص: ۴۸۸ کے سوال میں تصریح ہے:'' سسرال میں اگر اسی، ۸۰/کوس کا فاصلہ ہے تو زید کو سسرال

---

(۱) (فتاوی دار العلوم، کتاب الصلاة، مسائل صلاة المسافر : ۴/ ۴۷۱، مکتبه امدادیه ملتان)

(۲) (فتاویٰ دارالعلوم المصدر السابق، ص: ۴۸۸، إمدادیه ملتان)

(۳) (بهشتی زیور، حصه دوم، باب بیست و یکم، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، ص: ۱۵۹، دار الاشاعت کراچی)

پہونچ کر پوری نماز پڑھنی چاہئے یا قصر کرنا چاہئے''؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ پوری نماز پڑھے، اس کی مسافت پر شرعی سفر نہیں ہوتا۔ ص:۴۷۱ کے سوال میں سومیل کی تصریح ہے جس پر شرعی سفر کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔

یہ فرق بدیہی ہے، محض کسی جگہ نکاح کر لینے سے وہ جگہ وطنِ اصلی نہیں ہوجاتی جیسا کہ ص:۴۷۱ کے ایک سوال میں ہے کہ ''زید ساکن الٰہ آباد اور ہندہ ساکنہ سہارنپور، دونوں سفر کرتے ہوئے مرادآباد پہونچے، وہاں دونوں کا نکاح ہوگیا تو زید کا مرادآباد وطن نہ ہوگا، وہاں قصر ہی کرے گا، البتہ اگر کسی مقام جو کہ سسرال کا شہر ہے وہاں نکاح ہوا اور یہ طے پاجائے کہ باوجود نکاح کے زوجہ کو شوہر کے مکان پر رخصت کر کے نہیں بھیجا جائے گا بلکہ وہ ہمیشہ اپنے والدین کے مکان ہی پر رہے گی اور شوہر کو بھی یہیں رہنا ہوگا جس کو خانہ دامادی کہا جاتا ہے، اس صورت میں شوہر کے حق میں سسرال بھی وطنِ اصلی کے حکم میں ہے، یہاں آکر بھی اس کو اتمام کرنا ہوگا، اگرچہ مسافت طے کر کے آئے اور پندرہ روز سے کم ٹھہرنا ہو''۔

''الوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدة أخرى اتخدها داراً أو توطن بها مع أهله و ولده و ليس من قصده الارتحال عنها، بل التعيش بها، و هذا الوطن يبطل بمثله لا غير، و هو أن يتوطن في بلدة أخرىٰ وينتقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً حتى لو دخل مسافراً، لا يتمّ قيدنا بكونه انتقل عن الأول بأهله؛ لأنه لو لم ينتقل بهم و لكنه استحدث أهله في بلدة أخرى، فأما الأول لم يبطل و يتم فيهما، الخ''. البحر الرائق، ص: ۱۳۶ (۱)۔

جہاں نکاح کی یہ صورت نہ ہو وہ وطنِ اصلی کے حکم میں نہیں، مسافر ہونے کے لئے تین منزل کی مسافت تقریباً ۴۸/میل کی نیت سے جائے، وطنِ اصلی یا وطنِ اقامت کی آبادی سے خارج ہوجائے، بس اتنا ہی کافی ہے (۲)۔

---

(۱) (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشیدیہ)

(و كذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاةالمسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(۲) ''(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثةأيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً''. (تنوير الأبصار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۶، رشيديه)

۲......بعض علاقوں میں دستور ہے کہ شادی کے بعد لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر ایک دو دن کے لئے بطورِ مہمان کے جاتی ہے پھر واپس چلی آتی ہے، کچھ مدت کے بعد پھر دو چار روز کے لئے جاتی ہے اور چلی آتی ہے کچھ عرصہ تک یہی حال رہتا ہے، اس صورت میں میکہ اس کا وطنِ اصلی رہتا ہے وہ وہاں اتمام کرتی ہے اور شوہر کا مکان ابھی وطنِ اصلی نہیں بنا۔ پھر مستقلاً شوہر کے مکان پر قیام کے لئے آجاتی ہے کہ اصالۃً اب اسے یہاں رہنا ہے، بوقتِ ضرورت میکہ جانا ہوگا، اس لئے شوہر کا وطن ہی اس کا وطنِ اصلی کہلاتا ہے، اب وہاں قصر نہیں کرے گی (۱)۔ بہشتی زیور کی مراد یہی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۹۲ھ۔

سسرال میں قصر کی جائے یا اتمام؟

سوال [۳۵۹۵]: مرد اپنی سسرال میں نماز قصر پڑھے یا نہیں؟ کیا بیوی کی نمازِ سفر اور حضر ہر صورت میں شوہر کے مطابق ہے یعنی جہاں شوہر قصر پڑھے بیوی بھی قصر پڑھے اور جہاں شوہر حضر پڑھے بیوی بھی حضر پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شہر میں کسی نے شادی کی ہے اور وہاں اس کی زوجہ مستقل طور پر رہتی ہے تو وہاں قصر نہ کرے گا:

"الوطن الأصلي هو موطن و لادته أو تأهله و توطنه". در مختار۔ قال الشامي: "(قوله: أو تأهله): أي تزوجه، قال في شرح المنية: و لو تزوج المسافر ببلد و لم ينو الإقامة به، فقيل: لا يصير مقيماً، وقيل: يصير مقيماً، وهو الأوجه". ردالمحتار، ص: ۲۸۹ (۲)۔

دارومدار اقامت اور توطن پر ہے، اگر شوہر نے اپنا وطنِ اصلی چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کو وطن بنالیا ہے مگر زوجہ اسی جگہ کو جس کو شوہر نے چھوڑا ہے وطنِ اقامت بنائے ہوئے ہے، تو زوجہ اتمام کرے گی اور شوہر وہاں

(۱) (راجع البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۳۹، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب في الوطن الأصلي و وطن الإقامة: ۲/ ۱۳۱، سعيد)

(وبمعناه في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب صلوة المسافر، ص: ۴۲۹، قديمي)

پہونچ کر اگر نیتِ اقامت نہ کرے تو قصر کرے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ذیقعدہ/۵۴ھ۔

متبنیٰ ہونے سے وطنِ اصلی نہیں بنتا

سوال[۳۵۹۶]: ایک شخص نے دیوبند سے تقریباً تین سو میل کا سفر کیا اور جہاں یہ شخص گیا وہاں کا یہ متبنٰی ہے اور وہاں پر آٹھ نو روز قیام کرنے کا ارادہ ہے، آیا اس شخص کے دورانِ قیام نماز پوری ادا کرنی ہوگی یا قصر ادا کرے گا؟ اگر یہ مذکور شخص نماز پڑھادے بھول کر تو کیا حکم ہے؟ اور اگر جان کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے؟ دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے یا الگ الگ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ مقام اس کا وطنِ اصلی نہیں ہے تو صورتِ مذکورہ میں وہ قصر کرے گا اتمام نہیں کرے گا۔ اس کی امامت جائز ہے مگر قصر کرے، اتمام کرنے سے مقیم مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی (۲)، جان کر اتمام کرنے سے گناہگار بھی ہوگا، بھول کر اتمام کرنے سے گنہگار نہیں ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۲/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۲/۹۰ھ

---

(۱) "وتعتبر نية الإقامة والسفر عن الأصل دون التبع، كالمرأة و العبد والجندى .... أى المرأة تبع للزوج .... اهـ". (تبيين الحقائق، باب صلوة المسافر: ۱/۵۰۲، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۲) "ولو نوى الإقامة لالتحقيقها بل ليتم صلاة المقيمين لم يصر مقيما". قوله: "(لم يصر مقيماً)، فلوأتم المقيمون صلاتهم معه، فسدت؛ لأنه إقتداء المفترض بالمتفل". (ردالمحتار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۳۰، سعيد)

"حتى لو أتم المقيمون صلاتهم معه فسدت صلاتهم ؛ لأن هذا اقتداء المفترض بالمتنفل ولا يصح اهـ". (منحة الخالق حاشية البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر : ۲/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا فى خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۲۰۲، مجيد لاهور)

(۳) "فلو أتم مسافر إن قعد فى القعدة الأولى تم فرضه ولكنه أساء لو عامداً لتأخير السلام وترك =

داماد سسرال میں قصر کرے یا اتمام؟

سوال[۳۵۹۷]: مسافر سسرال میں قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ گھر داماد ہے یعنی یہ شرط کردی گئی کہ لڑکی ہمیشہ اپنے میکہ میں رہے گی رخصت ہوکر سسرال نہیں جائے گی تو وہاں پہونچ کر قصر نہیں کرے گا، وہ اس کے لئے وطن ہوگیا(۱)۔ اگر یہ شرط نہیں ہے تو وہاں قصر کرے گا، إلا یہ کہ نیتِ اقامت کرے یعنی کم ازکم پندرہ روز وہاں رہنے کی نیت کرلے گا تو قصر نہیں کرے گا بلکہ اتمام کرے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۵/۸۹ھ۔

= واجب القصر وواجب تكبيرة افتتاح النفل وخلط النفل بالفرض، وهذا لايحل كما حرره القهستاني بعد أن فسر "أساء" "بأثم" واستحق النار". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب صلوة المسافر: ۱۲۸/۲، سعيد)

"(فلو أتم وقعد في الثانية صح، وإلا لا): أي وإن لم يقعد على رأس الركعتين، لم يصح فرضه؛ لأنه إذا قعد فقد تم فرضه وصارت الأخريان له نفلاً كالفجر وصار آثماً لتأخيره السلام". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲۳۰/۲، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب المسافر: ۱۴۶/۱)

(۱) "الوطن الأصلي: هو وطن الإنسان في بلدة أو بلدة أخرى اتخذها داراً، أو توطن بها مع أهله و ولده، وليس من قصده الارتحال عنها، بل التعيش بها، و هذاالوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن في بلدة أخرى و ينتقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً، حتى لو دخل مسافراً لا يتم. قيدنا بكونه انتقل عن الأول بأهله؛ لأنه لولم ينتقل بهم، ولكنه استحدث أهلاً في بلدة أخرى، فإن الأول لم يبطل، و يتم فيهما". (البحرالرائق، باب المسافر : ۲۳۹/۲ رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر : ۱۴۲/۱، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ۵۰۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام، صلى الفرض الرباعي ركعتين .... حتى يدخل موضع مقامه أو ينوى نصف شهر .... فيقصر إن نوى أقل منه: أى نصف شهر". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۱۲۱/۲، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر : ۲۲۶/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ۵۱۱/۱، ۵۱۳، دارالكتب العلمية بيروت)

عورت میکہ میں اتمام کرے گی یا قصر؟

سوال[۳۵۹۸]: اگر عورت کا میکہ مسافت سفر پر واقع ہو تو عورت اپنے میکہ میں اتمام کرے گی یا قصر جب کہ بہشتی زیور(۱) میں اتمام کا فتوی ہے تو کون سا فتوی معتبر ہے؟ پھر دونوں فتووں میں تعارض کیسے پیدا ہوا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شادی کے بعد شوہر کے مکان پر ایک روز کے لئے آنا ہوتا ہے، یہ آنا عارضی ہے، جب میکہ جائے گی اتمام کرے گی، پھر جب شوہر کے مکان پر مستقل قیام کے لئے آنا ہوگا ایسی حالت میں میکہ عارضی طور پر پندرہ روز سے کم کے لئے جانا ہو تو قصر کرے گی، اس طرح تعارض رفع ہو جائے گا کیونکہ ہر دو کا محمل الگ الگ ہے(۲) دفع تعارض کے لئے تطبیق کا طریقہ بھی اور ترجیح کا طریقہ بھی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

حالتِ سفر میں حیض اور بہشتی زیور کی عبارت کی وضاحت

سوال[۳۵۹۹]: بہشتی زیور کے مندرجہ ذیل مسائل میں شک ہو رہا ہے اس کی صحیح صورت

(۱) ''مسئلہ ۲۱: بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنے سسرال رہنے لگی تو اس کا اصل گھر سسرال ہے تو اگر تین منزل چل کر میکے گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ کرے۔ اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کیلئے دل میں نہیں تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہی اب بھی اصلی رہے گا''۔ (بہشتی زیور، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، حصہ دوم، ص: ۱۵۹، دار الاشاعت، کراچی)

(۲) "(الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه (يبطل بمثله) إذا لم يبق له بالأول أهل، فلو بقي لم يبطل، بل يتم فيهما (لا غير)". (التنوير الأبصار الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، ۱۳۲، سعيد)

"والوطن الأصلي هو وطن الإنسان في بلدة .... وهذا الوطن يبطل بمثله لا غير، وهو أن يتوطن في بلدة أخرى و ينتقل الأهل إليها، فيخرج الأول من أن يكون وطناً أصلياً حتى لو دخل مسافراً، لا يتم". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

واضح فرمائیں:

مسئلہ: ”چار منزل کی نیت سے ایک عورت چلی، لیکن پہلی دو منزلیں حیض کی حالت میں گزری تب بھی مسافر نہیں ہے، اب نہادھو کر پوری چار رکعت پڑھے، البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد بھی وہ جگہ اگر تین منزل پر یا چلتے وقت پاک تھی راستہ میں حیض آ گیا ہو تو وہ البتہ مسافر ہے، نماز مسافر کی طرح پڑھے۔

”حاشیہ نمبر: ۷ لحدیث الحائض، وھی لمقصد ھا یومان تتم فی الصحیح“. شرح التنویر ۸۳۳/۱(۱) تاج بهشتی زیور مکمل و مدلل ۴۲/۲ (۲)۔

بعض لوگ عبارتِ بالا سے درج ذیل تین صورتیں سمجھ رہے ہیں:

۱-حیض کی حالت میں شرعی حد کی مسافرت میں نکلی، جہاں جاکر حیض منقطع ہوگیا اگر وہاں ٹھہر جائے یا اس سے آگے تین منزل سے کم اَور جانا ہو تو دونوں صورت میں مسافر نہیں پوری نماز پڑھے خواہ کلکتہ سے دہلی جاکر یہ بات ہو یا بمبئی جاکر وغیرہ وغیرہ۔

۲-مذکورہ عورت کو دمِ حیض منقطع ہونے کے بعد اگر آگے تین یا اس سے زائد منزلیں جانا ہو تو وہ مسافر ہے، مسافروں کی سی نماز پڑھے(۳)۔

۳-اگر گھر سے پاک نکلی تھی اور راستے میں حیض آ گیا تو بھی مسافر ہے اور مسافروں کی طرح نماز پڑھے دم منقطع ہونے کے بعد۔ کیا یہ صحیح ہے، اگر نہیں تو عبارتِ بالا کا صحیح مطلب کیا ہے اور مفتی بہ قول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جی ہاں! یہ تینوں صورتیں اس مسئلہ میں داخل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

---

(۱) (الدر المختار، باب صلاۃ المسافر [فروع] : ۱۳۵/۲، سعید)

(۲) (بهشتی زیور، حصه دوم، باب بست ویکم، مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان، ص: ۱۵۸، دار الإشاعت، کراچی)

(۳) ”طهرت الحائض و بقی لمقصدها یومان، تتم فی الصحیح کصبی بلغ“. (الدر المختار). ”(قوله: تتم فی الصحیح) کذا فی الظهیریة. قال: و کأنه لسقوط الصلاة عنها فیما مضی، لم تعتبر حکم السفر فیه، فلما تأهلت اعتبر من وقته“. (ردالمحتار، باب صلاۃ المسافر [فروع] : ۱۳۵/۲، سعید) ....=

سفر میں بے وضو پڑھی گئی واجب الاعادۃ نماز میں قصر کا حکم

سوال[۳۶۰۰]: اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھی اور اسی وقت کے اندر سفر کیا پھر عصر کی اپنے وقت کے اندر نماز پڑھی پھر سفر کو سورج غروب ہونے سے پہلے ترک کردیا، پھر یاد آیا کہ اس نے ظہر وعصر کی نماز بے وضو پڑھی تھی، تو اب وہ کونسی نماز قصر پڑھے اور کونسی نماز پوری پڑھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ظہر کی نماز قصر کرے کیونکہ اس وقت مسافر تھا، عصر کی نماز پوری پڑھے کیونکہ اس وقت سفر ختم کرچکا تھا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۰/۲۳ھ۔

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ سفر شرعی ہو (مسافتِ قصر سفر نہ ہو)۔ فقط۔

بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۰/۲۳ھ۔

سفر میں قصر واتمام کی صورتیں

سوال[۳۶۰۱]: ایک شخص اپنی ملازمت کے فرائض کی تکمیل میں اپنے ہیڈ کوارٹر مثلاً سہارنپور میں تعینات ہے اور ہیڈ کوارٹر کے باہر اکثر دورہ پر رہتا ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک یا دو روز کے خیال سے باہر گیا اور زیادہ عرصہ میں کام پڑ جانے پر واپس آیا، اس مقام سے کسی دوسرے مقام کو جانا پڑ گیا، یا امید کے خلاف کم عرصہ میں ہیڈ کوارٹر کو واپس آیا، کام گو زیادہ تر باہر ہی رہنے کا ہے اور روانگی و واپسی و باہر کے قیام اور اس کے فاصلے کا کوئی یقین نہیں ہے، شاید سال بھر میں ہفتہ دو ہفتہ کے لئے بیک وقت برابر ہیڈ کوارٹر پر رہنے کا موقع ملتا ہو۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، قبيل باب الجمعة: ۱/۳۳۷، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "(والقضاء يحكي الأداء سفراً و حضراً". (الدرالمختار). "(قوله: سفراً و حضراً): أي فلو فاتته صلاة السفر و قضاها في الحضر، يقضيها مقصورةً كما لو أداها، و كذا فائتة الحضر تقضى في السفر تامةً، اهـ". (ردالمحتار، باب صلوة المسافر، مطلب في الوطن الأصلي: ۱۳۵/۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر: ۱۴۱/۲، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۱/۱۶۷، مكتبه شركة علمية ملتان)

اندریں حالات نماز کے متعلق رجوع ہے کہ نماز قصر کن صورتوں میں کی جائے اور قصر سنن پر بھی اثر انداز ہوگا یا نہیں؟ جواب مفصل وشافی عطاء فرمایا جاوے۔

معرفت: حافظ خالد گنگوہی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

وطنِ اصلی یا وطنِ اقامت (یعنی جہاں پندرہ یوم کے قیام کا قصد ہو) سے جب سفر شروع ہو تو دیکھنا چاہئے کہ کتنی دور چلنے کا مصمم ارادہ ہے، اگر کم از کم تین منزل چلنے کا قصد ہے خواہ یکدم خواہ بیچ میں ٹھہرتے ہوئے (بشرطیکہ پندرہ یوم سے کم ٹھہرنے کا قصد ہو) تو قصر کرنا یعنی چار رکعت والے فرض کو دو پڑھنا ضروری ہے (۱) اگر تین میل چلنے کا قصد نہیں بلکہ کم کا ہے تو قصر جائز نہیں اسی طرح اگر تین منزل چلنے کا قصد ہے لیکن نہ بیچ میں کسی ایسی جگہ کم از کم پندرہ یوم ٹھہرنے کا قصد ہے کہ جو تین منزل سے کم ہے تب بھی اس سفر میں قصر جائز نہیں اور اس جگہ سے چلنے کے لئے قصر کے لئے وہی مسافت معتبر ہوگی (۲)۔

اگر ابتدائے سفر میں تین منزل کا ارادہ ہے لیکن تین منزل پوری ہونے سے پہلے اتفاقاً واپسی کا ارادہ ہوگیا تو واپسی کے ارادہ سے پہلے قصر کرنا چاہئے واپسی کے بعد قصر نہیں بلکہ اتمام ہے (۳)، اگر ابتدائے سفر میں تین منزل سے کم کا قصد تھا لیکن کسی مقام پر پہونچ کر اتفاقاً تین منزل یا اس سے زائد کا قصد ہوگیا تو اس قصد سے

---

(۱) (راجع، ص: ۵۰۵، رقم الحاشية: ۳)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً و لو كافراً، و من طاف الدنيا بلاقصدٍ، لم يقصر .... (أو ينوى) ولو في الصلاة ...... (إقامة نصف شهر) ...... لو دخل الحاجُ الشام وعلم أنه لا يخرج إلا مع القافلة في نصف شوال، أتم؛ لأنه كناوى الإقامة (بموضع) واحد". (التنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۵، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۶، رشيديه)

(۳) "وقالوا: إنما يشترط دخول المصر للإتمام إذاسار ثلاثة أيام فصاعداً، و أما إذا لم يسر ثلاثة أيام، فيتم بمجرد الرجوع إلى وطنه وإن لم يدخله؛ لأنه نقض السفر قبل الاستحكام، إذ هو يحتمل النقض".

(تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۴، سعيد)

پہلے قصر نہ تھا، اس قصد کے بعد قصر ہوگا(۱)۔ اگر کسی مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھی جائے تب قصر جائز نہیں(۲) ہر حال میں اتمام ضروری ہے۔

سفر میں قصر فرائض میں ہوگا سنن میں قصر نہیں، اگر چلتے چلتے سفر میں نماز کے لئے کچھ دیر ٹھہرنے کی نوبت آئے تو ایسے وقت سنن کی ادائیگی کا حکم باقی نہیں رہتا اور پندرہ یوم سے کم کسی جگہ حالتِ سفر میں ٹھہرنے کے وقت سنن کو بھی ادا کرنا چاہئے۔ تین منزل کی تعیین میں اختلاف ہے، متوسط منزل سولہ میل کی ہوتی ہے، تو ۴۸/میل مسافتِ سفر ہوئی اور بعض اس سے زیادہ طویل کہتے ہیں بعض قصیر، اس کا مدار عرف پر ہے۔

"من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعيّ ركعتين، و لو عاصياً بسفره، حتى يدخل موضع مقامه أو ينوي إقامة نصف شهر بموضع صالح لها، فيقصر إن نوىٰ أقل منه، و يأتي بالسنن إن كان في حال أمن و قرار، وإلالا". تنوير: ۱/۸۲۸(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

قصر واتمام

سوال[۳۶۰۲]: ا...... بندہ ایک عرصہ سے آلہ آباد میں دینی کام کرتا ہے، وطنِ اصلی بارہ بنکی ہے،

(۱) (راجع الحاشية رقمها: ۱)

(۲) "(وإن اقتدى مسافر في الوقت، صح وأتم) هكذا روي عن ابن عباس وابن عمر، ولأنه تبع لإمامه، فيتغير فرضه إلى أربع كما يتغير بنية الإقامة لاتصال المغير بالسبب وهو الوقت". (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(۳) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۳۸، ۱۳۹، رشيديه)

عموماً پندرہ بیس دن آلہ آباد میں رہتا ہے اور تین چار دن کے لئے بارہ بنکی چلا جاتا ہے۔ غرضیکہ قیام کی کوئی خاص نیت نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک اندازہ ہوتا ہے کہ پندرہ بیس دن رہوں گا، کبھی آٹھ ہی دن میں چلا جاتا ہوں، اس وقت مجھے نماز قصر پڑھنی پڑے گی یا پوری؟

۲......کبھی پندرہ دن کی نیت ہوتی ہے، لیکن آس پاس کے دیہاتوں میں گزرتا ہے دن اور رات، آلہ آباد میں قصر ہوگی یا نہیں؟ نیز جو نماز دیہاتوں میں پڑھی اس میں قصر ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......بارہ بنکی میں آپ جب داخل ہوں گے، پوری نماز پڑھیں گے خواہ وہاں ایک ہی نماز کے بقدر قیام ہو، آلہ آباد میں اگر پندرہ روز مسلسل قیام کی نیت ہو تو وہاں بھی پوری نماز پڑھیں گے اگر چہ پندرہ روز کی نیت کی صورت میں پہلے سفر کی نوبت آجائے (۱)، اگر پندرہ روز سے کم قیام کی نیت ہو تو وہاں نماز قصر کریں گے (۲)۔

۲......اگر آلہ آباد میں پندرہ روز قیام کی نیت ہے مگر درمیان میں آس پاس دیہات میں جانے کی ضرورت پیش آگئی جو کہ سفرِ شرعی سے کم مسافت پر واقع ہیں تب بھی پوری نماز پڑھی جائے گی (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

---

(۱) "(حتى يدخل مصره أو ينوى الإقامة نصف شهر في بلد أو قرية) متعلق بقوله: (مصر) أي قصر إلى غاية دخول المصر أو نية الإقامة في موضع صالح للمدة المذكورة فلا يقصر، أطلق في دخول مصره، فشمل ما إذا نوى الإقامة به أو لا". (البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۰، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۴، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(فيقصر إن نوى) الإقامة (في أقل منه): أي في نصف شهر". (الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۵، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "(قوله: لو نوى مبيته بأحدهما) فإن دخل أولاً الموضع الذى نوى المقام فيه نهاراً، لا يصير مقيماً، =

مسافر کو اتمام

سوال[۳۶۰۳]: اگر مسافر سہو سے چار رکعت پڑھ جاوے پھر بعد میں یاد آوے تو یہ نماز ہو جاوے گی یا یہ لوٹا کر پھر پڑھے گا؟ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سہواً سفرِ شرعی کی حالت میں اتمام کیا اور قعدۂ اُولیٰ بھی کیا تو فرض ادا ہو گیا لیکن تاخیرِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہے، اگر سجدۂ سہو نہیں کیا تو نماز کا اعادہ کرنا چاہئے:

"فإذا أتم الرباعية والحال أنه قعد القعود الأول قدر التشهد، صحت صلاته مع الكراهة، لتأخير الواجب، وهو السلام عن محله، إن كان عامداً، فإن كان ساهياً يسجد للسهو". مراقی الفلاح مختصراً (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۴/۱۰/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

= وإن دخل أولاً مانوى المبيت فيه، يصير مقيماً، ثم بالخروج إلى الموضع الآخر لا يصير مسافراً؛ لأن موضع إقامة الرجل حيث يبيت به، حلية. (قوله: أو كان أحدهما تبعاً للآخر) كالقرية التي قربت من المصر بحيث يسمع النداء .... وفي البحر: لو كان الموضعان من مصرٍ واحدٍ أو قرية واحدةٍ، فإنها صحيحة؛ لأنهما متحدان حكماً، ألا ترى أنه لو خرج إليه مسافراً لم يقصد". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۱۲۶/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر : ۲۳۳/۲، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۶، قديمي)

(۱) (مراقي الفلاح، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۵، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۱۲۸/۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ۵۱۱/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

ایضاً

سوال[۳۶۰۴]: زید دیوبند سے سفرِ شرعی پر گیا وہاں اس نے قصر کیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی نماز پڑھائی مگر اسے سفر کا کوئی خیال نہ تھا، کیا اس کا نماز پڑھانا اور خود چار رکعت پڑھنا کیسا ہے؟ کیا ان لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں، یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہاں تک سفر کا اطلاق بھی ہوسکتا ہے یا نہیں، یا سفر میں بھی قصر یا غیر قصر کی نیت کرنا ہوگی یا نہیں، نیت کے بارے میں ضرور روشنی ڈالیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب مسافت سفرِ شرعی کا قصد کر کے آدمی چلے تو اس کے لئے قصر کرنا واجب ہوتا ہے، تنہا نماز پڑھے یا امام ہو کر پڑھائے، اتمام کی اجازت نہیں(۱)، اگر خیال سفر نہ رہے یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اتمام کرلیا اور دو رکعت پر قعدہ بھی کیا ہے تو دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہو کر نماز ہوگئی لیکن جب مقیم نے اس کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے اس کو اپنی نماز لوٹانی چاہئے (۲)، امام کو چاہئے کہ مقتدی کو خبر کردے کہ فلاں روز فلاں وقت جس نے میرے پیچھے نماز پڑھی وہ اپنی نماز لوٹالے، میں مسافر تھا، نیت اتنی کافی ہے کہ ''فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے اللہ کے لئے پڑھتا ہوں''۔ پھر امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم ہے تو دو رکعت پر سلام پھیر دے اور امام

---

(۱) ''من خرج من عمارة موضع إقامته .... مسيرة ثلاثة أيام ولياليها .... صلى الفرض الرباعيّ ركعتين وجوباً''. (الدرالمختار). ''(قوله: وجوباً) فيكره الإتمام عندنا''. (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱-۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۵، ۲۳۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يصير به المقيم مسافراً: ۱/۲۶۷، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) ''(ولونوى الإقامة لالتحقيقها بل ليتم صلاة المقيمين، لم يصر مقيماً)''. (الدرالمختار). ''(قوله: لم يصر مقيماً) فلو أتم المقيمون صلاتهم معه، فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل''. (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰)

(وكذا في منحة الخالق حاشية البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۱/۲۰۲، امجد اكيڈمی، لاهور)

7 کے بعد مقتدی مقیم اپنی دو رکعت پوری کرلے مگر ان دو رکعت میں نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے بلکہ اتنی دیر خاموش کھڑا ہو کر سجدہ کر کے نماز پوری کرلے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۲۱ھ۔

امام مسافر کا اتمام کرنا

سوال[۳۶۰۵]: چه می فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرع مفتین اندریں مسئله که شخصے بحالتِ سفر نمازِ خود را بجائے دو رکعت چار رکعت ادا نمود عمداً یاسهواً، منفرد باشد، یاامام، و در هر دو صورت مسئله مذکور بحکمِ شرع چه حکم دارد، آیا نمازش بحالتِ انفرادِ خود را ادا نمود؟ دریں صورت مع احتمالات و هر چه حکم دارد، مفصل و مشرح با دلائلِ واضحه تحریر فرموده ممنون فرمائید . بینوا وتوجروا .

المستفتی خلیل الرحمٰن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسافرِ شرعی کے لئے اتمام جائز نہیں بلکہ صلوٰۃ رباعی کو دو پڑھنا ضروری ہے: "صلی (المسافر) الفرض الرباعیّ رکعتین وجوباً". در مختار: ۱/۱۰۷ (۲)۔ اگر مسافر نے اتمام کیا ہے اور قعدۂ اُولیٰ بھی کیا ہے تو اس کے فرض ادا ہو گئے لیکن یہ مکروہ ہے اور سجدۂ سہو واجب ہے، اگر عمداً ایسا کیا ہے تو گنہگار ہوگا اور

(۱) "وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت، فإذا قام (أي بعد سلام الإمام) إلى الإتمام، لايقرأ".
(الدرالمختار مع تنوير الأبصار، باب صلوة الماز: ۲/۱۲۹، سعيد)

"وإذا صلى المسافر بالمقيم ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم؛ لأن المقتدى التزم الموافقة في الركعتين، فينفرد في الباقي كالمسبوق، إلا أن أنه لايقرأ في الأصح". (البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

اعادہ واجب ہوگا: "فلو أتم المسافر إن قعد فی القعدة الأولی، تمّ فرضه ولكنه أساء لو عامداً لتاخير السلام". در مختار: ۱/۵۳۰، نعمانیه(۱)۔

دورکعت ایسی صورت میں فرض ہونگی اور دونفل و مازادنفل، اگر امام نے حالتِ امامت میں اتمام کیا ہے اور مقیم مقتدیوں نے اخیر کی دورکعت میں بھی امام کا اقتداء کیا ہے تو مقتدیوں کی نماز فرض نہیں ہوئی: "فلو أتم المقيمون صلوتهم معه، فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل، ظهيرية: أی إذا قصدوا متابعته". شامی: ۱/۵۳۱ (۲)۔

اگر مقتدیوں نے اخیر کی دورکعت میں امام کا اقتداء نہیں کیا تو مقتدیوں کی نماز درست ہوگی: "أما لو نووا مفارقته ووافقوه صورةً، فلا فساد، أفاده الخير الرملی" (۳)۔

اگر مسافر نے قعدۂ اولیٰ نہیں کیا تو فرض ادا نہیں ہوئے بلکہ تمام نماز نفل ہوگی: "وإلا لم يقعد (فی القعدة الأولیٰ) بطل فرضه، و صار الكل نفلاً" (٤)۔

اگر مسبوق کو اپنا مسبوق ہونا یاد نہیں تھا بلکہ دوسرے کے اشارہ سے کھڑا ہوا ہے کچھ توقف نہیں تو ان کی نماز فاسد ہوگئی، اگر اشارہ کے بعد خود یاد آ گیا، اور کچھ توقف کر کے کھڑا ہوگیا، تو نماز فاسد نہیں ہوئی:

"والصحيح قولهما عملاً بقصد المتكلم حتى لو امتثل أمر غيره، فقيل له: تقدم، فتقدم .... فسدت، بل يمكث ساعةً، ثم يتقدم برأيه". درمختار: ۱۸۱(۵)۔ قال الطحطاوی:

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، سعيد)

(و كذا فی البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۰، رشيديه)

(و كذا فی تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، سعيد)

(و كذا فی منحة الخالق على البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۸، رشيديه)

(۳) (الدر المختار، المصدر السابق)

(۴) (الدر المختار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۸، سعيد)

(۵) (الدر المختار، باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها: ۱/۶۲۲، سعيد)

"(قوله: فقيل له: تقدم فتقدم) الفساد فيه ظاهر"(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود عفی عنہ، ۵/۱/۵۲ھ۔

بندہ: عبدالرحمٰن غفرلہ، عبداللطیف ۱۰/۱/۵۲ھ۔

امام مسافر نے اتمام کرلیا تو کیا حکم ہے؟

سوال[۳۶۰۶]: حضرت رائے پوریؒ کے خلیفہ مولانا آزاد آئے ہوئے تھے انہوں نے غلطی سے پوری نماز ظہر پڑھ دی، حالانکہ وہ قصر کررہے تھے تو اب نماز ہوگی یا نہیں؟ بعد میں انہوں نے اعلان بھی کردیا تھا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر دو رکعت پر قعدہ کرکے بھول کر کھڑے ہوگئے اور چار رکعت پوری کرلی تو فرض ادا ہوگیا، امام کا بھی اور مسافر مقتدیوں کا بھی (۲)، لیکن وقت کے اندر اعادہ لازم ہے اور وقت گزرنے جانے کے بعد اعادہ لازم نہیں (۳)۔ اور جو مقتدی مقیم تھے ان کی نماز نہیں ہوئی، ان کو بہرصورت اعادہ لازم ہے وقت باقی ہو یا ختم

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب مايفسد الصلاة و مايكره فيها: ۲۶۴/۱، دار المعرفة بيروت)

(۲) "(فلو أتم مسافر، إن قعد في) القعدة (الأولى، تم فرضه، و) لكنه (أساء) لوعامداً، لتأخير السلام وترك واجب القصر، وواجب تكبيرة افتتاح النفل و خلط النفل بالفرض". (الدر المختار).

"(قوله : لتأخير السلام)........... إذا صلى خامسةً بعدالقعود الأخير، يضم إليها سادسة، ويسجد للسهو، لتركه السلام .... و مسألتنا نظير الأولى لا الثانية، أفاده الرحمتي". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۱۲۸/۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ۵۱۱/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "والوجوب مقيد بما إذا كان الوقت صالحاً حتى ان من عليه السهو في صلاة الصبح إذا لم يسجد حتى طلعت الشمس بعد السلام الأول، سقط عنه السجود". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في سجود السهو : ۱۲۵/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب سجود السهو : ۷۹/۲، سعيد)

ہوگیا ہو(۱)۔ اگر دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو فرض ادا نہیں ہوا، نہ امام کا نہ مقتدیوں کا، دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۷/ ۸۷ھ۔

ایضاً

سوال[۳۶۰۷]: اگر کوئی مسافر جس پر قصر واجب تھا امام ہو اور پوری چار رکعت مقیم مقتدیوں کو پڑھادے تو مقیم مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ درمختار میں لکھا ہے کہ نہیں ہوگی اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ مسافر پر دو ہی رکعت واجب تھی اس نے جو چار رکعت پڑھی ہیں اس کی دو رکعت فرض ہوگئی اور باقی دو رکعت نفل ہوگی، مقتدیوں کی چونکہ چاروں رکعتیں فرض ہیں باقی دو رکعتیں ان کی نفل پڑھانے والے کے پیچھے ادا ہوئی اور مسئلہ کی رو سے نفل پڑھانے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز نہ ہوگی، اس لئے مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔ اگر وہی مسافر امام بن کر دو رکعت نماز کا اعادہ کرے اور مقیم مقتدی اس کی اقتداء کریں تو بھی مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی کیونکہ پہلی نماز میں مسافر امام کے فرض ادا ہوچکے ہیں اور اب اس کے ذمہ فرض نہیں، اور مقتدیوں کے ابھی فرض ادا نہیں ہوئے، اس لئے مقیم مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔

اب آپ فرمائیں کہ اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ مجھے اس میں جہاں مغالطہ ہوا ہے کتب کی وضاحت کریں، کیونکہ میں آپ کے سامنے ایک مبتدی کی حیثیت رکھتا ہوں اور مسئلہ ہذا میں تصحیح کا متمنی ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسئلہ تو صاف ہے، وجہِ مغالطہ کی شرح کریں تو معلوم ہو۔ مسافر امام نے جب دو رکعت پر قعدہ کیا اور

---

(۱) "(قوله: لم يصر مقيماً) فلو أتم المقيمون صلاتهم معه، فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل، ظهيرية: أى إذا قصدوا متابعته". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۳۰/۲، سعيد)

(وكذا فى منحة الخالق على البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۸/۲، رشيديه)

(۲) "(وإن لم يقعد، بطل فرضه) و صار الكل نفلاً". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار: ۱۲۸/۲، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۰/۲، رشيديه)

(وكذا فى تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۵۱۱/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

چار پوری کی دو فرض ہوئیں اور دو نفل، جو مقتدی مقیم تھے ان کی نماز آخری دو رکعتوں میں صحیح نہیں ہوئی، کیونکہ اقتداء المفترض خلف المتنفل ناجائز ہے، اب امام نے جب اسی نماز کو دوبارہ پڑھا اور دو ہی پر سلام پھیر دیا تو اس کی نماز میں خلط النفل بالفرض کی وجہ سے جو اساءت ہوتی تھی اس کی مکافات ہوگئی، یہ نماز اس کے حق میں پہلی نماز کے لئے ہوئی اور فریضہ پہلی ہی نماز میں پورا ہو چکا تھا۔ مقتدیوں کا فریضہ پہلی نماز میں فاسد ہوگیا تھا اس لئے ان کی دوسری نماز فرض ہوئی جو کہ اقتداء الفرض خلف المتنفل کی وجہ سے پھر فاسد ہوگئی:

"(فلو أتم مسافر إن قعد في) القعدة (الأولى، تم فرضه و) لكنه (أساء) لوعامداً لتأخير السلام وترك واجب القصر، وواجب تكبيرة الافتتاح النفل، و خلط النفل بالفرض، وهذا لا يحل، كما حرره القهستاني بعد أن فسّر "أساء" بأثم و استحق النار. و ما زاد نفل كمصلي الفجر أربعاً، اهـ". درمختار(۱)۔ "والمختار أن الإعادة لترك واجبٍ نفلٌ جابرٌ، والفرض سقط بالأولىٰ؛ لأن الفرض لا يتكرر، اهـ". طحطاوی، ص: ۱۲۴ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۸ھ۔

نمازِ قصر

سوال[۳۶۰۸]: قصر نماز پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ مثلاً ظہر کی نماز قصر پڑھنا ہے تو نیت کس طرح کرنا چاہیے؟

عبدالمجید، بمبئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بس نمازِ ظہر کی نیت کر کے دو رکعت ادا کرے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۸/۲، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۵۱۱/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۰/۲، رشيديه)

(۲) (الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، فصل في واجب الصلاة، ص: ۲۴۸، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۴۵۷/۱، سعيد)

(۳) "(ولا بد من التعيين عند النية (فرض) أنه ظهر أو عصر قرنه باليوم أو الوقت أو لا، هو الأصح".=

مسافر اگر اسی روز لوٹنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ قصر کرے گا

سوال[۳۲۰۹]: مسافر ایک ہزار میل کے ارادہ سے گھر سے نکلا اور اسی روز واپسی کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو یہ قصر کرے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک وہ اپنے گھر واپس نہیں پہونچے گا قصر کرے گا، اس روز کی جو جو نمازیں وطن سے باہر پڑھے محض اس روز واپسی کے ارادہ کی وجہ سے پوری نہ پڑھے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

مسافر کے حق میں سننِ رواتب کا حکم

سوال[۳۲۱۰]: ۱:.....مسافر کے لئے سنتوں کا کیا حکم ہے؟

۲.....زید کہتا ہے کہ سفر میں سنتیں نفل کے حکم میں ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟

۳.....ایک صاحب کا کہنا ہے کہ مسافر کے لئے سنتیں معاف ہیں۔ آیا ایسا کہنا کیا ہے؟

۴.....سفر کے علاوہ اور بھی کسی حالت میں سنتیں معاف ہیں؟

مذکورہ چاروں جزئیات میں علمائے دیوبند کا کیا خیال ہے؟ مطلع فرمائیں۔

= (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب شروط الصلوة: ۴۱۸/۱، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير: الشرط السادس في النية، ص: ۲۴۹، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثالث في شروط الصلوة، الفصل الرابع في النية: ۶۵/۱، رشيديه)

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثةأيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعيّ ركعتين حتى يدخل موضع مقامه) إن سار مدة السفر".

(الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۱/۲، ۱۲۴، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر: ۲۲۶/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۵۰۷/۱، ۵۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

حدیث پاک میں سنتوں کی تاکید آئی ہے اور بلا عذر تارک السنۃ کے لئے شفاعت سے محرومی کی وعید ہے جہاں تک ہو سکے سنتوں کی پابندی کریں (۱) مسافر اگر تشویش اور انتشار کی حالت میں نماز پڑھتا ہے جیسے پلیٹ فارم پر گاڑی کا وقت قریب ہے، مسافروں کا ہجوم ہے، یا کسی جگہ چلتے چلتے بس ٹھہری اور بہت جلد روانہ ہو جانے والی ہے تو ایسی حالت میں وہ فرائض پر اکتفاء کرے کہ شریعت نے اس کو سہولت کی خاطر چار رکعت فرض کی جگہ دو ہی کو فرض قرار دیا تو سنتیں نہ پڑھنے پر کوئی پکڑ نہ ہوگی۔ اور جب سکون کی حالت میں ہو مثلاً کسی شہر میں آٹھ دس روز کے لئے ٹھہرا ہوا ہے اور ہر طرح اطمینان ہو تو سنتیں ترک نہ کرے، مسافر کے لئے سنن کا تاکد نہیں ہے۔ کوئی مریض لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہے یا بیٹھ کر پڑھتا ہے، زیادہ دیر نہیں بیٹھ پاتا اس کے حق میں بھی سنتوں کا تاکد نہیں ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۹/۹/۱۸ھ۔

سفر میں سنتوں کا قصر

سوال [۳۶۱۱]: سفر کی حالت میں جب کہ فرائض نماز کا قصر کیا جائے، سنتوں کا قصر کیا جائے، یا وہ پوری پڑھنی چاہئیں، یا بحالتِ سفر قصر فرائض نماز کی حالت میں وہ معاف ہیں، یا ان کا نہ پڑھنا نقص نماز کا

---

(۱) "عن أم حبيبة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من صلى في يوم ثنتي عشرة ركعةً تطوعاً، بني له بهن بيت في الجنة". (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، أبواب التطوع و ركعات السنة: ۱۸۵/۱، امداديه ملتان)

"(و) السنن (آكدها سنة الفجر) اتفاقاً، ثم الأربع قبل الظهر في الأصح، لحديث: "من تركها لم تنله شفاعتي، ثم الكل سواء". (الدر المختار، باب الوتر والنوافل: ۱۲/۲، سعيد)

(۲) "(ويأتي) المسافر (بالسنن) إن كان (في حال أمنٍ وقرار، وإلا) بأن كان في خوف و فرار (لا) يأتي بها، هو المختار؛ لأنه ترك لعذر". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲۲۹/۲، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱۳۹/۱، رشيديه)

موجب ہوگا؟ کیوں کہ اگر سنتیں بدستور رہیں تو سفر کی حالت میں صرف فرائض کا قصر کرنا اللہ میاں کی طرف سے پوری اعانت نہ ہوئی۔

ظفر احمد سائل۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسافر بر سرِ سفر ہے اور کسی جگہ نماز کے لئے ہی ٹھہرا ہے تو اس کو سنتیں پڑھنے کی ضرورت اور تاکید نہیں، تاہم اگر عجلت نہ ہو تو پڑھنا افضل ہے، البتہ اگر کسی جگہ مقیم ہے مثلاً دو، چار روز کے لئے ٹھہرا ہوا ہے تو اس کو پوری سنتیں پڑھنا چاہئیں، یہی قول راجح ہے، ورنہ اقوال اور بھی ہیں:

"و يأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمنٍ و قرار، و إلا بأن كان في خوف و فرار لا يأتي بها، هوالمختار". در مختار۔ قال الشامي: "قيل: الأفضل الترك ترخيصاً، و قيل: الفعل تقرباً، و قال الهندواني: الفعل حال النزول، والترك حال السير. وقيل: يصلي سنة الفجر خاصةً، و قيل: سنة المغرب أيضاً، بحر. قال في شرح المنية: و الأعدل ما قاله الهندواني، اهـ. قلت: والظاهر أن ما في المتن هو هذا، وأن المراد بالأمن والقرار النزولُ، و بالخوف والفرار السَّير، لكن قدمنا في فصل القراءة أنه عبر عن الفرار بالعجلة؛ لأنها في السفر يكون غالباً من الخوف، تأمل". شامی: ۸۲۸/۱(۱).

دراصل مغرب کے علاوہ ہر نماز دو دو ہی رکعت تھی بعد ہجرت صلوۃِ حضر میں اضافہ ہوا سوائے فجر کے اور صلوۃِ سفر اپنی اصلی حالت پر برقرار رہی، کما في حديث عائشة رضي الله تعالىٰ عنها في الصحيحين: "قالت: فُرضت الصلوة ركعتين ركعتين، فأقرت صلوة السفر، و زيدت في صلوة الحضر". و في لفظ البخاري: "قالت: فُرضت الصلوة ركعتين ركعتين، ثم هاجر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ففرضت أربعاً و تركت صلوة السفر على الأول". ردالمحتار: ۵۲۷/۱ نعمانيه(۲).

---

(۱) (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۳۱/۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاةالمسافر: ۱۳۹/۱، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، باب المسافر: ۲۲۹/۲ رشيديه)

(۲) (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۳/۲، سعيد) ....=

اورسنت جب پڑھی جائیں گی تو پوری پڑھی جائیں گی ان کا قصر نہ ہوگا، جیسا کہ فجر، مغرب ووتر کا قصر نہ ہوگا، قال الشامی تحت قول الدر: "(صلی الفرض الرباعی رکعتین): احترز بالفرض عن السنن والوتر، و بالرباعیّ عن الفجر والمغرب"(۱)۔

جو بات جس طرح شریعت میں مذکور ووارد ہو اس کو اسی طرح مان لینا چاہئے، اپنی رائے اور قیاس کو اس میں دخل دینا شانِ عبدیت کے منافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/صفر/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/صفر/۵۳ھ۔

سفر میں سنتیں

سوال[۳۶۱۲]: کیا سفر میں سنتیں معاف ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر گاڑی کی آمد یا روانگی کے وقت ہجوم کی حالت ہو کہ سوار ہونا یا اترنا دشوار ہو اور گاڑی چھوٹ جانے کا اندیشہ قوی ہو، ایسے وقت نماز پڑھی جائے تو سنتوں کا تاکد نہیں رہتا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسافر کے لئے جمعہ، تراویح اور قصر

سوال[۳۶۱۳]: میں روڈویز کنڈکٹر ہوں، کیرانہ گھر ہے، روزانہ کیرانہ سے دہلی جاتا ہوں اور دہلی سے روڑکی جاتا ہوں، کیا میں اس صورت میں روزانہ نماز سفر پڑھوں گا یا نہیں؟ سفر کی نماز گھر سے چلتے ہی شروع

=(والحدیث أخرجه الإمام مسلم فی صحیحه فی کتاب صلوۃ المسافرین و قصرها: ۱/۲۴۱، قدیمی)

"وعن عائشة أم المومنین رضی الله تعالیٰ عنها قالت: فرض الله الصلاة حین فرضها رکعتین رکعتین فی الحضر والسفر، فأقرت صلاة السفر، وزید فی صلاة الحضر". (صحیح البخاری، کتاب الصلاة، باب کیف فرضت الصلاة فی الإسراء: ۱/۵۱، قدیمی)

(۱) (رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، سعید)

(وکذا فی مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، کتاب الصلاة، باب صلاة المسافر، ص: ۴۲۲، قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۹ رشیدیه)

(۲) (راجع، ص: ۵۱۶، رقم الحاشیة: ۱، ۲)

ہوجاتی ہے یا ۴۸/میل کا سفر کرنے کے بعد شروع ہوتی ہے؟ سفر میں کسی جگہ جماعت سے نماز پڑھی جاوے اور دو رکعت نماز پڑھیں یا چار رکعت پڑھنا چاہئے؟ برائے مہربانی تفصیل سے تحریر فرمادیں۔ اور سفر میں تراویح کی نماز پڑھی جاوے یا نہیں جب کہ زیادہ تر تراویح جماعت کے ساتھ نہیں ہوتی ہے؟ میں خود پڑھتا ہوں، چار رکعت کی نیت باندھتا ہوں، جب گھر پہونچ جاتا ہوں تو جماعت سے نماز پڑھتا ہوں۔ اس طرح قرآن پاک ترتیب سے نہیں ہوتا ہے۔ اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ اس طرح جمعہ کی نماز کے بارے میں بتلائیں کہ سفر میں جمعہ فرض ہے یا نہیں؟ ویسے میں زیادہ تر جمعہ ادا کرتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ اپنے وطن کی آبادی سے باہر نکل جائیں گے تو مسافر ہوجائیں گے، اس وقت سے نماز قصر پڑھیں گے کہ راستہ میں بھی اور دہلی اور روڑکی میں بھی، تنہا پڑھیں یا جماعت سے قصر ہی پڑھیں گے(۱)، اگر امام مقیم ہو تو پوری پڑھیں گے(۲)۔ تراویح بھی سفر میں پڑھیں، اگر تراویح کے وقت کسی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں، تو جماعت سے اور اگر جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھیں(۳)۔ اگر سفر کی وجہ سے قرآن پاک کی ترتیب قائم نہ رہ سکے

---

(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها، صلى الفرض الرباعيّ ركعتين". (ردالمحتار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

"من جاوز بيوت مصره مريداً سيراً وسطاً ثلاثة أيام .... قصر الفرض الرباعيّ، اهـ".

(البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۲۵، ۲۳۰، رشيديه)

(وكذافي بدائع الصنائع، كتاب الصلاة، فصل فيما يصير به المقيم مسافرا: ۱/۲۶۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وأما اقتداء المسافر بالمقيم، فيصح في الوقت ويتم". (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۰، سعيد)

"وعلى من خلفه من المسافرين إتمام الصلاة أيضاً". (المبسوط للعلامة شمس الدين السرخسيؒ: ۲/۹۴، حبيبية)

(وكذا في البحرالرائق: ۲/۲۳۶، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۱/۱۶۲، شركة علميه، ملتان)

(۳) "ويأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمنٍ وقرار". (الدرالمختار). "وقال الهندواني: الفعل =

تو معذوری ہے۔مسافر پر جمعہ نہیں،موقع ملے تو پڑھ لے ورنہ ظہر پڑھے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۱۳/۹/۸۸ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۱۴/۹/۸۸ھ۔

فتاوی دارالعلوم میں نماز قصر سے متعلق تعارض کا رفع

سوال[۳۶۱۴]: فتاوی دارالعلوم سوال نمبر ۵۸۴/۳۰۹ کے جواب میں نماز قصر کے متعلق چار رکعت فرض کو پوری پڑھنے کو فرمایا اور قصر کو منع فرمایا گیا اور سوال نمبر ۶۱۴/۳۱۳ کے جواب میں چار رکعت نماز فرض کو قصر پڑھنے کا حکم فرمایا گیا(۲)۔بظاہر دونوں سوال ایک جیسے معلوم ہوتے ہیں،پھر یہ تعارض کیوں؟

= حال النزول والترک حال السير .... قال في شرح المنية: والأعدل ماقاله الهندواني، اهـ".

(ردالمحتار، باب صلوة المسافر: ۲/۱۳۱، سعيد)

"والمحتار أنه إن كان حال أمنٍ وقرار يأتي بها؛ لأنها شرعت مكملات والمسافر إليه محتاج، اهـ". (البحرا لرائق، كتاب الصلاة، باب المسافر: ۲/۲۳۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۱/۴۶۶، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) "وشرط لافتراضها إقامة بمصر (قوله: إقامة) خرج به المسافر". (في ردالمحتار، باب الجمعة، مطلب في شروط وجوب الجمعة: ۲/۱۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۲/۲۴۵، رشيديه)

(والمبسوط، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة: ۱/۲۵۳، مكتبه حبيبيه)

(۲) فتاویٰ دارالعلوم کے دونوں فتوے ملاحظہ فرمائیں:

"(سوال) قصر میں سنتیں و وتر پڑھنا چاہیے یا نہیں،اگر کوئی شخص دورہ میں ہے کہ روزانہ کوچ و مقام ہوتے ہیں ایسی حالت میں قصر کرے یا نہیں اور وطن سے کس قدر فاصلہ پر ہووے تب قصر لازم ہے؟

(الجواب) ويأتي المسافر بالسنن إن كان في حال أمن وقرار وإلا بأن كان في خوف وفرار لايأتي بها هو المختار.

حاصل یہ ہے کہ اگر مسافر کسی جگہ ٹھہرا ہوا ہے اور عجلت نہیں ہے تو سنتیں پڑھے اور اگر سفر کی جلدی ہے یا خوف ہے تو سنتیں چھوڑ دے،پھر کہا کہ عند البعض سنت فجر پھر بھی نہ چھوڑے،اگر جائے اقامت سے دورہ میں اتنی دور کا ارادہ کر کے چلا ہے جو تین منزل یعنی اڑتالیس میل ہے تو تمام دورہ میں قصر کرتا رہے پھر جب واپس جائے تو اقامت میں آوے اور کم از کم پندرہ دن کے قیام کی نیت ہو نماز پوری پڑھے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ .... =

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں فتووں کے درمیان تعارض ہے اس کے دفع کی صورت یہ ہے کہ سوال ۵۸۴ میں سفر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک ابتداءً مقصود ہے اور دوسرے گاؤں پہونچ کر تیسرے گاؤں کا ارادہ ہوا، اس طرح پر چوتھے گاؤں کا ارادہ ہوا، غرض تین منزل کا ارادہ نہیں ہوا تو شرعی سفر کے احکام جاری نہیں ہوں گے اس لئے قصر کا حکم نہیں ہوگا۔ سوال نمبر: ۶۱۴ میں ابتداءً پوری مسافت کا قصد ہے اگر چہ یک دم نہیں بلکہ اس پوری مسافت کو ۲۰/ ۲۵ روز میں طے کرنا ہے اور مسافت سفر شرعی کی مسافت ہے اس لئے اس میں قصر کرنا ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

ریلوے ملازم کے لئے قصر نماز کا حکم

سوال [۳۲۱۵]: مسمّی زید ایک ریلوے ملازم ہے اور بعض دفعہ صبح ساٹھ میل کی مسافت طے کرتا ہے اور شام کو بھی اتنی ہی یعنی: صبح اپنی جائے اقامت سے بذریعہ ریل گاڑی بوجہ ملازمت جائے اقامت سے ساٹھ میل مسافت طے کرتا ہے اور اتنی ہی مسافت شام کو طے کر کے اپنی جائے اقامت پر آجاتا ہے، زید رستے

= (سوال) اگر پیائش کرتے ہوئے آس پاس کے گاؤں میں پھرتا ہو اور جائے قیام سب جگہ تین منزل سے کم ہے اور پیائش کرتے ہوئے کبھی اس گاؤں سے اس گاؤں اور اس سے تیسرے اور چوتھے میں تو اس طرح فاصلہ بہت سے گاؤں کا تین منزل سے بہت زیادہ ہو جاوے گا یا کچھ معلوم نہ ہو تو نماز کے قصر کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) اس طرح پیائش میں پھرنے سے جب کہ اول ارادہ تین منزل کے سفر کا نہیں ہے یا معلوم نہیں ہے اگر چہ پھرتے پھرتے زیادہ ہو جاوے نماز قصر کا حکم نہیں ہے، نماز پوری پڑھنی چاہیے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند، یعنی عزیز الفتاویٰ مبوّب مکمل: ۱/ ۲۷۲، دار الاشاعت)

(۱) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعي ركعتين) وجوباً". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/ ۱۲۱، ۱۲۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/ ۲۲۶، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر: ۱/ ۵۱۷، دار الكتب العلمية، بيروت)

میں قصر نماز پڑھتا ہے مگر جائے اقامت پر یعنی وطنِ اقامت میں پوری نماز پڑھتا ہے۔

کیا زید کو جائے اقامت یعنی وطنِ اقامت میں قصر پڑھنی چاہئے یا کہ پوری؟ جب کہ زید بوجۂ مجبوری ملازمت دو تین دن سے زیادہ وطنِ اقامت میں مقیم نہیں رہ سکتا ہے اور بعض دفعہ صرف بارہ گھنٹے ہی مقیم وطنِ اقامت میں رہ سکتا ہے اور بعض دفعہ چھٹی لینے، رخصت لینے یا بیمار ہونے کی وجہ سے پندرہ دن یا زیادہ جائے اقامت پر رہتا ہے مگر رخصت ختم ہونے یا بیماری سے شفا ہونے پر حسبِ معمول پھر ملازمت پر جاتا ہے۔

آیا صورت ثانی میں زید کیونکر نماز پڑھا کرے اور اگر زید وطنِ اقامت پر بھی قصر پڑھا کرے تو سابقہ نمازوں کے لئے کیا حکم ہے جو کہ زید وطنِ اقامت میں پوری پڑھتا رہا، آیا ان کو قصر کر کے قضا کرے یا رہنے دے؟ فقط۔

احقر غوث محمد از کا لکا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک زید وطنِ اقامت میں کم از کم پندرہ یوم اقامت کی نیت نہ کرے صورتِ مسئولہ میں قصر نماز پڑھتا رہے، زید چونکہ ملازم ہے اس لئے اس کی نیت کا اعتبار اس وقت ہوگا جب کہ قانوناً اس کو پندرہ روز ٹھہرنے کا اختیار بھی ہو ورنہ اس کے افسر کی نیت معتبر ہوگی (۱)۔ اب تک ایسی حالت میں جس قدر نمازیں اِتمام کے ساتھ پڑھی ہیں اگر ان میں قعدۂ اُولیٰ کیا ہے تب تو وہ نمازیں کراہت کے ساتھ درست ہوگئیں، اگر قعدۂ اُولیٰ نہیں کیا تو ان کا اعادہ ضروری ہے:

"صلى الفرض الرباعيّ ركعتين حتى يدخل موضع مقامه أو ينوى إقامته نصف شهر بموضع صالح لها، فيقصر لها إن نوى أقل منه، فلو أتم مسافرٌ إن قعد فى القعدة

---

(۱) "(وتعتبر نية الإقامة من الأصل دون التبع)؛ لأن الأصل هو المتمكن من الإقامة والسفر دون التبع. قال رحمه الله: (كالمرأة والعبد والجندىّ)، هذا تفسير التبع: أى المرأة تبعٌ للزوج، والعبد تبعٌ للمولى، والجندى، تبعٌ للأمير". (تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر. ۱/۵۲۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۴۳، رشيديه)

(الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۳، ۱۲۸ سعيد)

الأولی، تم فرضه وأساء و ما زاد نفلٌ، وإن لم يقعد بطل فرضه". درمختار مختصراً (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ ذی قعدہ/ ۵۷ھ۔

ریل اور جہاز کے اسٹیشن پر کیا نماز میں قصر ہوگا؟

سوال [۳۶۱۶]: جہاز کے اسٹیشن، ریلوے اسٹیشن وغیرہ پر نماز میں قصر ہوگا یا نہیں؟ جب کہ گھر سے نیت ۵۰/میل سے زیادہ کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اسٹیشن پر آبادی مسلسل ہے تو ابھی وہ مسافر نہیں، پوری نماز لازم ہے، وہاں سے چلنے کے بعد سفر ہوگا تب قصر کرنا ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۴/۸۹ھ۔

مقیم اور مسافر کی مسافر کے پیچھے اقتداء

سوال [۳۶۱۷]: ۱...... مسافر امام کے پیچھے مقیم مصلی کس طرح سے نیت کرے؟ جس مقیم کو ایک

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۱۲۳/۲، ۱۲۸ سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر : ۲۲۹/۲-۲۳۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ۵۰۹/۱، ۵۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها) من أقصر أيام السنة .... (بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة) حتى لو أسرع، فوصل في يومين قصر (صلى الفرض الرباعيّ ركعتين) وجوباً". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر : ۱۲۳/۲، ۱۲۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر : ۲۲۶/۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صلاة المسافر : ۵۰۷/۱، دار الكتب العلمية بيروت)

رکعت امام کے ساتھ ملی ہے وہ اپنی باقی تین یا دو رکعت کس طرح سے پوری کرے اور اس کا طریقہ ادا کیا ہے؟

۲......مسافر مقتدی نے مسافر امام کے پیچھے نیت یہ خیال کر کے کہ امام مسافر نہیں ہے بلکہ مقیم ہے چار رکعت کی نیت کرلی، پھر اسی مسافر (چار رکعت کی نیت کرنے والے) نے مسافر امام کے ساتھ دو رکعت پر سلام پھیر دیا، اس کی یہ نماز درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اس طرح نیّت کرے کہ فلاں وقت کی نماز امام کے پیچھے اللہ کے لئے پڑھتا ہوں، اگر چار رکعت والی نماز ہو اور امام کے پیچھے اس کو ایک رکعت ملی ہے تو سلام امام کے بعد کھڑا ہو کر ثناء فاتحہ، سورت پڑھ کر رکوع سجدہ کے بعد قعدہ کر کے تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے، فاتحہ وسورۃ پڑھ کر رکوع، سجدہ کر کے کھڑا ہو جائے، فاتحہ پڑھ کر رکوع، سجدہ، قعدہ کر کے سلام پھیر دے۔ اگر دو رکعت والی نماز ہے تو سلامِ امام کے بعد کھڑا ہو کر ثناء، فاتحہ، سورت پڑھ کر رکوع، سجدہ، قعدہ کے بعد سلام پھیر دے۔ اگر تین رکعت والی نماز ہے تو سلام کے بعد کھڑا ہو کر ثناء، فاتحہ، سورۃ پڑھ کر رکوع، سجدہ کر کے قعدہ کرے، تشہد کے بعد کھڑا ہو کر، فاتحہ سورت، رکوع، سجدہ وقعدہ کے بعد سلام پھیر دے۔ فقہاء کی بعض عبارات سے اس ترتیب کے خلاف بھی نکلتا ہے۔ اگر کسی نے اس پر عمل کیا تو اس پر بھی اعتراض نہ کرے(۱)۔

۲......اس کی نماز درست ہوگی، کوئی فکر نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۰/۳/۲۵ھ۔

---

(۱) "وإن صلى المسافر بالمقيمين ركعتين، سلم، و أتم المقيمون صلاتهم، كذا في الهداية. وصاروا منفردين كالمسبوق، إلا أنهم لايقرأون في الأصح، هكذا في التبيين". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱۴۲/۱، رشيديه)

(و كذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۸/۲ رشيديه)

(و كذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲، سعيد)

(۲) "(دون) تعين (عدد ركعاته) لحصولها ضمناً فلا يضر الخطأ في عددها (وينوى) المقتدى (المتابعة) لم يقل أيضاً؛ لأنه لو نوى الاقتداء بالإمام أو الشروع في صلاة الإمام و لم يعين الصلاة، صح، في الأصح". (الدر المختار). "(فلا يضر الخطأ في عددها) ...... وفي الأشباه: الخطأ فيما لا يشترط له=

مقیم کے پیچھے مسافر کی نماز

سوال[۳۶۱۸] : اگر مسافر مقیم امام کے پیچھے نماز قصر پڑھے تو اس کی نیت کس طرح کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسافر کسی مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو قصر جائز نہیں اتمام ضروری ہے، لہٰذا اتمام ہی کی نیت کرے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۶/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ جمادی الثانیہ/ ۵۶ھ۔

مسبوق کی نماز مسافر امام کے پیچھے

سوال[۳۶۱۹] : امام مسافر ہے، اگر التحیات میں کوئی مقتدی جس کو امام کا مسافر ہونا معلوم ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ مقتدی اپنی دونوں رکعت بھری پڑھے گا یا خالی؟ اگر مقتدی مقیم ہے تو امام کے سلام

= التعیین لا یضر، کتعیین مکان الصلاة و زمانها وعدد الرکعات". (الدرالمختار مع رد المحتار، باب شروط الصلاة: ۴۲۰/۱، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة وأرکانها، ص: ۲۲۲، قدیمی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث فی شروط الصلاة، الفصل الرابع فی النیة: ۶۶/۱، رشیدیه)

(۱) "وأما اقتداء المسافر بالمقیم، فیصح فی الوقت و یتم". (الدرالمختار، باب صلوة المسافر: ۱۳۰/۲، سعید)

"وإن اقتدی المسافر بالمقیم فی الوقت، أتم أربعاً". (الهدایة، باب صلاة المسافر: ۱۶۶/۱، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

قال العلامة شمس الدین السرخسی رحمه الله تعالیٰ: "وعلی من خلفه من المسافرین إتمام الصلاة أیضاً؛ لأنهم صاروا مقیمین فی هذه الصلاة تبعاً لإمامهم". (المبسوط: ۹۴/۲، مکتبه حبیبیة)

(وکذا فی البحر الرائق، باب المسافر: ۲۳۶/۲، رشیدیه)

7

کے بعد وہ مقتدی پہلی اپنی دو رکعت بھری پڑھے گا اور آخر کی دونوں خالی یا کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھری پڑھے گا کیونکہ وہ اس وقت مسبوق ہے اور مسبوق منفرد کے حکم میں ہوتا ہے: "إنــــــه (أي المسبوق) منفرد فيما يقضي، اهـ". فتاویٰ عالم گیری، ص: ۹۱ (۱)۔

اور مقیم مقتدی صورتِ مسئولہ میں لاحق مسبوق ہے، لہٰذا سلامِ امام کے بعد اول دو رکعت بلا قرأت پڑھے گا اور پھر دو رکعت کے ساتھ: "اللاحق يصلي على ترتيب صلوة الإمام، والمسبوق يقضي ماسُبق به بعد فراغ الإمام اهـ". رد المحتار، ص: ۶۲۳ (۲) اور بعض علماء اس کے برعکس کا حکم فرماتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۵/۵۵ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ جمادی الأولی/ ۵۵ھ۔

مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی کی نماز

سوال [۳۲۲۰]: ۱...... امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم امام دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیتا ہے اور مقتدی بقیہ دو رکعت پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، کیا ان دونوں رکعتوں میں مقیم مقتدی الحمد شریف پڑھیں یا بمقدارِ الحمد شریف کھڑے رہیں اور پھر رکوع کر لیں؟

۲...... اگر مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں آ کر شریک ہوا تو بقیہ نماز کس طرح پوری

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية: ۹۲/۱، الفصل السابع في المسبوق واللاحق، رشيديه)

"والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها و هو منفرد فيما يقضيه". (الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب فيما لو أتى بالركوع أو السجود أو بهما مع الإمام ...... : ۵۹۶/، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الامامة : ۶۲۲/۱، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب فيما لو أتى بالركوع أو السجود الخ: ۵۹۶/۱، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الصلاة، الفصل الخامس عشر في الامامة والاقتداء: ۱۶۶/۱)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الفصل السابع في المسبوق واللاحق : ۹۲/۱، رشيديه)

کرے؟ اور اگر اقتداء قعدہ میں کرے تو چاروں رکعتیں کس طرح ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......الحمد شریف نہ پڑھے بلکہ اتنی ہی دیر کھڑے ہوکر رکوع کردے: "وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت و بعده، فإذا قام المقيم إلى الإتمام، لا يقرأ". درمختار(۱)۔

۲......ہر دو صورت میں یہ شخص مسبوق لاحق ہے، اول صورت میں اس کو چاہئے کہ سلامِ امام کے بعد پہلے دو رکعت بلا قراءت لاحق کی طرح پڑھے پھر ایک رکعت قراءت کے ساتھ پڑھے، ثانی صورت میں چاہئے کہ پہلے دو رکعت بلا قراءت پڑھے پھر دو رکعت قرأت کے ساتھ پڑھے:

"واللاحق مَن فاتته الركعات كلها أو بعضها، لكن بعد اقتدائه بعذر كغفلة و زحمة وسبق حدث وصلاة خوف و مقيم ائتم بمسافر، وكذا بلا عذر بأن سبق إمامه في ركوع وسجود، فإنه يقضي ركعةً، و حكمه كمؤتم فلا يأتي بقراء ة و لا سهو، و لا يتغير فرضه بنية إقامة. و يبدأ بقضاء ما فاته عكس المسبوق، ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه، وإلا تابعه ثم صلى ما نام فيه بلا قراء ة، ثم ما سبق به بها إن كان مسبوقاً أيضاً، و لو عكس صح، وأثم لترك الترتيب". درمختار.

قال الشامي: "(قوله: و مقيم الخ: أي فهو لاحق بالنظر للأخيرتين، و قد يكون مسبوقاً أيضاً كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر. (قوله: ثم ما سبق به بها الخ): أي ثم صلى اللاحق ما سبق به بقراء ة إن كان مسبوقاً أيضاً بأن اقتدى في أثناء صلوة الإمام، ثم نام مثلاً، وهذا بيان للقسم الرابع وهو المسبوق، و حكمه أنه يصلي إذا استيقظ مثلاً ما نام فيه، ثم يتابع الإمام فيما أدرك، ثم يقضي ما فاته، الخ". رد المحتار: ۱/۶۲۳(۲).

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۲/۲۳۸ رشيديه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة مطلب فيما لو أتى بالركوع أو السجود=

"والأصل أن اللاحق يصلي على ترتيب صلاة إمامه، والمسبوق يقضي ما سبق به بعد فراغ صلوة الإمام اهـ". كبيري، ص: ٤٤١(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۵/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۲۳/ ذیقعدہ/۵۴ھ۔

مقیم مسبوق، مسافر امام کے پیچھے کس طرح نماز پوری کرے؟

سوال[۳۶۲۱]: اگر مسافر امام کے پیچھے مسبوق کو ایک رکعت ظہر کی نماز میں ملے تو اب دوسری رکعت میں مسبوق کو کھڑا ہونا چاہئے یا بیٹھنا اور کچھ پڑھے یا خاموش رہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ شخص سلامِ امام کے بعد ایک رکعت بلا قرأت کے پڑھ کر بیٹھ جائے اور تشہد پڑھ کر دوسری رکعت بلا قرأت پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت مع قرأت پڑھے، کذا فی الشامی(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، جامع العلوم کانپور۔

مسافر مقتدی کا مسافر امام کے پیچھے چار رکعت کی نیت کر کے اقتداء کرنا

سوال[۳۶۲۲]: ایک امام مسافر امامت کر رہا ہے، دوسرے ایک مقتدی اور مسافر کو یہ معلوم نہیں کہ امام مسافر ہے، اس نے چار رکعت کی نیت کر لی، امام مسافر نے دوسرا سلام پھیر لیا تو اب بعد والا چار رکعت پوری کرے اور سلام پھیر دے جب کہ وہ بھی مسافر ہے؟

= أو بهما مع الإمام او قبله أو بعده: ۱/۵۹۴-۵۹۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس في الإمامة، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۱/۹۲، ۹۳، رشيديه)

(۱) (الحلبي الكبير، فروع: سبق بركعة، ص: ۴۶۹، ۴۷۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) (راجع، ص: ۵۲۶، رقم الحاشية: ۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس مقتدی مسافر کو امام مسافر کے ساتھ ایک رکعت ملی ہے اس کو چاہئے کہ سلامِ امام کے بعد ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے، امام کا حال معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس نے چار رکعت کی نیت کر لی تھی اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۲/۸۷ھ۔

مقتدی مسافر کا امام مقیم کے اقتداء میں قصر کی نیت کرنا

سوال [۳۶۲۳]: زید ایک شرعی مسافر ہے اور دورانِ سفر کسی مقام پر ظہر کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے اور زید وہاں کے امام کے پیچھے جو کہ مقیم ہے مسافر نہیں نماز پڑھتا ہے اور زید مسافر ہونے کی وجہ سے نیتِ قصر یعنی دو فرضوں کی نیت کرتا ہے اور نمازِ مقیم امام کے ساتھ پوری پڑھتا ہے یعنی چار فرض۔ تو کیا نیت کے اس اختلاف سے زید کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور اگر زید کو معلوم ہے کہ امام مسافر ہے نہ کہ مقیم تو کیا نیت کرے؟ اور زید (جو کہ مسافر ہے) اس کے لئے نیت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسافر نے دو رکعت کی نیت کر کے بھی اگر مقیم امام کے پیچھے چار رکعت صحیح طریقہ پر ادا کی ہے تب بھی اس کی نماز درست ہوگئی (۲)، اگر امام کا حال معلوم نہ ہو کہ وہ مسافر ہے یا مقیم ہے تو دو یا چار کی تعیین کی کوئی

---

(۱) "أنه إذا صلى في مصر أو قرية ركعتين وهم لايدرون حاله، فصلاتهم فاسدة وإن كانوا مسافرين؛ لأن الظاهر من حال من كان في موضع الإقامة أنه مقيم، والبناء على الظاهر واجب حتى يتبين خلافه، أما إذا صلى خارج المصر لاتفسد، ويجوز الأخذ بالظاهر وهو السفر في مثله. والحاصل أنه يشترط العلم بحال الإمام إذا صلى بهم ركعتين في موضع إقامة، وإلا فلا". (ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۱۲۹/۲، ۱۳۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر: ۱۳۸/۲، رشيديه)

(وكذا في المبسوط، باب صلاة المسافر: ۱۶۳/۲، المكتبة الغفارية)

(۲) "وإن اقتدىٰ مسافر بمقيم يصلي رباعية ولو في التشهد الأخير". (مراقي الفلاح شرح نور الايضاح،=

ضرورت نہیں، محض ظہر کی نیت کافی ہے، عددِ رکعات کی تعیین نیت میں مسافر یا مقیم کسی کے لئے بھی ضروری نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۶/۲۷ھ۔

مقتدیٔ مقیم مسبوق اپنی نماز کس طرح پوری کرے؟

سوال [۳۶۲۴]: امام اگر مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہو، مقتدی اپنی نماز پوری کرنے میں مسبوق کا حکم رکھتا ہے یا لاحق کا، یعنی لاحق کی طرح خاموش اپنی نماز پوری کرے گا یا مسبوق کی طرح باقی میں قرأت کرے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مقیم مقتدی جو کہ شروع سے مسافر امام کے ساتھ شریک ہے وہ سلامِ امام کے بعد اپنی نماز کو لاحق کی طرح تمام کرے اس میں قراءت نہ کرے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= باب صلوة المسافر، ص: ۴۲۷، قديمی)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلوة المسافر: ۱۴۲/۱، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان، الباب الخامس عشر في صلوة المسافر: ۱۴۲/۱، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان، باب صلوة المسافر: ۱۴۹/۱، رشيديه)

(۱) "(دون) تعيين (عدد ركعاته) لحصولها ضمناً فلا يضر الخطأ في عددها (وينوی) المقتدی (المتابعة) لم يقل: أيضاً؛ لأنه لو نوی الاقتداء بالإمام أو الشروع في صلاة الإمام و لم يعين الصلاة، صح في الأصح". (الدرالمختار). "و في الأشباه: الخطأ فيما لا يشترط له التعيين لا يضر، كتعيين مكان الصلاة و زمانها وعدد ركعات". (ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ۴۲۰/۱، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب الثالث في شروط الصلاة، الفصل الرابع في النية: ۶۶/۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوی علی مراقي الفلاح، باب شروط الصلاة و أركانها، ص: ۲۲۲، قديمی)

(۲) "(وصح اقتداء المقيم بالمسافر في الوقت و بعده، فإذا قام) المقيم (إلی الإتمام لا يقرأ) و لا يسجد للسهو (في الاصح)؛ لأنه كاللاحق والقعدتان فرض عليه، وقيل: لا". (الدر المختار، كتاب الصلاة، =

ریل میں ہجوم کے وقت نماز کا حکم

سوال[۳۶۲۵]: ریل میں ہجوم کی وجہ سے بیٹھنے کے لئے بھی جگہ نہ مل سکے تو نماز کیسے ادا کی جائے؟ نیز گاڑی کا رخ بدلنے کے ساتھ ساتھ خود کا بدلنا بھی ضروری ہے، پانی نہ ملنے کی صورت میں بعض اوقات طہارتِ کاملہ نہیں رہتی۔ ایسی صورت میں قضاء کرنا چاہئے یا اسی حالت میں نماز ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک بیٹھنے کی جگہ نہیں تو آخرِ وقت میں اشارہ سے نماز پڑھ لے پھر جگہ ملنے پر اعادہ کرلے(۱)۔ پانی نہ ہونے کے وقت تیمّم کرے، قضاء نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۶/۸۷ھ۔

= باب صلاة المسافر : ۲/۱۲۹، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب المسافر : ۲/۲۳۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر : ۱/۱۴۲، رشيديه)

(۱) "مسافر لايقدر على الأرض .... يصلي بالإيماء إذا خاف فوت الوقت، اهـ". (ردالمحتار، مطلب في القادر بقدرة الغير : ۲/۴۱، سعيد)

"الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوة يتيمم ويصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج .... لأن هذا عذر جاء من قبل العباد، فلا يسقط فرض الوضوء عنه، فعلم منه أن العذر إن كان من قبل الله تعالىٰ لا تجب الإعادة، وإن كان من قبل العبد وجبت الإعادة، اهـ". (البحرالرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/۲۴۸، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار . ۱/۳۳۵، باب التيمم ، سعيد)

(۲) "ومن عجز عن استعماله لبُعده ميلاً .... تيمم لهذه الأعذار كلها". (ردالمحتار، باب التيمم: ۱/۲۳۲، ۲۳۶، سعيد)

"فمنها أن لا يكون واجداً للماء قدر ما يكفي لطهارته في الصلاة التي تفوت إلى خلف و ما هو =

ٹرین میں نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال[۳۶۲۶] : اگر ٹرین یا بس میں نہ پانی میسر ہو نہ رکوع وقیام کی گنجائش ہو تو تیمّم کرکے بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی جاسکتی ہے یا قضاء کردی جائے، بعد میں پڑھی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ٹرین میں پانی نہ ہو اور رکوع وسجود کی بھی بھیڑ کی وجہ سے گنجائش نہ ہو اور یہ بھی توقع نہ ہو کہ وقت کے اندر اندر کسی اسٹیشن پر پہونچ جائے گی جہاں پانی میسر آجائے گا اور نماز کے لئے جگہ بھی مل جائے گی تو تیمّم کرکے اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے، پھر پانی اور جگہ ملنے پر وضو کرکے پورے طریقے پر دوبارہ نماز پڑھ لی جائے (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال[۳۶۲۷] : سفر میں ریل گاڑی کے اندر قیام اور جہتِ قبلہ ضروری ہے یا نہیں؟ کیا بیٹھ کر یا جس طرف بھی منہ ہو پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

= من اجزاء ها لقوله تعالیٰ: ﴿فلم تجدوا ماءً فتیمموا﴾ [النساء : ۴۳]، و غیر الکافی کالمعدوم، و هذا عندنا". (البحر الرائق، کتاب الطهارة، باب التیمم: ۱/۲۴۲، رشیدیه)

(وکذا فی مبسوط السرخسی : ۱/۱۰۷، کتاب الصلاة، باب التیمم، مکتبه حبیبیة کوئٹه)

(۱) "وفی الخلاصة و فتاوی قاضی خان وغیرهما: الأسیر فی ید العدو إذا منعه الکافر عن الوضوء والصلاة، یتیمم ویصلی بالإیماء، ثم یعید إذا خرج .... ؛لأن هذا عذر جاء من قبل العباد، فلا یسقط فرض الوضوء عنه، فعلم منه أن العذر إن کان من قِبَل الله تعالیٰ، لا تجب الإعادة، وإن کان من قبل العبد وجبت الإعادة". (البحر الرائق، باب التیمم : ۱/۲۴۸، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، کتاب الطهارة، باب التیمم : ۱/۲۳۵، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الرابع فی التیمم : ۱/۲۸، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیام اور استقبالِ قبلہ پر قدرت کے باوجود ان دونوں میں سے کسی کو ترک کرنے سے نماز نہیں ہوگی، سفر میں ہو یا حضر میں، ریل میں ہو یا جہاز میں، سب کا یہی حکم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

بس میں اشارہ سے نماز پڑھنا

سوال[۳۶۲۸]: عموماً بس کے سفر میں نماز کا اہتمام نہیں ہوتا، اس لئے کہ بس اپنے مقام پر اس وقت پہونچتی ہے جب کہ نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں بس میں نماز پڑھنا بھی ناممکن ہے۔ تو کیا ایسی شکل میں اشارہ سے نماز پڑھ لینا درست ہوگا یا مؤخر کردی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی مجبوری کی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے، پھر منزل پر پہونچ کر اعادہ کرلے، کیونکہ یہاں مانع من جہۃ العباد ہے:

"وفي الخلاصة و فتاوى قاضي خان و غيرهما: الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوة، يتيمم و يصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج، .... لأن هذا عذرٌ جاء من قِبل العباد، فلا يسقط فرض الوضوء عنه. فعلم منه أن العذر إن كان من قِبل الله تعالىٰ، لا تجب الإعادة، وإن كان من قِبل العبد، وجبت الإعادة، اهـ". بحر: ۱/۱٤۲، باب التيمم، تحت قول:

---

(۱) "ثم الشرط (هي) ستة.......و السادس (استقبال القبلة) حقيقةً أو حكماً كعاجز، والشرط حصوله لا طلبه، وهو شرط زائد للابتلاء يسقط للعجز". (الدر المختار، باب شروط الصلاة: ۱/۴۲۷، سعيد)

"(ومنها القيام في فرض لقادر عليه) و على السجود". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/۴۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب شروط الصلاة: ۱/۴۹۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب شروط الصلاة: ۱/۲۶۴، دار الكتب العلمية)

الکنز: (وخوف عدو الخ)"(۱) والدر المختار: ۱/ ۱۵۶(۲) و شرح منیۃ الکبیر، ص: ۷۲ (۳)۔
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہوائی جہاز میں نماز

سوال[۳۶۲۹]: میں حجِ فرض ادا کر چکا ہوں اور آئندہ عمرہ یا نفل حج کا ارادہ ہے، ہمارے یہاں افریقہ سے پانی کا جہاز جدہ تک نہیں چلتا، جس کی وجہ سے ہوائی جہاز میں سواری اختیار کرنا پڑتا ہے۔اب دشواری یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں دورانِ سفر دو یا تین نمازیں آجاتی ہیں، علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز ادا نہیں ہوتی اس لئے کہ نماز ادا کرنے کے لئے زمین ہونا شرط ہے تو لامحالہ نمازیں قضاء ہوں گی۔تو کیا میرے لئے مناسب ہے کہ میں نفلی حج کے لئے سفر کروں؟

نوٹ: نماز فرض ہے اور میرا سفر نفلی حج یا عمرہ کے لئے ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہوائی جہاز میں نماز فرض ادا کرلیں قضا نہ کریں، پھر زمین پر اگر اعادہ کرلیں، تو اس میں ان علماء کے رائے بھی محفوظ رہے گی جو ہوائی جہاز میں نماز کو جائز نہیں فرماتے (۴)۔

(الاستعلام) کیا وہاں حج نفل یا عمرہ کے لئے فوٹو لازم نہیں ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۵/ ۹۰ھ۔

---

(۱) (البحر الرائق، کتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/ ۲۴۸، رشيديه)

(۲) (رد المحتار، کتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/ ۲۳۵، سعيد)

(۳) (الحلبي الكبير، فصل في التيمم، ص: ۷۵، سهيل اكيڈمى لاهور)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الرابع في التيمم: ۱/ ۲۸، رشيديه)

(۴) "ومن أراد أن يصلي في سفينة فرضاً أو نفلاً، فعليه أن يستقبل القبلة متى قدر على ذلك، و ليس له أن يصلي إلى غير جهتها، حتى لو دارت السفينة، وهو يصلي، وجب عليه أن يدور إلى جهة القبلة حيث =

بہلی میں نماز

سوال[۳۶۳۰]: بہشتی زیور اختری: ۲/۵۰ کھڑی ہوئی بہلی (۱) پر نماز پڑھنا ممنوع لکھا ہے (۲) اس کی کیا وجہ ہے؟ صلوۃ علی الراحلۃ کی ممانعت تو اس صورت میں ہے جب کہ محمل پوری طرح جانور کی پیٹھ پر ہی ہو۔ اگر کجاوہ کسی لاٹھی وغیرہ سے اس طرح ٹیک دیا جاوے کہ کجاوے کا سرا زمین سے اوپر ہو جائے تو اس صورت میں نور الایضاح وغیرہ میں جائز لکھا ہے۔ طحطاوی، ص: ۲۲۲ (۳) بہلی میں تو لاٹھی کے لگاؤ سے زیادہ کہیں زیادہ لگاؤ ہے، پھر اس میں کیوں جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قطع نظر دیگر بحث سے ایک بات یہ ہے کہ بہلی میں قیام ترک ہوتا ہے، اس میں اتنی جگہ نہیں ہوتی (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= دارت .... و محل كل ذلك إذا خاف خروج الوقت قبل أن تصل السفينة أو القاطرة إلى المكان الذى يصلى فيه صلاةً كاملةً، و لا تجب عليه الإعادة ،و مثل السفينة القطر البخارية البرية ، والطائرات الجوية . و نحوها ". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ، كتاب الصلاة، بحث صلاةالفرض فى السفينة و على الدابة ونحوها : ۱/۴۹۷ ، دار الفكر ، بيروت)

راجع للتفصيل: (نظام الفتاوى، كتاب الصلاة : ۱/۹۶ ، مكتبه رحمانيه لاهور)

(۱) بیل گاڑی جس کو دو بیل چلاتے ہیں۔

(۲) ''چلتی ہوئی بہلی میں نماز پڑھنا درست نہیں، اور اگر بہلی ٹھہرالی، لیکن جُوا بیلوں کے کندھوں پر رکھا ہوا ہے، تب بھی اس پر نماز پڑھنا درست نہیں ہے، بیل الگ کر کے نماز پڑھنا چاہئے''۔ (بہشتی زیور، مسافرت کا بیان، حصہ دوم، ص: ۱۶۰، دار الاشاعت کراچی)

(۳) "والصلاة في المحمل على الدابة كالصلوة عليها سواء كانت سائرةً أو واقفةً، و لو جعل تحت المحمل خشبةً حتى بقى قراره): أى المحمل (إلى الأرض كان بمنزلة الأرض، فتصح الفريضة فيه قائماً) لا قاعداً بالركوع والسجود". (نور الإيضاح مع مراقى الفلاح، كتاب الصلاة، فصل فى صلاة الفرض والواجب على الدابة، ص: ۴۰۸، قديمى)

(۴) "(من فرائضها ...... ومنها القيام لقادر عليه) وعلى السجود". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، باب =

مغرب کی نماز کیلئے سفر کر کے مخصوص مسجد میں جانا

سوال[۳۶۳۱]: شہر برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ہوتی ہے، خطیب جامع مسجد مغرب پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کیلئے سفر کر کے آتے ہیں اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ چار یا سات سال مغرب کی نماز وہاں ادا کر لے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا اور ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ بے اصل ہے، اس کی کوئی بناء شرع میں نہیں ہے، تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے: مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اور مسجد کیلئے سفر کرنے کی ممانعت ہے: "لاتشدوا الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد". الحديث(۱) ۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم ۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۴/۱۴۰۶ھ۔

کسی خاص مسجد میں کسی نماز پڑھنے کے لئے سفر کرنا

سوال[۳۶۳۲]: شہر برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدین بھکاری کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ندی کے اندر ہوتی ہے، خطیب جامع مسجد مغرب کی نماز پڑھاتے ہیں، دور دراز سے لوگ اس کے لئے سفر کرتے ہیں اور یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ۴/ یا ۷/ سال مغرب کی نماز وہاں ادا کرے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ کیا اس طرح نماز پڑھنا، پڑھانا، ایسا عقیدہ رکھنا جائز ہے؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کی کوئی اصل موجود ہے؟ اور کیا وہاں اس مسجد میں ۴/ یا ۷/ سال مغرب کی نماز ادا کرنے سے فریضۂ حج ادا ہو جائے گا یا

= صفة الصلاة : ۱/۴۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب صفة الصلاة : ۱/۵۰۹، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة : ۱/۲۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱)(صحيح البخاري، باب صوم، يوم النحر : ۱/۲۶۸، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب الحج، باب فضل المساجد الثلاثة: ۱/۴۴۷، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، باب المساجد ومواضع الصلاة، ص: ۶۸، قديمي)

نہیں؟ اور کیا اس شخص کو حاجی کہا جا سکتا ہے؟

افسوس یہ ہے کہ وہ مسجد تفریح گاہ بن گئی ہے۔ ہندو، مسلم، مرد وزن، وقت بے وقت مسجد میں گھومتے رہتے ہیں اور مؤذن ان کو مسجد میں گھما کر رہبری کی قیمت وصول کرتا ہے۔ تو کیا مسجد کو تفریح گاہ بنانا اور مرد وعورت کا بے خطر اس میں داخل ہونا ازرُوئے شرع کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ بے اصل ہے(۱)، اس کی کوئی اصل شرع میں نہیں ہے، تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے: ۱- مسجد حرام، ۲- مسجد نبوی، ۳- مسجد اقصیٰ، ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے سفر کرنے کی ممانعت ہے: "لا تشد وا الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد" (۲)۔ الحدیث (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۴/۶/۱۴۰۶ھ۔

دورانِ سفر وطنِ اقامت سے گزرنا سفر کے پیش نظر تنہا نماز پڑھ لینا

سوال [۳۶۳۳]: ۱...... میں حسن پور ضلع فتح پور تحصیل بندکی کا رہنے والا ہوں، میرے والدین حسن پور دیہات میں رہتے ہیں، میں بسلسلۂ ملازمت بندکی میں مع اہل وعیال عرصہ ۵/ سال سے رہ رہا ہوں اور ڈیوٹی کانپور کرنے چلا جاتا ہوں، ڈیوٹی کانپور سے باندہ ٹرینی اور ٹرینی سے واپس کانپور جا کر ختم کرتا ہوں، پھر کسی دوسری سواری کے ذریعہ بندکی چلا آتا ہوں، دوسرے دن ڈیوٹی نہیں رہتی، تیسرے دن پھر اسی طرح ڈیوٹی ہوتی

(۱) یہ بدعت ہے اور بدعت مردود وغیر مقبول ہے: "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد". (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قدیمی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا تشدّ الرحال إلا إلی ثلاثة مساجد: المسجد الحرام، ومسجد الرسول، ومسجد الأقصی". (صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب فضل الصلوة في مسجد مكة والمدينة: ۱/۱۵۸، قدیمی)

(۳) یہ مسئلہ گزشتہ کے ساتھ ایک گونہ مکرر ہے، لیکن کچھ اضافہ کی بنیاد پر اس کو بھی رکھا گیا ہے۔

ہے۔ایسی صورت میں میری سکونت کہاں تسلیم کی جائے حسن پور یا بندکی یا کانپور؟

۲......بس میں کتنا سفر کرنے کے بعد نماز قصر ادا کرنی ہوگی؟

۳......چونکہ بس بندکی ہوکر جاتی ہے اور آتی ہے اس لئے بندکی اسٹیشن پر نماز قصر ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟

۴......جماعت تیار ہے یا ہورہی ہے اور مجھے فوراً نماز پڑھ کر بس لیکر روڈ پر جاتا ہے تو جماعت چھوڑ کر اس مسجد میں تنہا نماز پڑھ سکتا ہوں، کیونکہ نماز جماعت میں دیر لگنے کا سوال ہے اور مجھے جلدی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......حسن پور آپ کا وطنِ اصلی ہے(۱)۔

۲......۴۸/میل پر نماز قصر کا حکم ہے(۲)

۳......بندکی آپ کا وطنِ اصلی نہیں وہاں اِتمام کا سوال نہیں، اگر مسافر ہیں تو قصر کریں گے، یعنی ۴۸/میل کا ارادہ کر کے چلے اور بندکی اسٹیشن پر پہونچ گئے تو قصر کریں گے(۳)۔

۴......تنہا بھی پڑھنے سے ادا ہوجائے گی، ایک دو آدمی مسافر وغیرہ کو لیکر جماعت کرلیا کریں، جماعت چھوڑنا بڑی محرومی ہے(۴)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۳/۹۳ھ۔

---

(۱) "والوطن الأصلي هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۲/۱۳۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس عشر في صلاة المسافر: ۱/۱۴۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر: ۱/۵۱۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(من خرج من عمارة موضع إقامته قاصداً مسيرة ثلاثة أيام و لياليها بالسير الوسط مع الاستراحات المعتادة، صلى الفرض الرباعي ركعتين)". (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۲۱، ۱۲۳، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الصلوة، باب المسافر: ۱/۱۶۰، ۱۶۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۴) "عن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلوة =

سفر کے چند ضروری مسائل

سوال[۳۶۳۴]: مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں علماء دین کیا فرماتے ہیں:

عذر کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا

سوال[۳۶۳۵]: ۱...... کسی عذر کی وجہ سے نماز اپنے وقت سے مؤخر کی جاسکتی ہے، اگر کی جاسکتی ہے تو عذر کس انتہاء کو پہونچا ہوا ہو کہ اس کو عذر کہا جائے؟

ریل میں بھیڑ کی وجہ سے نماز کو مؤخر کرنا

سوال[۳۶۳۶]: ۲...... ایک شخص ریل میں ہے "تھرڈ کلاس" میں سفر کر رہا ہے اور بھیڑ اتنی شدید ہے کہ عادۃً وعرفاً واقعی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا، ایسی حالت میں وہ نماز مؤخر کر سکتا ہے یا نہیں؟

ریل میں استقبال ممکن نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال[۳۶۳۷]: ۳...... ریل کے ڈبے کے کئی کمرے ہوتے ہیں، اس میں تمام سیٹیں بنی رہتی ہیں،

= الجماعة تفضل على صلوة الرجل وحده بسبع و عشرين درجةً". (سنن الترمذى، أبواب الصلوة، باب ما جاء فى فضل الجماعة : ۱/۵۲، سعيد)

"عن أبى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :"صلوة الرجل فى جماعة تزيد على صلوته فى بيته و صلوته فى سوقه بضعاً و عشرين درجةً". الى آخر الحديث. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد، باب فضل الصلوة المكتوبة فى جماعة اهـ: ۱/۲۳۴،قديمى)

"عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من سمع المنادى فلم يمنعه من اتباعه عذر –قالوا: و ما العذر؟ قال: "خوف أو مرض–، لم تقبل منه الصلوة التى صلى". (سنن أبى داؤد، كتاب الصلوة، باب فى التشديد فى ترك الجماعة : ۱/۸۸، امداديه ملتان)

"الجماعة سنة مؤكدة للرجال، قال الزاهدى: أرادوا بالتأكيد الوجوب ...... وقيل: واجبة، وعليه العامة". (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۲، ۵۵۴،سعيد)

معمولی سی جگہ راستے کے لئے چھٹی رہتی ہے، ریل میں نماز پڑھنے کے لئے بڑی دشواری ہوتی ہے کہ کبھی کبھی سمت کے مطابق جگہ نہیں ملتی ہے، مثلاً ریل مشرق ومغرب کے رخ چلنے کے بجائے کچھ ترچھی سمت میں جارہی ہے، اس صورت میں صحیح طور پر جہتِ قبلہ کو پالینا ذرا مشکل ہوتا ہے تو اس حالت میں آیا اس کے لئے کوئی گنجائش ہے؟

چلتی ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال[۳۶۳۸]: ۴.....چلتی ریل پر اگر چہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا ممکن ہے لیکن گرنے کا اندیشہ باقی رہتا ہے اس صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

پلیٹ فارم پر نماز پڑھتے ہوئے ریل چل پڑے تو نماز توڑ دی جائے یا نہیں؟

سوال[۳۶۳۹]: ۵.....ریل سے اتر کر پلیٹ فارم پر نماز پڑھ رہا تھا، نماز پوری ہوئی.....نہیں تھی کہ ریل چل پڑی، نماز پوری کرتا ہے تو ریل جاتی ہے، اور ریل پکڑتا ہے تو نماز جیسی اہم عبادت کا ابطال لازم آتا ہے، ایسی حالت میں اس کو کیا کرنا چاہئے؟ اگر نماز توڑنا جائز ہے تو اس کو کیا چارہ ہے جس حالت میں ہو خواہ رکوع میں ہو یا سجدہ میں ہو، توڑ دے یا اس کو کسی حد تک رکوع وسجدہ کرنا ضروری ہے؟

بس میں نماز کس طرح پڑھی جائے؟

سوال[۳۶۴۰]: ۶.....بس میں یہ پریشانی خصوصاً پیش آتی ہے کہ وضو ہونے کے باوجود بھی نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ملتی، ایسی صورت میں کیا کرے، بیٹھا بیٹھا یا کھڑا کھڑا نماز پڑھ لے؟

بس میں نماز پڑھنے کے لئے ایک امکانی صورت

سوال[۳۶۴۱]: ۷.....بس اسٹاپوں پر بسیں رکتی ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کب تک رکیں گی، کبھی فوراً دو چار منٹ کے بعد چل دیتی ہے، کبھی گھنٹوں بعد اتفاق سے جاتی ہے، لیکن آدمی ہر لحہ اسی گومگو میں پڑا رہتا ہے اور آدمی اس خوف سے نہیں کرتا کہیں میں ادھر اتروں اور ادھر وہ گاڑی چل دے۔ ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہے جب کہ اس کے لئے وضو کرنے کا مسئلہ بھی ہو اور نماز پڑھنے کا حکم بھی؟ یہ صورت امکانی نکالی جاتی ہے کہ کسی جگہ اتر کر جلدی سے وضو کرلے اور کسی جگہ جلدی سے نماز پڑھ لے لیکن یہ انتہائی بے اطمینانی اور بدسکونی کا عالم ہوتا ہے جس پر عادۃً عمل مُحال کہا جاتا ہے۔ بتلائیں کہ کیا حکم ہے؟

ریل میں لوگوں کو ہٹا کر نماز پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟

سوال[۳۶۴۲]: ۸......ریل میں طبیعت کبھی اس بات سے جھجکتی ہے کہ آس پاس کے لوگوں کو ہٹا کر نماز کی جگہ نکالی جائے، دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ میں کہوں اور کوئی انکار کر جائے۔ تو کیا اس صورت میں نماز کو افضل حالت سے چھوڑ کر ارذل حالت میں پڑھا جاسکتا ہے؟ یعنی سوال کے بعد جگہ نکالنے پر جس درجے کی نماز پڑھی جاسکتی تھی اس سے کم درجہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے، مثلاً کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ کر؟

ریل میں تیمّم کے لئے کوئی چیز نہ ملے تو کیا کیا جائے؟

سوال[۳۶۴۳]: ۹......ریل پر ایک معذور سفر کر رہا ہے، ریل پر تو تیمّم کے لئے کوئی چیز مل نہیں سکتی، اگر ریل کے ڈبے کی زمین پختہ ہے بھی تو امکانِ نجاست غالب ہی نہیں بلکہ اغلب ہے اس لئے کہ وہ ۲۴/ گھنٹے جوتوں سے روندی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا وہ نماز کو مؤخر کرے؟

عین مغرب کے وقت اپنے وطن میں داخل ہونے والا عصر کی نماز دو رکعت پڑھے یا چار؟

سوال[۳۶۴۴]: ۱۰......ایک شخص عینِ سورج غروب ہونے کے وقت سفر سے واپس ہو کر اپنے وطن میں داخل ہوا، عصر کی نماز اب تک نہیں پڑھی تھی اب اس پر دو رکعت قضا واجب ہے یا چار رکعت؟

بڑے شہروں میں اپنے محلّہ سے نکلنے سے آدمی مسافر ہوجاتا ہے یا حدودِ شہر کو پار کر کے؟

سوال[۳۶۴۵]: ۱۱......لکھنؤ، دہلی، بنارس، الٰہ آباد، وغیرہ اس طرح کے شہر کوئی ایک دو کوس کے ہوتے نہیں بلکہ ان کا سلسلہ کئی کئی کوسوں تک ہوتا ہے۔ ایسے مقامات میں آدمی کہاں سے مسافر شمار ہوگا، آیا اپنے محلے ہی سے نکلتے ہی مسافر ہوجائے گا یا حدودِ شہر کو پار کرنے کے بعد مسافر شمار ہوگا، شہروں میں مسافرت کا معیار کیا ہے؟

ریل میں احتلام ہونے کی صورت میں غسل کے لئے کیا کیا جائے؟

سوال[۳۶۴۶]: ۱۲......ریل میں بیت الخلا تو ہوتا ہے لیکن غسل خانہ نہیں ہوتا، اگر کسی کو رات میں احتلام ہوجائے تو کیا کرے؟ گرمی کا معاملہ کچھ اہون ہے لیکن سردی کا تو بہت کٹھن ہے۔ اگر کوئی ہمت کر کے بیت الخلاء میں نہانا بھی چاہے تو طبیعت کو ایک طرح کا انقباض ہوتا ہے اس لئے کہ محلِ نجاست ہے، دوسرے یہ کہ پانی اتنا ٹھنڈا ہوتا ہے کہ سارا بدن شل ہوسکتا ہے، تیسرے یہ کہ دورانِ غسل میں پانی ختم ہوسکتا ہے

7

اس لئے کہ اس میں زیادہ پانی نہیں ہوتا۔ ان مجبوریوں کے پیشِ نظر اس کو کیا کرنا چاہئے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......وقتِ مستحب سے مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ مکروہ وقت تک تاخیر نہ ہو(۱)۔ سفر میں پانی نہ ہوتو تیمم اس کا بدل ہے لیکن پانی ملنے کی توقع ہوتو مؤخر کرنا چاہئے (۲)۔

۲......مؤخر کرکے قضاء نہ کردے، انتہائی کوشش کے بعد جگہ نہ ملے تو اشارہ سے نماز پڑھ لے پھر جگہ ملنے پر اعادہ کرلے(۳)۔

---

(۱) "والمستحب للرجل الابتداء في الفجر بإسفار والختم به إلا لحاجّ بمزدلفة، وتأخير ظهر الصيف مطلقاً، والجمعة كظهر أصلاً واستحباباً، وتأخير عصر مالم يتغير ذكاء بأن لاتحار العين فيها في الأصح، وتأخير عشاء إلى ثلث الليل، والمغرب إلى اشتباك النجوم: أي كثرتها كره تحريماً". (الدر المختار كتاب الصلوة : ۱/۳۶۶، ۳۶۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الأول في المواقيت وما يتصل بها، الفصل الثاني في بيان فضيلة الأوقات : ۱/۵۱، ۵۲، رشيديه)

"ولا يفرط في التأخير حتى لا تقع صلاة في وقت مكروه". (رد المحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/۲۴۹، سعيد)

(۲) "وندب لراجيه رجاءً قوياً آخرُ الوقت المستحب، ولو لم يؤخر وتيمم وصلى، جاز إن كان بينه وبين الماء ميل، وإلا لا". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/۲۴۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/۱۲۸، ۱۲۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/۲۷۰، ۲۷۱، رشيديه)

(۳) "وفي الخلاصة وغيرها: الأسير في يد العدو إذا منعه الكافر عن الوضوء والصلوة، يتيمم ويصلي بالإيماء، ثم يعيد إذا خرج". (البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/۲۴۸، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/۲۳۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، الفصل الأول في أمور لابد منها في التيمم : ۱/۲۸، رشيديه)

۳..... معمولی فرق ہو (شمال وجنوب کا فرق نہ ہو) تو گنجائش ہے (۱)۔

۴..... جو شخص اتنا ضعیف ہو کہ گر جانے کا ظنِ غالب ہو وہ بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے (۲)۔

۵..... ریل کے چلے جانے کی وجہ سے اگر حرجِ قوی ہو تو نا تمام چھوڑ کر ریل میں سوار ہو جائے، رکوع سجود کی اس حالت میں پابندی نہیں (۳)۔

۶..... نمبر:۲ کی صورت اختیار کرے (۴)۔

۷..... ڈرائیور یا کنڈکٹر سے دریافت کر لے کہ یہاں کتنے منٹ بس ٹھہرے گی، گومگو میں نہ رہے (۵)،

---

(۱) "كذا قال النحرير التفتازاني في شرح الكتاب: "فيعلم منه أنه لو انحرف عن العين انحرافاً لاتزول منه المقابلة بالكلية، جاز، ويؤيده ما قال في الظهيرية: إذا تيامن أو تياسر، تجوز؛ لأن وجه الإنسان مقوس؛ لأن عند التيامن أو التياسر يكون أحد جوانبه إلى القبلة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۲۸، سعيد)

(۲) "قال رحمه الله: ولو صلى في فُلك قاعداً بلا عذر، صح عند أبي حنيفة، وقالا: لا يصح إلا من عذر؛ لأن القيام مقدور عليه، فلا يجوز تركه. وله أن الغالب فيه دَوَرانُ الرأس وهو كالمتحقق لكن القيام أفضل؛ لأنه أبعد عن شبهة الخلاف، والخروج أفضل إن أمكنه؛ لأنه أسكن لقلبه". (تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۱/۴۹۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۲۰۲، رشيديه)

(۳) "رجل قام إلى الصلوة فسرق منه شئ قيمته درهمٌ، له أن يقطع الصلوة ويطلب السارق سواء كانت فريضةً أو تطوعاً؛ لأن الدرهم مال. امرأة تصلي ففار قِدرها، جاز لها قطع الصلوة لإصلاحها، وكذا المسافر إذا ندّت دابته أو خاف الراعي على غنمه الذئب اهـ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب السابع فيما يفسد الصلوة وما يكره فيها، الفصل الثاني فيما يكره الصلوة، ومما يتصل بذلك مسائل: ۱/۱۰۹، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها: ۱/۶۵۴، سعيد)

(۴) (راجع، ص: ۵۴۱، رقم الحاشية: ۳)

(۵) "عن أبي الدرداء قال: أوصاني خليلي: "أن لاتشرك بالله شيئاً وإن قطعت وحرقت، ولا تترك صلوة مكتوبةً متعمداً، فمن تركها متعمداً، فقد برئت منه الذمة، ولا تشرب الخمر، فإنها مفتاح كل شر". رواه ابن ماجة". (مشكوة المصابيح، كتاب الصلوة، الفصل الثالث: ۱/۵۹، قديمي)

پھر کسی جگہ وضو کرے، کسی جگہ نماز پڑھ لے اگرچہ سکونِ تام میسر نہ ہو، سکونِ تام تو کسی کسی کو میسر ہوتا ہے، جو حالت سکون کی سمجھی جاتی ہے اس میں بھی ذہن میں افکار کا ہجوم رہتا ہے اور سمندر کی طرح موجوں کا سلسلہ لگا رہتا ہے، اس کی وجہ سے نماز ترک کی جاسکتی، عینِ حالتِ جہاد میں بھی صلوٰۃِ خوف مشروع ہے(۱)۔

۸...... یہ جھجک بے محل ہے، قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء پہونچنے کے واسطے بھی بسا اوقات جگہ مانگنا پڑتی ہے، سوار ہونے، بیٹھنے، سامان رکھنے کے لئے بھی جگہ طلب کی جاتی ہے اور جھجک محسوس نہیں کی جاتی، جگہ طلب کرلے اور کوشش کے باوجود کسی نے انکار کر دیا اور قلب کو اذیت ہوئی تو اجر میں اضافہ ہوگا۔

۹...... وہ بھی مؤخر نہ کرے، ریل میں بعض دفعہ کھڑکیوں سے اتنا غبار آجاتا ہے کہ تیمم کے لئے کافی ہوجاتا ہے، اگر وہاں کی مٹی یقیناً ناپاک ہے (موہوماً نہیں) اور پانی استعمال کرنے کی قدرت نہ ہو (مرض کی وجہ سے) تو آخر فاقد الطہورین کا مسئلہ بھی موجود ہے (۲)۔

۱۰...... اگر وقتِ عصر ختم ہونے پر وطن میں داخل ہوا تو قصر کرے گا ورنہ اتمام کرے گا (۳)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وإذا كنت فيهم فأقمت لهم الصلوة، فلتقم طائفة منهم معك، وليأخذوا أسلحتهم، فإذا سجدوا فليكونوا من ورائكم، ولتأت طائفة أخرىٰ لم يصلوا، فليصلوا معك﴾ الآية. (سورة النساء، ۱۰۲، الآية)

(۲) "والمحصور فاقد الماء والتراب الطهورين بأن حبس في مكان نجس، ولا يمكنه إخراج تراب مطهر، وكذا العاجز عنهما لمرض يؤخرها عنده، وقال: يتشبه بالمصلين وجوباً، فيركع ويسجد إن وجد مكاناً يابساً، وإلا يؤمي قائماً، ثم يعيد كالصوم، به يفتي، وإليه صح رجوعه: أي الإمام، كما في الفيض". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۵۲، ۲۵۳، سعيد)

(۳) "والمعتبر في تغيير الفرض آخر الوقت وهو قدر ما يسع التحريمة، فإن كان المكلف في آخره مسافراً، وجب ركعتان، وإلا فأربع؛ لأنه (أي آخر الوقت) المعتبر في السببية عند عدم الأداء قبله" (الدر المختار). "(قوله: وجب ركعتان): أي وإن كان في أوله مقيماً وقوله: وإلا فأربع: أي وإن لم يكن في آخره مسافراً بأن كان مقيماً في آخره، فالواجب أربع". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر: ۲/۱۳۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب المسافر: ۲/۲۴۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلاة المسافر: ۱/۵۱۹-۵۲۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

۱۱......محلّہ سے نہیں بلکہ آبادی سے خارج ہونے پر مسافر شمار ہوگا(۱)۔

۱۲......طبعی انقباض تو نا قابلِ التفات ہے، اول اس جگہ پر پانی بہادے پھر تھوڑا تھوڑا پانی ڈال کر غسل کرے، ہاں اگر پانی اتنا ٹھنڈا ہے کہ بدن شل ہوجائے تو تیمّم کرلے، پھر جب قابلِ برداشت پانی مل جائے تو غسل کرلے(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔



(۱) "من خرج من عمارة موضع إقامته من جانب خروجه، وإن لم يجاوز من الجانب الآخر ...... قاصداً مسيرة ثلاثة أيام ولياليها". (الدرالمختار). "(قوله: من جانب خروج الخ) قال في شرح المنية: فلا يصير مسافراً قبل أن يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذى خرج، حتى لو كان ثمة محلة منفصلة عن المصر وقد كانت متصلةً به، لا يصير مسافراً ما لم يجاوزها".

(ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر : ۱۲۱/۲، سعيد)

(وكذا فى تبيين الحقائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المسافر : ۵۰۶/۱، ۵۰۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا أو لمرض أو برد يهلك الجنب أو يمرضه ولو فى المصر إذا لم تكن له أجرة حمام ولا ما يدفئه تيمم لهذه الأعذار كلها". (الدر المختار، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۲۳۲/۱، ۲۳۳، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۲۴۶/۱، ۲۴۷، رشيديه)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الرابع فى التيمم، الفصل الأول فى أمور لابد منها فى التيمم : ۲۸/۱، رشيديه)

باب صلوۃ المریض

(مریض کی نماز کا بیان)

عبادات کس شخص سے معاف ہیں؟

سوال[۳۶۴۷]: بزرگوں میں سے کسی بزرگ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ خداوند پاک نے ان سے اپنے فرائض اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے سنتیں ان کی تکالیف اور ضعیفی کی بنا پر معاف کر دیا تھا۔ اگر جناب والا کی نظر سے کسی کتاب میں یہ واقعہ گزرا ہو تو تحریر فرماویں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

خصوصیت سے یہ واقعہ تو مجھے کسی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں، لیکن مسئلہ صحیح ہے، وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اتنا بیمار اور ضعیف ہے کہ نہ وضو کر سکتا ہے نہ تیمم، نہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے نہ بیٹھ کر نہ لیٹ کر، نہ رکوع کر سکتا ہے نہ اشارہ، نہ روزہ رکھ سکتا ہے نہ حج کر سکتا ہے اور اسی حالت میں کچھ مدت تک زندہ رہ کر مر جائے تو یہ سب عبادتیں اس سے معاف ہیں، کوئی فدیہ یا وصیت بھی واجب نہیں(۱) کتبِ فقہ نور الایضاح (۲) وغیرہ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دار العلوم دیوبند، ۶/۱۱/۸۵ھ۔

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "یصلي المریض قائماً، فإن نالته مشقة صلی جالساً، فإن نالته مشقة صلی بإیماء یؤمي برأسه، فإن نالته مشقة سبح".

"کماذکرنا في المقدمة، فالحدیث حسن، و فیه دلالة علی سقوط الصلوة عن المریض إذا لم =

معذور کی تعریف اور اس کا حکم

سوال[۳۶۴۸]: زید کو عارضہ ریح کا ہے یعنی اس کی ریح جلدی جلدی خارج ہوتی رہتی ہے، وضو اس کا قرار نہیں پکڑتا۔ بعض وقت یا بعض دن ایسا ہوتا ہے کہ وضو ایک گھنٹہ تک قائم رہتا ہے اور بعض روز کئی کئی روز ایسے گزرتے ہیں کہ وضو دس دس منٹ بلکہ اس سے بھی پہلے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس اخراج ریح کی صورت میں وہ شخص فرض قضاء نمازوں کو کس طرح ادا کرے؟ آیا ایک دفعہ تازہ وضو کر کے تمام دن اسی ایک وضو سے پڑھتا رہے خواہ بیچ میں ریح خارج ہو رہی ہو یعنی وضو نہ رہا ہو؟ فقط۔

= يستطع الإيماء بالرأس، فإن قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "فإن نالته مشقة سبح" ورد في مقابلة قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "صلى بإيماء" فلا يجوز إرادة الصلوة به بل المراد به الذكر وحده، فدل على أن مثل هذا المريض لا صلوة عليه، بل يذكر الله بقلبه ولسانه، وليس الذكر بواجب عليه إجماعاً فالمراد للندب كما قال علماءنا". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب صلوة المريض: ۱۷۴/۷، إدارة القرآن، كراچى)

"وإذا عجز المريض عن الإيماء بالرأس في ظاهر الرواية، يسقط عنه فرض الصلوة، ولا يعتبر الإيماء بالعينين والحاجبين الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱۳۷/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۹۹/۲، سعيد)

(۲) "إذا مات المريض ولم يقدر على الصلاة بالإيماء، لايلزمه الإيصاء بها وإن قلت." (نور الإيضاح، باب صلاة المريض، فصل في إسقاط الصلاة والصوم: ص: ۱۰۴، سعيد)

"(إذا مات المريض ولم يقدر على أداء الصلاة بالإيماء) برأسه (لايلزمه الإيصاء بها وإن قلت) بنقصها عن صلاة يوم وليلة لمارويناه لعدم قدرته على القضاء بادراك زمن له على قول من يفسر قبول العذر بجواز التأخير، ومن فسره بالسقوط ظاهر، (وكذا) حكم (الصوم) في شهر رمضان (إن أفطر فيه المسافر والمريض، وماتا قبل الإقامة) للمسافر (و) قبل (الصحة) للمريض لعدم إدراكهما عدةً من أيام أخر، فلايلزمهما الإيصاء به." (مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوى، باب صلاة المريض، فصل في إسقاط الصلاة والصوم، ص: ۴۳۶، ۴۳۷، قديمى)

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر ایک مرتبہ کسی نماز کا کامل وقت اس حالت میں گزر جائے کہ اخراجِ ریح مسلسل رہے یعنی اتنی دیر کے لئے بھی بند نہ ہو کہ وہ وضو کر کے وقتیہ نماز پوری کر سکے تب تو یہ شخص معذور ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ ہر وقت کے لئے اس کے ذمہ وضو ضروری ہے اور اس وضو سے فرض، نفل ادائے قضا جو دل چاہے پڑھتا رہے، خروج ریاح ناقض نہیں ہوگا، وقت خارج ہونا اس کے حق میں ناقض وضو ہے، ہر وقت کے لئے علیحدہ وضو ضروری ہے اور یہ شخص معذور رہے گا جب تک کہ کسی ایک نماز کا کامل وقت عذر سے خالی نہ گزر جائے، یعنی معذور رہنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ عذر مسلسل رہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ ہر نماز کے کامل وقت میں ایک دو مرتبہ عذر کا تحقق ہو جائے۔

اور جب ایسی حالت آجائے گی کہ کامل وقت ایک مرتبہ بھی عذر سے خالی گزر جائے گا تو یہ شخص معذور نہ رہے گا اور اگر کسی کامل نماز کا وقت ایسا نہیں گزرا کہ اس کو عذر سے خالی رہ کر نماز کا ادا کرنا ممکن ہو، بلکہ اتنی گنجائش مل جاتی ہے کہ ہر وقت میں نماز بلا عذر ادا کر سکتا ہے تو یہ معذور نہیں ہے خروج ریاح اس کے حق میں ناقضِ وضو ہے، هکذا فی الطحطاوی، ص: ۸٦(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۱۱/۵٦ھ۔

---

(۱) "عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها: قالت جاء ت فاطمة بنت أبی حبیش رضی الله تعالیٰ عنها إلی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقالت: یا رسول الله! إنی امرأة أستحاض فلا أطهر، أفأدَعُ الصلوة؟ قال: "لا، إنما ذلک عرق و لیس بالحیضة، اجتنبی الصلوة أیام محیضک، ثم اغتسلی و توضئ لکل صلوة وإن قطر الدم علی الحصیر". (إعلاء السنن، کتاب الطهارة، بابٌ إن المستحاضة تتوضأ لوقت کل صلوة: ۱/۲٦۲، إدارة القرآن کراچی)

"عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها "قالت: اعتکفت مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم امرأةٌ من أزواجه مستحاضة، فکانت تری الحمرة والصفرة، فربما وضعنا الطست تحتها و هی تصلی". (صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب اعتکاف المستحاضة: ۱/۲۷۳، قدیمی) .... =

معذور کی نماز وامامت

سوال[۳۶۴۹]: (الف) میں ایک مرض میں عرصۂ دراز سے مبتلا ہوں اور وہ ہے کثرتِ ریاح کا خروج، ہر۲،۳/منٹ پرخروجِ ریاح ہوتا رہتا ہے۔تو کیا میں فجر کے وضو سے نمازِ اشراق اور تلاوتِ قرآن پاک کرسکتا ہوں؟ یعنی ہوا کوروک کررکھوں اور باوضو رہوں۔

(ب) جس گاؤں میں رہتا ہوں اس میں معمولی پڑھے لکھے لوگ ہیں، اکثر قرأت نماز میں غلط پڑھتے ہیں، اعضائے وضوخشک رہ جاتے ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کرتے، ایسے لوگوں کے پیچھے میری نماز درست ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو پنجگانہ نماز کی امامت کرسکتا ہوں یا نہیں؟ یعنی جب تک امامت کروں، ہوا کو زبردستی روکے رکھوں، اگر نہیں کرسکتا تو گھر میں نماز ادا کروں؟ نیز اس حالت میں نمازِ تراویح کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

(الف) جو شخص شرعاً معذور ہے اس کو ہر وقت کی نماز کے لئے وضو ضروری ہے، پھر وقت ختم ہونے

= ''(و من به عذر كسلس بول أواستطلاق بطن) و انفلات ريح.......... يتوضؤن(لوقت كل فرض) لا لكل فرض و لا نفل لقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ''المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلوة'' .... (يصلون): أى بوضوئهم في الوقت (ما شاء وا من الفرائض) .... من (النوافل) والواجبات .... (و يبطل وضوء لمعذورين) إذا لم يطرأ ناقض غير العذر (بخروج الوقت) كطلوع الشمس فى الفجر عند أبي حنيفة و محمد (فقط) .... (و لا يصير) من ابتلى بناقض (معذوراً حتى يستوعبه العذر وقتا كاملاً ليس فيه انقطاع) لعذره (بقدر الوضوء والصلوة)؛ إذ لو وجد، لا يكون معذوراً. (وهذا) الاستيعاب الحقيقي بوجود العذر فى جميع الوقت، والاستيعاب الحكمي بالانقطاع القليل الذى لا يسع الطهارة والصلوة (شرط ثبوته): أى العذر (وشرط دوامه): أى العذر (وجوده) (في كل وقت بعد ذلك) الاستيعاب الحقيقي أو الحكمي (ولو) كان وجوده (مرةً) واحدةً ليعلم بها بقاؤه (وشرط انقطاعه) وخروج صاحبه عن كونه معذوراً (خلو وقت كامل عنه) بانقطاعه حقيقةً. فهذه الثلاث شروط، الثبوت والدوام والانقطاع. نسأل الله العفو والعافية بمنه و كرمه ''. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض، ص: ۱۴۹، ۱۵۰، قديمى)

(و كذا فى الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، أحكام المعذور : ۱/ ۴۰، ۴۱، رشيديه)

سے اس کا وضو باقی نہیں رہے گا۔ فجر کا وضو سورج نکلنے سے ختم ہوجائے گا (۱) اشراق کے لئے علیحدہ وضو کی ضرورت ہوگی، پھر اس وضو سے نوافل اور تلاوت کی اجازت ہوگی حتی کہ ظہر کے لئے بھی جدید وضو کی ضرورت نہیں ہوگی، اِلّا یہ کہ اس عذر کے علاوہ کوئی اَور حدث پیش آجائے (۲)۔

(ب) اگر امام کی طہارت کامل نہ ہو، اعضائے وضو خشک رہ جائیں، یا نماز میں قرأت کی غلطی سے فساد آجائے اور امام اصلاح نہ کرے تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست نہیں اور صاحبِ عذر بھی امامت نہیں کرسکتا (۳)۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن المستحاضة قال: "تدع الصلوة أيامها، ثم تغتسل غسلاً واحداً، ثم تتوضأ عند كل صلوة".

قال الشيخ ظفر أحمد العثماني رحمه الله تعالىٰ: "عند بالكسر والفتح والضم ثلث لغات .... والمراد به الوقت الشرعي للصلوة كما هو المتبادر". (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، الحيض والنفاس والاستحاضة: ۱/۲۹۰، إدارة القرآن، كراچی)

"المستحاضة و من به سلس البول أو استطلاق البطن أو انفلات الريح أو رعاف دائم أو جرح لا يرقأ، يتوضؤن لوقت كل صلوة، و يصلون بذلك الوضوء في الوقت ماشاء وامن الفرائض والنوافل. .... "و يبطل الوضوء عند خروج وقت المفروضة بالحدث السابق". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في أحكام الحيض والنفاس والاستحاضة: ۱/۴۱، رشيديه)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: اعتكفت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امرأة من أزواجه مستحاضة، فكانت ترى الحمرة والصفرة، فربما وضعنا الطست تحتها و هي تصلي". (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب اعتكاف المستحاضة: ۱/۲۷۳، قديمي)

"(فإذا خرج الوقت، بطل): أي ظهر حدثه السابق، حتى لو توضأ على الانقطاع ودام إلى خروجه، لم يبطل بالخروج ما لم يطرأ حدث آخر أو يسيل كمسألة مسح خفه. وأفاد أنه توضأ بعد الطلوع و لو لعيد أو ضحى، لم يبطل إلا بخروج وقت الظهر". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۰۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ: ۱/۴۱، رشيديه)

(۳) "و في المبسوط: (و يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله و أعلم هم بالسنة وأفضلهم و رعاً وأكبرهم سناً) لحديث أبي مسعود رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "يؤم القوم أقرؤهم =

لہٰذا تنہا نماز پڑھنے میں وہ شرعاً معذور ہے، ترکِ جماعت کی وعید میں وہ نہیں آئے گا (۱)، اسی طرح نماز تراویح بھی درست نہیں ہوئی، ایسی حالت میں تراویح بھی تنہا پڑھی جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۱/۸۹ھ۔

صاحبِ جریان کی نماز وامامت

سوال[۳۶۵۰]: احقر مدت سے مرضِ جریان میں مبتلا ہے اکثر اوقات بدونِ دفق وشہوت کے مذی

= لكتاب الله تعالىٰ، فإن كانوا سواءً فأعلمهم بالسنة، فإن كانوا سواء فأقدمهم هجرة.......... والأصح أن الأعلم بالسنة إذا كان يعلم من القرآن مقدار ما يجوز به الصلوة، فهو أولى؛ لأن القراء ة يحتاج إليها في ركن واحد، والعلم يحتاج إليه في جميع، والخطأ المفسد للصلوة في القراء ة لا يعرف إلا بالقلم". (مراقي الفلاح) .

وقال الطحطاوي :" و شروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء .... (والقراة) بحفظ آية تصح بها الصلوة على الخلاف والسادس (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية، فلايصح اقتداء غيره به (كالرعاف) الدائم (وانفلات رياح) .... والسلامة (من فقد شرط كطهارة) فإن عدمها بحمل خبث، لا يعفى لاتصح إمامته لطاهر". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص:۲۸۸، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الصلاة، باب الإمامة : ۱/۵۷۸، سعيد)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من سمع النداء فلم يمنعه من اتباعه عذرٌ قالوا: و ما العذر؟ قال:"خوف أو مرض، لم يقبل منه الصلوة التي صلى".

قال الشيخ ظفر أحمد العثماني رحمه الله تعالىٰ : "قوله : عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ .... قلت: دل على كون الخوف والمرض عذراً". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب الإمامة: ۴/۱۷۹، إدارة القرآن، كراچي)

"و تسقط الجماعة بالأعذار حتى لا تجب على المريض". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الأول في الجماعة : ۱/۸۳، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار : كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۴، سعيد)

(۲) (راجع ،ص: ۵۴۹، رقم الحاشيه :۳)

کی قسم کی کوئی چیز نکل کر کبھی مخرج کے منہ پر رہتی ہے اور کبھی مخرج سے تعدی کر کے کچھ پھیل جاتا ہے مگر چمڑے سے الگ ہو کر ساقط نہیں ہوتی، کبھی کپڑے پر بھی لگ جاتی ہے اور اکثر اوقات نماز میں بھی مذکورہ حالت ہو جاتی ہے، بعض وقت دو تین دفعہ نماز دہرانے تک یہی حالت رہتی ہے اور بعض وقت نہیں رہتی۔ اب سوال یہ ہے کہ نماز دہراؤں یا نہیں؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کبھی مجبوراً امام بننا پڑتا ہے کہ جماعت میں عوام ہوتے ہیں جن کی قرأت صحیح نہیں ہے اور بعض کی قرأت صحیح ہے مگر مسائل سے اچھی طرح واقف نہیں اور بعض کے طہارت وغیرہ کے مسائل پر عمل نہیں ہے، چال چلن لباس، وغیرہ شریعت کے موافق نہیں ہے اور اگر کبھی جاننے والا آدمی موجود بھی ہے تو وہ امام نہیں ہوتا تو حالتِ مذکورہ میں احقر کو امام بننا درست ہوگا یا نہیں؟ بر تقدیرِ ثانی کیا کروں؟ فقط۔

المستفتی: عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس چیز کے ناقضِ وضو ہونے میں شک نہیں، لیکن اس کی نوبت یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ شرعاً آپ کو معذور کہا جا سکے تو اس وقت آپ کے لئے یہ حکم ہوگا کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا آپ کو ضروری ہوگا اور اس وضو سے فرض، نفل سب پڑھ سکتے ہیں پھر جب نماز کا وقت خارج ہوگا تو یہ خروجِ وقت آپ کے حق میں ناقضِ وضو ہوگا عذر، ناقض نہ ہوگا۔

شرعاً معذور وہ شخص ہے کہ جس پر نماز کا ایک مکمل وقت اسی حالت میں گزر جائے کہ اس میں وہ عذر برابر ملحق رہے اور اتنی دیر کے لئے بھی بند نہ ہو کہ جس میں وہ وضو کر کے اس وقت فرض نماز ادا کر سکے، جب ایک نماز کا مکمل وقت اسی حالت میں گزر گیا تو یہ شخص شرعاً معذور ہوگا، اس کے بعد ہر نماز کے مکمل وقت میں اس عذر کا متحقق ہونا ضروری نہیں، بلکہ مکمل وقت میں کم از کم ایک مرتبہ اس عذر کا پایا جانا کافی ہے، پھر اگر کسی نماز کا مکمل وقت ایسی حالت میں گزر گیا کہ ایک مرتبہ بھی عذر نہ پایا گیا تو یہ شخص شرعاً معذور نہیں رہے گا۔

اب آپ اپنی حالت کو خود ملاحظہ کر لیں آپ شرعاً معذور ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو یہ خروجِ مذی آپ کے حق میں ناقض نہیں، لہٰذا اس کی وجہ سے نماز کا اعادہ بھی درست نہیں۔ اگر آپ معذور نہیں تو یہ خروجِ مذی ناقضِ

وضو ہے، اگر نماز میں خروج ہو جائے، تو وضو اور نماز دونوں کا اعادہ لازم ہے(۱)۔

معذور کی امامت درست نہیں۔ جب آپ معذور ہوں تو آپ ہرگز امام نہ بنیں جو امام احسن حالاً ہو اس کی اقتداء کرلیں، اور جب معذور نہ ہوں تو پھر امام بننے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر ایسی حالت میں خروجِ مذی ہو گیا تو نماز کا اعادہ لازم ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/۹/۶۲ھ۔

صحیح: عبداللطیف، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۷/ رمضان/۶۲ھ۔

---

(۱)" عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: جاء ت فاطمة بنت أبي حبيش رضي الله تعالىٰ عنها إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت: يا رسول الله! إني امرأة أستحاض فلاأطهر، أفأدع الصلوة؟ قال: "لا، إنما ذلك عرق و ليس بالحيضة، اجتنبي الصلوة أيام محيضك، ثم اغتسلي و توضئ لكل صلوة وإن قطر الدم على الحصير". (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، بابٌ: إن المستحاضة تتوضأ لوقت كل صلوة ۱۰/ ۲۶۲، إدارة القرآن، كراچی)

عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: اعتكفت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم امرأةٌ من أزواجه مستحاضة، فكانت ترى الحمرة والصفرة، فربما وضعنا الطست تحتها و هي تصلي". (صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب اعتكاف المستحاضة: ۱/ ۲۷۳، قديمي)

"شرط ثبوت العذر ابتداء أن يستوعب استمراره وقت الصلوة كاملاً، و هو الأظهر كالانقطاع، لا يثبت ما لم يستوعب الوقت كله، حتى لو سال دمها في بعض وقت الصلاة فتوضأت وصلت ثم خرجت الوقت ودخل وقت صلوة أخرى وانقطع دمها فيه، أعادت تلك الصلوة لعدم الاستيعاب. وإن لم ينقطع في وقت الصلوة الثانية حتى خرج، لا تعيدها لوجود استيعاب الوقت. وشرط بقائه أن لا يمضي عليه وقت فرض إلا والحدث الذي ابتلي به يوجد فيه". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، أحكام المعذور: ۱/ ۴۰، ۴۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب الحيض والنفاس، ص: ۱۴۹، ۱۵۰، قديمي)

(۲) "و شروط صحة الإمامة للرجال الأصحاء ستة أشياء .... والسادس: (السلامة من الأعذار) فإن المعذور صلاته ضرورية، فلا يصح اقتداء غيره به (كالرعاف) الدائم (وانفلات الريح) الخ". =

معذور تیمّم اور اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال[۳۲۶۵۱]: زید بیماری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے معذور ہوگیا حتی کہ وضو تک کے لئے لوٹا نہیں اٹھا سکتا، اس لئے پاس مٹی رکھ کر تیمّم کر کے قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کر لیتا ہے۔ اس طرح نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً مصلیاً:

جب خود وضو کی قدرت نہ ہو اور دوسرا آدمی وضو کرانے والا بھی نہ ہو تو مجبوراً تیمّم درست ہے(۱)۔ جب کھڑے ہونے کی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھی جائے، بیٹھنے پر قدرت نہ ہو تو لیٹے لیٹے پڑھی جائے(۲)، جب قبلہ کی طرف رخ کرنے کی قدرت نہ ہو تو جس طرف ہو اسی طرف رخ کر کے اشارہ سے نماز پڑھ لی جائے(۳)۔ اگر سجدہ کی قدرت ہو تو اشارہ کافی نہیں سجدہ ضروری ہے خواہ معمولی سی کوئی چیز تکیہ

= (كتاب الصلوة، باب الإمامة، ص: ۵۷۸، قديمی)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، بيان جواز الاقتداء : ۱/۳۵۰، رشيديه)

(۱) "(واستعماله) .... (أو لمرض) يشتد أويمتد بغلبة ظن أوقول حاذق مسلم و لو بتحر أو لم يجد من توضئه الخ". (الدرالمختار).

"(قوله:أو لم يجد، الخ): أى أو كان لا يخاف الا شتداد و لا الامتداد لكنه لا يقدر بنفسه و لم يجد من يوضئه". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب التيمم : ۱/۲۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الرابع في التيمم، الفصل الأول في الأمور الخ : ۱/۲۸، رشيديه)

(۲) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه، قال : كان بي الناصور، فسألت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم .... فقال: "صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلى جنب". (سنن أبي داود، كتاب الصلوة، باب في صلوة القاعد : ۱/۱۴۴، مكتبه امداديه ملتان)

"فإذا عجز عن القيام، يصلي قاعداً بركوع و سجود، فإن عجز عن الركوع والسجود يصلي قاعداً .... فإن عجز عن القعود يستلقي و يؤمي إيماءً الخ". (بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، صلوة المريض، فصل: وأما أركانها فستة : ۱/۲۸۴، رشيديه)

(۳) "(و قبلة العاجز عنها) لمرض وإن وجد موجها عند الإمام". (الدرالمختار). "(قوله : عند الإمام)؛ =

وغیرہ رکھ کر ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۲/۵/۸۷ھ۔

آنکھ کے آپریشن میں نماز کا حکم

سوال[۳۲۵۲]: آنکھ قدح (۲) کرانے میں حس وحرکت سر وغیرہ کی اجازت نہیں ہوتی، بستر پر پیشاب کرنا پڑتا ہے، بعض مرتبہ بدن وکپڑا پیشاب میں ملوث ہوجاتا ہے تو نماز قضاء کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کس طرح نماز ووضو وتیمم ادا کرے جب کہ سر تک کو حرکت نہیں دے سکتا اور آدھے چہرہ تک پٹی لپٹی رہتی ہے جس سے پورا تیمّم چہرہ کا بھی نہیں ہوسکتا؟ جواب بحوالہ کتب معتبرہ مرحمت ہو۔

مکلّف شاہ، حبیب اللہ، از خانقاہ مالک پور، ضلع پرتاب گڑھ،۱۴/شوال۵۴ھ (اودھ)۔

الجوب حامداً مصلیاً :

اگر سر کی حرکت اور اشارہ کو بھی دیندار ماہر معالج منع کرتا ہے اور آنکھ کے لئے ایسی حالت میں مضر

= لأن القادر بقدرة الغير عاجز عنده؛ لأن العبد يكلف بقدرة نفسه لا بقدرة غيره". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب شروط الصلوة : ۱/۴۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الثالث في شروط الصلوة، فصل: استقبال القبلة : ۱/۶۳، رشيديه)

(۱) "و لايرفع إلى وجهه شيئاً يسجد عليه، فإنه يكره تحريماً الخ". (الدرالمختار). "قوله هذا محمول على ما إذا كان يحمل إلى وجهه شيئاً يسجد عليه، بخلاف ما إذا كان موضوعاً على الأرض، يدل عليه ما في الذخيرة حيث نقل عن الأصل الكراهة في الأول، ثم قال: فإن كانت الوسادة موضوعة على الأرض و كان يسجد عليها جازت صلاته، فقد صح أن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها كانت تسجد على مرفقة موضوعة بين يديها لعلة كانت بها ولم يمنعها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من ذلك .... بل يظهر لي أنه لو كان قادراً على وضع شيئ على الأرض مما يصح السجود عليه أنه يلزمه ذلك لأنه قادر على الركوع والسجود حقيقةً و لايصح الإيماء بهما مع القدرة عليهما بل شرطه تعذر هما كما هو موضوع المسئلة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض :۲/۹۸، ۹۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض : ۲/۲۰۱، رشيديه)

(۲) "قدح: چیرنا، پھاڑنا"۔(نور اللغات ، تحت لفظ "قدح" :۳/۶۵۰، سنگ میل پبلی کیشنز، لاهور)

بتلاتا ہے تو نماز کو قضاء کرنا درست ہے آبرو یا آنکھ یا دل کے اشارہ سے نماز نہ پڑھے:

و فی الدر المختار: "ولم یؤم بعینه و قلبه و حاجبه"(۱)۔ وفیه قبله: "وإن تعذر الإیماء برأسه و کثرت الفوائت بأن زادت علیٰ یوم ولیلة، سقط القضاء عنه وإن کان یفهم فی ظاهر الروایة، وعلیه الفتویٰ" در مختار، ص: ۷۹۵(۲)۔

اگر اشارۂ سر سے نماز مضر نہ ہو تو اشارۂ سر سے نماز پڑھنا ضروری ہے(۳)۔ اگر بستر ناپاک ہے اور

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، باب صلاة المریض: ۲/۱۰۰، سعید)

"عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "یصلی المریض قائماً، فإن نالته مشقة صلی جالساً، فإن نالته مشقة صلی بإیماء یؤمی برأسه، فإن نالته مشقة، سبح".

قال العلامة العثمانی رحمه الله تعالیٰ: "کما ذکرنا فی المقدمة، فالحدیث حسن، و فیه دلالة علی سقوط الصلوة عن المریض إذا لم یستطع الإیماء بالرأس، فإن قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "فإن نالته مشقة سبح". و رد فی مقابلة قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "صلی بإیماء" فلا یجوز إرادة الصلوة به بل المراد به الذکر وحده، فدل علی أن هذا المریض لا صلوة علیه بل یذکر الله بقلبه و لسانه، و لیس بواجب علیه إجماعاً، فالأمر لندب کما قال علماء نا". (إعلاء السنن، کتاب الصلوة، أبواب صلوة المریض: ۷/۱۷۴، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (الدر المختار، کتاب الصلوة، باب صلوة المریض: ۲/۹۹، سعید)

"وإذا عجز المریض عن الإیماء بالرأس فی ظاهر الروایة یسقط عنه فرض الصلوة و لا یعتبر الإیماء بالعینین والحاجبین، ثم إذا خف مرضه هل یلزمه القضاء؟ اختلفوا فیه، قال بعضهم: إن زاد عجزه علی یوم ولیلة، لا یلزمه القضاء، وإن کان دون ذلک یلزمه کما فی الإغماء، و هو الأصح، والفتوی علیه". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الرابع عشر فی صلاة المریض: ۱/۱۳۷، رشیدیه)

(وکذا فی إعلاء السنن، کتاب الصلوة، أبواب المریض: ۷/۱۷۵، إدارة القرآن، کراچی)

(۳) "عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، قال: "یصلی المریض قائماً، فإن نالته مشقة صلی جالساً، فإن نالته مشقة صلی بإیماء یؤمی برأسه، فإن نالته مشقة سبح".

(إعلاء السنن، کتاب الصلوة، أبواب المریض: ۷/۱۷۴، ادارة القرآن)

"وإن تعذر القعود أومأ بالرکوع والسجود مستلقیاً علی ظهره و جعل رجلیه إلی القبلة الخ".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الرابع عشر فی صلاة المریض: ۱/۱۳۶، رشیدیه)

اس کو بدل نہیں سکتا تو اس ناپاک ہی پر پڑھے(۱) وضو کی اجازت نہ ہو تو تیمم سے ہی سہی، پٹی کے اوپر ہی مسح کر لے، اگر وضوء کی اجازت ہو تو وضوء کر لے اور پٹی کے اوپر مسح کر لے، باقی اعضاء کو دھولے(۲)۔

"أمره الطبيب بالاستلقاء لبزغ الماء من عينه، صلى بالإيماء؛ لأن حرمة الأعضاء كحرمة النفس. مريضٌ تحته ثياب نجسة، وكلما بسط شيئاً يتنجس من ساعته، صلى على حاله، و كذا لو لم يتنجس إلا أنه يلحقه مشقة بتحريكه". درمختار۔ و فی رد المحتار: "قوله: أمره الطبيب: أی المسلم الحاذق، كما ذكره في الصوم(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، ۳/ ذیقعدہ/۵۴ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲/۱۱/۵۴ھ۔

---

(۱) (راجع رقم الحاشية: ۳)

(۲) "(واستعماله) .... (أولمرض) يشتد أو يمتد بغلبة ظن أو قول حاذق مسلم و لو بتحرك الخ". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۳۳، سعيد)

"ولو كان يجد الماء إلا أنه مريض يخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه أو أبطأ برؤه، يتيمم، لا فرق بين أن يشتد بالتحرك كالمشتكي من العرق المدني الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب الرابع: ۱/۲۸، رشيديه)

"عن علي رضي الله تعالىٰ عنه قال: انكسر إحدى زندىّ فسألت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأمرني أن أمسح على الجبائر". (إعلاء السنن، كتاب الطهارة، باب المسح على العصابة والجبائر: ۱/۲۴۶، إدارة القرآن، كراچی)

"(و يمسح) نحو (مفتصد و جريح على كل عصابة)". (الدرالمختار، كتاب الطهارة، باب التيمم: ۱/۲۸۰، سعيد)

(۳) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۰۳، سعيد)

"مريضٌ تحته ثياب نجسة إن كان بحال لا يبسط شيء إلا و يتنجس من ساعته، يصلي على حاله، و كذا إذا لم يتنجس الثاني لكن يلحقه زيادة مشقة بالتحويل". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۱/۱۳۷، رشيديه)

7

ایضاً

استفتاء[۳۶۵۳]: باسمہ تعالیٰ

حضرت مولانا محمود حسن صاحب معین المفتی عم فیضہ! سلام مسنون۔

جواب فتاویٰ (۱۰۷۴) مع اشتہار مطبوعہ "کوکب دری" موصول ہوا فقط۔ دلی شکریہ! مجھے قابلیت عربی کی زیادہ نہیں ہے، آپ حضرات کی برکت سے کچھ سمجھ لیتا ہوں۔ ایک مولوی صاحب رضائی ہیں ان کو یہ اشتہار دینا غیر مناسب ہے، ایک صاحب اُور ہیں وہ تشریف لائے تو پیش کروں گا۔

آنکھ کے قدح کے متعلق جو میں نے دریافت کیا تھا اس میں اس عبارت کا کیا مطلب ہے: "وإن تعذر الإيماء برأسه و كثرت الفوائت بأن زادت على يوم و ليلة، سقط القضاء عنه" قدح میں تین روز تک چت لٹاتے ہیں، حس وحرکت سے منع کرتے ہیں تو کیا نمازوں کی قضاء ناجائز اور قضا ساقط ہو جائے گی؟

مکلف: حبیب اللہ، ۱۱/ ذی قعدہ/ ۵۴ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کرم فرمائے بندہ حضرت شاہ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ اگر مریض کی ایسی حالت ہو کہ وہ خطاب کو تو سمجھتا ہے، لیکن اشارہ نہیں کرسکتا، یا اس کو کسی حاذق دیندار معالج نے کہہ دیا ہے کہ اشارہ کرنے سے جان یا کسی عضو مثلاً آنکھ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اور اسی حالت میں اس کو ایک دن رات سے زائد گزر جائے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے کہ وہ تندرست ہونے کے بعد ایسی حالت میں جو نمازیں چھوٹی ہیں ان کی قضاء کرے گا یا نہیں، ظاہر روایت یہ ہے کہ اس کے ذمہ قضاء لازم نہیں اور اسی پر علماء کا فتویٰ ہے اور یہ ہی تجنیس میں لکھا ہے اور اسی کی تصحیح کی ہے، مگر ہدایہ میں لکھا ہے کہ اس پر قضاء ضروری ہے اگر چہ جمہور علماء کا فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے ذمہ قضاء ضروری نہیں، لیکن چونکہ بعض علماء جیسے صاحبِ ہدایہ نے ہدایہ میں قضاء کو بھی تحریر فرمایا ہے، اس

لئے احوط یہی ہے کہ قضاء کی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

فوطہ کے آپریشن کی وجہ سے نماز لیٹے لیٹے پڑھنا

سوال [۳۶۵۴]: زید کے فوطے (۲) نیچے لٹک جاتے ہیں جس کی وجہ سے کافی تکلیف ہوتی ہے، زید نے بہت علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، اب زید کا ارادہ آپریشن کا ہے، البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ کروٹ وغیرہ نہیں بدل سکتا اور نہ ہی بیت الخلا جاسکتا ہے۔ لہٰذا ان دنوں کی نمازوں کو بعد میں قضاء کرے یا اسی حالت میں نماز پڑھا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فوطے لٹک جانے کی وجہ سے جب آپریشن کرایا جائے اور اس میں کروٹ بدلنے، رکوع سجدہ کرنے سے زخم کو نقصان پہونچے گا تو لیٹے لیٹے جس طرح ممکن ہو اشارہ سے نماز ادا کرلے (۳)، اگر استنجا کرنا بھی مضر ہو

---

(۱) "وإن تعذر الإيماء برأسه و كثرت الفوائت بأن زادت على يوم و ليلة، سقط القضاء عنه وإن كان يفهم في ظاهر الرواية، و عليه الفتوى". (الدر المختار).

"(قوله : في ظاهر الرواية) وقيل: لا يسقط القضاء بل يؤخر عنه إذا كان يعقل، و صححه في الهداية، و هو من أهل الترجيح، لكن خالف نفسه في كتابه التجنيس، فصحح الأول كعامة أهل الترجيح كقاضي خان و صاحب المحيط .... و مشى عليه المصنف؛ لأنه ظاهر الرواية، ولما في الإمداد من أن القاعدة العمل ما عليه الأكثر". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۰۰، سعيد)

"فإن لم يستطع الإيماء برأسه، أخرت عنه، و لا يؤمى بعينيه و لا بقلبه و لا بحاجبيه، خلافاً لزفر، لما روينا من قبل، ولأن نصب الإبدال بالرأى ممتنع، و لا قياس على الرأس؛ لأنه يتأدى به ركن الصلوة دون العين وأختيهما. (وقوله: أخرت عنه) إشارةٌ إلى انه لا تسقط الصلوة عنه وإن كان العجز أكثر من يوم و ليلة إذا كان مفيقاً، و هو الصحيح؛ لأنه يفهم مضمون الخطاب بخلاف المغمى عليه".

(الهداية، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض : ۱/۱۶۱، ۱۶۲ . مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) "فوطہ: بیضہ، خصیہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۳۹، فیروز سنز، لاہور)

(۳) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: كانت بي بواسير، فسألت رسول الله صلى الله تعالىٰ =

تو ویسے ہی پڑھ لے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۵/۸۸ھ۔

آنکھ کے اشارے سے نماز

سوال[۳۶۵۵]: آنکھ قدح (۲) کرانے میں سرہلانے کی اجازت نہیں، کیا جو آنکھ قدح نہیں ہوئی اس پر پٹی بندھی نہیں ہے اس کی پلک کے اشارہ سے نماز جائز ہے یا نہیں، کیا قدوری میں لکھا ہے "نہیں جائز ہے"۔ یہ مفتیٰ بہ قول ہے یا نہیں، نماز قضاء ہونے کے خیال سے اندھا بنا رہے تو شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض آنکھ کے اشارہ سے نماز درست نہیں، قدوری میں بھی اسی طرح ہے یہی مفتیٰ بہ قول ہے جس شخص

= عليه وسلم عن الصلوة، فقال: " صلّ قائماً، فإن لم تستطع، فعلى جنب.......... فإن لم تستطع فمستلقياً: ﴿لا يكلف الله نفساً إلا وسعها﴾. (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب صلوة المريض: ۷/۱۷۰، إدارة القرآن كراچي)

"وإن لم يستطع القعود، استلقى على ظهره، و جعل رجليه إلى القبلة، وأومى بالركوع والسجود، لقوله عليه الصلوة والسلام: "يصلي المريض قائماً، فإن لم يستطع فقاعداً، فإن لم يستطع فعلى قفاه يومي إيماءً، فإن لم يستطع فالله تعالىٰ أحق بقبول العذر منه". (الهداية، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۱/۱۶۱، مكتبه شركت علميه، ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/۱۳۶، رشيديه)

(۱) "الرجل المريض إذا لم يكن له امرأة و لا أمة، و له ابن أو أخ، و هو لا يقدر على الوضوء، فإنه يوضّيه ابنه أو أخوه غير الاستنجاء، فإنه لا يمس فرجه، و سقط عنه الاستنجاء، كذا في المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطهارة، فصل في الاستنجاء: ۱/۳۴۱، سعيد)

(۲) "القدح: چیرنا، پھاڑنا"۔(نور اللغات: ۳/۲۵۰)

کی آنکھ میں پانی آگیا ہو اور وہ اس خیال سے قدح نہ کرائے کہ میری نماز قضاء ہوگی اور اپنے نابینا ہونے پر صبر کرے اس کے لئے بہت بڑا اجر ہے، آنکھ بنوانا بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، ۱۸/ جمادی الاُولیٰ/ ۶۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۱/ جمادی الاُولیٰ/ ۶۹ھ۔

اعرج کی نماز کا طریقہ

سوال[۳۲۵۶]: ایک شخص معذور ہے یعنی اس کا داہنا پاؤں خراب ہے اور وہ ٹوٹ گیا ہے اور کھڑا ہو کر نماز پڑھنے پر قادر بھی ہے لیکن جب کھڑا ہوتا ہے تو جو پاؤں ٹوٹا ہوا ہے اس کا انگوٹھا ہلتا رہتا ہے، اس پر بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں، کوئی تو کہتا ہے نماز ہوتی ہی نہیں اور کوئی کہتا ہے کہ اگر نماز میں انگوٹھا ہل جائے تو نماز پوری نہیں ہوتی بلکہ ناقص رہتی ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کا اعتراض اس معذور کے حق میں باوجود قدرت علی

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما : عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "یصلي المریض قائماً، فإن نالته مشقة صلی جالساً، فإن نالته مشقة صلی بإیماء یؤمي برأسه، فإن نالته مشقة سبح".

"کماذکرنا في المقدمة فالحدیث حسن و فیه دلالة علی سقوط الصلوة عن المریض إذا لم یستطع الإیماء بالرأس فإن قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "فإن نالته مشقة سبح" ورد في مقابلة قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "صلی بإیماء" فلا یجوز إرادة الصلوة به بل المراد به الذکر و حده، فدل علی أن مثل هذا المریض لا صلوة علیه بل یذکر الله بقلبه ولسانه، و لیس الذکر بواجب علیه إجماعاً، فالأمر للندب کما قال علماء نا ". (إعلاء السنن، کتاب الصلوة، أبواب صلوة المریض: ۱۷۴/۷، ادارة القرآن)

"إذا تعذر علی المریض القیام صلی قاعداً .... فإن لم یستطع الإیماء برأسه، أخر الصلوة ولا یؤمي بعینیه ولا بقلبه و لا بحاجبیه .... اهـ". (مختصر القدوری، کتاب الصلوة، باب صلوة المریض، ص: ۲۸، قدیمي)

"و إذا عجز المریض عن الإیماء بالرأس في ظاهر الروایة، یسقط عنه فرض الصلوة، ولا یعتبر الإیماء بالعینین والحاجبین الخ ". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلاة المریض: ۱۳۷/۱، رشیدیه)

القیام ہونے کے اور ارادۂ حصولِ زیادتی ثواب کے یہ اعتراض صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس طرح نماز پڑھنے کی شریعت اجازت دیتی ہے یا نہیں اور اگر اس طرح نماز پڑھے تو پوری ہوتی ہے یا ناقص رہتی ہے، باوجودیکہ معذور ہے؟ مفصل جواب شافی تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

احقر عبدالرزاق، ۲۸/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر بلا عذر نفل کے علاوہ پڑھنا جائز نہیں (۱) بلکہ کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے، ہاں! اگر کوئی عذر ہو کہ جس سے کھڑا نہ ہو سکتا ہو، یا کھڑا ہونے سے کوئی دشواری پیش آتی ہو مثلاً کوئی زخم ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے وہ بند رہتا ہے اور قیام سے وہ جاری رہتا ہے، یا قیام سے وہ قرأت نہیں کر سکتا، یا سجدہ نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ تو ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور صورتِ مسئولہ میں اس قسم کا کوئی عذر نہیں لہذا شخص مذکور کو بیٹھ کر پڑھنا درست نہیں:

"و منها القيام في مرض لقادر عليه وعلى السجود، فلو قدر عليه دون السجود ندب إيمائه قاعداً وكذا من يسيل جرحه لوسجد و يتمم القعود ولمن يسيل جرحه إذا قام، أو يسلسل بوله أو يبدو ربع عورته أو يضعف عن القراء ة أصلاً". درمختار(۲).

---

(۱)"عن أم سلمة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: مامات رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى كان من أكثر صلاته قاعداً إلا الفريضة، وكان أحب العمل إليه أدومه وإن قل". (سنن النسائي، كتاب الصلوة، باب صلوة القاعد في النافلة : ۱/۲۴۴، قديمي)

"و يجوز أن يتنفل القادر على القيام قاعداً بلاكراهة في الأصح، كذا في مجمع البحرين".

(الفتاوى العالمكيرية ، كتاب الصلوة، الباب التاسع في النوافل : ۱/۱۱۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل: ۲/۳۶، سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة : ۱/۴۴۴، ۴۴۵، سعيد)

"و يفترض (القيام) و هو ركن متفق عليه في الفرائض والواجبات، وحدّ القيام أن يكون بحيث إذا مدّيديه، لا ينال ركبتيه و قوله في غير النفل الخ". (مراقي الفلاح)

"قوله: و يفترض (القيام) على قادر عليه وعلى الركوع والسجود، و لايفوته بقيامه شرط=

ہاں! اس کی رعایت ضرور رکھنی چاہیے کہ پیر کا انگوٹھا ہلنے سے کسی دوسرے کو اذیت نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۳/۵۶ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۹/ ربیع الأول/۵۶ھ۔

قصداً اگر انگوٹھا ہلاتا رہتا ہے تو یہ مکروہ ہے اور اگر ٹانگ ٹوٹنے کی وجہ سے خود ہلتا رہتا ہے تو اس سے کوئی نقصان نماز میں نہیں ہوتا، جو لوگ کہتے ہیں کہ انگوٹھا ہل جانے سے نماز نہیں ہوتی وہ غلط کہتے ہیں (۱)۔ فقط۔ سعید احمد غفرلہ۔

= طهارة مثلاً، ولا قدرة القراء ة، فلو تعسر عليه القيام، أو قدر عليه و عجز عن السجود، لا يلزمه، لكنه يخير في الثانية بين الإيماء قائماً أو قاعداً، كما لو كان معه جرح يسيل إذا سجد، فإنه يخير كذلك. ولو كان بحيث لو قام سلس بوله أو لو قام ينكشف من العورة مايمنع من الصلوة أو بعجز عن القراء ة حال القيام وفي القعود، لا يحصل شيء من ذلك، يجب القعود". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة وأركانها، ص: ۲۲۴، قديمي)

(۱) "عن يحيى بن أبي كثير مرسلاً: "إن الله تعالىٰ كره لكم ستاً: العبث في الصلوة، المنّ في الصدقة.......... والرفث في الصيام، والضحك عند القبور".

"قال الشيخ العثماني رحمه الله تعالىٰ: "قال الشيخ: و دلت الأحاديث على كراهة مطلق العبث؛ لأنهم لم يفرقوا بين عبث و عبث، فثبت كلا الجزئين من الباب. قلت: ودلالة الحديث الرابع: أي حديث يحيى ابن أبي كثير على كراهة مطلق العبث ظاهرة". (إعلاء السنن، أبواب مكروهات الصلوة: ۸۷/۵، إدارة القرآن، كراچي)

"يكره للمصلي سبعة و سبعون شيئاً .... (كعبثه بثوبه و بدنه) لاينافي الخشوع الذي هو روح الصلوة، فكان مكروهاً، لقوله تعالىٰ: ﴿قد أفلح المؤمنون الذين هم في صلاتهم خاشعون﴾. وقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إن الله تعالىٰ كره لكم العبث في الصلوة"، الحديث. "ورآى عليه الصلاة والسلام رجلاً يعبث بلحيته في الصلوة فقال: "لو خشع قلبه، لخشعت جوارحه". والعبث عمل لا فائدة فيه و لا حكمة تقتضيه، والمراد بالعبث هنا فعل ما ليس من أفعال الصلوة؛ لأنه ينافيها". (مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، مكروهات الصلوة، ص: ۳۴۵، قديمي)

معذور کا بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال[۳۶۵۷]: کوئی شخص مسجد میں آسکتا ہے لیکن بوجہ مرض کھڑا ہوکر باجماعت نماز نہیں پڑھ سکتا، ایسے شخص کو بیٹھ کر باجماعت فرض نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ۷/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۶/ رجب/ ۵۶ھ۔

رحم میں دوا رکھ کر نماز پڑھنا

سوال[۳۶۵۸]: اگر حالتِ بیماری میں عورتوں کو جو دوا اندر رکھانی پڑتی ہے، اس حالت میں نماز کو ادا کرے یا قضا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسی حالت میں نماز پڑھ لے، قضا نہ کرے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ۷/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔

---

(۱) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه قال: كان بي الناصور، فسألت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: "صل قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلى جنب". (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب في صلوة القاعد: ۱/ ۱۴۴، امداديه ملتان)

"إذا عجز المريض عن القيام، صلى قاعداً يركع و يسجد، كذا في الهداية". (الفتاوىٰ العالمكيريه، كتاب الصلوة، الباب الرابع عشر في صلاة المريض: ۱/ ۱۳۶، رشيديه)

(۲) "إذا خاف الرجل خروج البول فحشا إحليله بقطنة، ولو لا القطنة يخرج منه البول، فلا بأس به، ولا ينتقض حتى يظهر البول على القطنة، كذا في فتاوىٰ قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة،=

قطرہ آنے کی حالت میں نماز

سوال[۳۶۵۹]: مجھے قطرہ کی شکایت ہے استنجا پاک کرنے کے بعد بھی قطرہ آجاتا ہے، جانگیہ بھی پہنے رہتا ہوں اس کو بدل بھی دیتا ہوں مجھ کو ہر وقت خیال رہتا ہے ایسی صورت میں پاکی کی کیا صورت ہوگی؟

حاجی محمد علاء الدین کلاتھ مرچنٹ تاسین گنج ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نماز کے لئے مستقل ایک لنگی تجویز کرلیجئے کہ جب وقت آئے تو استنجا پاک کرکے لنگی باندھ کر نماز پڑھ لیا کریں، یا پھر پیشاب کے سوراخ میں روئی رکھ لیا کریں یعنی پیشاب سے فارغ ہوکر استنجا پاک کرکے روئی اندر رکھ لیا کریں اس طرح کہ کچھ حصہ باہر رہے، جب تک باہر والا حصہ تر نہیں ہوگا وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں ہوگا (۱) اور کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۴/۸۹ھ۔

معذور کے لئے صف کے کنارہ پر ہونا ضروری نہیں

سوال[۳۶۶۰]: اگر کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتو اس صورت میں جماعت کے

= الفصل الخامس في نواقض الوضوء: ۱/۱۰، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: ۱/۱۴۸، سعيد)

(۱) "كما ينقض لو حشا إحليله بقطنة وابتل الطرف الظاهر هذا لو القطنة عاليةً أو محاذيةً لرأس الإحليل، وإن متسفلةً عنه، لا ينقض وكذا الحكم في الدبر والفرج الداخل، الخ". (الدر المختار: ۱/۱۴۸، نواقض الوضوء، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۱۰، الفصل الخامس في نواقض الوضوء، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱/۶۰، نواقض الوضوء، رشيديه)

(۲) "(و) كل (ماليس بحدث) .... كقئ قليل ودم لو ترك لم يسل (ليس بنجس) عند الثاني، وهو الصحيح". (الدر المختار). "(قوله: وهو الصحيح): كذا في الهداية، والكافي، وشرح الوقاية: إنه ظاهر الرواية عن أصحابنا الثلاثة". (رد المحتار: ۱/۱۴۰، مطلب في حكم كيّ الحمصة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۱۱، ۱۲، الفصل الخامس، ومنها القئ، رشيديه)

ساتھ صف کے درمیان بیٹھ کر نماز ادا کرنی زیادہ بہتر ہے یا صف کے بیچ میں جگہ چھوڑ کر بالکل آخر صف کے کنارے پر بیٹھ کر پڑھنا اولیٰ ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

کنارہ پر ہونا ضروری نہیں درمیانِ صف میں بیٹھ کر بھی معذور آدمی نماز پڑھ سکتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۸/ ۹۱ھ۔

معذور آدمی کا اپنے گھر پر جماعت کرنا

سوال[۳٦٦١]: میں اپنے مکان پر قرآن شریف سنا رہا ہوں اور عشاء کی فرض نماز باجماعت مکان

---

(۱) کنارے پر ہونے کی صورت میں، صف میں لوگ کم ہونے کی صورت میں خلل آئے گا، جب کہ صف کے خلا کا پر کرنا سنت مؤکدہ ہے، نیز درمیان صف میں خلا چھوڑ کر کنارہ پر نماز پڑھنے پر احادیث میں وعیدیں وارد ہوئیں ہیں:

"عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما: أن رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم قال: "من وصل صفاً وصله الله، و من قطع صفاً قطعه الله عزوجل". (سنن النسائي، كتاب الإمامة، من وصل صفاً: ۱/ ۱۳۱، قديمي)

قال الشيخ العثماني رحمه الله تعالیٰ تحت هذا الحديث: "و ظاهر المذهب أن "وصل" بمعنى إكمال الأول فالأول سنة مؤكدة، "وقطعه" بمعنى القيام في صف خلف صف فيه فرجة مكروه". (إعلاء السنن، أبواب الإمامة، باب سنية تسوية الصفوف الخ: ۴/ ۳۱٦، إدارة القرآن، كراچی)

"(و يصف الرجال) .... و قال صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "أقيموا الصفوف، وحاذوا بين المناكب، و سدوا الخلل، و لينوا بأيديكم إخوانكم، لا تذروا فرجاتٍ للشيطان، من وصل صفاً وصله الله، و من قطع قطعه الله". (مراقي الفلاح).

"قوله (وسدوا الخلل): أي الفرج. روى البزار باسناد حسن عنه -صلى الله تعالیٰ عليه وسلم-: "من سدّ فرجةً في الصف، غفر له .... قوله: "ومن قطع قطعه الله" المراد من قطع الصف كما في المنادى أن يكون فيه، فيخرج لغير حاجة أو يأتي إلى صف و يترك بينه و بين من في الصف فرجة". (حاشية الطحطاوي، كتاب الصلاة، باب من هو أحق بالإمامة، ص: ۳۰٦، ۳۰۷، قديمي)

پر پڑھتا ہوں بوجہ سو سالہ ضعیفی کے کہ رات کے وقت سب کے ساتھ مسجد میں فرض نماز ادا نہیں کرسکتا اس لئے ہم اپنے مکان پر ہی جماعت سے عشاء کی نماز ادا کر لیتے ہیں، اس میں کوئی اشکال تو نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معذوری کی وجہ سے آپ مسجد نہیں جاسکتے اور مکان پر ایک دو آدمی کو ساتھ لیکر جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں تو آپ کے لئے اس کی گنجائش ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۱۷ھ۔

مریض زندگی میں نماز کا فدیہ ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال[۳۶۶۲]: اگر کسی شخص کی نماز جاتی رہے اور کمزوری کی وجہ سے ادا نہ کر سکے تو اس کا کفارہ ادا کر دیا جائے تو ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زندگی میں کفارہ ادا نہیں ہوسکتا (۲) جس طرح ہو قضاء پڑھے، کھڑا نہ ہوسکتا ہے تو بیٹھ کر یا لیٹ کر جس

---

(۱) "عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "من سمع النداء فلم يمنعه من اتباعه عذر". قالوا: و ما العذر؟ قال: "خوف أو مرض، لم يقبل منه الصلوة التي صلى". قال العلامة العثماني تحت هذا الحديث: " قلت: كون الشيخ الكبير العاجز ملحقاً بالمريض ظاهرٌ لا يخفى". (إعلاء السنن، كتاب الصلوة، أبواب الإمامة :۴/۱۷۹، إدارة القرآن كراچی)

"(والجماعة سنة مؤكدة للرجال) .... على الرجال العقلاء البالغين .... الأحرار القادرين على الصلوة بالجماعة من غير حرج". (الدرالمختار).

"(قوله : من غير حرج) .... و إذا انقطع عن الجماعة لعذر من أعذارها و كانت نيته حضورها لو لا العذر، يحصل له ثوابها، والظاهر أن المراد به العذر المانع كالمرض والشيخوخة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الإمامة : ۱/۵۵۴، سعيد)

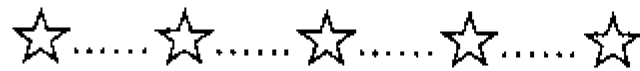
"و تسقط الجماعة بالأعذار حتى لا تجب على المريض .... الشيخ الكبير العاجز". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الأول في الجماعة : ۱/۸۳، رشيديه)

(۲) "و لو فدى عن صلوته في مرضه، لا يصح بخلاف الصوم". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت : ۲/۷۴، سعيد) .... =

طرح قدرت ہو پڑھے(۱)۔ اگر کسی طرح بھی نہ پڑھا تو مرنے کے وقت وصیت لازم ہے، ایک ثلث ترکہ میں سے فدیہ دیا جائے گا(۲)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، ۱۹/ ۷/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ہذا، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور، یوپی۔



= "و في اليتيمة: سئل الحسن بن علي رضي الله تعالیٰ عنه عن الفدية عن الصلوات في مرض الموت، هل يجوز؟ فقال: لا". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الصلوة، الباب الحادي عشر في قضاء الفوائت: ۱/۱۲۵، رشيديه)

(۱) "قوله: (تعذر عليه القيام أو خاف زيادة المرض، صلى قاعداً يركع و يسجد) لقوله تعالى: ﴿الذين يذكرون الله قياماً وقعوداً و على جنوبهم﴾ (آل عمران: ۱۹۱، پ: ۳)

"قال ابن مسعود و جابر وابن عمر رضي الله تعالیٰ عنهم: والآية نزلت في الصلوة: أي ﴿قياماً﴾ إن قدروا ﴿وقعوداً﴾ إن عجزوا عنه، ﴿وعلى جنوبهم﴾ إن عجزوا عن القعود، لحديث عمران بن حصين رضي الله تعالیٰ عنه أخرجه الجماعة إلا مسلماً: "قال: كانت بي بواسير، فسألت النبي صلى الله تعالیٰ عليه وسلم، فقال صلى الله تعالیٰ عليه وسلم: "صلّ قائماً، فإن لم تستطع فقاعداً، فإن لم تستطع فعلى جنبك". زاد النسائي: "فإن لم تستطع فمستلقياً، لا يكلف الله نفساً إلا وسعها".

(البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب صلوة المريض: ۲/۱۹۸، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الصلوة، فصل: وأما أركانها فستة: ۱/۲۸۴، رشيديه)

(۲) "أو يحمل الحديث بما عليه من الفرائض والواجبات كالحج والزكاة والكفارات والوصية بها واجبة عندنا". (بدائع الصنائع، كتاب الوصايا: ۷/۳۳۰، سعيد)

"(و لو مات و عليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة، يعطى لكل صلوة نصف صاع من بر) كالفطرة (و كذا الحكم في الوتر) والصوم، وإنما يعطى (من ثلث ماله)". (الدر المختار).

"(قوله: و عليه صلوات فائتة الخ): أي بأن كان لا يقدر على أدائها و لو بالإيماء، فيلزمه الإيصاء بها، وإلا فلا يلزمه". .... (قوله: و إنما يعطى من ثلث ماله): أي فلو زادت الوصية على الثلث، لا يلزم الولي إخراج الزائد إلا بإجازة الورثة". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب قضاء الفوائت: ۲/۷۲، سعيد)

باب المتفرقات

عشاء کی نماز سے پہلے سونا

سوال[۲۶۶۳]: مغرب اور عشا کے درمیان سونا کیسا ہے؟ ایک آدمی کہتا ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان سونے سے عشاء کی نماز قضاء ہوجاتی ہے، چاہے سونے والا جماعت میں بھی شریک ہوگیا ہو، چاہے کچھ دیر سونے کے بعد اٹھ گیا ہو، پھر اس کی نماز قضاء ہوجاتی ہے۔کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

عشاء وقتِ غیوبتِ شفق سے شروع ہوکر صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے، اتنے وقت میں نماز عشاء پڑھنے سے ادا ہی ہوتی ہے قضاء نہیں، خواہ سوکر اٹھے تب پڑھے، یا سونے سے پہلے پڑھے(۱)، البتہ عشاء پڑھنے سے پہلے سونا نہیں چاہئے کہ جماعت ترک ہونے کا خطرہ نہ رہے، ہاں! اگر کوئی خاص ضرورت تکلیف، سفر، تکان وغیرہ ہو اور اس کی وجہ سے اتفاقیہ کچھ دیر سوجائے تو اس سے نماز قضاء نہیں قرار پائے گی جبکہ اس نے وقت کے اندر اندر پڑھ لی ہو، خاص کر جماعت سے پڑھی تو ترکِ جماعت سے محرومی نہیں ہوئی (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱)"ووقت العشاء والوتر من غروب الشفق إلى الصبح". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت الخ، الفصل الأول في أوقات الصلاة : ۱/۵۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الصلاة: ۱/۳٦۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة : ۱/۴۲۷، رشيديه)

(۲)"(تنبيه)........ وقال الطحاوي: إنما كره النوم قبلها لمن خشي عليه فوت وقتها أو فوت الجماعة فيها، وأما من وكل نفسه إلى من يوقظه، فيباح له النوم". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها: ۱/۳٦۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة: ۱/۴۳۰، رشيديه)

سوتے ہوئے کو نماز کے لئے جگانا

سوال[۳۶۶۴] : ایک پابندِ جماعت شخص نماز کے وقت سو رہا ہے اگر چہ اس نے جگانے کیلئے نہیں کہا تو کیا اگر نماز قضاء ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو جگایا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو جگایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہُ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

نماز کے بعد دعاء سے پہلے مسجد کے لئے روپیہ وصول کرنا

سوال[۳۶۶۵] : اذکار بعد الصلوٰۃ قبل السنن کے متعلق اہل سنت والجماعت واکابر دیو بند کا مسلک مع حوالہ تحریر فرمائیں، ہمارے یہاں بعد نماز جمعہ قبل الدعاء مسجد کیلئے مصلیوں سے پیسے وصول کئے جاتے ہیں جس میں چار پانچ منٹ لگ جاتی ہیں۔ از روئے فقہ حنفی اس کی گنجائش ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

فتاویٰ دار العلوم مکمل مبوب مرتبہ مولانا اکمل صاحب مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ دیو بند کے حصہ اول و دوم کے باب النوافل میں، ص: ۲۲۲ پر سوال: ۲۳۹، کا جواب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دیا ہے:

''جن نمازوں کے بعد سنتِ مؤکدہ ہیں، ان میں فرضوں کے بعد زیادہ تاخیر کرنے کو مکروہ لکھا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے''۔

اس سے گنجائش معلوم ہوتی ہے، آپ مفصل مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''ویکرہ تأخیر السنة إلا بقدر ''اللهم أنت السلام، الخ''. قال الحلوانی: لابأس بالفصل

---

(۱)''لایجب انتباہ النائم في أول الوقت، ویجب إذا ضاق الوقت ''. (ردالمحتار، کتاب الصلاة: ۱/۳۵۸، سعید)

(و کذا في منحة الخالق علی البحر الرائق، کتاب الصلاة: ۱/۴۲۵، رشیدیه)

وراجع للتفصیل: (احسن الفتاوی، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة وما یتعلق بها: ۳/۲۴، سعید)

بالأولیٰ، واختاره الکمال، قال الحلبی: إن أرید بالکراهة التنزیهة، ارتفع الخلاف، قلت: وفي حفظي علی القلیلة، اهـ". درمختار، ص: ۳۵٦، قبیل فصل فی القراءة. والبسط فی ردالمحتار(۱)۔

علمائے دیوبند، اہل سنت والجماعۃ کا مسلک بھی یہی ہے جو اس عبارت میں مذکور ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

برہنہ غسل کے وضو سے نماز درست ہے یا نہیں؟

سوال[۳۶٦٦] : ایک شخص ہے جو غسل خانہ میں برہنہ غسل کرتا ہے اور وہ غسل چاہے حدث اصغر کا ہو یا اکبر کا ہو تو اس غسل کے لئے جو وضو کرے گا تو اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جو برہنگی کی حالت میں کیا ہے، آیا اس وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس وضو سے نماز درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۴/۸۹ھ۔



(۱) (الدر المختار، باب صفة الصلاة، قبیل فصل في القرأة: ۱/۵۳۰، سعید)

(وکذا فی الحلبی الکبیر، کتاب الصلاة، ص: ۳۴۱، سہیل اکیڈمی لاہور)

(وکذا فی فتح القدیر، باب النوافل: ۲/۴۴۰، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

(وکذا فی معارف السنن، باب مایقول إذا سلم: ۳/۱۱۸، سعید)

(۲) برہنہ وضو نہ نواقض وضو میں سے ہے اور نہ ہی مفسدات صلاۃ میں ہے لہٰذا نماز درست ہے۔

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی